TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_216568

UNIVERSAL
LIBRARY

جملہ حقوق محفوظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شاخِ نبات

المعروف

ارمغانِ جہان

۱۳۵۱ھ

دیوان صاحب کمال شیخ قربان احمد قربان

۱۹۳۲ء

از مطبع سبحانی پریس سہسپور بتصحیح محمد کریم صاحب

ایڈیشن اول ۵۰۰ قیمت دو روپیہ چار آنہ (عہ/۲)

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱	۲	۷	سہارنپوری	سہارنپور میں
۲	۳	۱۱	ارتقائے روشن	ارتقائے رویش
۳	״	۲۱	دہواں نہ	نہ دہواں
۴	۴	۷	برخشگی	برجستگی
۵	۵	۲۲	ازل	ارے
۶	״	۲۵	اعنار	اظہار
۷	۷	۱۲	عرض	غرض
۸	۸	۱۶	پلادے	پلائے
۹	۱۰	۱۷	وعدہ نے	وعدہ نہ
۱۰	۱۵	۶	زنہار	نہ زنہار
۱۱	۱۶	۲۰	اسکو	اسکو ہنسانا
۱۲	۱۸	۲۲	حیلہ خو	حیلہ جو
۱۳	۲۰	۵	میرے	پر میرے
۱۴	۲۷	۲	وزدِ کہن	وزدِ کفن
۱۵	۳۰	۷	پرہنس	پر نہ ہنس
۱۶	״	۱۸	پی پی	پی پی
۱۷	۳۱	۶	دوں گا	گردونگا
۱۸	۳۳	۵	سے لیکر	لے لیکر
۱۹	۳۴	۶	تم نہ	نہ تم
۲۰	۳۵	۶	حسن وجمال	جمال وحسن
۲۱	۳۶	۱۹	غل	مُل
۲۲	۳۸	۹	عشر	محشر
۲۳	۴۳	۲۰	مطلوب	ہے مطلوب
۲۴	۴۴	۳	قربان	قربان کے

(نوٹ) کتابت کی موجودہ غلطیاں نظر ثانی میں صحیح کر دی جائیں گی۔

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۲۵	۴۴	۷	ملا	ملا تجکو
۲۶	۴۵	۱۸	گرشین	گردشیں
۲۷	۴۶	۶	زنگسار	انگسار
۲۸	۵۰	۷	غافل	بسمل
۲۹	۵۴	۵	پیای	پیامی
۳۰	۶۳	۲۲	ذرہ	ذرہ ذرہ
۳۱	۶۴	۲۲	محبت میں	محبت کا
۳۲	۶۶	۱	دم	دم دم
۳۳	״	۹	مزا کیا کیا	ہے مزا کیا کیا
۳۴	۷۰	۱۸	سب کے	پہلے
۳۵	۷۵	۲	دلربیی	دلفریبی
۳۶	۷۷	۷	سوزنے	سوز سے
۳۷	״	۸	سور	سوز
۳۸	۷۸	۱۴	طاعوس	طاؤس
۳۹	۸۵	۱۳	گل	مل
۴۰	۹۲	۱۴	پر	پھر
۴۱	״	۱۵	پر بہار	پھر بہار
۴۲	۹۳	۲۲	قضا بھی	قضا کا بھی
۴۳	۹۵	۸	ہیں پاک	میں پاک
۴۴	״	״	״	״
۴۵	״	۹	ہے خوب	ہیں خوب
۴۶	۱۰۳	۲۰	اس کے	اس کو
۴۷	۱۰۸	۱۷	نقشہ	نشہ
۴۸	۱۱۵	۱	ڈہائیلی	ڈہائینگی
۴۹	״	۳	ایک دل قیامت	ایک دن قیامت
۵۰	۱۲۱	۱۵	یہ ہر	بہ ہر
۵۱	۱۲۳	۱۷	دل مسرور	دل کو مسرور

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۵۲	۱۲۳	۲۱	لینے	سینے
۵۳	۱۳۶	۴	مذار بھی	زار تھی
۵۴	۱۲۷	۱	خوشگیں	خشگیں
۵۵	۱۴۰	۱۴	بھی	کبھی
۵۶	۱۵۵	۵	ہوا	ہوا وہ
۵۷	۱۷۲	۷	کہاں کہاں	کہاں اور کہاں
۵۸	۱۸۹	۲۳	دیں	دی
۵۹	۱۹۳	۱۰	کرنے والے	کرنے والا
۶۰	۱۹۴	۱۴	دل سے	دل کے
۶۱	۱۹۵	۳	کسی یاد	کسی کی یاد
۶۲	″	۱۹	نہیں نام	نہیں رہا نام
۶۳	۱۹۶	۱۱	خاتون	قانون
۶۴	۲۰۰	۱۹	دیتے ہیں	دیتے ہیں
۶۵	۲۰۱	۴	بیاں ہوگا	یہاں ہوگا
۶۶	″	۲۲	زبان	زبان
۶۷	۲۰۳	۹	کرتی	کرتی
۶۸	۲۰۵	۸	دیر کا	دیر کیا
۶۹	۲۰۶	۱۷	نسیم صبا	نسیم صبح
۷۰	۲۰۷	۱۶	روتے	ہوتے
۷۱	۲۱۸	۱۳	ہوائے دہر	سرائے دہر
۷۲	″	″	بسر ہیں	بسر تھے
۷۳	۲۲۷	۱۲	ڈر خزاں	خوف خزاں
۷۴	۲۳۰	۱۸	شیخ	شیخ پر
۷۵	۲۴۴	۸	زمین تو	زمیں پہ تو
۷۶	۲۵۲	۱۸	کرد	کروں
۷۷	۲۷۱	۶	توازد	نوازو
۷۸	۲۷۶	۷	دل کو	دن کو

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۹	۲۷۶	۷	مجھل	عقل
۸۰	″	″	ہوگئی پہ	ہوگئی کچھ
۸۱	۳۰۲	۱۵	پیکا	پہیکا
۸۲	۳۰۵	۳	وحشت سے	وحشت کے
۸۳	″	۹	مغفور	فغفور
۸۴	۳۲۰	۹	ر کھلے	کھلے
۸۵	۳۳۲	۲۲	گردں	گردوں
۸۶	۳۳۷	۲۰	کوچہید	نہ چھید
۸۷	۳۴۲	۱۷	معشو	معشوق
۸۸	۳۴۵	۱۳	اپنے نالے	نالے تک
۸۹	″	۲۲	بہر ہی	پھر بھی
۹۰	۳۴۶	۲۰	ملتے ہی	ملتے ہیں
۹۱	۳۵۲	۱۸	الفت کرینگے	الفت ادا کرینگے
۹۲	۳۸۱	۸	تو ہے	سچ ہے تو
۹	۳۸۶	۱۳	حقوق	حق العباد
۹	۳۹۶	۲۲	دفتہ	جاما جن سے میں ہوں جھکا
۹۵	۳۹۷	۱۲	رونا	ادنا
۹۶	۴۰۰	۲	دل	وہ
۹۷	۴۱۷	۲۰	دقور	دفور
۹۸	۴۲۳	۱۸	خالصًا للہ تھا	پہلے بتا حق کے لئے
۹۹	۴۳۵	۱۵	پر	پہر
۱۰۰	۴۴۴	۲۰	پہر	پر
۱۰۱	″	″	اب	دب
۱۰۲	۴۵۳	۸	ہے کہ نکیریں	ہے نکیریں
۱۰۳	۴۵۵	۱۰	جس میں	جنی
۱۰۴	۴۶۳	19	عطار	عطا
۱۰۵			ارتقائے روشن	روش



مصنف

Jamia Press, Jamia Masjid, Delhi.

مرتبہ حاجی حبیب احمد مختار عام رئیس الکلام موصوف

رباعی

ہے رنگ سخن میں خون دل کا شامل
ہر شعر وہ کھا ہے وصف تیر مژگاں

شاخِ نبات

المعروف

دیوانِ قربان

مصنفہ

رئیس الکلام شیخ قربان احمد صاحب قربان۔ بلبل غریب۔ رئیس و آنریری مجسٹریٹ و منصف

یادگار امیر الکلام۔ جناب غریب رحمۃ اللہ

کتبہ غلام مصطفےٰ آرٹسٹ — اثر ہند پریس سہانپور بار اہتمام مصنف — جلال آبادی، سہانپور یو۔پی

سرِ ورق مراۃ تلامیذ الرحمٰن

رباعی

ہے رنگ سخن میں خونِ دل کا شامل
ہر نے وہ لکھا ہے وصف تیرِ قرباں

شاخِ نبات

المعروف

دیوانِ قربان

مصنفہ

رئیس الکلام شیخ قربان احمد صاحب قربان۔ بلبل غریب۔ رئیس و آنریری مجسٹریٹ و منصف
یادگار امیر الکلام جناب غریب رحمۃ اللہ

مرتبہ

حاجی حبیب احمد مختار عام رئیس الکلام موصوف

کتبہ غلام مصطفےٰ آرٹسٹ
جلال آبادی، شاہجہانپور، یوپی
اہتمام پریس شاہجہانپور بار اول

۸۹۱۵۴۳۱۶
ق ش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالات مصنف

آپ کا خاندانی سلسلہ۔ شاہ ہارون چشتی صاحبؒ سے ملتا ہے جو بانے شہر تھے۔ آپ کے خاندانی حالات کے آثار گرمیٹر۔ سہارنپور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ حضرت امیر کلالؒ پر ختم ہوتا ہے۔ شیخ صاحب ۱۵ مارچ ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔

اعزازات

آپ کے بزرگ ہمیشہ سے مجسٹریٹ۔ نمبردار۔ درباری ہوتے چلے آئیں ہیں آپکے والد کو علاوہ اور اعزازات کے خطاب خان بہادر بھی ملا ہوا تھا۔ خود میس الکلام۔ موصوف مجسٹریٹ۔ منصف۔ درباری ہیں۔ مغلیہ سندات اور برٹش سندات۔ اسوقت بھی شیخ صاحب کے پاس موجود ہیں اور محفوظ ہیں۔

تحصیل علم

آپ نے فارسی کی ابتدائی تعلیم منشی محمد یار خان سے حاصل کی پھر دگر اوستاد زمہ سے جو مشہور تھے تکمیل کی ناگری وغیرہ کی تعلیم پنڈت بشنودت جی سے حاصل کی۔ انگریزی پرائیوٹ پڑھی اور اسلامیہ اسکول سہارنپور سے تعلیم پائی ——— ہر علم میں اچھی مہارت ہے۔

تلمیذ

آپ کو جب شوق شاعری ہوا جس کی طرف فطرۃً طبیعت راغب تھی تو آپ کے والد نے جناب امیر الکلام محمد خاں غریبؒ کے سپرد کیا۔ وہاں سے تھوڑا فیض اوٹھانے پائے تھے کہ مولینا کا انتقال ہوگیا۔ مولنا غریبؒ کے سلسلہ سے آپکا سلسلہ۔ مصحفی مرحوم تک پہونچتا ہے۔ جناب غریب آپ کو ہمیشہ بلبل غریب کہا کرتے تھے۔ آپ کا رنگ ہمیشہ سادہ رہا۔ اور اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ یہ تو گستاخی ہے کہ امیر۔ داغ۔ اقبال۔ کہیہ کا کلام کہا جائے لیکن یہ ضرور ہے کہ بزرگان موصوف کے کلام سے ہمیشہ آپ کو الفت رہی اور ان ہی بزرگوں کا

تتبع کیا۔ شیخ صاحب کا قطعی ارادہ نہیں تھا کہ اونکا کلام شایع کیا جاوے۔ نہ کبھی اونہوں نے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ بوصفالت رئیس الکلام موصوف کا بہترین ذخیرہ ضایع ہوگیا۔ بڑی مشکل سے جو دستیاب ہوسکا وہ شایع کیا جاتا ہے جو صاحب کلام میں کہیں غلطی پائیں درست کردیں یا نظرانداز فرمائیں۔

(اس دیوان کی نسبت ایک بزرگ کی دُعا ہے جو اس کو پڑھیگا یا سُنیگا اختلاج کا مرض جاتا رہے گا)

تقریظ

حبیب احمد

(از قلم گوہر رقم۔ علامہ سیماب اکبرآبادی)

سنہ ۱۹۳۱ء میں جب میں سہارنپور گیا تو جناب شیخ قربان احمد صاحب قربان رئیس سہارنپور سے میری پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ میں نے آپ کو نہایت خلیق۔ وضع۔ اور شریف الخیال پایا۔ اور جب معلوم ہوا۔ اُنہیں مذاقِ شعر و سخن بھی ہے تو مجھے حقیقتاً بڑی مسرت ہوئی

جناب قربان نئی وضع کے رئیس اور پُرانی وضع کے شاعر ہیں۔ پُرانی وضع کے شاعر میں نے اس لئے کہا کہ اُن کے کلام میں شعرائے متقدمین کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور وہ طالب علم بھی اُس اسکول کے ہیں جنکا تعلق قدیم شاعری سے ہے۔ تاہم اُن کے دیوان کا جستہ جستہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ کثرتِ مشق اور فیضِ سخن سے اُن کے کلام میں موجودہ ارتقائی روشن شاعرانہ بھی جابجا موجود ہے مثلاً

دیکھہ قربان مرے عشق کے سامانوں سے ۔۔۔ صبح نے سیکھہ لیا چاک گریباں ہونا

بہا لیتا جو دو آنسو گنہگار اپنے عصیاں پر ۔۔۔ یقیناً مستحقِ رحمتِ غفار ہوجاتا

رونقِ بزم ہے تو ہمارے دم سے ۔۔۔ خیر محفل کی تیری ہمکو نہ محفل سے اُٹھا

ندرتِ خیال کی ایک مثال ملاحظہ فرمایئے

عجب ہے کاتبِ تقدیر تیری بےبسی ۔۔۔ جو لکھدیا اُسے پھر تو کبھی بدل نہ سکا

دورِ جدید کی بلند ترکیبوں اور علوئے بندش سے بھی آپ کا دیوان خالی نظر نہیں آتا ؎

رحم ساقی کو بقدرِ اضطراب آہی گیا ۔۔۔ آج آخر دور میں جام شراب آہی گیا

نالہ بلبل۔ ملول۔ پریشان سر بجیب ۔۔۔ قربان عشق نے یہ مجھے کیا بنا دیا

اس شعر میں جذبات کے ساتھ الفاظ میں موسیقی پیدا کرکے شعر کو کسقدر دلچسپ بنا دیا گیا ہے ؎

ضبط کہتے ہیں اسے رسم وفا میں قربان ۔۔۔ آگ لگتی رہی لیکن دہواں نہ دیے اُٹھا

عہدِ جوانی کی یاد میں کیا شعر کہا ہے ؎

جوش تھا اُمنگ تھی عشق رباب و چنگ تھی۔ دل میں عجب ترنگ تھی ہائے مزا شباب کا

ایک غزل کے یہ دو شعر مجھے بہت پسند آئے ؎

یہاں جو راز تیرے حسن کا عیاں ہوتا روانہ فلکِ عدم کو نہ کارواں ہوتا
نہیں وہ دیتے اجازت مجھے تکلم کی بلا سے صبر ہی کرتا جو بے زباں ہوتا

قلم اودھر نہیں سکتا اور ستم اُٹھ نہیں سکتا۔ میں یہ شعر دیکھئے۔

اے فطرتِ غم دوست غلط کرکے دکھادے کہتے ہیں کہ انساں سے غم اُٹھ نہیں سکتا

الفاظ کی برجستگی بندش کی چستی اور زبان کی صفائی ملاحظہ فرمایئے ؎

الٰہی تو نے عطا حسن کو شباب کیا ہمیں عذاب میں ڈالا ہمیں خراب کیا
وہ پاس بیٹھے رہے اور سانس ٹوٹ گیا نہ ہم نے شکوہ نہ کچھ اضطراب کیا
قلق ہوا کرم بے حساب کو کیا کیا کمینے میرے گناہوں کا جب حساب کیا

ایک چیز کو جو دو چیزوں سے تشبیہ دیے کا خوبصورت طریقہ ملاحظہ فرمایئے ؎

شبِ غم نور سوید اتھا کہ داغ دل تھا کیا چمکتا تھا یہ قربان قمر کی صورت

صاف گوئی اور احترام محبت کا اس شعر میں کتنا فیصل کن مظاہرہ ہے ؎

مذہب جسے کہتے ہیں محبت نے وہ ہمدم کافر ہے وہ کرتا ہے جو انکار محبت

کاف کی ردیف میں یہ شعر خوب کہا ہے ؎

لہو ہوتا ہے جب دل یاس انگیز ہاتھ لگتے تو اک رنگین آنسو کھنچ کے آجاتا ہے مژگاں تک

دیکھئے اک نئی تخیل اس شعر میں کتنی حقیقت آفریں ہے ؎

نہ ہوگا کچھ مآلِ شورشِ ہنگامۂ محشر یہ دن کا خواب ہو سکتا نہیں تعبیر کے قابل

محاکات نگاری میں بھی قربان صاحب کی طبیعت عاجز نہیں معلوم ہوتی یہ شعر کیا خوب کہا ہے

صبح محفل کی اُداسی کا یہ عالم توبہ شمع اب بزم میں باقی ہے نہ پروانہ ہے

انسان کی ایک نئی تعریف ملاحظہ فرمایئے ؎

الٰہی ننگ عالم جس کو اک عالم سمجھتا ہے اسی کو بخشدیں عالم کی ساری خوبیاں تو نے

ایک جگہ بیام ضبط۔ اور درس رازداری یوں دیا جاتا ہے ؎

ضبط کر۔ راز نہ کہہ۔ واقفِ اسرار سہی کیوں ترے لب کو مذاقِ لبِ منصور ہے

جہاں ایک رنگ جدید سے دلچسپی رکھنے والے کو اس دیوان میں معیاری اور بلند اشعار ملتے ہیں وہاں

رنگ قدیم کے متوالوں کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ دعوتِ نظر کا سامان موجود ہے۔ روزمرہ۔ معاملہ بندی نفسیاتِ محبوب۔ اور جذباتِ محبت کی ترجمانی قربان صاحب نے بہت کشادہ دلی کیساتھ فرمائی ہے بعض اشعار کے مطالعہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قربان صاحب کو تغزل میں وہی کمال حاصل ہے جو اکثر شعرائے متغزلین کو اب سے نصف صدی پہلے حاصل تھا ہجر و وصال۔ گل و بلبل۔ صیاد و نشیمن جذبات بعد الموت۔ کعبہ و بتخانہ۔ شیخ و برہمن۔ طور و کلیم۔ یاس و حسرت۔ قیس و لیلیٰ۔ غرضیکہ تمام کیفیات احساسات جو متقدمین کے کلام کی روحِ رواں سمجھے جاتے ہیں قربان صاحب کے کلام میں بھی اکملیت کے ساتھ موجود ہیں

میں اور شکوہ تیرا غیر جھوٹ کہتا ہے
سنی سنائی ہوئی کا یقین کیا کرنا

میری نگہ شوق سے شرم آگئی ورنہ
بے پردہ کوئی پردہ نشیں ہو بھی چکا تھا

بھولا ہوا سا ایک سبق ہے کتاب کا
ہمدم میں کیا سناؤں فسانہ شباب کا

دل جب بھی ٹوٹ جائے کہ ہے ہمنشیں کسے۔
شیشے کا اعتبار بھروسہ حباب کا

جھیلی ہے اپنے دل پہ نگاہِ ستم کی چوٹ
برسوں بنا رہا ہوں نشانہ عتاب کا

رُخ جو ہے آفتاب کی مانند
لب ہیں تیرے گلاب کی مانند

میری آنکھوں میں تیری آنکھوں سے
نشہ آیا شراب کی مانند

کیا شگفتہ ہے میری فطرت بھی
رنج میں بھی ہنسی نہیں جاتی۔

سخت سے سخت زمینوں میں قربان صاحب نے اچھے شعر نکالے ہیں اور کوئی ردیف ایسی نہیں جس میں سیر حاصل غزلیں نہ کہی ہوں۔ اگر دیوان کا تجزیہ کیا جائے تو اُس میں درس و پیام کا بھی ایک حصہ نظر آتا ہے اور تہذیب۔ اخلاق۔ عبرت و نصیحت سے بھرے ہوئے اشعار جا بجا ملجاتے ہیں۔ مثلاً

کیا اس سے زیادہ کوئی دُنیا میں گنہ ہے
احسان کو کرے کوئی انسان فراموش

اک قطرۂ ناچیز ہے تخلیق ہے تیری
کر اپنی حقیقت کو نہ انسان فراموش

خودداری کو دیتے نہیں ہم ہاتھ سے اپنے
کرتے نہیں اپنی کبھی ہم شان فراموش

آنکھ میں آقا کی وہ ہوتا نہیں ہرگز عزیز
جس ملازم کو نہیں ہوتا اطاعت کا لحاظ

اے بشر ہوش میں آ حشر ہے نزدیک بہت
یوں ہی گمراہ رہیگا ازل غافل کبتک

ہُوا ہے میری ہستی کا وہ ہو کا
خدا جانے یہ کیا ہے میں نہیں ہوں

مجھے افسوس ہے کہ میں قربان صاحب کا دیوان بالاستیعاب نہ پڑھ سکا کہیں کہیں جستہ جستہ اشعار کے مطالعہ سے جو شعر نظر پر چڑھ گئے میں نے انھیں پر اعتبار خیال کیا ہے۔ اگر کوئی ناقد قربان صاحب کے کلام میں انتخاب

کہ کے اُسپر تنقید کریگا تو میرے خیال میں سینکڑوں اشعار ایسے ملینگے جو قربان صاحب کے مذاق سلیم اور پختہ انتظم کی گواہی دینگے۔ غزلوں کے علاوہ دیوان میں متعدد رُباعیاں۔ قطعات۔ اور نظمیں بھی شریک ہیں جن میں زیادہ تر اخلاقی ہیں مگر اُن کے مطالعہ سے واضح ہوجاتا ہے کہ قربان صاحب صرف غزل گو نہیں بلکہ نظم نگاری کی طرف بھی اُنکا فی میں سا پہونچتا ہے۔

غرضکہ بحیثیت مجموعی "شاخِ نبات" نہالِ سخن کی ایک ایسی ہری بھری شاخ معلوم ہوتی ہے جس میں ہر رنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں اگر کہیں کانٹے بھی ہوں تو یہ لازم فطرت ہے۔ میری دُعا ہے کہ خدا اِس دیوان کو حسن قبولیت عطا فرمائے اور قربان صاحب کو اتنی مہلت دے کہ وہ اسکے بعد اس سے بہتر ایک دوسرا دیوان پبلک کے سامنے پیش کرسکیں۔

قصر الادب آگرہ
۲۰ ستمبر ۱۹۳۲ء

سیماب اکبرآبادی
مُدیر "تاج" آگرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ردیف الف

حمد

کرے توحید یزداں کس طرح خامہ رقم میرا
میرے کمزور ہاتھوں میں لرزتا ہے قلم میرا

ندامت اُسپہ غالب ہے بتوں کی لکھکے تعریفیں
سرِ قرطاس یوں آنسو بہاتا ہے قلم میرا

خدا کا نام جب لکھنے میں آتا ہے کہیں اس کے
تو پہلے جھک کے کرلیتا ہے اک سجدہ قلم میرا

نہ گستاخی کہیں ہوجائے رہتا ہے قدم ڈر کر
یہی ہے وجہ جو رُک رُک کے چلتا ہے قلم میرا

میں جب تعریف لکھنے بیٹھتا ہوں اپنے مولا کی
قلم بھی دیکھتا ہے شوق سے حسن رقم میرا

نہیں معلوم گمراہی میری پھینکے کہاں مجھکو
ہے جو ایکدم بھی راہ سے تیری قدم میرا

بچے ہر طرح قدرت ہے تیرے شایانِ رحمت ہے
اگر دفترِ معاصی کا تو کردے کالعدم میرا

کروں جاکر زیارت پھر دہیں دم توڑ دوں اپنا
الٰہی آرزو پوری کرجوہے قصدِ حرم میرا

نہ لغزش آئے ایماں میں الٰہی مکرِ شیطاں سے
زباں پر نام ہو تیرا جو نکلے تن سے دم میرا

قلم کو ایسی قدرت دے سخن میں ایسی لذت دے
سُنیں مضمون فصیحانِ عرب میرا عجم میرا

میں اپنے ساتھ لیجاؤں یہ حمد و نعت کے دفتر
رواں ہو راہوارِ زیست جب موئے عدم میرا

شہادت پاؤں یارب زندۂ جاوید ہو جاؤں
گلا کاٹے تیری الفت میں یوں تیغِ دو دم میرا

رہوں صابر رہِ الفت میں شاکر تیری مرضی پر
رہے یعنی مصائب میں سرِ تسلیم خم میرا

چلا جاؤں میں سے کرتا ہوا جیسے ہوا جائے
صراطِ مستقیم حق پہ کیوں لرزے قدم میرا

کہو رضواں سے کھڑکی کھولدے تربت میں طیبہ کی
نہ آئی بوئے احمد گر تو گھٹ جائے گا دم میرا

عبادت رات بھر کرتا ہوں لیکر نام تیرا میں
نہ کیوں ہر سانس بنجائے نسیم صبحدم میرا

نہ ہو تکلیف کچھ سکرات کی مجھکو دمِ آخر
نکل جائے الٰہی مثلِ بوئے گل یہ دم میرا

زباں پر نقش کر دے کلمۂ توحید کو آپنے
کہے ہے کہوتا مگر چل جائے یوں شاید دم میرا

تیری مرضی جو دیکھوں گا خوشی سے سر جھکا دونگا
جہنم کو بھی میں سمجھونگا ہے باغِ ارم میرا

ہوا خیر خواہ کی دشمن فکر میں ہیں ہر گھڑی یارب
یوں ہی تو اوسکو قائم رکھہ یہ ہے جیسا بہم میرا

قطعہ

کہیں چرخِ فلک لکھے کہیں موسیٰ بتاتے ہیں
چلا تعریف میں اکثر بتوں کی یہ قلم میرا

کہا زلفوں کو بادل آنکھ کی مستی کو مے لکھا
غرض بیکار باتوں میں رہا جاری قلم میرا

لکھیں جو کچھ عرض میں نے وہ ساری ہوئی باتیں قصص
ہے تجھہ پر حال سب روشن یہ مولا بیش و کم میرا

اڑائی شیخ کی پہبتی ۔ تو دی تعلیم مے نوشی
مگر دنیا نے سمجھا اس کو اعجازِ رقم میرا

الٰہی عفو کر دے اپنے قرباں کے معاصی سب
مجھے تسلیم ہے مولا کرم تیرا ستم میرا

نعت

ہے سب سے بڑھکر نبی ہمارا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
وہ مثلِ خورشید اک ستارا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

یہاں بھی آیا وہاں بھی پہنچا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
کروں بیاں میں کہاں کہاں کا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

وہ فخرِ انساں وہ فخرِ عیسیٰ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا
نہیں ہے بیجا یہ میرا دعوےٰ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

مٹا کے ظلمت جہاں کی اوسنے کیا وہ توحید کا اُجالا
تہا نور احمد میں ایسا جلوہ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

سلام کرتے ہیں اسکو انسان درود پڑھتے ہیں اُسپہ قدسی
ہے نام نامی وہ مصطفےٰ کا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

وہ بنکے رحمت یہاں تھا آیا وہ بنکے رحمت وہاں تھا پہونچا
وہ لیکے اُمت کا اپنی ذمہ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

تمام دنیا یہ مانتی ہے تمام عالم یہ جانتا ہے
حبیبِ خالق نبی ہمارا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

فلک پہ باتیں خدا سے کی تھیں زمیں پہ پہلا یہ دین اُسنے
وہ تیرو آفتاب بطحا زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

زمیں پہ بھی اُسے نے کی رسالت فلک پہ جا کر بھی کی امامت | وہ فخرِ موسیٰ وہ فخرِ عیسیٰ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

جو لکھی مدحِ نبی تو قرباں۔ مِلا مِلا ہے تجھے یہ اُس کا
کہ نام تیرا۔ کلام تیرا۔ زمیں پہ چمکا فلک پہ چمکا

مجاز

عقدہ کبھی کھلا نہ کھلے گا وصال کا | آساں نہیں ہے سہل بنانا محال کا
اب دل کے ساتھ ساتھ ہے دورہ ملال کا | نشو نما محال ہے اِس نونہال کا
عالم ہی اور ہے میرے حسنِ خیال کا | دیکھا ہے رات خواب کسی کے وصال کا
عصیاں کی تیغِ تیز کا خوف و خطر نہیں۔ | سایہ ہمارے سر پہ ہے رحمت کی ڈھال کا
بر پا ہے حشر راہ میں وقتِ خرامِ ناز | سیکھا ہے طرز تو نے قیامت کی چال کا
گو نیک کام ہم سے ہوئے ہیں تمام عمر۔ | پھر بھی ہے خوف دل کو تمہارے مآل کا
لازم تھا امتحانِ نظر میں نہیں | منظور تھا جو دیکھنا موسیٰ جمال کا
سب سے الگ ملی ہے طبیعت ازل کر روز | کوئی بشر نہیں ہے ہمارے خیال کا
دل میں خیالِ زلفِ شکن در شکن کا ہے | شیشے میں عکس دیکھتے ہیں بال بال کا
تاجِ سخن ترا۔ ترشکے گرا ہے زمین پر | اُسپر گماں ہے اہلِ فلک کو ہلال کا
تیرے کرم کی حد نہیں تو وہ کریم ہے | حاتم کے ہاتھ میں بھی ہے کاسہ سوال کا
قصہ طویل دن ہے قیامت کا مختصر | ممکن نہیں کہ وقت ملے انفصال کا
ساقی اگر پلا دے تو پی ذوق و شوق سے | واعظ نہ ذکر چھیڑ حرام و حلال کا
کیوں کر پھنسے نہ عاشقِ بے پر کا مرغِ دل | صیاد دامِ زلف ہے دانہ ہے خال کا

اسواسطے کہ اِس میں نہیں ہے کوئی کمال
قرباں کے دل کو خوف نہیں ہے زوال کا

جسے چاہا تو نے رولا دیا۔ جسے چاہا تو نے ہنسا دیا | جسے چاہا تو نے جلا دیا جسے چاہا تو نے مٹا دیا
کبھی گل جو آہ نے کر دیا۔ جو کبھی ہوا نے بجھا دیا | چراغ پھر میری گور پر کسی شمع رو نے جلا دیا
تیری شان ایسی ہے کبریا جسے جیسا چاہا بنا دیا | جسے چاہا پاس بُلا لیا جسے چاہا جلوہ دکھا دیا
تیرے دل میں رحم فلک نہیں۔ تجھے عاشقوں کا قلق نہیں | جسے چاہا تو نے چھڑا دیا جسے چاہا تو نے ملا دیا
میری گور پر جو وہ آگئے۔ تو جفا کی چال دکھا گئے | جو نشاں تھا باقی رہا سہا اُسے شوخیوں نے مٹا دیا

نہ کھلی تھی دل کی مرے کلی نہ ابھی ملی تھی شگفتگی
چمن حیات کو کیوں خزاں یہ ابھی سے تو نے مٹا دیا

تیرا حسن ایسا ہے جانِ جاں۔ کہ ہیں جس میں عشوہ طرازیاں
جسے جلوہ اپنا دکھا دیا۔ اُسے مست اپنا بنا دیا

کہیں منکشف نہ ہوں حسرتیں کہیں اُن کی پردہ دری نہ ہو
جو چراغ جلتا تھا گور پر اُسے خود ہی ہم نے بجھا دیا

جو عدم کو قافلے ہیں گئے ہم اُنھیں کو پھرتے ہیں ڈھونڈتے
نہ کسی نے اُنکا نشاں دیا نہ کسی نے اُنکا پتا دیا

تیری عشق دیکھ لی منصفی تیری جتنی باتیں ہیں سب جُھوٹی
جو کسی نے راز بتا دیا۔ اُسے سُولی تو نے چڑھا دیا

کہوں کس سے اب میں بتاؤ تم۔ کہ دلپہ میری ہیں جو ستم
میرے دلکو تم نے ہلا دیا میرے دلکو روگ لگا دیا

تجھے قربان خوب ہے مشقِ غم نہیں برق سے تری آہ کم
ترے نالوں نے یہ اثر کیا کہ فلک کے دل کو ہلا دیا

مجھے ان بتوں کی جفاؤں نے مارا
نگاہوں نے لوٹا اداؤں نے مارا

نہیں ہوتے اب ظلم برداشت ان کے
مجھے حسن کی ان جفاؤں نے مارا

بیاں میں کروں شکوہ کس کس کا تم سے
تمہاری مجھے سو اداؤں نے مارا

وہ اب ہوتے جاتے ہیں کچھ مہرباں سے
یہ میدان میری وفاؤں نے مارا

دکھائے مجھے جلوہ ہائے مجازی
خدا بنکے ان ناخداؤں نے مارا

تمنائے ارمان نے حسرتوں نے
مجھے مل کے ان رہنماؤں نے مارا

گنہگار مجھ کو بنایا خدا کا
گناہوں نے اور خطاؤں نے مارا

وفا کرکے دی جان اُلفت میں ہمنے
جفا کرکے ان بیوفاؤں نے مارا

میں کس مُنھ سے جاؤں گا اب پیشِ داور
مجھے ہائے میری خطاؤں نے مارا

نہ تو دیکھتا اور نہ قربان ہوتا
تجھے ان بتوں کی اداؤں نے مارا

تمہیں جو جانتا ہرگز نہ آشنا کرتا
تمہارے غم میں نہ دل کو میں مبتلا کرتا

وہ میرے دل کو جو تسکین بھول کر دیتے
میں اُن کے عشق میں دانستہ جاں فدا کرتا

زبان بند نہ کرتے تو دل فروشی کی
تمہارے کوچہ میں جاکر میں ابتدا کرتا

ضرر نہ دیکھتا ہرگز کسی کا میں ظالم
تو اپنے درد سے تجھ کو بھی آشنا کرتا

گذرتی عیش سے یہ عمر عاشقی اپنی
ہمارے پہلو میں ہر دم جو تو رہا کرتا

ضرور تجھپہ مرا حال ہوتا آئینہ
جو تیرے دل پہ مرا عشق کچھ جلا کرتا

ہمیں نے تجھکو سکھایا ہے طرزِ ظلم و ستم
نہ ہم وفائیں دکھاتے نہ تو جفا کرتا

شبِ فراق جو ہمرا موت کو لاتی
ہزار بار تیرا شکر میں ادا کرتا

بہت یہہ دیکھا ہے قربان ہمنے دنیا میں
بتوں سے جو نہیں ہوتا وہ ہے خدا کرتا

الٰہی ہو نہ راز افشا میانِ انجمن اپنا
دکھانے کے لئے آیا ہے ظالم بانکپن اپنا

کھلے ہیں پھول کیا کیا قلب میں داغِ محبت کے
ذرا تو دیکھہ لو آکر کسی دن تم چمن اپنا

سخی تھے۔ بعد مردن بھی سخاوت یوں ہی جاری
کہ نذرِ خاک سارا۔ کر دیا ہم نے کفن اپنا

یہ رازِ عشق ہے اسکو کبھی افشا نہیں کرتے
چھپائے رکھتے ہیں تم سے بھی ہم داغ کہن اپنا

شکایت میں جو کرتا ہوں بتِ سفاک کی رو کر
تو کہتا ہے زمانہ سے نرالا ہے چلن اپنا

ابھی ہم دیکھنے پائے نہ تھے فصلِ بہاری کو
ہوا نذرِ خزاں کیوں وقت سے پہلے چمن اپنا

مجھے گھبرائے دیتی ہے اندھیری فرقت کی
دکھا دے چاند سا چہرہ مجھے اے مہ جبین اپنا

کیا کچھ آندھیوں نے فیصلہ کچھ دست گلچیں نے
گلوں سے آہ خالی ہوگیا سارا چمن اپنا

محبت بھی ہمارے شعر میں ہے اور شکایت بھی
نرالا سب سے ہے قربان یہ طرزِ سخن اپنا

روح نے کہکے میری آج یہ تن چھوڑ دیا
جس میں رہتے تھے کبھی اب وہ وطن چھوڑ دیا

پاسِ وعدہ نے کیا روئے سخن چھوڑ دیا
ہم سے کیوں ربطِ بتِ عہد شکن چھوڑ دیا

برق کے خوف سے اب عزم ہے ویرانی کا
خوش رہیں اہلِ چمن ہم نے چمن چھوڑ دیا

رحم دل پر نہ کیا کچھ بھی کسی ظالم نے
کہ اُسے کہکے یہ تیں داغِ کہن چھوڑ دیا

ہوگیا اُس کی نگاہوں میں گلستاں تاریک
جب یہ لیلیٰ نے سُنا قیس نے بن چھوڑ دیا

ہر ادا۔ تیری گوارا تھی محبت میں مجھے
کیوں ستانا مجھے اے غنچہ دہن چھوڑ دیا

دمِ آخر بھی نظر آئی نہ اُن کی صورت
وہ اب آئے ہیں کہ جب روح بدن چھوڑ دیا

جب سے وہ شوخ نہیں محوِ خرامِ گلشن
ہم نے بھی مشغلۂ سیرِ چمن چھوڑ دیا

کیا کہیں سُن لی خبر مرگِ عدو کی تو نے
ہنسا کھل کھل کے جو اے غنچہ دہن چھوڑ دیا

ذکر جب سے ہے سُنا اُس نے تیری آنکھوں کا
ہوکے آہو نے غزل دشت ختن چھوڑ دیا

غیر کے مرنے پہ سامان کئے تھے کیا کیا
کشتۂ ناز کو بے گور و کفن چھوڑ دیا

اُن سے اُمید ہے بیکار وفا کی قربان
کہ وفا کا ہے حسینوں نے چلن چھوڑ دیا

وہ مرے جی اُٹھا وہ قبول بقا ہُوا
جو تیری راہِ عشق میں زندہ فنا ہُوا

سوزِ فراقِ یار سے پھر سامنا ہُوا
پھر آج ہائے قلبِ حزیں مبتلا ہُوا

اے دردِ یہ بتا کہ تجھے آج کیا ہُوا
جو بنکے آشنا مرا۔ نا آشنا ہُوا

دل دیدیا تھا جان مگر پھر بھی رہ گئی
مجھسے نہ کچھ بھی فرضِ محبت ادا ہُوا

محفل تک اُن کی میرا۔ پہونچنا محال تھا
ذہن رسا بھی آہ میرا۔ نارسا ہُوا

دُنیا میں کچھ ملا ہے نہ عقبیٰ میں کچھ ملے
حاصل نہ مجھکو حیف کہیں مدعا ہُوا

ہرگز نہ دامِ غم سے رہائی اُسے ملی
جو بھی اسیرِ حلقۂ زُلفِ دوتا ہُوا

چاہا تھا۔ تمکو اس کا مجھے اعتراف ہے
اِتنا ہُوا قصور کہ خود مبتلا ہُوا

کیا جانے مجھسے بزم میں وہ کیوں خفا ہوئے
شکوہ ہُوا۔ نہ کوئی زباں سے گِلا ہُوا

آتی ہے میکدے سے جو بوئے کباب آج
بیٹھا ہے کوئی مستِ محبت جلا ہُوا

آتا ہے گر تو آؤ کہ شب پردہ پوش ہے
میرا۔ چراغ قبر ہے کیسے بجھا ہُوا

شکوہ فضول کاتبِ تقریر کا کریں
مٹتا نہیں قلم کا خدا کے لکھا ہُوا

بے ہوش ہوکے پھر نہ گئے طورِ پر کلیم
پھر دید کا تمہیں نہ کبھی حوصلا ہُوا

پھرتے ہو پوچھتے جو لحد کو اِدھر تو آؤ
عاشق یہاں پڑا ہے کفن میں دبا ہُوا

پھینکا جو تم نے تیر نشانے پہ وہ لگا
کب ناوکِ نگاہ تمہارا خطا ہُوا

پہلے مذاقِ درد کو دل کی تلاش تھی
دل پھر رہا ہے درد کو اب ڈھونتا ہُوا

کس کی نگاہِ ناز نے اُسکو کیا نہ تھا
لاشہ روانہ دوش پہ مثلِ ہوا ہُوا

کہتے ہیں جسکو ماہ حقیقت ہے اُسکی یہہ
روشن فلک پہ ہے یہ تیرا نقشِ پا ہُوا

ہرگز فنا ہُوا نہ مرے دل سے دردِ عشق
گو میں ہزار مرتبہ قرباں فنا ہُوا

کب خنجر و سناں نے کیا تیرے نے کیا
جو کام دل میں تیری تاخیر نے کیا

عقدے کو وا نہ ناخنِ تدبیر نے کیا
جو کچھ کیا فقط مری تقدیر نے کیا

تھا بارِ سر گراں تو سبکدوش ہوگیا
احسان سر پہ بارِ شبیر نے کیا

لَو اور تیز کر دی سرِ شمع کاٹ کر
پروانوں پر یہ ظلم بھی گلگیر نے کیا

کہتا تھا پہلے آج جو بتخانہ ہو گیا
یہ انقلاب آپ کی تصویر نے کیا

کہتا ہے کون کان ترے حق نیوش ہیں
تجھ پر اثر نہ کچھ مری تقریر نے کیا

اب پیرِ چرخ اور بھی پنبہ بگوش ہے
کچھ بھی اثر نہ آہ کی تاثیر نے کیا

مسکن سرائے دہر میں کوئی نہ کر سکا
آرام تھوڑی دیر کو رہگیر نے کیا

رحمت سے تیری عفو کا مژدہ سنا مگر
مجبوب مجھ کو خیرتِ تقصیر نے کیا

قربان وہ تو رہتا ہے ملوک سبکے ساتھ
محروم تجھ کو شومیٔ تقدیر نے کیا

سنتے تجھے ہیں بیا نہیں شرمندۂ احساں ہونا
تو نہ اے دل کبھی منت کشِ درماں ہونا

اُس کو تقدیر سے پڑتا ہے پریشاں ہونا
وہ ہی ہوتا ہے کہ جو چاہے نہ انساں ہونا

چاہتا ہے جو یہاں کوئی سلیماں ہونا
چاہیے مور کا پہلے اُسے مہماں ہونا

میرا۔ گلرو۔ جو گلستاں میں کبھی آجائے
تم قدم بوس وہاں سنبل و ریحاں ہونا

گر امیری سے کسی شخص پہ نکبت آئے
نامناسب ہے بُرے حال پہ خنداں ہونا

آؤ۔ اور دل سے نکالو مرے ساماں خزاں
ابھی آسان ہے سرسبز گلستاں ہونا

سیر کو آپ جو گلشن میں کبھی جاتے ہیں
غنچے بھی سیکھتے ہیں آپ سے خنداں ہونا

دفعتاً برق کا گرنا وہ نشیمن پہ مرے
یک بیک وہ میرا برباد گلستاں ہونا

میں ہوں خوگر وہ غم میرے دلِ غمگیں کا
غیر ممکن ہے مرا شب ہجراں ہونا

عشق کہتے ہیں جسے اس نے کیا ہے یہ حال
دیکھو گلزار کا تم میرے بیاباں ہونا

وہ اگر سامنے ایدل کبھی ہو بے پردہ
مثلِ آئینہ نہ تو بزم میں حیراں ہوتا

غیر بھی لینے کو تیار نہیں تھا اس کو
ہم نے دیکھا ہے تیرے حسن کا ارزاں ہونا

دیکھ **قربان** مرے عشق کے سامانوں سے
صبح نے سیکھ لیا چاک گریباں ہونا

خون چوسیں گے کیا حسرت و ارماں مرے دل کا
پکڑے ہوئے ہیں آج جو واماں مرے دل کا

جز آپ کے اُلفت نہیں منظور کسی کی تو
یہ حسن پہ ہے آپ کے احساں مرے دل کا

تو نے کو تیری زلفوں کے تیار ہیں کالے
اللہ ہے بس اب تو نگہباں مرے دل کا

معلوم ہے جب سب تمہیں روداد محبت
کیوں پوچھتے ہو حال پریشاں مرے دل کا

اُلفت کے میرے سینہ میں کچھ داغ ہیں روشن
لو دیکھ لو تم آج چراغاں مرے دل کا

اے دختر رز دور ہی رہ مجھ سے خدارا
ٹوٹے ہے تجھے دیکھ کے پیماں مرے دل کا

آنکھوں میں رہو تم مرے سینہ میں رہو تم۔
گر دیکھنا چاہو غم پنہاں مرے دل کا

وہ دن بھی کبھی تھے کہ یہ پھولوں سے بھرا تھا
گلشن ہے مگر آج تو ویراں مرے دل کا

سینہ میں ہوئے خار مرے داغ محبت
گلزار بنا جس سے بیاباں مرے دل کا

چلتی ہے وہاں خوب ہی مقراض محبت
سو بار ہوا۔ چاک گریباں مرے دل کا

واپس وہ ہوئے دیکھ کے تحریر محبت
پڑھنے کیلئے آئے تھے عنواں مرے دل کا

پہلو جو سمندر ہے تو بہہ ضبط کا ساحل
رکتا ہے مری آنکھ میں طوفاں مرے دل کا

تکتے ہیں جسے لوگ چمکتا ہے فلک پر
اک داغ ہے وہ مہر درخشاں مرے دل کا

پھیری ہے نگاہوں نے تری سینہ میں جھاڑو
کرتی ہیں صفایا تری مژگاں مرے دل کا

جانے نہ دیا میں نے کبھی تیر نظر کو
تا زیست رہا دل میں یہ مہماں مرے دل کا

ہیں وصل کی ہاتھوں میں کلید اپنے لئے آج
کھولیں گے وہ قفل آئے ہی قرباں مرے دل کا

نیا رنگ لایا ہے جوبن کسی کا
کھلا ہے جوانی کا گلشن کسی کا

دکھا کر مجھے روئے روشن کسی کا
بنا دے کلیم آج ایمن کسی کا

بہت نا موافق تھے جھونکے ہوا کے
لٹا ہائے بیوقت گلشن کسی کا

یقیں تم کو آئے نہ آئے مگر ہاں
زمانے پہ ہے حال روشن کسی کا

چھوا۔ جوش مستی میں دست جنوں نے
گریباں کسی کا تو دامن کسی کا

نہ چھوڑیگی ہرگز کوئی گر چھڑائے
کہ حسرت نے پکڑا ہے دامن کسی کا

تماشائیوں کی نظر کھینچتی ہے
نہیں پاس کرتی یہ چلمن کسی کا

وہ ہو روز مردہ وہ ہو روز زندہ
جو ہو راہ میں تیری مدفن کسی کا

اُسے بار غم نے جھکایا ہے ورنہ
نہیں رکھتی احسان گردن کسی کا

تصور کا عاشق کئے دیکھو کرشمہ
ہوا۔ زیب دیوار روزن کسی کا

نہ روکے سے ٹھہرا۔ نہ تھامے سے ٹھہرا
گیا عمر کا تیز توسن کسی کا

اُسی کا یہ سر ہے اُسی کا یہ تن ہے | نہ سر ہے کسی کا نہ ہے تن کسی کا
بُری ہے رقابت بُرا ہے تحیر | اِلٰہی نہ ہو کوئی دشمن کسی کا
چُراتی ہیں دل کو مرے تیری آنکھیں | نہیں پاس کرتیں یہ رہزن کسی کا
ہوئے چاک دامن ہزاروں ہی وحشی | سیا تو نے دامن نہ سوزن کسی کا

مزہ تم بھی لو آج قربان جا کر
بہاروں پہ آیا ہے جوبن کسی کا

لبریز پیمیری عمر کا پیمانہ کر دیا | ساقی نے بند دیکھ کے میخانہ کر دیا
اُس کو نہیں خبر کہ ہے گلگیر بھی وہاں | صدقہ جو سر پہ شمع نے پروانہ کر دیا
اِس عشق نے سکھائے مجھے تجربے بہت | ہشیار کر دیا کبھی دیوانہ کر دیا
لیلیٰ کمال اور کوئی تھا نہ قیس میں | مشہور تیرے عشق نے دیوانہ کر دیا
ناکامیوں نے دل کو اُجاڑا ہی ہائے ہائے | آباد تھا کبھی اُسے ویرانہ کر دیا
تیرا برا ہو عشق کیا تو نے پائمال | عشرت کدے کو تو نے الم خانہ کر دیا
آنکھوں میں تیری آنکھوں کا آیا سرور جب | ساقی دو رکیف نے خمخانہ کر دیا
ہوتا نہ یہ تو کچھ بھی نہ تھا خانۂ خراب | آباد دل کا داغ نے کاشانہ کر دیا
دل سے خیال یار کی رہتی ہے دل لگی | آباد کر دیا کبھی ویرانہ کر دیا

چھیڑا تو پھر نہ آئیں گے ہرگز تمہارے گھر
قمریاں کو اتنی بات نے دیوانہ کر دیا

کسی کے دل کو کسی سے نہ کم جدا کرنا | کہے جو لاکھ بھی کوئی نہ یہ جفا کرنا
مرے بھی گھر پہ وہ آجائیں اے صبا اک دن | تجھے ملیں جو کہیں وہ تو التجا کرنا
اِلٰہی مر کے ہی آرام کچھ ملے اُس کو | شہید ناز کی تربت پہ یہ دعا کرنا
ترا ہے شیخ یہاں میکدے میں لب کیا کام | تجھے تو چاہیے ہر دم خدا خدا کرنا
شرابیں پینی یہ چھپ چھپ کے ہمسائے نہ لہ | اور اپنے آپ کو مشہور پارسا کرنا
اُسے پلا دے مئے وصل کا فقط اک جام | مریض عشق کی کافی ہے یہ دوا کرنا
دکھا کے مہر کو اُس کا غرور ختم کرو | ذرا نقاب کو چہرے سے اپنے وا کرنا
تجھے زمانہ کہے گا کہ سچا عاشق تھا | گلا بھی کاٹ دیں لیکن نہ کچھ گلا کرنا

ٹپکتے جیسے ہیں آنسو یہ میری آنکھوں سے
ہمیشہ داغِ محبت یوں ہی رسا کرنا

خدا ہی دیتا ہے پیلا اُسی کے سامنے ہاتھ
کبھی نہ غیر سے زنہار التجا کرنا

میں اور شکوہ ترا غیر جھوٹ کہتا ہے
سُنی سُنائی ہوئی کا یقین کیا کرنا

خوشی رقیب کی قسمت میں تھی لکھی ہمدم
لکھا تھا اپنے مقدر میں یوں جلا کرنا

مریضِ غم تجھے دردِ فراق کافی ہے
زباں کو اپنی نہ لذت کش دوا کرنا

یہ وہ شے ہے کہ چھوڑی سے بھی نہیں چھٹتی
زباں کو اس سے زنہار آشنا کرنا

الٰہی موت ہی دینا غریب انساں کو
مگر نہ درد محبت سے آشنا کرنا

تمہاری اس میں شرافت ہے آن ہے قرباں
بُروں کی ساتھ بھی ہرگز نہ تم بُرا کرنا

تصور ہی میں آنکھوں سے مرے دو چار ہو جاتا
یُوں ہی ظالم شبِ غم تو مرا غمخوار ہو جاتا

عیادت کے لئے اُسکی جو تو تیار ہو جاتا
کبھی کا آج تک اچھا ترا بیمار ہو جاتا

تبسم سے اگر دو چار موتی ہمکو مل جاتے
تو مشہور آپ کا دربار بھی دُر بار ہو جاتا

ہوئے بیہوش ہی وہ تو مگر ہم جان دیدیتے
جو موسیٰ کیطرح حاصل ہمیں دیدار ہو جاتا

خیالِ یار اگر سکیں نہ دیدیتا ہمیں آکر
شبِ فرقت مجھے جینا بہت دشوار ہو جاتا

بہا لیتا جو دو آنسو گنہگار اپنے عصیاں پر
یقیناً مستحقِ رحمتِ غفار ہو جاتا

شبِ فرقت اُٹھا دیتا تمہارا در دا گر آکر
تو میرا بخت خوابیدہ نہ کیوں بیدار ہو جاتا

جفائیں دیکھ کر اُن کی وفائیں چھوڑتا اپنی
تو ایدل تجربہ ہی کر کے کچھ ہشیار ہو جاتا

خبر ہر بات کی دیتا مجھے ایامِ فرقت میں
نہ گر بیکار یہ تارِ نفس کا تار ہو جاتا

اگر بحرِ ندامت میں ڈبو دیتا گناہوں کو
سفینہ تیرے عصیاں کا بہو سے پار ہو جاتا

اُٹھائی تیغ ناحق آپنے اتنا ہی کافی تھا
نگہ کا وار ہو جاتا۔ ادا کا وار ہو جاتا

ٹل جاتا وہ وعدے کی صفت سے جانتے تھے وہ
اگر اک روز بھی پورا کوئی اقرار ہو جاتا

اگر قربان اپنی جان دیدیتا نہ الفت میں
نظر میں قیس و وامق کی ذلیل و خوار ہو جاتا

غلط خیال ہے گردوں کبھی دہل نہ سکا
جب آہ نکلی مرے دل سے وہ سنبھل نہ سکا

وہ انقلاب زمانہ سے پھر سنبھل نہ سکا
جو پھونک پھونک کے اپنے قدم کو چل نہ سکا

تمہارے ابرو مژگاں نے لاکھ کوشش کی
چبھا تھا تیر جو دل میں وہ پھر نکل نہ سکا

رہا خیال تمہارا ہی گو رہا بیہوش
تمہارا دلبہ یہ جادو ہمارے چل نہ سکا

مرض عشق تھا مجبور ہو گیا آخر
سنبھالے لاکھ لئے اسنے پر سنبھل نہ سکا

میں اُنکے عشق میں جل بجھکے زندہ کیا رہتا
چراغ بھی مری تربت پہ بجھ کے جل نہ سکا

قضا کے پھونک نے ایسا کیا اُسے خاموش
چراغ زیست ہوا گل تو ہائے جل نہ سکا

عجب ہے کاتب تقدیر تیری مجبوری
جو لکھدیا اُسے پھر تو کبھی بدل نہ سکا

کرینگے اُن سے بیاں غم کا حال سوچا تھا
مگر زبان سے اک حرف بھی نکل نہ سکا

نظام دہر کے نقشے بدل گئے لاکھوں
ترا خیال جب آیا تو پھر بدل نہ سکا

ہزار لوگوں نے قربان رُکاوٹیں ڈالیں
خدا سے تو نے جو چاہا کبھی وہ ٹل نہ سکا

مجھے بعد مردن جلانا پڑے گا
یہہ اعجاز اکدن دکھانا پڑے گا

ہمیں داغ دل کا دکھانا پڑے گا
اُنھیں زخم کا مٹانا پڑے گا

بہت دیر سے ہم ہیں مغموم بیٹھے
تمھیں آج آکر ہنسانا پڑے گا

مرے دل کی حسرت مٹانی پڑیگی
مرے دل کا ارماں مٹانا پڑے گا

عدو کو اُٹھانا اے اکدن وہاں سے
مجھے تیری محفل میں جانا پڑے گا

تمھیں اک ٹھوکر لگانی پڑے گی
نشان کہنہ بھی مٹانا پڑے گا

فسانہ مرا جتنا باقی ہے غم کا
تمھیں سُننا مجھکو سُنانا پڑے گا

ازل سے مجھے تیری الفت ملی ہے
مجھے بار غم کا اُٹھانا پڑے گا

مجھے اپنی صورت دکھانی پڑیگی
مرے خواب میں تمکو آنا پڑے گا

تبسم سے چھڑکو نمک میرے دلپر
یہ زخمی ہے اسکو پڑے گا

تمھیں حشر میں اک یہاں چال چلکر
قیامت کو رستہ دکھانا پڑے گا

وہ کہتے ہیں قربان غمگیں جو آیا
تو سینہ سے اسکو لگانا پڑے گا

الٰہی یہ اندھیر کیا ہو گیا
مرا یار مجھ سے جدا ہو گیا

دیا ہاتھ سے مجھ کو تو نے اگر
تو وہ زہر مجھ کو دوا ہو گیا

اُسے مِل گیا وہ اُسی کا ہُوا | جو دِل سے فدائے خدا ہوگیا
بتادے تو شوخی تجھے کیا میں دوں | میرا دل تو نذرِ ادا ہوگیا
بتو تم بتا دو کروں گا میں کیا | جو ناراض مجھ سے خدا ہوگیا
نہیں مجھ سے رنجش یہ جاتی ہے تیری | عدو سے ترا فیصلہ ہوگیا
شکایت جو میں نے کبھی اُسکی کی | عدو بھی میرا ہمنوا ہوگیا
وفا کا کیا ہم نے میدان فتح | اگر فرضِ الفت ادا ہوگیا

خدا جانے راضی وہ اب کس سے ہو
کہ قربان سے تو خفا ہوگیا

رحم ساقی کو بقدر اضطراب آ ہی گیا | آج آخر دور میں جامِ شراب آ ہی گیا
پیش جو آنے کو تھا وہ اضطراب آ ہی گیا | کہتے کہتے ایکدن روزِ حساب آ ہی گیا
ہم نہ کہتے تھے نہ دیکھ اُس کی طرف اے چشمِ شوق | دیکھ لے آخر دلِ خانہ خراب آ ہی گیا
کیا کروں تکلِ عدو سے آگ دل میں لگ گئی | دیکھ کر صورت کو اُسکی پیچ و تاب آ ہی گیا
ہوتے ہوتے میری بربادی کو ساماں ہوگئے | آتے آتے یار پر آخر شتاب آ ہی گیا
شکر ہے محنت ٹھکانے لگ گئی اے نامہ بر | جسکی آنکھیں منتظر تھی وہ جواب آ ہی گیا
یاد جب آئی کسی کی تو مغنی ایک دم | لیکے فوراً ہاتھ میں چنگ و رباب آ ہی گیا

اے دلِ قربان کہاں جائے گا آخر بچکے تو
لُوٹنے کو اُنکا غارتگر شباب آ ہی گیا

کر دیا۔ فیصلۂ زیست جدھر دیکھ لیا | ہم نے اُس شوخ کا اعجازِ نظر دیکھ لیا
آکے دُنیا میں اگر حسنِ بشر دیکھ لیا | کیا بُرا۔ میں نے کیا تیر ادھر دیکھ لیا
تیر مژگاں نے ترے یوں ہر جگر دیکھ لیا | جیسے ہو کوئی کہیں موت نے گھر دیکھ لیا
ہیں حسیں سینکڑوں جاتا نہیں گھر اُنکے کبھی | غیر نے صرف ہے کیا تیرا ہی گھر دیکھ لیا
ایک شیشے کی طرح۔ ہے۔ تو مگر نازک ہے | کمرِ یار کو بھر بھر کے نظر دیکھ لیا
داغِ الفت کو ٹھکانا نہ کہیں ملتا تھا | میرا دل دیکھ لیا میرا جگر دیکھ لیا
مرتے مرتے بھی رہی خواہشِ دُنیا تجھ کو | تو نے دُنیا میں ہے کیا خاک بشر دیکھ لیا
ہم نہ کہتے تھے کہ تم ظلم نہ عاشق پہ کرو | کر گیا آج وہ دُنیا سے سفر دیکھ لیا

اشکِ شبنم جو بہاتی ہے چمن میں نرگس
اُس نے کیا میرا کہیں دیدۂ تر دیکھ لیا

شبِ غم کیوں تو پریشان ہمیں کرتی ہے
ہم نے اے آہ بہت تیرا اثر دیکھ لیا

پھونک کر جسم تیرا کر دیگی اُلفت اکسیر
اِک نظر بھی تجھے قربان اگر دیکھ لیا

صد رے تو نگاہِ یار کے کیا کیا بنا دیا
بدمست کر دیا مجھے شیدا بنا دیا

ذرے کو تو نے کوہ سے اونچا بنا دیا
اِک قطرۂ حقیر کو دریا بنا دیا

گل کی جگہ اب اِس میں ہیں کانٹے بھرے ہوئے
گلزارِ دل کو عشق نے صحرا بنا دیا

اونا کر شمہ ہے یہ ترے لُطف کا کریم
اِک طالبِ جمال کو مُوسےٰ بنا دیا

اے عشق کیسا تو نے یہ مجھپر کیا ستم
پردیس اور دیس میں رُسوا بنا دیا

بُلبُل کے واسطے کیا گلشن کو انتخاب
میرے لئے بہار نے صحرا بنا دیا

+ اوروں کی میں نگاہ سے دیکھوں ہوں اپنے عیب
احساس کو نگاہ نے بینا بنا دیا

ہنستے ہیں میرے حالپہ جنکو نہیں ہے عشق
مجکو جہاں کا ایک تماشا بنا دیا

نالۂ بلبل، ملول، پریشان، سرِ بجیب
قربان تجھ کو عشق نے یہ کیا بنا دیا

جو پُوچھنا مجھ سے چاہتے ہو ہوا لہو کیسے آرزو کا
تو چھیڑ دو ذکر میرے آگے کسی کی خفگی کی گفتگو کا

خدا کا شکر ہو رہا ہے تمہارے ہاتھوں خود قلم اب
لگایا تھا تم نے دلمیں پودا ہمارے جو نخلِ آرزو کا

بلاؤں میں تجھ سے اپنی آنکھیں ملاؤ تم مجھ سے اپنی نظریں
کہ پردے پردے میں ہوں اشارے تو لطف ہے خاک گفتگو کا

سنی نہ جو آرزو تھی دل کی رہے خفا آکے وصل میں بھی
کیا نہ تم نے خیال کچھ بھی ہمارے ارمان و آرزو کا

ہمارے مشرب کے لوگ جوتے ہیں اُٹھگئے جیکدے سے ساقی
بھلا دے دلسے نہ تذکرہ کچھ ہمارے آگے مے و سبو کا

غرور جتنا کرے ہے تھوڑا تمام باتیں ہیں اُس کو زیبا
نہیں ہے ثانی جہاں میں اُس کا نہ کاندلا حیلہ خو کا

اگرچہ پیاری ہیں دونوں چیزیں مگر ہے قربان فرق بیحد
خیال اتنا نہیں ہے جانکا خیال جتنا ہے آبرو کا

کیوں ہے لیلیٰ یہ حیا و سے سب دلسے اُٹھا
دیکھ لے قیس کو پردہ کبھی محمل سے اُٹھا

سخت جاں تھا مگر احسان کسی کا نہ لیا
بارِ نشتر نہ کبھی سینۂ بسمل سے اُٹھا

دل بسمل میں رہے جاتے ہیں ارماں لاکھوں
چشم حسرت کوئی اب چھیڑ ہی قاتل سے اُٹھا

جوش گریہ سے یہ ہر حال میرے اشکوں کا
سخت طوفان ہو جیسے کوئی ساحل سے اُٹھا

دل کے شیشہ میں مرے دیکھ ادائیں اپنی
مان جا آئینہ یہ اپنے مقابل سے اُٹھا

وہ تو نزدیک تھا شہ رگ سے نہ دیکھا اُس کو
پردۂ وہم ہی افسوس نہ غافل سے اُٹھا

رونق بزم اگر ہے تو ہمارے دم سے
خیر محفل کی تری ہم کو نہ محفل سے اُٹھا

چھوڑ دے عشق بتاں عشق خدا حاصل کر
لطف لے حق سے تو نقصان نہ باطل سے اُٹھا

ضبط کہتے ہیں اسے رسم وفا میں **قربان**
آگ لگتی رہی لیکن نہ دھواں دل سے اُٹھا

دیر سے ہم اسیر ہیں یا دہیں بہار کیا
ہم تو خزاں نصیب ہیں قصۂ لالہ زار کیا

ہم کو بہار اور خزاں دونوں قفس میں ایک ہیں
دیکھئی کیا خزاں ہمیں لائے گی اب بہار کیا

ہم ہوئے ہجر میں فنا دل تو مگر نہیں مرا
دل تو ہمارے ساتھ ہے آئے ہمیں قرار کیا

گرد ملال سے اگر قبر نہ میری بن سکی
تیری کدورتیں فضول اور ترا اعتبار کیا

کہتے ہیں جس کو زندگی اسکو یہاں نہیں قیام
موت کا تو یقین ہے زیست کا اعتبار کیا

پھر کوئی حشر اُٹھائینگے پھر کوئی رنگ لائیں گے
نوح مجھے بنائیں گے دیدۂ اشکبار کیا

اب نہ وہ شوق کو رنہ جوش عیش و نشاط کا ہوش
ہو گئی زندگی خموش گھر بھی ہوا مزار کیا

باغ کا رازدار ہوں آئینۂ بہار ہوں
میری نگہ میں پھول کیا میری نظر میں خار کیا

کیوں نہ ادائے یار پر جان کو کیجئے نثار
مرنا ہی جب ہوا کیدن **قربان** پھر انتظار کیا

تڑپ کر شمع پر پروانہ کا خاموش ہو جانا
سکھاتا ہے اسے کہتے ہیں محو جوش ہو جانا

حجاب یار کے گشتو ذرا تربت سے بولو تو
جمال یار سے سیکھا ہے کیا روپوش ہو جانا

پڑی ہے راستہ میں ایک میت بے کفن میری
ذرا اے خاک عبرت تو ہی پردہ پوش ہو جانا

وہ وقت نزع میرا کچھ طلب کرنا اشارہ سے
کسی کا چپکے چپکے کہکے کچھ خاموش ہو جانا

پلا دے خم خم کے ساقی رہے گا ہوش پھر باقی
نہیں آساں ہمارا بے نیاز ہوش ہو جانا

بٹھاتے تھے جو جیتے جی مجھے آنکھو پہ دنیا میں
غضب ہے میرا لاشہ اُنکو بار دوش ہو جانا

غنیمت ہم سمجھتے پردہ رہتا اس سے دنیا میں
میسر خواب میں ہوتا جو ہم آغوش ہو جانا

نہ ہم ساغر سے واقف تھے نہ ہم صہبا سے واقف تھے | اسکھایا چشمِ جاناں نے ہمیں مینوش ہو جانا

وہ اے قربان بے پردہ کسی کا بام پر آنا
وہ میرا دیکھتے ہی دیکھتے بے ہوش ہو جانا

محفل میں سب کو یار کی اذنِ سروش تھا | بربط ہمارے دل کا وہاں کیوں خموش تھا
اے ہمنشیں میں ضبطِ وفا سے خموش تھا | یہ تو نہیں نہ تھا، میرے سینہ میں جوش تھا
گل تھا نہ کوئی اور نہ کوئی گلفروش تھا | البتہ کچھ بہار کا گلشن میں جوش تھا
تربت پہ اُن کے آتے ہی وہ جھائی بیکسی | عبرت کے ساتھ ساتھ ہی منظر خموش تھا
منصور کی زبان نہ کیوں تو نے بند کی | جلووں کا تیرے دل میں اگر اسکے جوش تھا
رازِ دو نیاز بلبل و گل ہو رہا تھا جب | شرمندہ شاخ شاخ تھی غنچہ خموش تھا
آخر شباب کا بھی زمانہ گذر گیا | تھوڑی سی دیر کا یہ فقط ایک جوش تھا
مجنوں کا ذکر ناقۂ لیلیٰ سے کیا سُنیں۔ | دُنیا میں شورشیں تھیں وہ بے بگوش تھا
تیری نگاہیں دیکھ کے محفل میں چُپ رہا | دلمیں اگرچہ میرے تمنا کا جوش تھا

قربان کون اُن کو سُناتا ہمارا حال
پہلو میں ایک دل تھا سو وہ بھی خموش تھا

حیلہ اُنھیں حجاب کا شکوہ مجھے نقاب کا | ہو تو علاج کس طرح قلبِ پُر اضطراب کا
غش ہوں زمین و آسماں زندہ کوئی رہے کہاں | پردہ کبھی اُلٹ جو دے رُخ سے کوئی نقاب کا
اسمیں ہیں جو مشاہدے وہ کہیں اور مل چکے | فطرتِ حق سے درس لے۔ لوٹ ورق کتاب کا
لکھا ہے میں نے حال سب لکھی ہے دل کی ہر طلب | بیٹھا ہوں منتظر میں اب بار تیرے جواب کا
گھل گیا۔ تیرا حال سب اب ہے حجاب ہے غضب | کردے اُسے بھی دُور اب کام ہے کیا حجاب کا
مجکو تو عشق ہے ترا۔ اور کسی سے کام کیا | خوف نہیں عذاب کا شوق نہیں ثواب کا
خونِ جگر شراب ہے، لختِ جگر کباب ہے | تشنہ نہیں شراب کا خستہ نہیں کباب کا
جوش تھا اور امنگ تھی مشقِ رباب و چنگ تھی | دلمیں عجب ترنگ تھی، ہائے مزہ شباب کا

خوف یہی تھا دلنشیں، میں نہ کروں گلہ کہیں
منتیں قربان اُن نے کیں آیا جو دن حساب کا

ظالم ترا تبسم گریزے۔ نوا ز ہوتا | خاموش انجمن میں ہرگز نہ ساز ہوتا

محدود میرے دل تک گر تیرا راز ہوتا
دُنیا میں یوں نہ رُسوا حسنِ مجاز ہوتا

کیوں زخمِ دل نہ بھرتا۔ کیوں داغ دل اُبھرتا
تجھ سے علاج دلکا گر چارہ ساز ہوتا

اے بوالہوس اگر تو خود غرضیاں نہ کرتا
بدنام پھر نہ تیرا عشقِ مجاز ہوتا

الفت کا پردہ رکھتا گر تیرا حسن رعنا
محمود کا نہ چرچا ہر سو ایاز ہوتا

گر مرگِ عاشقی کا معلوم ہوتا رتبہ
کیوں خضر خواستگارِ عمرِ دراز ہوتا

تیرے مریضِ غم کو صرف اتنی آرزو تھی
تو چارہ کار ہوتا تو چارہ ساز ہوتا

وہ اسکو گھر بناتے دو اس میں رہنے آتے
قربان دل تمہارا اگر پاکباز ہوتا

جو مہربان کسی طور باغباں ہوتا
چین سے میرا نہ معدوم آشیاں ہوتا

جو کوئی تیرِ نظر کا تیری رواں ہوتا
ہمارے دل کا جگر کا وہ میہماں ہوتا

یہاں جو راز ترے حسن کا عیاں ہوتا
روانہ ملکِ عدم کو نہ کارواں ہوتا

نہیں وہ دیتے اجازت مجھے تکلم کی
بلا سے صبر ہی کرتا جو بے زباں ہوتا

شبِ فراق میں دیتا جو دلکو کچھ تسکیں
کبھی نہ شکوہ ترا ہم کو آسماں ہوتا

نہ ہوتی دید جو منظور عشقِ بلبل کی
چمن میں گل کا نہ ہرگز کہیں نشاں ہوتا

ہو اے باغ کا مجھ سے لگاؤ تو رہتا
میں کاش اپنے قفس ہی کی تیلیاں ہوتا

وہ نزع میں بھی جو سر گرم لطف ہو جاتے
ابھی نہ سرد میں یوں لیکے ہچکیاں ہوتا

بلا سے تو اُسے قربان لکھ کے بھیج ہی دے
نہیں زباں سے تیری جو کچھ بیاں ہوتا

دلمیں میرے شوخی بن آنکھوں میں حیا ہوجا
تسکینِ دلِ عاشق کی اے ماہِ لقا ہوجا

افسانۂ عالم بن، رنگِ دوسرا ہوجا
مشہور زمانہ میں اے میری وفا ہوجا

گر مجھ سے خفا تو ہے دنیا ہے خفا مجھ سے
یہ کس نے کہا تجھ سے تو مجھ سے خفا ہوجا

ناراض جو یہ بُت ہوں ہونے دے نہ کہ پروا
اللہ کا عاشق بن محبوبِ خدا ہوجا

اِن چارہ گروں کی تو تدبیر ہی اُلٹی ہے
پچھتائینگے یہ آخر اے دردِ سوا ہوجا

اے حسنِ صنم میری جلوونسے نوازش کر
دل کی میری رونق بن آنکھوں کی حیا ہوجا

جاں دیدے مگر ہرگز شکوہ نہ زباں پر لا
عاشق ہے اگر سچا خاموش فنا ہوجا

گھر غیر کے جانیکی فرصت ہے اگر تجھ کو | کشتوں کی لحد پر بھی اے مردِ خدا ہو جا
قربان بتوں پر تو قربان نہ ہو ہرگز
بندہ تو خدا کا ہے۔ مشغولِ خدا ہو جا

نالہ میرا۔ شبِ فرقت مرا غماز ہوا | واقفِ راز بالآخر بتِ طناز ہوا
مرکے بھی یہ تو معمہ ہی رہا ہے سب پر | روح کا راز کسی پر نہ کبھی باز ہوا
کیوں شفا ہوتی نہیں ہجر کے بیمار و نکو | آخر اب کیا وہ مسیحا ترا اعجاز ہوا
ایک بھی اُس نے محبت کا دکھایا نہ چلن | جو ہوا مجھسے بناوٹ ہی کا انداز ہوا
بسملِ تیرِ نظر ہو کے رہا ہوں زندہ | میری الفت سے نمایاں ترا اعجاز ہوا
جب سے اے جانِ جہاں تجھپہ ہوا ہوں نثار | نام مشہور میرا۔ عاشقِ جانباز ہوا
عشق تیرا، رہا، دُنیا میں معمہ بن کر | جس کا معلوم نہ انجام نہ آغاز ہوا
تیرے مضمون جو قربان نکلتے ہیں نفیس
تو بھی کیا ہند میں اب بلبلِ شیراز ہوا

دُنیا میں اک بگولا محشر نما اُٹھا تھا | میرا، غبارِ تربت صحرا میں جب اُڑا تھا
قدرت نے اُسکا خوں سے مُنھ لال کر دیا تھا | گلشن میں کوئی غنچہ مجھ پر اگر ہنسا تھا
رستے میں بتکدہ جو آیا وہیں پہ ٹھہرا | نیت میں کر کے سوئے کعبہ اگرچلا تھا
کیوں دفعتاً خزاں میں کملا گیا مرا دل | مدت میں حسرتوں سے اک پھول یہ کھلا تھا
وہ ہو گیا جو راضی، خوش ہو گئی خدائی | جب تک وہ بُت خفا تھا۔ اللہ بھی خفا تھا
اچھا ہُوا نہ میرا دردِ جگر کسی سے | جتنا کیا مداوا۔ اُتنا ہی وہ سوا تھا
نامہ تو اُنکا آیا لیکن جواب سادہ | پُورا ہوا وہ آخر قسمت میں جو لکھا تھا
دیکھا ہے ہم نے اُسکو مخمور میکدے میں | مشہور جو کہ زاہد دُنیا میں پارسا تھا
یہ راحت نہیں تھی اُس سے تکلیف بھی نہیں تھی
قربان تھا غنیمت، اچھا تھا یا بُرا تھا

کر رحم کہ یہ بارِ ستم اُٹھ نہیں سکتا | ہر وقت ترا، جور و ستم اُٹھ نہیں سکتا
بے اذن ترے ہل نہیں سکتا کوئی پتہ | بے حکم ترے ایک قدم اُٹھ نہیں سکتا
اے فطرتِ غم دوست غلط کر کے دکھا دے | کہتے ہیں کہ انسان سے غم اُٹھ نہیں سکتا

بتخانہ کے شیدائی وہیں جائینگے اے شیخ
اب اُنکا قدم سوئے حرم اُٹھ نہیں سکتا

رکھدے اِسے جاکر کسی دامانِ حسیں پر
آنسو جو کوئی دیدۂ نم اُٹھ نہیں سکتا

کسطرح تو پھر حسرت واماں سے لڑیگا
جب ضبط کا ایدل یہ علم اُٹھ نہیں سکتا

کافی ہے مرے واسطے ابرو کا اشارہ
احسان تہرا، تیغ دودم اُٹھ نہیں سکتا

اوروں کے بھرے ہیں گلِ اُمید سے دامن
کیا میرے لئے دستِ کرم اُٹھ نہیں سکتا

لکھبھیج تو خط آج اُنھیں حال کا اَپنے
کیا ہاتھ سے قربان قلم اُٹھ نہیں سکتا

جلوہ میری آنکھوں سے قریں ہوہی چکا تھا
دیدار ترا پردہ نشیں ہوہی چکا تھا

میری نگہ شوق سے شرم آگئی ورنہ
بے پردہ کوئی پردہ نشیں ہوہی چکا تھا

تسکین نہ دیتا جو تصور میں اُسے تو
عاشق ترا مرنیکے قریں ہوہی چکا تھا

اے موت تو کیوں لاہی ہے اب قبر کا پیغام
مٹ کر کوئی پیوند زمیں ہوہی چکا تھا

کوچہ میں صبا لائی ترے خاک کو میری
مجنوں کی طرح دشت نشیں ہوہی چکا تھا

اُمید نے تیری اُسے مشکل سے نکالا
دل میں مرے غم تیرا مکیں ہوہی چکا تھا

آتا نہ اگر خوفِ خدا وقتِ تکبر
انسان بھی مردود لعیں ہوہی چکا تھا

اقرار، اشاروں سے کیا چشمِ کرم نے
منھ سے تو ادا لفظ نہیں ہوہی چکا تھا

کیوں حشر میں دیدار نہ ہوتا ہمیں اُن کا
یہ فیصلہ قربان حزیں ہوہی چکا تھا

پھاڑ کر کپڑے میں صحرا کو نکل جاؤنگا
خاک ہوکر تیرے قدموں میں کچل جاؤنگا

تونے تسکین جو دی آکے مسیحا مجھ کو
کچھ دنوں سائے میں اور سنبھل جاؤنگا

کیوں تصور ترا، تسکین مجھے دیتا ہے
کوئی بچہ تو نہیں ہوں کہ بہل جاؤنگا

وہ یہ کہتے ہیں کہ نالوں سے ڈراتا ہوں عبث
آسماں تو میں نہیں ہوں جو دہل جاؤنگا

نگہ یار نہ لوں سر پہ قضا کا احساں
مانگنے تجھ سے ہی میں اپنی اجل جاؤنگا

ساتھ سایہ کی طرح تیرے رہونگا ہر دم
میں گیا وقت نہیں ہوں کہ جو ٹل جاؤنگا

طور دنیا کے بدلجائیں یہ ممکن ہے مگر
غیر ممکن ہے کہ میں رنگ بدل جاؤنگا

کیوں بُرے بنتے ہیں قربان وہ اُٹھا کر مجکو

دیکھ کر غیر کو میں آپ ہی ٹل جاؤنگا

سر پہ احسان تری تیغ ادا نے رکھا
ورنہ محروم شہادت تھا قضا نے رکھا

اُن کو شوخی نے شبِ وصل بہت اکسایا
باز آنے سے مگر شرم و حیا نے رکھا

دشمنِ حسن تھیں غیروں کی نگاہیں کیا کیا
تم کو محفوظ تو میری دعا نے رکھا

قیدِ محرم میں ترا جوشِ جوانی نہ رکا
گو حفاظت میں بہت بند قبا نے رکھا

میری حسرت کا لہو تیرے نہ آئے کیوں ہو
کیا کروں پردہ ترا شوقِ حنا نے رکھا

مے پلانے پہ تھی آمادہ نگاہِ ساقی
میرے ایمان کو محفوظ خدا نے رکھا

ہم سے دنیا میں گنہ ہوتے ہزاروں سرزد
باز ہم کو خلشِ روزِ جزا نے رکھا

زندہ کی غم نے میرے سنتِ لیلیٰ و فرہاد
نام عشاق کا میری ہی وفا نے رکھا

جو بھی ملتا ہے حسیں اُس پہ تو ہوتا ہے نثار
نام قرباں ترا کس مردِ خدا نے رکھا

حالِ دل بیمار سنبھل جائے تو اچھا
کانٹا میری حسرت کا نکل جائے تو اچھا

تم نزع میں للہ جمال اپنا دکھا دو
اٹکا ہے دم آنکھوں میں نکل جائے تو اچھا

راحت کی مجھے دیتا ہے تکلیف تصوّر
غم سے ہی دلِ زار بہل جائے تو اچھا

اوروں کو ملے فائدے الفت کے کرشمے
میرا شجرِ عشق بھی پھل جائے تو اچھا

تقدیر میری غیر کو ملجائے مزا ہو
یا نسخہ مری قسمت کا بدل جائے تو اچھا

لغزش ہو ترے پاؤں کو مے کی کسیدن
اے شیخ جو تو یوں ہی سنبھل جائے تو اچھا

ہر دم کے غم و رنج سے ملجائے رہائی
دُنیا سے مجھے لیکے اجل جائے تو اچھا

قرباں میرا کام ہو آپس کی خلش سے
ساغر میں صراحی میں جو چل جائے تو اچھا

وہ حالِ تباہی پہ تاسف نہیں کرتا
تکلیف ہو کو لاکھ مگر اُف نہیں کرتا

دل لینے میں ہرگز وہ تکلف نہیں کرتا
دل دینے میں ہرگز میں توقف نہیں کرتا

ظالم ہو بہت تم کو جو احساس نہیں ہے
وہ کون ہے جو مجھپہ تاسف نہیں کرتا

تلوار چلے تیر چلے یا چلے خنجر
بسمل ترا مقتل میں کبھی اُف نہیں کرتا

ہے میرا مقدر تیری تقدیر بدلنا
تجھ سے بھی محبت تیرا یوسف نہیں کرتا

مجھے ہے زلیخا اُسے رسوائی کا ڈر ہے
تو کیوں بُت ہندی کو بُرا کہتا ہے واعظ
تعبیر بیاں خواب کی یوسف نہیں کرتا
میں حور بہشتی پہ تری تف نہیں کرتا

قربان ہوں سد اچیز پہ میں اپنی
غیروں کی کسی شے پہ تصرف نہیں کرتا

بالیں پہ جو وہ رشک مسیحا نہیں آتا
بیمار کا کیا اُس کو مداوا نہیں آتا
حاجت ہے کوئی تجھ کو تو جا اُنسے طلب کر
خود پاس پیاسے کے تو دریا نہیں آتا
وحشی کا مکاں ہو کے ہو وحشی سے گریزاں
کیا تجھ کو خیال اتنا بھی صحرا نہیں آتا
قاتل نے کہا دیکھ کے یوں ضبط ہمارا
بسمل کی طرح اسکو تڑپنا نہیں آتا
پیدا یہ نہیں ہوتی ہے فطرت کی بدولت
دنیا میں کوئی ایسے کے تمنا نہیں آتا
ٹھہراتا ہے دل میرا پلٹ جائے نہ دل سے
پہلو میں مرے وہ نہیں آتا نہیں آتا
جاتا ہے غم و رنج وہ اک عمر کے بسکر
خشتہ ترا تربت میں بھی تھا نہیں آتا
قسمت سے ہیں مجبور و گرنہ ہیں ہنرمند
ہم ماہر فطرت ہیں ہمیں کیا نہیں آتا
عاشق کو لگاتے نہیں سینہ سے تم اپنے
دل لینے کا کچھ تم کو طریقا نہیں آتا
کعبہ اُسے ہم کردیں مگر ہم کیا کریں زاہد
بتخانہ میں تو بنکے مصلا نہیں آتا

قربان تری آنکھوں پہ غفلت کہیں پردے
یوں اُن میں بصیرت کا اُجالا نہیں آتا

ہم بھی مشتاق ہیں دیکھیں کبھی جلوہ تیرا
سامنے سے کبھی اُٹھ جائے یہ پردہ تیرا
کچھ خبر بھی ہے تجھے پردے میں رہنے والے
جا بجا محفل عالم میں ہے چرچا تیرا
خود بخود لذت آزار ہوئی مجھ کو نصیب
درد جس روز سے دل میں ہوا پیدا تیرا
نام باقی ہے ترا جین سے سوز لحد
جانشیں قیس ہوا میں سر صحرا تیرا
سخت جانی کا میری یا ہے نزاکت کا سبب
کیوں یہ خنجر ہے مرے حلق پہ ہلکا تیرا
غم نہیں اسکا کہ ہو جائے مری روح فنا
سر پہ احسان نہ لوں گا میں مسیحا تیرا
تیرے جلووں سے نگاہوں کی ہو دُنیا آباد
جلوہ کرتا ہے میری آنکھوں کا بینا تیرا
لذت عشق کسے ملتی ہے اے دل شاباش
مانگتا ہوں میں دُعا درد ہو دونا تیرا
تھی مروت کہ ملے غسل اسے بعد فنا
جامۂ تن جو گناہوں سے تھا میلا تیرا

میں نے انصاف محبت میں ترا دیکھ لیا
ہوگا اب حشر میں بس فیصلہ میرا تیرا

دو جہاں میں نہیں گنجائش یک پائے خیال
پاٹ کتنا ہے بتا دامن صحرا تیرا

خار صحرا کو بھی وہ گل محبت سمجھے
سر میں جسکے ہو سمایا ہوا سودا تیرا

جان بھی تن سے گئی آگ مگر باقی ہے
شوخیٔ عشق کھلا۔ کچھ نہ معما تیرا

تیرے منصوبے تو قربان بہت ہوتے ہیں
پورا ہوتے کبھی دیکھا نہ ارادا تیرا

برباد ئی زمانہ ہی میں بے وطن ہوا
گذرا جہاں سے خشک وہ فوراً چمن ہوا

گل خندہ زن تھا جو مرے ارمان قتل پر
اللہ تیرا شکر وہی تیغ زن ہوا

جس کو خزاں نے صحن چمن سے دیا نکال
مرغ ہوا پھر آج وہ مرغ چمن ہوا

پہنے جو اُس نے کپڑے بسا کر گلاب میں
تھا پہلے گلعذار تو اب گلبدن ہوا

کرتا نہیں ہے عہد کا اپنے جو تو لحاظ
مشہور تیرا نام ہے وعدہ شکن ہوا

ساقی کے میکدے میں جب آیا تو خوب پی
محفل میں جا کے شیخ کی توبہ شکن ہوا

جو بے کھلے تھے غنچہ وہ گل ہو گئے تمام
بلبل کی طرح میں جو کبھی نغمہ زن ہوا

رہتے عزیز اہل جہاں کیا جہان میں
قربان تیرا کوئی نہ اچھا سخن ہوا

پھر عزم قتل ہو کے وہاں دل میں رہ گیا
ارمان گھٹکے پھر دل بسمل میں رہ گیا

پروانے جلکے خاک ہوئے شمع بجھ گئی
تنہا میں ایک رونے کو محفل میں رہ گیا

رکھا حیا نے باز وہ کہتے تھے کچھ ضرور
آتے ہی آتے لب پہ سخن دل میں رہ گیا

دامن کو تیرے کیوں نہ رنگا اپنے خون سے
قاتل یہ حوصلہ دل بسمل میں رہ گیا

جب آنکھ اُٹھا کے قیس نے دیکھا کبھی اُدھر
شعلہ تمک کے پردۂ محمل میں رہ گیا

مقصود تک نہ ضعف کے باعث میں جا سکا
بنکے غبار عشق کی منزل میں رہ گیا

جتنے تھے ہم جلیس اُٹھے رفتہ رفتہ سب
میں نامراد ایک ہی محفل میں رہ گیا

دیگا ثبوت حشر میں بنکر مری زباں
وہ جو خوں کا دامن قاتل میں رہ گیا

اے جانیوالو ٹھہرو کرو کچھ تو اسکا پاس
قربان دور عشق کی منزل میں رہ گیا

شیشہ ٹوٹا تو بُتِ عہد شکن یاد آیا
ہم کو میخانہ میں وہ غنچہ دہن یاد آیا

تو جو خوش ہو کے چلا لے کے کفن میرا خبیث
اپنا مرنا نہ تجھے دُزدِ کہن یاد آیا

تیرے روکے سے رُکینگے نہ مسیحا ہرگز
اب تو جاتے ہیں ہمیں اپنا وطن یاد آیا

اُٹھ گئے پہلو سے وہ اُنکا ستم تو دیکھو
اُن کو جب میرا کوئی زخمِ کہن یاد آیا

تن میں ایک آگ لگی مُنہ سے شرارے نکلے
اُن کا جب ہم کو کبھی گرمِ سخن یاد آیا

تو نے الطاف کئے ہمپہ کچھ ایسے صیاد
نہ اسیری میں کبھی ہم کو چمن یاد آیا

خود بخود اپنی ہی وحشت پہ لگے ہم ہنسنے
بیٹھے بیٹھے جو ہمیں اپنا وطن یاد آیا

اشک بارش کے گرا کر جو تو اب روتا ہے
مٹنے والا تجھے کیا چرخِ کہن یاد آیا

رُوح کیوں تن سے نکل کر میرے قربان چلی
بیٹھے بیٹھے اسے کیا اپنا وطن یاد آیا

مجھے جلوہ دکھا دیتے بسانِ طور میں جلتا
تجھے موسیٰ بنا دیتے بسانِ طور میں جلتا

مرا دل شمعِ الفت بنکے کیا کیا روشنی دیتا
اگر دل کو جلا دیتے بسانِ طور میں جلتا

کہاں تھی تاب میں کیا اُن کے جلوے دیکھ سکتا تھا
اگر پردہ اُٹھا دیتے بسانِ طور میں جلتا

مرے دل میں تھی کب طاقت کہ جاتا پاس میں اُنکے
مری ہستی جلا دیتے بسانِ طور میں جلتا

بہت ہی سرد دل اُنکا۔ اگر وہ آکے پہلو میں
لگی دل کی بجھا دیتے بسانِ طور میں جلتا

غنیمت ہے اُسے محروم رکھا سامنے میرے
عدو کو وہ ہنسا دیتے بسانِ طور میں جلتا

دکھا دیتا اُنھیں قربان تماشا سوزِ الفت کا
اگر موسیٰ بنا دیتے بسانِ طور میں جلتا

ہے دل میں اثر میرے تیری جلوہ گری کا
صدقے ہے فقط یہ تیری جادو نظری کا

معشوق کی پاتا ہوں میں اس دل میں ادائیں
سایہ ہوا جس دن سے کسی رشکِ پری کا

دل توڑ کے دشمن کے گلے میں کبھی ڈالو
تعویذ ہے مخصوص یہی بد نظری کا

نرگس ہے گئی فصلِ بہاری ترے آگے
انعام بلا تجھکو یہی دیدہ وری کا

کھاتا ہوں سدا تیرِ نظر اُف نہیں کرتا
یہ حوصلہ تو دیکھ میری بے جگری کا

اے نالۂ ناکام ہوا خوب تو بدنام
چرچا ہے زمانہ میں تیری بے اثری کا

جلووں کیلئے ہم رہے تا عمر ترستے
موسیٰ نے لیا لطف تیری جلوہ گری کا

اب ختم ہوئی زیست کہ پیری ہے نمودار | کیا خاک بھروسہ ہے چراغ سحری کا

اچھا نہیں دنیا میں سمجھتا تجھے کوئی
قربان سبب ہے یہ تیری بے ہنری کا

لیکے پھر ساتھ قیامت کا وہ ساماں نکلا | حسن سے کر نیکو پھر خلق کے حیراں نکلا
جادۂ عبرت و حسرت ہے طلسم دنیا | کہ جو نکلا ہے یہاں سے وہ ہی حیراں نکلا
داغ دل میرا، اگر زیر گریباں چمکا | ہوا، لوگوں کو یہ شک مہر درخشاں نکلا
بوند بھی ایک لہو کی نہیں چھوڑی غم نے | خشک سینہ سے کماندار کا پیکاں نکلا
خار صحرا کے لگے لینے قدم اٹھ اٹھکر | تیرا وحشی جو کبھی سوئے بیاباں نکلا
چیر کر دیکھا تو کچھ اور تماشا تھا وہاں | دل کے بدلے میرے پہلو سے بھی پیکاں نکلا
کارسازی کو مرے حال پہ رحم آ ہی گیا | حشر میں گور سے جب بے سروساماں نکلا
چاہ غم سے مجھے یوں ہی مرے اللہ نکال | جس طرح چاہ سے تھا یوسف کنعاں نکلا

ہے دعا غیر بھی یارب نہ کبھی یوں نکلے
جس طرح بزم سے اس شوخ کی قرباں نکلا

ساقی نے اپنے لطف سے دیوانہ کر دیا | اتنی مجھے پلائی کہ مستانہ کر دیا
زلفیں سنگھا کے یار نے افسوں کیا عجیب | ہشیار کر دیا کبھی دیوانہ کر دیا
اے حسن دوست تو نے یہ کیسا ستم کیا | مشہور میرا خلق میں افسانہ کر دیا
یوں عشق نے لگائی مرے دل میں تیری آگ | اے شمع رو ترا مجھے پروانہ کر دیا
کیا کیا ہنسے ہیں رند بلانوش مجھ پہ آج | منہ سے لگا کے دور جو پیمانہ کر دیا
ساقی میں ایک تیرا پرانا ہوں بادہ نوش | کیوں بند دیکھ کے میخانہ کر دیا
پیر مغاں کے فیض نے ایسا کیا نہال | ساقی کی چشم مست کو میخانہ کر دیا
ظلمت دلو نے دور زمانہ میں ہو گئی | روشن یہ تو نے جلوۂ جانانہ کر دیا

قربان تیرے جاؤں میں اے چشم نیم باز
دار دے ہوش دیتے ہی دیوانہ کر دیا

ہوش فرسا ہے سماں عرصۂ محشر تیرا | مجھ سے دیکھا نہیں جاتا ہے یہ منظر تیرا
اُن کی چالوں سے ہوا حشر بپا لاکھوں بار | نام ہی نام رہا دہر میں محشر تیرا

میری گردن کیلئے ہے مرے سینہ کیلئے
تیر ہو کوئی ترا۔ یا کوئی خنجر تیرا

اے گنہگار یہ انداز کرم بھی دیکھا
کردیا چاک ترے سامنے دفتر تیرا

عشق نے دونوں کو دو طرح کیا ہے مشہور
آج بیدل ہے میرا نام تو دلبر تیرا

چھپنے والے ترے چھپنے کا نتیجہ یہ ہوا
آجکل شور خدائی میں ہے گھر گھر تیرا

کٹیں شب غم تو مرے پاس ہی آتی ہر روز
نام بھی لیتا نہیں میں کبھی ڈر کر تیرا

جیسے تیزی سے جوانی ہو کسی کی رخصت
اس روانی سے چلا حلق پہ خنجر تیرا

تُو تو قربان گرا جاتا تھا دوزخ میں مگر
ہاتھ رحمت نے لیا حشر میں بڑھکر تیرا

پاس کی شکل بنا کر تیرا بسمل آیا
رحم اب بھی نہ تیری آنکھ میں قاتل آیا

کس قیامت کی کشش رکھتی ہیں قاتل آنکھیں
قتل ہونے کیلئے دوڑ کے بسمل آیا

ہوش کی بات نہیں تھی مری تقصیر معاف
وجد بے ساختہ مجھ کو سر محفل آیا

سو دفعہ بھول گیا عشق و وفا کی منزل
سو دفعہ دیکھ کے میں عشق کی منزل آیا

نجد کے دشت میں شب کو جو بگولا اٹھا
قیس چیخا مری لیلےٰ کا وہ محمل آیا

آکے پہلو میں دم ذبح وہ فرماتے ہیں
اب تو کچھ دل کو سکوں لے مرے بسمل آیا

عشق صادق تھا اُسے رنگ وہ لایا آخر
یاس خود قیس کے لیلےٰ ترا محمل آیا

کیا اُسے بھی نہیں معلوم یہ راہ مقصود
خضر کیوں پوچھنے کو عشق کی منزل آیا

اہل منزل نے کلیجہ سے لگایا اُس کو
کرکے قربان جو ٹوٹے عشق کی منزل آیا

اس ارادے سے کہ شاید نہ ہو بسمل میرا
دیر کرتا ہے بہت قتل میں قاتل میرا

قتل رُک رُک کے کروں تجھکو گوارا کب ہے
پوچھنے بیٹھا ہے خود مجھ سے یہ قاتل میرا

سارباں سے یہ کہا شوخیٔ لیلےٰ دیکھو
قیس کی نظروں سے مخفی رہے محمل میرا

کب خدا جانے یہ پہونچیگا عدم تک لیکر
رُک گیا قافلہ جب پہلی ہی منزل میرا

نہ تو سینہ سے لگے تم نہ ہُوا وصل نصیب
مُدعا تم سے ہُوا، کونسا حاصل میرا

یہ نہ سمجھے کہ محبت کا میں دیوانہ ہُوں
مضحکہ تم نے اُڑایا سر محفل میرا

شکل تم بنکے مرے دل میں سمائے ہو
دیکھنا ہے تمہیں منظور اگر دل میرا

قتل تو کر ہی چکے منہ سے اب اتنا کہدو
حشر تک آج سے ٹھنڈا رہے بسمل میرا

اُس کو قربانؔ کیا رحمتِ حق نے آساں
کام دُنیا میں ہُوا جو کوئی مشکل میرا

دنیا سے جب بھی کوئی عدم کو بشر گیا
لیکر نہ اپنے ساتھ وہ زادِ سفر گیا

کتنی ہی دُور آپ کا تیرِ نظر گیا
دِل کو نہ کرکے پار مرے تا جگر گیا

کرنا جو اُس کو تھا وہ بہر طور کر گیا
نالہ کبھی نہ کوئی مرا بے اثر گیا

اے عندلیب رخصتِ صیاد پر ہنس
بے پر تجھے قفس میں وہ پہلے ہی کر گیا

وعدہ کی شب وہ آئے تو آئے دمِ سحر
کہتا ہے نالہ دل سے کہ لطف بھر گیا

محشر میں سب سے پہلے ہُوا وہ ہی کامیاب
رُوداد لیکے زیست کی جو مختصر گیا

پھیرا لیا ہے کیوں مرا تو نے شبِ فراق
آنے سے روز روز ترے میں تو ڈر گیا

آیا نہ لوٹ کر کبھی دُنیا کی سمت پھر
دُنیا سے جانے والا نہ جانے کدھر گیا

مرنے کے بعد بھی ترے چرچے ہیں ہر جگہ
قربانؔ نام عشق میں اپنا تو کر گیا

قرباںؔ خراب نالہ ترا عمر بھر رہا
تیری زبان میں بھی نہ باقی اثر رہا

قصہ ہے طول کیسے سُنائیں گے حشر میں
اک دن تو فیصلہ کا بہت مختصر رہا

محشر نے اُس کو اپنا ہی دامن بنا لیا
آنچل اگرچہ لاکھ ترا مختصر رہا

آخر فلک کو چین نہ آیا جہان میں
چکر میں میری طرح یہ شام و سحر رہا

پی پی شراب سامنے زاہد کے بیٹھکر
اے رند تجھ کو کچھ بھی خدا کا نہ ڈر رہا

باتوں ہی باتوں میں مرے دن رات کٹ گئے
جب تو سفر میں ساتھ مرے ہمسفر رہا

پہلو سے تو نکل بھی گیا، دل کو چھید کر
اے تیر یار یاد نہ میرا جگر رہا

صیاد تو نے دل کی نکالیں یہ کاوشیں
ہو کر میں تیرے ہاتھ سے بے بال و پر رہا

اغیار کا نہ اُسپہ کبھی رنگ چڑھ سکا
قربانؔ میرے عشق کا جب تک اثر رہا

معترف ہو ہی گیا سارا زمانہ تیرا
دور و نزدیک ہے مشہور فسانہ تیرا

قابلِ داد ہے یہ تیر لگانا تیرا
ٹھیک بیٹھا ہے مرے دل پہ نشانہ تیرا

اپنا کاشانہ وہیں ہم بھی بنالیں فوراً
ہم کو معلوم جو ہو جائے ٹھکانا تیرا

فاتحہ میری وفاؤں پہ ذرا پڑھ دینا
میری تربت پہ اگر ہو کبھی آنا تیرا

میں جدھر جاؤں وہیں تیرا اثر پاتا ہوں
میں کدھر جاؤں کہے سارا زمانا تیرا

بھول بیٹھا ہوں میں افسانۂ قیامت لیکن
جب سے ہے دیکھ لیا حشر اٹھانا تیرا

ڈھونڈنے میں تیرے ہوتی نہ کبھی تجھ کو تکلیف
دل کے اندر ہی جو ملجاتا ٹھکانا تیرا

مجھ سے کہتے ہیں زباں قطع تیری دوں گا۔
پھر سنیگا کوئی کسطرح فسانا تیرا

وصل کے بعد بھی آئے گا مجھے یاد بہت
روٹھنا اُن کا وہ قربان منانا تیرا

میرے بعد مرگ اگر اُن پر شباب آیا تو کیا
بے خودی طاری ہے اب جام شراب آیا تو کیا

ہم تو نا اُمید پہلے ہی سے تھے بیٹھے ہوئے
لیکے تو قاصد اگر خط کا جواب آیا تو کیا

دیر تک آنکھوں میں وہ رہتے جو آتا شام سے
صبح ہوتے اب میری آنکھوں میں خواب آیا تو کیا

توبہ مے پینے سے کرلی، اب کہاں وہ میکشی
لیکے ساقی بادۂ جام شراب آیا تو کیا

وقتِ پیری ضعف دل مٹجائے تو اک بات ہے
تیرے بالوں پر اگر رنگِ خضاب آیا تو کیا

عمر بھر ہم نے دیا ہے اُنکی باتوں کا جواب
اب محاسب بنکے یہ روزِ حساب آیا تو کیا

جیتے جی آتے فرشتہ تو مزہ آنے کا تھا
گور میں سُننے کوئی ہمسے جواب آیا تو کیا

موت آکر بیقراری ابتو دے گی خود مٹا
نزع میں کوئی مٹانے اضطراب آیا تو کیا

تو نے جب قربان کو پہونچا دیا ہے گور میں
چین تجھ کو اب دلِ خانہ خراب آیا تو کیا

الٰہی تو نے عطا حسن کو شباب کیا
ہمیں عذاب میں ڈالا ہمیں خراب کیا

وہ پاس بیٹھے رہے اور سانس ٹوٹ گیا
نہ ہم نے شکوہ نہ کچھ ذکر اضطراب کیا

ہمیشہ مجھپہ رہے تیرے ظلم ہیں ظالم۔
کبھی نہ مہر و مروت سے فیضیاب کیا

قلق ہوا۔ کرم بے حساب کو کیا کہیے
کسی نے میرے گناہوں کا جب حساب کیا

ہمیں تو شرم سی آتی ہے تیرے پاس آتے
یہ عذر اُس نے بصد ناز وقتِ خواب کیا

عدو کو اس نے لکھے سینکڑوں ہزاروں خط
مرے ہی خط کا نہ تحریر کچھ جواب کیا

شریک ہوگا تو رندوں میں کیا جواں بنکر
یہ شیخ تو نے جو داڑھی پہ ہے خضاب کیا

اُسی کو نامۂ اعمال میں لکھا پایا | جو کام ہمنے سمجھکر یہاں ثواب کیا
بتاؤ در گے خدا کو جواب کیا جا کر
جو اپنی عمر کو قرباں یوں ہی خراب کیا

جلوہ جو اپنا آپ نے مجکو دکھا دیا | میں کیا کہوں نگاہ نے کیا کیا مزا دیا
ہر دم خوشی نے ساتھ مرے رنج کا دیا | اُس نے ہنسا دیا کبھی اُس نے رُلا دیا
یہ قد یہ چال اُسپہ یہ رہ رہ کے جھومنا | چلتے ہی تم نے حشر کا منظر دکھا دیا
اے موت نام کو بھی ہمارے سب گئے ہیں بھول | ہستی کو میری تو نے یہاں تک مٹا دیا
اک صور حشر تیری صدا سے بپا ہوا | تربت میں سونے والوں کو ناحق جگا دیا
دل بھی دیا ہے جان بھی ایمان بھی دیا | جو کچھ ہمارے پاس تھا ہمنے لٹا دیا
منعم خدا کی شان ہے میں رشک کیوں کروں | مجھکو فقیر تجھہ کو تونگر بنا دیا
جس حال میں ہوں شکر ہے مجھکو گلہ نہیں | جیسا بنا دیا مجھے بہتر بنا دیا

جتنے ہیں راز تجھپہ وہ کھل جائینگے تمام
قرباں تجھ سے اُس نے جو پردہ اُٹھا دیا

ساقی نے مست چشم طرحدار کر دیا | اک جام مے پلاتے ہی سرشار کر دیا
کرتا نہ اُنکو پیار مگر دل نے ہم نشیں | مجبور کر دیا مجھے لاچار کر دیا
جسنے مذاق ظلم دیا اہل حسن کو | دل کو اُسی نے خوگر آزار کر دیا
اب اُن کے دیکھنے کا سہارا کہاں رہا | میرے بلند روزن دیوار کر دیا
یہ انقلاب میرے مقدر نے کیا کیا | دلبر تمہیں بنا کے دل آزار کر دیا
رہتا ہے ساتھ ساتھ حسینوں کے اک رقیب | پیدا گلوں کی ساتھ بھی ہے خار کر دیا
گلشن میں میرے ساتھ وہ مصروف خواب تھا | آخر نسیم صبح نے بیدار کر دیا
آہستہ ہم شباب میں چلتے رہے مگر | پیری میں تیز عمر کا رہوار کر دیا

قرباں اب جو وقت موافق ہوا مرا
دشمن کو بھی خدا نے ہے غمخوار کر دیا

ترا، ناوک اگر پہلو میں اے قاتل نہ ٹھہریگا | سحر تک کیا قیامت تک ہمارا دل نہ ٹھہریگا
رہے گا یہ یوں ہی چلتا جوانی ہو کہ پیری ہو | یہ اسپ عمر ہے ظالم کسی منزل نہ ٹھہریگا

عدو میرے مقابل آئیگا تو منہ کی کھائے گا
کہ حق کے سامنے ہرگز کبھی باطل نہ ٹھہریگا

وہاں کی بیقراری لے اڑیگی اور تجھے آگے
جنازہ کوئے قاتل میں ترا بسمل نہ ٹھہریگا

ترا خنجر مری گردن پہ وقتِ ذبح تسکیں کو
ذرا سی دیر بھی کیا اے مرے قاتل نہ ٹھہریگا

تڑپتا ہی رہونگا صورت سیماب میں ہر دم
نہ آئیگا مجھے کیا چین۔ کیا بسمل نہ ٹھہریگا ؟

جہاں تڑپا ہے قیس زار تیرا نام سن لیکر
وہاں لیلےٰ قیامت تک ترا محمل نہ ٹھہریگا

اُسے خود کھینچ لینگے وہ کنارِ بحرِ رحمت میں
سفینہ میرے عصیاں کا لبِ ساحل نہ ٹھہریگا

مآلِ کار سے کب کوئی بچ سکتا ہے اے قرباں
کریگا قتل جو مجکو وہ کیوں قاتل نہ ٹھہریگا

اُس کی آنکھوں میں ترا حسن نرالا ہوتا
گر کوئی میری طرح دیکھنے والا ہوتا

ہم سمجھتے کہ مسیحا ترا بیمار بچا
ایک بھی اُس کو میسر جو سنبھالا ہوتا

آپ دیتے جو کبھی قلب کو تسکیں آکر
لب پہ ہوتی نہ مرے آہ نہ نالا ہوتا

کھولدیتا تو اگر زلف کو رخساروں پر
بخدا حسن ترا اور دوبالا ہوتا

نہ بناتیں جو حسیں میری نگاہیں تجکو
کون دنیا میں ترا چاہنے والا ہوتا

خلد میں حوروں کے دھوکے میں جو میں آجاتا
اُس نے آدم کی طرح مجکو نکالا ہوتا

جام تو تونے پلایا ہے مگر اے ساقی
لغزشوں کو بھی کوئی روکنے والا ہوتا

قبر پر میری وہ آئے ہیں سنور کر قرباں
ہائے اس وقت کوئی دیکھنے والا ہوتا

دلمیں رہے خیال جو مستِ شباب کا
آجائے کچھ مزہ ہمیں جامِ شراب کا

تیری سمجھ میں آئے جو کچھ دے سزا مجھے
کس کو یہاں دماغ حساب و کتاب کا

انساں جہاں میں کیا نہ کرے اور کیا کرے
جھگڑا لگا ہوا ہے عذاب و ثواب کا

الفت کا درس آئے گا تیری سمجھ میں کیا
اے شیخ یہ سبق تو نہیں ہے کتاب کا

اُن کا جواب آتے ہی اُمید بھی گئی
کیوں میں نے انتظار کیا تھا جواب کا

آتا اگر نہ دل تو نہ ہوتا یہ اپنا حال
سب ہے فساد یہ اسی خانہ خراب کا

وعدہ کہیں ہے اور کہ جلدی ہے اسقدر
آخر سبب بھی آپکے کچھ اضطراب کا

اُتنے ہی بدلے لے لیے پیری نے ہمنشیں
گذرا زمانہ عیش سے جتنا شباب کا

عصیاں کی رو سیاہی ہے چہرہ پہ اس طرح
قربان سرپہ رنگ ہو جیسے خضاب کا

نہ بُت ہوتے زمانہ میں نہ کوئی بُتکدا ہوتا
فقط اپنی خدائی میں خدا رہتا خدا ہوتا

دلِ پُرسوز جلکر میری ہستی کو جلا دیتا
بسانِ طور وہ دلمیں اگر جلوہ نما ہوتا

خزاں کے ہاتھ سے برباد ہو جاتا نشیمن کیوں
نہ میں مُرغِ چمن بنتا نہ میں مُرغِ ہوا ہوتا

جفائیں عاشقوں پر کبھی ہرگز تم نہ کرتے
تمہیں معلوم دنیا میں جو انجامِ وفا ہوتا

ہُوا اچھا جو یہ ناراض دنیا میں رہا مجھ سے
جو خوش ہوتے یہ بت مجھ سے خفا میرا خدا ہوتا

کبھی ہرگز بتوں کو تو نہ کہتا پھر بُرا اتنا
ترا دل بھی اگر زاہد کسی بُت سے لگا ہوتا

انھیں کی سب خطا ہے یہ انھیں کا سارا جھگڑا ہے
نہ آنکھیں دیکھتی تجھ کو نہ یہ دل مبتلا ہوتا

ہزاروں مثلِ موسیٰ دیکھکر خاموش ہو جاتے
دوبارہ طور پر تیرا اگر پردہ اُٹھا ہوتا

خفا ہوتا تو پھر ان کا ٹھکانا کیا تھا دنیا میں
مگر قربان خدا کیوں اپنے بندوں سے خفا ہوتا

ترا وحشی تھا اور جوشِ جنوں تھا اور بیاباں تھا
بہارِ گل کا آنا باغ میں وحشت کا ساماں تھا

عدو نے جو کہا وہ افترا تھا اور بہتاں تھا
تمھیں برباد کرتا کیا میں دیوانہ تھا ناداں تھا

خدا کے سامنے جب دعوئے خونِ شہیداں تھا
پریشاں تھا ستمگر خونِ ناحق سے پشیماں تھا

ترا دیوانہ کچھ ایسا سمع زنجیر نالاں تھا
تزلزل میں زمین و آسمان جنبش میں زنداں تھا

فلک نے کر دیا تم سے جدا اسکی شکایت کیا
ہمیں آغازِ الفت میں خیالِ روزِ ہجراں تھا

جنوں میں قیس نے کیں پیرہن کی دھجیاں ایسی
کہ ٹکڑے ٹکڑے پُرزے پُرزے دامن تھا گریباں تھا

خدا جانے میرا سینہ ہُوا چھن چھن کے کیوں چھلنی
نہ میرے دلمیں برچھی تھی نہ میری دلمیں پیکاں تھا

شرابیں پی رہا تھا چھپکے تو جس وقت ہجرے میں
مجھے سمجھا ذرا واعظ کہاں اُسوقت ایماں تھا

رسائی کسطرح ہوتی مری دربار میں اُس کے
نہ مجھکو اذنِ درباں تھا نہ مجکو اذنِ جاناں تھا

رقیبوں سے ملیں اب آپ یا غیر کے جائیں
بچایا آپکو میں نے جہاں تک میرا امکاں تھا

عدم کو جب گئے دنیا سے ہم اپنی یہ حالت تھی
نہ کوئی پاس توشہ تھا نہ کوئی پاس ساماں تھا

تیری محفل میں کل قربان کو دیکھا اے پری پیکر
کبھی انداز کے صدقہ کبھی چتون پہ قربان تھا

نالہ ہمارے لب سے جو باہر نکل گیا
کانپی زمین خوف سے گردوں دہل گیا

سینے میں اور جگر میں تو تھے داغ بے شمار
محرم دل تھا آبلوں سے وہ بھی پھل گیا

کل دیکھتے تھے زایچہ قربان غیر کا
خود گم ہو اب کہاں وہ تمہارا مل گیا

اس ضد کو کمسنی کے سوا کوئی کیا کہے
درد جگر کی دید پہ قاتل مچل گیا

اک آن میں نہ درد جگر تھا نہ تھی غشی
سینہ جو میرے سینہ سے آ کر وہ مل گیا

قربان عطا کیا ہے وہ حق نے حسن و جمال
زاہد گلوں بھی دیکھ کے ان کو پھسل گیا

آیا نہ جواب آہ میرے نامۂ غم کا
قاصد بھی ہوا جا کے ہدف تیر ستم کا

کرتا ہوں اگر کوچۂ محبوب کی میں سیر
جلوہ نظر آتا ہے مجھے باغ ارم کا

سب دور سیہ بختی کی ہو جائیں گھٹائیں
سایہ ہو اگر مجھ پہ تیرے ابر کرم کا

کیا جانئے کس رنج و مصیبت میں پڑے ہیں
خط بھی کوئی آتا نہیں یاران عدم کا

کمبخت پیے جاتا ہے چھپ چھپ کے مے ناب
اے شیخ تجھے کچھ بھی نہیں پاس حرم کا

سننا ہے جو منظور جگر تھام کے بیٹھو
پر درد فسانہ ہے ہمارے غم و ہم کا

چلنا ہے عیادت کو تو اب دیر نہ کیجئے
مہمان ہے بیمار محبت کوئی دم کا

اللہ مجھے دے در احمد کی گدائی
طالب سر ناچیز نہیں افسر جم کا

کیا بات ہے رخ ہے کبھی میخانہ کی جانب
کرتے ہو کبھی حضرت دل قصد حرم کا

کافی ہے مرے قتل کو تیری نگہ ناز
قاتل نہ اٹھا بار گراں تیغ دو دم کا

قربان وہاں کا نہ کھلا راز کسی پر
کیا جانئے کیا حال ہے یاران عدم کا

حسینان جہاں میں طور ہے یہ آشنائی کا
دل عاشق ہدف کرتے ہیں تیر کج ادائی کا

سنا ہے طبع انکی مایل تیغ آزمائی ہے
مذاق قتل کو موقع ہے قسمت آزمائی کا

جھپکتی ہی نہیں تا صبح چشم خونچکاں میری
خیال آتا ہے جب ظالم مجھے تیری جدائی کا

خدا کی شان بیٹھے غیر جا کر بزم جاناں میں
نہ پاؤں اذن میں درباں سے بھی ان تک رسائی کا

ہمارے دل میں روشن ہے ہمیشہ آتش فرقت
یہ پھل ہم کو ملا اس شعلہ رو کی آشنائی کا

اثر تک خاک پہونچے آہ سوزاں ہم ضعیفوں کی
ہوا ہے راستہ مسدود نالہ کی رسائی کا

تڑپتے ہیں جگر تھامے ہزاروں راہ میں بسمل | اجسے دیکھو وہ کشتہ ہے تیری نازک ادائی کا

لہو کا ایک قطرہ بن گیا دل اک اشارے میں
کرشمہ ہے یہ قربان اُنکی انگشت حنائی کا

طریقہ تم نے سیکھا ہے بتِ ظلم و عداوت کا | لہو پیتے ہو بے جرم و خطا اہل محبت کا
وہ رشکِ ماہ دم بھرتا ہے غیروں کی محبت کا | ستارہ اندنوں چمکا ہوا ہے انکی قسمت کا
بھرے جاتا ہے دم وہ بیوفا غیروں کی الفت کا | اثر ہوتا نہیں اُس پر مری پند و نصیحت کا
رہا شعلہ دل سوزاں میں گر سوز محبت کا | بنے گا میرا پہلو شمعداں گرمیٔ فرقت کا
دلِ ناداں کو پھر کچھ ضبط ہے کوئے محبت کا | ہوا جاتا ہے دامن تنگ میری ضبطِ الفت کا
محمد نے زمانہ کو کیا اسلام سے روشن | اندھیرا ہو گیا کافور کفر و شرک و بدعت کا
برائی میکدہ کی راندن کرتا ہے تو واعظ | کوئی مے خوار پردہ کھولدیگا تیری جنت کا
مجھے بخشی ہے تیغ ناز نے ایسی چبک ساری | ورق پھولونکا ہے ایک ایک پتھر میری تربت کا
نہیں ایک عضو بھی محفوظ اُس کی ٹیس سے میرا | اثر رگ رگ میں ہے میرے بدن کی درد فرقت کا
جب آتے ہو عدو کو اپنی تم ہمراہ لاتے ہو | تمہاری مہربانی میں بھی ہے پہلو عداوت کا
اسی کو ذبح کرتے ہیں جو ان پر جان دیتا ہے | بتانِ بیوفا کو کچھ نہیں ہے پاس الفت کا
جہاں میں جنکے عالیشان لاکھوں قصر و ایواں تھے | فشاں تک بھی نہیں باقی رہا اب اُنکی تربت کا
سیہ نامے سیہ کاروں کے دم عمل کر صاف ہو جائیں | اگر پڑ جائے اک چھینٹا الٰہی ابر رحمت کا
نمک چھڑکو نہ زخموں پر نمکدانِ تبسم سے | کہ ٹانکے دیکے کہتے ہیں یہ دشمن ہے جراحت کا
بُلا لو اے شہ دیں مجھکو بھی اب تو مدینہ میں | شرف بندے کو بھی حاصل ہو روضہ کی زیارت کا
الٰہی پھر گلستاں میں بہار بے خزاں آئے | صدائے قلقلِ مینائے مل ہو نغمہ عشرت کا
پریشاں کر رہی ہے تیری زلفوں کو قیامت میں | نسیم صبح کو مضمون سوجھا ہے قیامت کا

جزاک اللہ اے قربان کیا اچھی غزل لکھی
دکھایا کمنچ کر قرطاس پر نقشہ فصاحت کا

عاشقوں کے دلکو ناکام تمنا کر دیا | اے فلک تیرا بُرا ہو تو نے یہ کیا کر دیا
جب میں تڑپا آگئی اُس کے لب شیریں کی یاد | اور میرے درد کی تلخی کو میٹھا کر دیا
میرے گھر آنا ترا اے بیوفا ممکن نہ تھا | میری قسمت نے تجھے مہمان میرا کر دیا

بیوفا ایسی عنایت کا تو میں تھا مستحق
میرے ہوتے غیر کا کیوں خون بیجا کر دیا

کیجئے اے چارہ گر زخم جگر کا بھی علاج
درد دل کو تو دوا میں دیکے اچھا کر دیا

دیکھتے ہی ڈر گئی روئے خزاں کو اسقدر
باغ میں موقوف بلبل نے چہکنا کر دیا

ہم نہ کہتے تھے نہ جانا دیکھنے کو طور پر
ایک جلوہ نے تمہیں بیہوش موسیٰ کر دیا

قتل کرتے ہو کرو تم مجکو کیا انکار ہے
سب کہینگے خون کیوں اس بیخطا کا کر دیا

مدعا یہ تھا نہ ہو یہ کامیاب آرزو
وصل کی شب شام ہی سے اسنے جھگڑا کر دیا

تیغ ابرو، دور تک میدان کر دیتی ہے صاف
صف الٹ دی جسطرف اسنے اشارا کر دیا

قتل کرتے کرتے اے قربان رحم آیا اسے
جب مری گردن پہ آیا ہاتھ ہلکا کر دیا

پیاسا لہو کا ابرو ے خمدار ہو گیا
میرے گلے کے واسطے تلوار ہو گیا

یوں اور گرم حسن کا بازار ہو گیا
دیکھا جہاں جہاں میں خریدار ہو گیا

حالت تمہاری ہو گئی بیمار سے سوا
بڑھ بڑھ کے عشق جان کا آزار ہو گیا

پرتو اسیکے نور کا ہے مہر و ماہ میں
رخسار یار قاسم انوار ہو گیا

تائب ہوا تھا دیکھ کے مستوں کی حالتیں
جا کر شراب خانہ میں میخوار ہو گیا

پی جلد یہ نہ ہو کہ در توبہ بند ہو
آئی بہار و ادر خمار ہو گیا

جب تک پلائے جائیں پیئے جائے شراب
لب پر کبھی نہ لائے سرشار ہو گیا

ٹکرا کے سر کو عاشق شیدا نے جان دی
کچھ ہوش بھی ہے کیا پس دیوار ہو گیا

روتا گیا جو داور محشر کے سامنے
شایان مغفرت وہ گنہگار ہو گیا

تعریف ہم نے کی رخ جاناں کی اسطرح
جسنے سنا وہ طالب دیدار ہو گیا

سبزہ سے خوب رونق گلزار بڑھ گئی
رخسار خط سے اور طرحدار ہو گیا

زاہد گناہگار ہوا پی کے جو شراب
وہ مستحق رحمت غفار ہو گیا

اللہ نے بتوں کو دیا اسقدر جمال
بے ہوش ہو گیا جسے دیدار ہو گیا

کیا عشق و عاشقی میں اثر ہیں نئے نئے
دیوانہ ہو گیا کوئی ہشیار ہو گیا

قربان چہچہوں کی صدا آئی باغ سے
آزاد کوئی مرغ گرفتار ہو گیا

دل کے آجانے سے ظالم اسقدر اندھا کیا
ہم نے جا سمجھا جو تو نے غمزۂ بیجا کیا

ہر کس و ناکس کے آگے عشق کا چرچا کیا
آپ بھی رسوا ہوئے تم مجکو بھی رسوا کیا

جانتا ہے وہ تیرے اعمال سب اچھے بُرے
کیا سمجھکر تو نے دعویٰ بیگناہی کا کیا

اے زلیخا سب کہینگے چاک دامن دیکھکر
آپ تو رسوا ہوئی یوسف کو کیوں رسوا کیا

آج ہی پردہ اُٹھا دے روئے پُر انوار سے
اے اگر ملنا تو کیوں پھر وعدۂ فردا کیا

طور پر دیکھی ہے کیا تم نے تجلی اے کلیم
آنکھیں کھلجائینگی جب اُس شوخ نے جلوہ کیا

جان سے بیزار تھا دردِ محبت کا مریض
مرگیا اُسکے لبِ جاں بخش پر اچھا کیا

لایقِ تحسین ہے یہ آپ کا طرزِ عمل
دوست کو دشمن بنایا غیر کو اپنا کیا

اُڑ گئے اُس قاتلِ مغرور کے ہوش و حواس
خون کا حشر میں اپنے ہمنے جب دعویٰ کیا

کسطرح آئے یقیں ہے غیر کے کہنے میں وہ
ایک دن بھی جب میرا۔ اُسنے نہ کچھ کہنا کیا

ہاتھ پھیلانا ہے آگے غیر کے بالکل فضول
کیوں نہ مانگیں اُس سے ہم جسنے ہمیں پیدا کیا

اس دوا سے کچھ سنبھل جائے گا بیمارِ فراق
شربت دیدار تم نے دیدیا اچھا کیا

عقل حیراں ہے کہ پھر بھی وہ نظر آتا نہیں
ذرہ ذرہ میں جمالِ یار نے جلوہ کیا

شکر کر اللہ کا تو اپنے اے **قرباں** مدام
تجکو اُس نے دی زبانِ صاف اور گویا کیا

سُننے والا کون ہے مظلوم کی فریاد کا
جائے کس کے پاس فریادی تیری بیداد کا

ہائے کیا پایا میرے دلنے مزا بیداد کا
اور بھی شیدا ہوا ہے اُس ستم ایجاد کا

ہوگیا ہے دل ہمارا تختۂ مشقِ ستم
روز اُس پر ہاتھ اُٹھتا ہے ستم ایجاد کا

ہائے ہم یوں ہی چلے دنیا سے محرومِ المراد
ایک بھی ارماں نہ نکلا خاطرِ ناشاد کا

سخت جاں تھا میری گردن پر نہ آیا خط کوئی
جب چلایا پھر گیا مُنہ خنجرِ فولاد کا

رحم کر اے چرخ اب صدمہ اُٹھا سکتا نہیں
روز کے جورِ ستم کا روز کی اُفتاد کا

منفعل ہوں گے قدموزوں کو تیرے دیکھکر
سر جھکے گا تیرے آگے سرو کا شمشاد کا

یہ ہوا فضلِ خدا سے میرے نالوں کا اثر
رحم پر مائل ہوا ہے دل ستم ایجاد کا

قیس کا ہمنام ہے جا گیر دارِ دشت ہے
یہ پتا ہے یہ نشاں ہے عاشقِ ناشاد کا

کیا تری تصویر کھینچینگے کہ تجھکو دیکھ کر
محو حیرت ہوگیا دل مانی و بہزاد کا

حالتِ دنیا بدلدی انقلاب دہر نے
ہو گیا تبدیل نقشہ عالمِ ایجاد کا

کیا بتا سکتی ہے وہ بلبلِ چمن کی حالتیں
جس نے آنکھیں کھولکر دیکھا ہو گھر صیاد کا

دیکھ لے زنار اس تیکی تو سبحہ توڑ دے
ترک کردے تیغ پڑھنا ورد کا اوراد کا

تم نے اے قربان احمد خوب ہی لکھی غزل
داد دینے کیلئے کھلتا ہے منھ حساد کا

جب مقابل آئینہ سے روئے دلبر ہو گیا
آئینہ ایسا ہوا حیراں کہ ششدر ہو گیا

روئے جاناں جب ذرا پردہ سے باہر ہو گیا
جلوہ گر پیشِ نظر خورشید خاور ہو گیا

یادِ دنداں میں گرا آنسو جو میری آنکھ سے
آتا آتا تا سرِ دامن وہ گوہر ہو گیا

میرے دلکو روزِ ہجرِ یار نے صدمہ دیئے
تختۂ مشقِ ستم یہ قلبِ مضطر ہو گیا

رُخ نہیں کرتا کسی بستی کی جانب دشت کے
تیرے سودائی کا صحرائے جنوں گھر ہو گیا

ہجر میں اُس ماہ پیکر کے جو رویا رات کو
جو گرا آنکھوں سے آنسو میری خاطر ہو گیا

دیدیا جاکر عدو کو خط ہمارا بے خطر
مُرغِ نامہ بر بھی صیدی کا کبوتر ہو گیا

جو گذارش ہم نے کی فرمادیا یہ سب دروغ
کہدیا جو جھوٹ سچ غیروں نے باور ہو گیا

جب وہ گل آیا چمن میں میکشی کے واسطے
پھول لالہ کا مئے گلگوں کا ساغر ہو گیا

نارسائی دیکھئے قربان میری تقدیر کی
کھو گیا خط راہ میں عنقا کبوتر ہو گیا

جواں ہوتے ہی کیسا جان پر میری عذاب آیا
کہ اک بے رحم ظالم پر دلِ خانہ خراب آیا

حیا جاتی رہی یارب یہ کیسا انقلاب آیا
کہ بزمِ غیر میں وہ بے حجاب و بے نقاب آیا

عدو کے قتل کو وہ تیغ لیکر گھر سے نکلے تھے
مری شامت کہ میں پیشِ نگاہِ پُرعتاب آیا

شکایت کی حکایت کام اتنا کر گئی آخر
جھکائے سر ہمارے سامنے وہ بے نقاب آیا

وہ آئے ہی نہیں اوّل تو میرے گھر کبھی ہمدم
جو بھولے بسرے آئے بھی تو دشمن ہمرکاب آیا

ہوئیں پامال لاکھوں تربتیں گورِ غریباں میں
لگاتا ٹھوکریں کچھ اسطرح مست شباب آیا

حواس و ہوش کو محفل سے میں کر دیا رخصت
مغنی لیکے جب مرلبط و چنگ و رباب آیا

نظر آنے لگے ہو شیخ صاحب نوجواں اب تو
تمہاری ریشِ اقدس پر عجب رنگِ خضاب آیا

تیری سب مشکلیں آسان ہو جائینگی اے قربان

جو اپنی آرزو لیکر حضورِ بوتراب آیا

تجھپر ہوا نثار میں تجھپر فدا ہوا
شکرِ خدا کے فرضِ محبت ادا ہوا

نکلا میں جسطرف بھی تجھے ڈھونڈتا ہوا
ہر ذرہ خاکِ راہِ طلب فتنہ زا ہوا

رکھتا نہ تھا جو پاؤں زمیں پر غرور سے
دیکھو وہ خاک پر ہے لحد کی پڑا ہوا

اتنا تو میرے نالۂ دل نے کیا اثر
وہ پوچھتے ہیں آکے ترا حال کیا ہوا

کیا دیکھتا ہے نبضِ مسیحا چھوڑ چارہ گر
نسخہ نہ لکھ کہ دردِ جگر لادوا ہوا

پہونچا ہوں میں کہاں مجھے اتنی خبر نہیں
کرتا ہوا تلاش تمہیں ڈھونڈتا ہوا

کیا ایسے خود غرض کی محبت کا اعتبار
وہ آکے مِلگیا جو کوئی مُدعا ہوا

رنجش نہ ہو تو کیفیتِ دوستی نہیں
اِک لطف آگیا جو وہ مجھ سے خفا ہوا

ہم نے لکھے جو نظم میں مضمون فراق کے
پیدا ردیف قافیہ میں فاصلا ہوا

ہوتا ہے دلمیں صحبتِ بد کا بُرا اثر
رندوں میں بیٹھ کر نہ کوئی پارسا ہوا

بعد زوالِ حسن کا ہوتا نہیں عروج
پھرتا نہیں ہے جیسے کبھی دن ڈھلا ہوا

جسنے پیے شرابِ محبت کے چار گھونٹ
نزدیک اہلِ دل کے وہ ہی پارسا ہوا

مجھپر نہ مہربان ہوا آسماں کبھی
حاصل نہ مدعی سے مرا مدعا ہوا

اِس سنگدل کے دل کو نہ آیا نہ آئے رحم
قربان کسکے سامنے نغمہ سرا ہوا

تضمین بر غزل خود

بندھا ہے دھیان اک نامہربان کا
تقابل ہے اک آشوب جہان کا

خدا حافظ جگر کا دل کا جان کا
تصور ہے مجھے ایک ظلمران کا

زمیں منھ تک رہی ہے آسمان کا

جگا کر اک جہاں کو سو گیا ہے
جہاں میں تخمِ الفت بو گیا ہے

تمہاری جستجو میں کھو گیا ہے
تمہاری راہ میں گم ہو گیا ہے

نشاں کافی ہے اتنا بے نشاں کا

زمیں سے آسماں تک دیکھا بھالا
نہ نکلا کھوج کو سب نے نکالا

زمانے نے زمانہ چھان ڈالا نہیں ملتا جہاں سے جانے والا
خدا جانے مسافر تھا کہاں کا

نتیجہ خاکساری کا ہے بہتر عمل کوئی نہیں ہے اس سے بہتر
نظر قطرے میں آتا ہے سمندر لب دریا کھلا یہ راز ہم پر
زمین ایک آئینہ ہے آسماں کا

نہوں گر میں تو یہ جینے سے تیرے نہ مانہ مثل بارش اس پہ برسے
بچاتا ہوں اسے لوگوں کے شر سے اٹھاتے ہو مجھے کیوں اپنے در سے
نگہباں ہوں تمہارے پاسباں کا

کیا ارمان نے شادی کے ناشاد بجائے نغمہ نکلی منہ سے فریاد
گئی برسوں کی محنت دم میں برباد ہوئی بلبل اسیر دام صیاد
نہ آیا راس رہنا آشیاں کا

ہوئی کیوں غیر کی آفت میں شامل یقیناً ہوگئی ہے عقل زائل
ذرا اتنا تو دلمیں سوچ جاہل پرایا بوجھ سر رکھنے سے حاصل
الگ کر لے زمیں بوجھ آسماں کا

نہ سمجھے کوئی یارب اور نہ سمجھا تجھی پر منکشف ہے بھید تیرا
کہاں کی ہے مری مٹی خمیر کیا لئے پھرتی ہے مجکو موت ہر جا
خمیر اپنا نہ جانے ہے کہاں کا

نہ گذرا چین سے اپنا کوئی دم مصیبت میں کٹا ہر ایک عالم
نہ اب خوش ہیں نہ جب تھے شاد و خرم قفس کا آشیاں میں تھا ہمیں غم
قفس میں رنج ہے اب آشیاں کا

گھٹائیں بنگئے احباب غم کی فلک نے سر پہ سل توڑی الم کی
کہوں روداد کس کس پر ستم کی خدائی مدعی ہے ایک دم کی
زمانہ ہے مخالف ایک جاں کا

خدا پورا کرے عزم سفر کو کہاں کے واسطے باندھا کمر کو
سنبھالے قلب کو تھامے جگر کو کدھر کو چلدیئے قرباں کدھر کو

کہاں کا قصد ہے حضرت کہاں کا

لے جلوۂ جانا نہ دیدار دکھا جانا
سینہ سے لگا جانا حسرت یہ مٹا جانا

تم قبر پر آجانا اعجاز دکھا جانا
تربت کو ہلا جانا مردہ کو جلا جانا

ہر چند کہ دنیا کا سب اچھا بُرا جانا
وہ تھی مری نادانی جو تیرے سوا جانا

بے عشق مجازی کی ہو پہنچے نہ حقیقت تک
جب دیکھ لیا بُت کو تب رازِ خدا جانا

بالیں پہ ذرا آکر بیمارِ محبت کو
کچھ آس دلا جانا، ڈھارس ہی بندھا جانا

گلشن میں صبا آکر قدرت کی اشارے سے
کلیوں کو کھلا جانا غنچوں کو ہنسا جانا

ہمّت نہ ہوئی میری کیا قصۂ غم کہتا
راضی بھی تمہیں دیکھا تو بھی تو خفا جانا

خواہش ہے اگر اسکی دیکھے نہ کوئی تم کو
اس دل میں چلے آنا آنکھوں میں سما جانا

تلوار منگائی ہے دیتے ہیں سزا مجھکو
دشمن کی خطا کو بھی میری ہی خطا جانا

اس عالمِ ہستی میں کیا میں نے کیا آکر
جینے کا مزہ چکھا مرنے کا مزا جانا

اندھے ہوئے الفت میں ظالم کی یہانتک ہم
کی اُس نے جفا ہم پر اُسکو بھی وفا جانا

تیار ہوا ظالم کیوں قتل پہ دشمن کے
اے جانباز کو کیا اپنے قاتل نے مرا جانا

قربان ستم دیکھو اُس شوخ جفا جو کے
رونو نکو ہنسا جانا ہنستوں کو جلا جانا

میرے دل پہ کچھ بھی نہ ہمنشیں اثرِ زوال و کمال تھا
کہ نہ مجھ میں کوئی کمال تھا نہ خیال و خوفِ زوال تھا

نہ تجھے ہی کوئی ملال تھا نہ مجھے ہی کوئی ملال تھا
تجھے میرے دل کا خیال تھا مجھے تیرے دل کا خیال تھا

مجھے غم سے تو نے چھڑا دیا مجھے جلوہ اپنا دکھا دیا
ہوا اچھا مجکو بُلا لیا، مجھے خود ہی جینا وبال تھا

جو میں آج ہنستا ہوا اُٹھا، نہ کسی پہ اُسکا سبب کھلا
میرے خواب میں تھا وہ آگیا میری آنکھوں میں وہ جمال تھا

کروں لاکھوں تجھپہ نثار میں نہ رہا یہ یادِ خمار میں
کروں جان اپنی نثار میں مجھے شوقِ روز وصال تھا

تجھے اسمیں کتنا کمال ہے وہ مٹا یا روزِ وصال سب
مرے دلمیں جتنا ملال تھا، میرے دلمیں جتنا خیال تھا

ترے جام میں نے نہیں پیے تھے اگرچہ تو نے مجھے دیئے
بھلا کیسے پیتا میں ساقیا، کہ نظر میں اسکا مآل تھا

کہاں نام تیرا عدو لیا مرے لب پہ یار کا نام تھا
مجھے ذکر تیرا حرام تھا مجھے ذکر اُن کا حلال تھا

ہُوا کیا ہے قربان خبر نہیں، ہوا غم یہ کیوں ترے ہمنشیں
تجھے دیکھا ہم نے جو رات کو تو عجیب کچھ ترا حال تھا

میرے رشک قمر لے دل کی دُعا
میرے جان و جگر لے دل کی دُعا

میری حسرت مٹا مجھے جلوہ دکھا
میرے آکے تو گھر لے دل کی دُعا

تجھے میری قسم تو یہ کر نہ ستم
کبھی رحم بھی کر لے دل کی دُعا

نہ تو غیروں میں رہ نہ تو غیروں کا بن
کبھی آ جا ادھر لے دل کی دُعا

نہیں سُنتا کوئی میرے دل کی لگی۔
پڑی تجھ پہ نظر لے دل کی دُعا

یہیں کر لے گذر اے روشن تو کر
اسے کر لے تو گھر لے دل کی دُعا

میری راحت ہے تو میرے غم کو مٹا
میری لے لے خبر لے دل کی دُعا

تو جو قربان چاہے کہ پھولے پھلے
کبھی دیری نہ کر لے دل کی دُعا

دِل سے مرے نکلے اگر فرقت کی شب میں بددُعا
پھر کیوں نہ کر جائے اثر فرقت کی شب میں بددُعا

کرتا نہیں یوں بددُعا، انجام ہوں میں جانتا
پہونچائیگی تم کو ضرر فرقت کی شب میں بددُعا

تھی بددعا تو پھر دُعا اُن کیلئے کیوں بن گئی
دشمن سی آتی ہے نظر فرقت کی شب میں بددُعا

دشمن خفا ہو جائیگا، مطلب تر اہو جائے گا
ایدل کریگا تو اگر فرقت کی شب میں بددُعا

کیا کیا لرز کر کانپ کر سب منع کرتے ہیں مجھے
سنتے ہیں جب نجم و قمر فرقت کی شب میں بددُعا

اُنکو نہیں الفت تری کرتا ہے کیوں تو پھر کمی
ہو کے تو کر ایدل نڈر فرقت کی شب میں بددُعا

نکلی زباں سے میری گر ہرگز نہیں رکتی یہ پھر
جاتی ہے سیدھی اُنکے گھر فرقت کی شب میں بددُعا

ہوتی رہی یہ رائیگاں، اُنکو نہ پہونچا کچھ زیاں
کرتا رہا میں عمر بھر فرقت کی شب میں بددُعا

اے بے خبر ایسا نہ ہو، تکلیف پہونچے دوست کو
ہرگز نہ قربان اب تو کر فرقت کی شب میں بددُعا

ملجائے گا تجکو ترا مطلوب زلیخا
کر صبر ذرا صورت ایوب زلیخا

یوسف کے تو دامن کی طرف ہاتھ نہ لیجا
رکھ یاد بہت ہوگی تو محجوب زلیخا

کر دیر نہ یوسف کی خریداری میں ہرگز
لے لے اسے سودا ہے بہت خوب زلیخا

ملجائیگی تجکو بھی جوانی نئے سر سے
بینا ہوے جو دیدۂ یعقوب زلیخا

پھر ہو کے جواں پہلو میں یوسف کے ہے بیٹھی
تعبیر ملی خواب کی کیا خوب زلیخا

اتنا ہی تو محبوب وہ یعقوب کو بھی ہے
یوسف تجھے جتنا کہ مطلوب زلیخا

جسطرح کیا تو نے ہے یوسف کو مقید | یوں قید کہیں ہوتے ہیں محبوب زلیخا
دامن کو پکڑتے ہوئے حق سے نہ ڈری تو | تصویروں سے گو ہو گئی محجوب زلیخا

قربان دلکو بھی کریگا وہی روشن
جسنے کئے وا دیدۂ یعقوب زلیخا

ملنے کی کسی شوخ سے تدبیر کریں کیا | بگڑی ہوئی جب اپنی ہو تقدیر کریں کیا
ہے ناشنوائی کی تجھے عادت بیجا | ہم شکوہ ترا اے فلک پیر کریں کیا
جو کچھ تھا بھلا وہ ہی لکھدیا ہم نے | کہتے ہیں مرے کاتب تقدیر کریں کیا
ہوتا نہیں جز میرے کوئی اور خریدار | اب لوگ بنا کر تری تصویر کریں کیا
عشاق کے مجمع میں ہوا آکے وہ حیران | اب سوچتے ہیں ڈھنگ کہ تقریر کریں کیا
پڑھتا نہیں جب لکھکے وہ خط کو بھی اپنے | نامہ بت عیار کو تحریر کریں کیا
رستہ میں ہی جب چھین لیا اُن کو جگر نے | پھر دیکھ اثر یار ترے تیر کریں کیا
ظالم کا ستم دیکھو کہ جب دل نہیں باقی | اب پوچھتا ہے خاطر دلگیر کریں کیا

معلوم نہیں چھپکے وہ بیٹھا ہے کہاں پر
قربان سے اب ملنے کی تدبیر کریں کیا

کوئی درد دل میں ہے مبتلا نہ خیال اُس کو ذرا رہا
میری جان تن سے نکل گئی وہ جدا رہا وہ خفا رہا
یہ تو جیتے جی ہی کے جھگڑے تھے کہ جو جان تن سے نکل گئی
نہ کسی کا شکوہ ذرا رہا نہ کسی کا کوئی گلا رہا
وہ جفا نہیں کرتے نہ مجھسے کیوں وہ لگاتے سینہ سے کیوں مجھے
کروں کیا کہ تجھ سے تو عمر بھر یہ نصیب میرا خفا رہا
نہ غرض کرم نہ عطا سے ہے انھیں کام صرف حیلے ہی
جو نگاہیں نیچی کئے رہے جو نقاب منھ سے اُٹھا رہا
یہ ہی خواب تھا میری زندگی یہ ہی زندگی تھی مری خوشی
دم صبح تک میرے خواب میں کوئی کیوں نہ جلوہ نما رہا
بھرے سوز عشق نے ہمنشیں مرے دل میں وہ آتشیں

میں جلا کیا، میں جلا کیا، میں پکارا کیا، میں پکارا
کیا ترک میں نے جو غیرِ حق، مجھے حق ملا نہ مجھے حق ملا۔
رہے بُت خفا تو رہا کرے، کہ خدا نہ مجھ سے خفا رہا
کوئی گلکدہ تھا میرا مکاں۔ نہ چمن میں تھا کہیں آشیاں
کبھی میں یہاں کبھی میں وہاں، یوں ہی مثلِ مرغِ ہوا رہا
نہیں قربان شکوہ زبان پر، یہ مقامِ شکر ہے کسقدر
مجھے سب نے چھوڑ دیا مگر، مرے ساتھ میرا خدا رہا

کب دل میں خیالِ رُخِ انور نہیں ہوتا
آنکھوں سے میرے دور یہ منظر نہیں ہوتا

نظروں سے زیادہ کوئی نشتر نہیں ہوتا
ابرو سے زیادہ کوئی خنجر نہیں ہوتا

وہ کونسا بت ہے جو ستمگر نہیں ہوتا
اُن کو تو خدا کا بھی کبھی ڈر نہیں ہوتا

فتنہ کو دبا دیتے ہو ٹھوکر سے ہمیشہ
منظور اُٹھانا تمہیں محشر نہیں ہوتا

آتی ہے شبِ غم تو میرے پاس ہمیشہ
جانے کو تیرے اور کوئی گھر نہیں ہوتا

رہ جاتی الٰہی تیری دُنیا میں کمی کیا
پہلو میں جو میرے دلِ مضطر نہیں ہوتا

ہم غم سے ہی بہلاتے ہیں دل جب کبھی ہمدم
ساماں طرب ہم کو میسر نہیں ہوتا

کم ہے میرے عصیاں سے مرا بحرِ ندامت
غرقاب کبھی اس میں یہ دفتر نہیں ہوتا

کوچہ میں ترے خون ہوا کرتے ہیں لاکھوں
دن کونسا ہوتا ہے کہ محشر نہیں ہوتا

غیروں کیلئے تیرا، کرم ہے بہت ارزاں
کیا وجہ تیرا لطف جو ہمسر نہیں ہوتا

محدود ہیں اس دہر میں یوں گرشیں جتنی
قسمت کا مگر ختم یہ چکر نہیں ہوتا

جب اسپہ الم ٹوٹتے رہتے ہیں ہمیشہ
کیوں دل کے عوض پہلو میں پتھر نہیں ہوتا

اُٹھ جاتے ہیں باطن کے حجاب آنکھ سے ساقی
مدہوش مگر میں کبھی پیکر نہیں ہوتا

حاصل نہیں ہوتا ہمیں واللہ کوئی کیف
جب بزم میں دورِ مے و ساغر نہیں ہوتا

رکھتا ہے چھپا کر تو ہنر اپنا ہمیشہ
قربان عیاں یوں ترا جوہر نہیں ہوتا

پرتو ہے ذرہ ذرہ میں ذرہ نواز کا
جلوہ ہے چار سو یہ اُسی بے نیاز کا

یکساں ہیں دونوں خادم و مخدوم عشق میں
محمود بھی ہے بندۂ کمتر ایاز کا

غافل نہ اُس کو چھیڑ جو ہے محوِ عشق میں
اک لطف لے رہا ہے وہ راز و نیاز کا

تقلید کر کے سیکڑوں محبوب ہو گئے
دُنیا میں فیض ہے ترے انداز و ناز کا

دل کی لگی سے نغموں کی آواز تھی بلند
سوزِ نفس کی ساتھ ہی پردہ تھا ساز کا

کھلجائے رازِ مرگِ محبت جو خضر پر
خواہاں نہ وہ ہو پھر کبھی عمرِ دراز کا

اُسکی رسائی بامِ حقیقت پہ ہو چکی
زینہ بھی جس نے طے نہ کیا ہو مجاز کا

سب خوش ہیں رنگسار سے وہ بُت ہوں یا خدا
سب پر اثر ہے شیوۂ عجز و نیاز کا

قربان اب ملی مجھے معراجِ عاشقی
ہاتھ آگیا ہے سلسلہ زلفِ دراز کا

دیکھے وہ مجھے جس نے خدا کو نہیں دیکھا
جلوہ تو ہوں گو جلوہ نما کو نہیں دیکھا

یوں حُسن سے مالوس حیا کو نہیں دیکھا
یوں چھپتے کسی مستِ ادا کو نہیں دیکھا

جبتک کہ نہ عاشق کی ہو حسرت کوئی شامل
پامال کبھی رنگِ حنا کو نہیں دیکھا

ہاں فہم سے اور عقل سے پہچانا ہے اُس کو
آنکھوں سے اگرچہ ہے خدا کو نہیں دیکھا

یہ ہیں صفتِ شمع وضیا لازم و ملزوم
شوخی سے کبھی دُورِ حیا کو نہیں دیکھا

کرتا ہے قیامت کا سدا ذکر جو زاہد۔
شاید بُتِ کافر کی ادا کو نہیں دیکھا

ہر وقت زبان پر ہے بیاں حورِ جناں کا
کیا شیخ نے اُس ماہ لقا کو نہیں دیکھا

اِس خوف سے اسمیں نہ کوئی خاک نشیں ہو
اُس نے کبھی نقشِ کفِ پا کو نہیں دیکھا

ہاں کھولدے زلفیں کہ بہت روندے ساقی
میخانہ پہ گھنگور گھٹا کو نہیں دیکھا

دلچسپ و دل آویز ترا تیرِ نظر ہے
اِسدرجہ حسیں ہم نے قضا کو نہیں دیکھا

سنتے تو ہیں ایسا مگر آغوشِ اثر میں
ہم نے تو کبھی اپنی دُعا کو نہیں دیکھا

جب آئی اِدھر خاک اُڑاتی ہوئی آئی
لائے ترا پیغام صبا کو نہیں دیکھا

طوفان اُٹھاتا ہی رہا عالمِ ہستی۔
خاموش کبھی سیلِ فنا کو نہیں دیکھا

پرواز پرے مُرغِ چمن ہے تجھے نازش
تو نے ابھی دُنیا کی ہوا کو نہیں دیکھا

قربان ہے کس حالمیں معلوم نہیں کچھ
مدت ہوئی اس مردِ خدا کو نہیں دیکھا

تڑپنا دیکھ جائے میرے پہلو میں مرے دل کا
اتنا شاد دیکھنا ہو جس کسی کو رقصِ بسمل کا۔

ہوا جب ساتھ میرا اور مرے مدمقابل کا
تمہیں خود امتحاں ہو جائیگا حق اور باطل کا

بہاروں میں نہ کیوں بڑھ جائے گرمی آتش گل کی
کہ صحن باغ میں چھڑکا ہے خون عندلیب کا

سُنا ہے آج پھر برہم ہے تیغ ابروئے قاتل
محافظ اب خدا ہے میرے ناکردہ گنہ دل کا

خدا کو پوچھتے ہیں یہ فرشتہ بت کے بندے سے
ہُوا ہے سامنا تربت میں مجکو کیسی مشکل کا

وہ ہے لیلےٰ کا شیدائی نظر میں اُسکی لیلےٰ ہے
نگاہ قیس پر پردہ پڑا رہتا ہے محمل کا

بہت گی سیر گلشن خوب کی تفریح دُنیا میں
کسی دن دیکھ لو نقشہ ہمارے دل کی محفل کا

بنالیں شوق کو گر رہنما دم بھر میں جا پہونچیں
تعجب اُنپہ ہے جو راستہ بھولے ہیں منزل کا

خضر دیتا ہے کیوں آب زلال زندگی مجکو
کہ میں تشنہ ہوں مرنے کیلئے زہر ہلاہل کا

ضیا ریزی نہیں اچھی یہ حسن یار کی ہر سُو
ڈھکا رہنا ہے اچھا پردہ فانوس محفل کا

بھٹکتا پھرتا ہے وہ بھی ہمیشہ سارے عالم میں
خضر کو بھی نہیں معلوم رستہ تیری منزل کا

جسے تو ڈھونڈتا ہے وہ ترے ہی دل میں پنہاں ہے
عبث ہے پوچھنا اے شیخ پھر تحصیل حاصل کا

محبت کے اسیروں کی بھی تو توقیر ہوتی ہے
سُنا ہے ہم نے قصہ چاہ کنعاں چاہ بابل کا

اگر قربان بزم دوست میں ہو آپ کا جانا
پیام شوق پہونچانا میرے حسرت بھرے دل کا

اعتبار التفات دوست کیا جاتا رہا
زیست کا بیمار غم کی آسرا جاتا رہا

ایکدن بھی قابل تسکیں نہ لایا وہ جواب
روز ہی گو نامہ بر آتا رہا جاتا رہا

جب جواں تھے ہم اسیر دلبراں کرتی تھی چھیڑ
اب جوانی کی طرح وہ حوصلا جاتا رہا

میرے گھر تک آتے آتے لیگیا دشمن اسے
آہ دل کے ساتھ ہی وہ دلربا جاتا رہا

اب تجھے شاید میسر ہی نہیں خون وفا
رنگ پہلا سا ترا رنگ حنا جاتا رہا

ساغر چشم مروت نے پلادی جب سے مے
رنج کھانے خون پینے کا مزا جاتا رہا

آمد و رفت اُنکی محفل میں ہوئی ہے آج بند
مدتوں لیکر میں اپنی التجا جاتا رہا

اب بجائے شادمانی غم کی ہے دل میں جگہ
آگیا نا آشنا اور آشنا جاتا رہا

کیں تمہارے حسن نے کیسی یہ افسوں سازیاں
دیکھ لی صورت تمہاری سب گلا جاتا رہا

پی چکے مے تو یہ رندوں نے تمسخر سے کہا
شیخ صاحب اب کہاں وہ اتقا جاتا رہا

زندگی کے غم سے چھوٹے موت کے آغوش میں
مل گئی اچھی بقا خوف فنا جاتا رہا

اب تو اُن کا ہو گیا اب مجھ سے تجھکو کیا غرض | میرا تیرا آج اے دل واسطہ جاتا رہا

دل گیا قربان جانے دے نہ کر اتنا ملال
صبر کر مردِ خدا جاتا رہا جاتا رہا

بھولا ہوا سا ایک سبق ہے کتاب کا | ہمدم میں کیا سناؤں فسانہ شباب کا
جھگڑے پڑے ہیں جتنے ابھی سب یہ ختم ہوں | اُٹھ جائے درمیاں سے جو پردہ حجاب کا
رحمت کے آسرے پہ گنہ کر رہے ہیں ہم | مطلق نہیں خیال عذاب و ثواب کا
پیری میں آ کے خواب پریشاں وہ بن گیا | گذرا پلک جھپکتے ہی عالم شباب کا
وہ جانتا ہے عشق و محبت کے کچھ مزے | جسنے سبق پڑھا ہے محبت کے باب کا
تم تو سوال وصل پہ خاموش ہو گئے | میں منتظر ہوں چشم کرم سے جواب کا
دل جب بھی ٹوٹ جائے کہ ہمنشیں کسے | شیشہ کا اعتبار بھروسہ حباب کا
جھیلی ہے اپنے دلپہ نگاہ ستم کی چوٹ | برسوں بنا رہا ہوں نشانہ عتاب کا

قربان نماز پڑھتا ہوں پیکر شراب ناب
کرتا ہوں احترام عذاب و ثواب کا

کچھ تو فرمایئے تھا طور پہ جلوہ کیسا | یہ تحیّر ہے اب حضرتِ موسیٰ کیسا
ہے تغافل انھیں بیمار سے کیسا کیسا | دیکھنے تک نہ کبھی آئے مداوا کیسا
یہ ہی بہتر ہے کہ سجدہ میں رہے فرق نیاز | بندگی جو نہ کرے بندہ خدا کا کیسا
لاکھ کہتا ہوں مگر وہ نہیں کرتا جنبش | دیدیا تمنے عدو کو یہ سہارا کیسا
وصل کو میں نے کہا اُنسے تو ہنسکر بولے | ایک ہی بات کا یہ روز تقاضہ کیسا
ہے میرے پاس جو کچھ وقف ہے سب تیرے لئے | دل بھی لے لے مگھ یار کلیجا کیسا
آفریں حسن بریں ہمت مردانہ تو | مقتل عشق میں ہے معرکہ آرا کیسا
آنکھ تک سے نہ کبھی پہلے جسے دیکھا تھا | اُسپہ تو ٹوٹ پڑا اے دل شیدا کیسا
اب دوا اور دعا سے مجھے مطلب ہی نہیں | آپنے دلمیں کیا درد یہ پیدا کیسا
اسکی ہر موج میں ہیں فوج کے لاکھوں طوفاں | ایک قلزم ہے میری آنکھ میں دریا کیسا
دل میں رہکر کوئی چھپتا ہے کہیں آنکھوں سے | اپنے عاشق سے میرجان یہ پردہ کیسا
کر سکا دور نہ جب پردۂ محمل کو غریب | چاک مجنوں نے کیا دامن صحرا کیسا

حُور پر آنکھ نہ ڈالی کبھی دُنیا کیسی؟ | ظرف رکھتا ہے ترا چاہنے والا کیسا
ہمنے کیا اس سے کیا ہے کبھی کوئی وعدہ | کرتی رہتی ہے اجل ہم سے تقاضہ کیسا
چاہے جب خلوتِ قرباں میں چلی آ اے موت
خود ہی تیار ہے وہ اُس سے تقاضہ کیسا

کبھی درد تم کو ہُوا ہے کسی کا | کبھی نالہ تم نے سُنا ہے کسی کا
گھٹا کو سمجھتا ہوں زلفیں کسی کی | مجھے جب سے سودا ہوا ہے کسی کا
کوئی رام کہتا کوئی رب ہے اُس کو | کسی کا وہ بُت ہے خدا ہے کسی کا
میں سُنتا ہوں اکثر وہ کہتے ہیں اکثر | سمجھتا ہوں جو مُدعا ہے کسی کا
نہ لو بد دعائیں جہاں میں کسی کی | ستانا بہت ہی بُرا ہے کسی کا
ترے کان تک گر نہ پہونچے عجب کیا | کہ نالہ ابھی نارسا ہے کسی کا
بنا طورِ ایمن کبھی اپنے دل کو | جو جلوہ تجھے دیکھنا ہے کسی کا
ہے ترچھی نظر اُن کی ایدل سنبھلنا | مچلنے کو تیر ادا ہے کسی کا
کسی کا کبھی کام تم نے کیا ہے | کبھی کام تم سے ہوا ہے کسی کا
دمِ نزع اور سلسلہ ہچکیوں کا | تقاضا بہت ہو رہا ہے کسی کا
حسیں جسکو پایا اُسی پر بہہ آیا | مگر دل بہت منچلا ہے کسی کا
مجھے تجھ سے بُوئے وفا آ رہی ہے | لہو کیا یہ وزدِ حنا ہے کسی کا
وفا کی عبث اُن سے حسرت ہے قرباں
وہ بُت آج تک بھی ہُوا ہے کسی کا

مجھے بھی کشتۂ نور و ظہور کر جانا | دکھا کے جلوہ میرے دل کو طور کر جانا
قسم ہے تجھکو تو اتنا ضرور کر جانا | وصال کا میرا ارمان دور کر جانا
نصیب تجھکو ہو صورت کے ساتھ سیرت بھی | خدا کے واسطے ترکِ غرور کر جانا
بہار آئی ہے چل سوئے میکدہ ساقی | عصائے شیخ سے توبہ کو چور کر جانا
تو جا رہا ہے تو جا روکتا نہیں میں تجھے | مگر علاج دلِ ناصبور کر جانا
سرور ہے تری آنکھوں میں موجزن ساقی | میری نظر کو بھی عزمِ سرور کر جانا
جگانا تجھکو جو مدِ نظر ہے مستوں کا | تو راہِ گور میں شورِ نشور کر جانا

ہے جلوہ گاہِ محبت کی سیر اگر منظور ۔ اداؤں کو دل سے یہیں اپنے دور کر جانا
ہے بحرِ عشق سے قربان خوف کیوں تجکو
خدا کا نام لے اے جبا عبور کر جانا

کیوں اور کسی شوخ پہ مائل نہیں ہوتا
پورا تیرا ارمان اگر دل نہیں ہوتا

ہرگز وہ کسی غیر پہ مائل نہیں ہوتا
زنہار کسی اور سے سائل نہیں ہوتا

تکلیف میں اوروں کی جو شامل نہیں ہوتا
پتھر اُسے ہم کہتے ہیں وہ دل نہیں ہوتا

ملتی ہے شہادت اُسے جو سر کو کٹائے
بے جاں دیئے کوئی بھی عاقل نہیں ہوتا

دربان نے پایا ہے ستاروں کا مقدر۔
کمبخت کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتا

کیونکر کوئی سلجھائے گا اس عشق کی گتھی۔
حل عقل سے یہ عقدہ مشکل نہیں ہوتا

بے جرم ہوئے قتل ترے کوچہ میں لاکھوں
مغموم ترا دل کبھی قاتل نہیں ہوتا

جب چاہتے ہیں جان فدا کرتے ہیں جانباز
یہ کام کچھ اُن کیلئے مشکل نہیں ہوتا

کشتی محبت کو کنارہ نہیں ملتا
عاشق کبھی آسودہ ساحل نہیں ہوتا

رفتار جو رکھتا ہے سدا معتدل اپنی۔
پھر وہ کبھی واماندۂ منزل نہیں ہوتا

گل لیکے اُڑ دو چونچ میں صیاد جب آئے
یہ کام مگر تم سے عنادل نہیں ہوتا

غیروں کی چھپائے نہ برائی کو جو قربان
وہ دل کبھی ہم پایہ محفل نہیں ہوتا

پلکے جامِ محبت غلام کرتا تھا
نگاہِ یار تجھے اپنا کام کرتا تھا

نہیں تو چین سے تمکو قیام کرتا تھا
یہ صبح و شام کا جھگڑا تمام کرتا تھا

غرور حسن کا آئے نہ دل میں یوسف کے
اسی لئے اسے کچھ دن غلام کرتا تھا

بھٹکتے پھرتے ہو کوچہ میں کیوں رقیبوں کے
کسی کے دل میں تمہیں تو قیام کرتا تھا

تجھے تو بنت عنب سے ہے بخل اے زاہد
جو شے لذیذ تھی اُس کو حرام کرتا تھا

نہ رکھتے کوچۂ الفت میں ہم قدم اپنا
جنابِ قیس کو لیکن سلام کرتا تھا

عدم کو جانا ہے اور ہاتھ تیرے خالی ہیں
تجھے تو پہلے ہی کچھ اہتمام کرتا تھا

یہ ہم سے چوک ہوئی بن گئے جو سودائی
کلیم بنکے کسی سے کلام کرتا تھا

یہ خاص لوگوں پہ کیا لطفِ خاص اے ساقی
تجھے تو میکدہ میں اذنِ عام کرتا تھا

کبھی تو ملتا ہمیں بوسۂ لبِ ساقی | ہماری خاک سے تیار جام کرنا تھا
اگر بتوں سے وہاں تھی نجات اے قرباں
تو اور کعبہ میں چندے قیام کرنا تھا

روز موسیٰ کی طرح جلوہ دکھایا جاتا | روز دنیا میں نیا طور بنایا جاتا
اپنے عاشق کو کبھی ہوش میں لایا جاتا | لخلخۂ زلفِ معنبر کا سنگھایا جاتا
تم نے دلداریاں غیروں کی بہت کچھ کی ہیں | میرے دل کا بھی کبھی درد مٹایا جاتا
کس بلا کی ہے دلاویزیٔ حسنِ کافر | آ کے اس بزم میں ہمسے نہیں جایا جاتا
سیدھی سمجھوں میں تری بات کہ الٹی سمجھوں | کچھ تری بات کا مطلب نہیں پایا جاتا
تیری رحمت کا تقاضہ تھا کہ صبحِ محشر | میرے اعمال کا دفتر نہ سنایا جاتا
مے رخوں کے لبِ شیریں کے میں بوسے لیتا | میری مٹی سے اگر جام بنایا جاتا
مہ جبینوں کے اُسے ظلم ہیں سننے منظور | ورنہ کیوں حشر میں لوگوں کو بلایا جاتا
زخمِ دل پر جو کبھی میرے لگاتے پھایا | پھر نہ الزامِ جفا تم پہ لگایا جاتا

سر میں سودا ہے تو قرباں اُسے کیجے دُور
بارِ غم اتو نہیں ہم سے اُٹھایا جاتا

خفا ہوئے لگا مولا بتوں کا نام جب آیا | خفا ہونے لگے یہ بت جو لب پر نام رب آیا
جو لکھا تھا نصیبے میں وہ میرے پیش سب آیا | وہ مجھ تک اُسنے پہونچایا وہ مجھ تک بیطلب آیا
جوانی جا چکی اور بھر چکے دفتر گناہوں کے | ہمیں اب ہوش بھی آیا تو صد افسوس کب آیا
گذاری عمر ساری نامہ بر کی راہ تکنے میں | جواب نامہ لیکر وہ نہ اب آیا نہ جب آیا
خدا جانے بتوں کو کیوں ہمارا نام سے اُنکے | زباں پر ذکر جو آیا، ستم ٹوٹا غضب آیا
مجھے ڈر ہے کہ زاہد بھی نہ تجھپہ ہو کہیں مفتوں | بلا کا اب ہے جوبن تجھپہ اے بنت العنب آیا
نصیبے میں کسکے سوز اور اندوہ لکھا تھا | مقدر میں کسی کے حصۂ عیش و طرب آیا
مجھے تنہائی فرقت کی ڈراتی کیوں ستاتی ہے | غضب آیا، بلا آئی، کہ یا رب وقت شب آیا

برابر سب کو لے قرباں اس نے کر دیا آخر
کسی کے کام کب اس عشق میں نام و نسب آیا

دل دیکے محبت میں پشیماں نہیں دیکھا | قرباں کوئی آپ سا انساں نہیں دیکھا

تمنا بھی ستمگر کوئی انساں نہیں دیکھا
عاشق کا کبھی حال پریشاں نہیں دیکھا

مجنوں کی طرح دشت و بیاباں میں پھرے ہیں
وہ کونسا ایسا ہے جو میداں نہیں دیکھا

میرے دلِ پُر داغ کو وہ دیکھ کر بولے
ایسا کوئی شاداب گلستاں نہیں دیکھا

قیمت ہے اگر آپ کی سرمایۂ کونین
اتنا تو کبھی حسن کو ارزاں نہیں دیکھا

اللہ رے بیمارِ محبت کا تحمل
اس کو کبھی منت کشِ درماں نہیں دیکھا

لو دیکھ لو کرتا ہے تصور میرا پرواز
تم نے جو کبھی تختِ سلیماں نہیں دیکھا

دیتا ہے نمک سینکڑوں زخموں کو تبسم
خالی کبھی ہوتے یہ نمکداں نہیں دیکھا

ہے نجد کے صحرا کی جو منظور تمہیں سیر
کیا تم نے مرے دل کا بیاباں نہیں دیکھا

کیا پوچھتے پھرتے ہو سحر ہوتی ہے کیونکر
عاشق کا کبھی چاک گریباں نہیں دیکھا

کیسے یہ بھلا کہدیں کہ وعدہ کو ہو سچے
پورا کبھی ہوتے کوئی پیماں نہیں دیکھا

ہر داغ میں ہے شمع محبت کی تجلی
کیا تم نے مرے دل کا چراغاں نہیں دیکھا

شاعر اُسے کہتے ہیں جو کرتے ہو تامل
قربان کو کیا تم نے غزلخواں نہیں دیکھا

دوائے دردِ دل ناصبور کرلینا
کسی طرح ہمیں نالہ ضرور کرلینا

ہمارے بعد تم ایسا ضرور کرلینا
ابھی پڑی ہے جو انی غرور کرلینا

ہمارے دل میں بھی اک دن ظہور کرلینا
جو ہوسکے اسے اپنا ہی طور کرلینا

بتوں کا تذکرہ کر اس جہان میں اے شیخ
ملے بہشت تو پھر ذکرِ حور کرلینا

تری کسی نہ کسی طرح گالیاں سننا
غرض ہمیں کوئی پیدا قصور کرلینا

جو دیکھنا ہو تمہیں حال اپنے کشتوں کا
تو کچھ مہارتِ کشف القبور کرلینا

اُٹھیں تو روز ہی فتنہ نیا اُٹھا دینا
اُٹھیں تو روز ہی روزِ نشور کرلینا

وہ کہتے ہیں کہ میری بزم میں اگر آنا
تو دورِ عشق کا سر سے فتور کرلینا

سُنا ہے ہم نے بتوں کی ہے جلوہ گاہ وہاں
قیام کعبہ میں قربان ضرور کرلینا

آکر زباں پہ شکوۂ بیداد رہگیا
ہو کر خموش پھر لبِ فریاد رہگیا

جنت بنائی لطف نہ جنت کے لے سکا
ناکام آرزوئے دلِ شداد رہگیا

بعدِ بہار مجکو نہ تو نے کیا اسیر
ارمان دل میں ایک یہ صیاد رہگیا

عاشق نے جان دیدی ترے ظلم و جور سے
باقی ترا، ستم، ستم ایجاد رہگیا

کام اُن کے نام اُن کے زمانہ کو یاد ہیں
باقی رہا نہ قیس نہ فرہاد رہگیا

سکتہ کے بعد اور یہ سکتہ نیا ہُوا
دامنہ رگِ نقال کا فتاد رہگیا

طلعت تمہاری اُسپہ ہوئی اسطرح عیاں
حیران تم کو دیکھ کے بہزاد رہگیا

آیا عدم سے اور عدم کو چلا گیا
افسانہ اتنا اپنا مجھے یاد رہگیا

چرچے جہاں میں اُنکے کرم کے ہیں جابجا
محروم تو ہی کیوں دلِ ناشاد رہگیا

لوگوں نے سب وہ عشق کے قصے بھلا دیئے
قربان تھا کوئی یہ فقط یاد رہگیا

دوہری ہونے لگی دھار یہ کیا
کیوں رُکی آپ کی تلوار یہ کیا

کس سے اُلجھی ہے طبیعت ایسی
روز رہتی ہے جو تکرار یہ کیا

اُن سے رُوداد الم کہنی تھی۔
نہیں کھلتے لبِ گفتار یہ کیا

تم مسیحائے جہاں کہلاؤ۔
اور اچھے نہ ہوں بیمار یہ کیا

چاند چھپتا نہیں گردوں پہ کبھی
تم دکھاتے نہیں دیدار یہ کیا

دیکھ عارض میرے گل کے اے گل
پھیکے پھیکے ترے رخسار یہ کیا

کیا کسی بت نے ہیں ڈالے ڈورے
گردنِ شیخ میں زنار یہ کیا

آپ تو یوسفِ ثانی ہیں مگر
سرد ہے حسن کا بازار یہ کیا

جور کا لطف ہے گاہے گاہے
روز دیتے ہو جو آزار یہ کیا

ہے ابھی دور بہت منزلِ عشق
سست قربان ہے رفتار یہ کیا

مِلا کیا چند تنکوں کو جو تو نے آسماں پھونکا
گرا کر بجلیاں کمبخت میرا آشیاں پھونکا

دنوں کو چین لیتا ہے نہ شب کو چین دیتا ہے
تری سرگرمیوں نے اے دلِ آتش فشاں پھونکا

نہ جانے کس غضب کی آگ تھی اسمیں بھری تو نے
تری سوزِ محبت نے میرا ہر استخواں پھونکا

غضب کا ہے اثر تجھ میں سُنا کر داستاں تو نے
دلِ اہلِ بزم کا یکبارگی اے قصہ خواں پھونکا

بظاہر گو رہا اچھا مگر گھلتا گیا پیہم۔
مجھے اندر ہی اندر تو نے اے داغِ نہاں پھونکا

خدا جانے اگر یہ ٹوٹتا تو کس کے سر جاتا
نہیں اسوا سطے آہوں نے میری آسماں پھونکا

سمجھکر یادگارِ سوختہ جاں اُسکو رکھ چھوڑا
نشیمن کیوں نہ مجکو پھونک کرلے باغباں پھونکا

غضب توڑا، ستم توڑا، کہاں جائیں کہیں کس سے
کہ پتہ پتہ تو نے باغ کا بادِ خزاں پھونکا

مجھے ہر وقت رونے ہی مجھے ہر وقت ٹوکے ہے
کچھ اُن سے بھی زیادہ تو نے ظالم باغباں پھونکا

پیا می صحبتِ اغیار کا قصہ نہ کہنا تھا
مجھے ظالم سنا کر اُن کی تو نے داستاں پھونکا

عبث قربان کہتا ہے کہ پھونکا عشق نے تجکو
یہاں پھونکا وہاں پھونکا، کدھر پھونکا کہاں پھونکا

آنسو نہ گر نکلتے کیوں شرمسار ہوتا
بدنام کیوں جہاں میں، میں بے قرار ہوتا

قدموں میں کاش تیرے میرا مزار ہوتا
میں تیری رہگذر میں مشتِ غبار ہوتا

بندہ پہ رازِ قدرت گر آشکار ہوتا
جلوؤں میں بُت کے حسنِ پروردگار ہوتا

کوچہ کا قصد تیرے ظالم اگر نہ کرتا
عاشق قضا سے تیرا پھر کیوں دوچار ہوتا

گر اسمیں رو کے اپنی تم خوبیاں دکھاتے
محشر کا ایک ٹکڑا، دل بھی شمار ہوتا

میں خاک ہو کے رہتا گر صحنِ میکدہ میں
مستی طلب ہمیشہ ساقی غبار ہوتا

تربت پہ تم جو روتے آنسو سے خاک تر تی
برباد پھر نہ میرا ہر سُو غبار ہوتا

بے اختیاریوں سے مجبور ہو گیا ہوں
گر کام ضبط دیتا کیوں اشکبار ہوتا

دشتِ جنوں اگر میں وا ماندہ ہو نہ جاتا
مہمان آبلوں کا ہر ایک خار ہوتا

قربان نزع میں وہ صورت اگر دکھاتی
کیوں روح کو ہماری یہ انتشار ہوتا

سچا تھا کس کو عشق چلو جان تو گیا
کشتوں میں لے وہ مجھے پہچان تو گیا

وعدہ کیا ہے آنیکا گھر سے رقیب کے
شکرِ خدا وہ بات میری مان تو گیا

اب کہہ رہا ہے اِک میرا جانباز مر گیا
وہ لے کے میری جان مجھے جان تو گیا

لو سن کے میرا حال وہ ناراض ہو گئے
اُلٹی بُرائی آئی ہے احسان تو گیا

انسان دیکھ تیرے بھی اعمال ہیں خراب
تو بھی نہ جائے ہاتھ سے شیطان تو گیا

حسرت کے بعد دیکھ بھی اُسکی نگاہ ہے
نوبت ہے میزبان کی مہمان تو گیا

دستِ جنوں کے ہاتھ بہت کچھ دراز ہیں
دامن کی خیر ہو کہ گریبان تو گیا

اُن کی ہنسی کے بعد ہیں مژگاں کی تیز تیز | نشتر کی باری آ ہی نمکدان تو گیا
دھوکے میں میرے غیر کو ٹوکا سزا ملی | شکرِ خدا کہ آج سے دربان تو گیا
میں سر کٹا کے اپنا سبکدوش ہو گیا | گردن سے میری آپکا احسان تو گیا

کہتے ہیں وہ عدو سے کہ محفل میں کھل کے بیٹھ
اور یہ سمجھ لے آج سے قربان تو گیا

کہتے ہیں دھیان میں اک خانماں برباد آیا | بعد مرنے کے کبھی اُنکو اگر یاد آیا
یاد فوراً ہی مجھے قصۂ فرہاد آیا | ہاتھ میں لیکے جو وہ شیشۂ فولاد آیا
دارِ ہستی میں وہ محکوم کسی کا نہ ہوا | لیکے جو روزِ ازل کوئی آزاد آیا
ظلم وہ کرتے رہے دیتے رہے طعن ہمیں | اور نہ جنبش میں ہمارا لبِ فریاد آیا
ہیں تو پتھر کے مگر ہوتی ہے پوجا اُنکی | ان حسینوں پہ عجب حسنِ خداداد آیا
ہوا کبیدہ خاطر اُنپہ جو پہلے تھے اسیر | ہو کے محرومِ گلستاں کو جو صیاد آیا
تو نے ظالم کی بھی مظلوم نمائی تصویر | حسنِ تصویر کشی تجکو نہ بہزاد آیا
بیٹھے دل میں مرے آکے وہ دل کی صورت | اور پہلو میں نیا اک ستم ایجاد آیا
فاتحہ میں نے پڑھی روح پہ اُنکی برسوں | قیس آیا نہ مرے کام نہ فرہاد آیا
بدگمانی اُسے شاید مری تربت کی بھی ہے | ساتھ اغیار کے اب بھی تم ایجاد آیا

سُن کے قصہ مرا کس شان سے فرماتے ہیں
لیکے قربان تو کیا آج یہ روداد آیا

سمجھ نہ اسکو ہم یہ ہمارا قصور تھا | ورنہ ہر اک جگہ پہ تمہارا ظہور تھا
وہ بھی نہ پا سکے جنہیں حاصلِ عبور تھا | جتنا کہ تھا قریب وہ اتنا ہی دور تھا
جبتک کہ چشمِ یار تصور رہا تیرا | لذت تھی دل میں اور ہمارے سرور تھا
شرما گئے بہشت میں حوروں کو دیکھ کر | کتنا بتوں کو حسن پہ اپنے غرور تھا
تو نے لگائی ٹھوکریں جسروز قبر پر | عاشق کے واسطے وہی یومِ النشور تھا
کی تیرے آستاں نے کشش آ پڑا یہاں | سودا تھا میرے دل میں نہ کوئی فتور تھا
دشمن بھی ہیں شریکِ ملالِ مریضِ غم | آنا تمہیں بھی بہرِ عیادت ضرور تھا
موسیٰ کرو یہ شکر کہ تم صاف بچ گئے | صدقہ مگر تمہارے لئے کوہِ طور تھا

تربت پر آکے میری مصیبت سمجھ نہ لی | کیوں آپکو تو دعوے کشف القبور تھا
تنہا وہ آج کیوں میری محفل میں آئے تھے
قربان بھید کچھ نہ کچھ اس میں ضرور تھا

شب فرقت سنا کرتے ہیں چھپ چھپ کر بیاں میرا | پسند آیا ہے شاید اُنکو انداز فغاں میرا
وہ سمجھا یادگار اسکو، ہے مخلص باغباں میرا | بچا کر اُس نے جو رکھا خزاں میں آشیاں میرا
نشیمن کا ہر اک تنکا مجھے خود برق ساماں ہے | یہ کر کر بجلیاں کیوں پھونکتی ہیں آشیاں میرا
مرے تم دلمیں چھپ جاؤ عیاں ہو جائیگا سب کچھ | تمہیں ہے دیکھنا منظور اگر دورِ نہاں میرا
اچھوتے نشتروں سے آبلہ پائی کی خاطر کی | بنا ہر خارِ صحرا آج گویا میزباں میرا
نہ وہ نغمے نہ وہ گلبازیاں صحنِ گلستاں میں | مجھے اب یاد کر کے رو رہا ہے باغباں میرا
سناؤں داستانِ غم کسے بزمِ قیامت میں | نہ کوئی ہمزباں میرا نہ ہے ہم داستاں میرا
نہ چلتا دستِ گلچیں کا نشیمن پر مرے قابو | چمن میں مجھ سے غافل گر نہ ہوتا باغباں میرا
بدلتا ہے یہ رنگ اپنا وہ جب تیور بدلتے ہیں | بنا ہے مدعی افسوس کیوں یہ آسماں میرا
وفا کا نقش بھی قربان کہیں باقی نہ رہجائے
وہ یوں دنیا دلِ خستہ مٹاتے ہیں نشاں میرا

تمام ایک اشارے میں سب کا کام کیا | نظر نے تیری زمانے میں قتلِ عام کیا
تری نگاہوں نے ظالم قضا کا کام کیا | بُری طرح سے مرا ہائے اختتام کیا
یہ خوب حسن کی قوت نے اہتمام کیا | اسیرِ زلف بنا کر ہمیں غلام کیا
غضب کا تو نے یہ صیاد آج کام کیا | بھری بہار میں مجھکو اسیرِ دام کیا
ہوا ہے بیٹھ کے اُٹھنا بھی ہم کو اب دشوار | وہیں کے ہو گئے ہم تو جہاں قیام کیا
شراب پیتے جو دیکھا جناب شیخ کو آج | تو جھک کے میکدہ میں ہمنے بھی سلام کیا
خدا کا شکر کہ ساقی نے کی نہ خست کچھ | جو کوئی آیا نظر ایک اُس کو جام کیا
کیا یہ قیس نے احسان خوب اے قرباں
کہ بعد مرنے کے صحرا ہمارے نام کیا

نمایاں آپکو آکر کسی صورت میں ہونا تھا | اُجالا کچھ نہ کچھ میری شبِ فرقت میں ہونا تھا
نمونہ اُسکا کچھ میخانے میں تھا دیر میں کچھ تھا | میسر ساز و ساماں جو ہمیں جنت میں ہونا تھا

کسیکے حسن کا جلوہ کسی کے خُلق کا پَرتو
تری صورت میں ہونا تھا میری سیرت میں ہونا تھا

اثر کچھ بھی مسیحا تیرے درماں میں نہیں دیکھا
کوئی تو فرق میرے زخم کی صورت میں ہونا تھا

یہاں بھی کنج تنہائی ہے اور تاریک راتیں ہیں
جو دنیا میں ہوا ہم پر وہی تربت میں ہونا تھا

نہ کچھ پیری چلی میری نہ کچھ پیری چلی تیری
وہی ہو کر رہا آخر کہ جو قسمت میں ہونا تھا

تمہارا ہجر بھی لکھا ہوا تھا میری قسمت میں
تمہارا وصل بھی اکدن میری قسمت میں ہونا تھا

مسلم ہے کہ بعد ہر مصیبت ایک راحت ہے
میری تسکین کا پہلو میری کلفت میں ہونا تھا

سرِ قربان ہے اب اور خاکِ رہگذر اُن کی
یہ ہی انجام اُلفت ہے یہ ہی الفت میں ہونا تھا

جہاں میں جنکو مولا ذات پر تیری توکل تھا
چراغِ حرص اُنکے دل میں روشن تو نہ تھا گل تھا

وہاں زاغ و زغن اب بے تحاشہ شور کرتے ہیں
چمن میں جس جگہ ہنگامۂ نغمات بلبل تھا

جہاں تھا فصلِ گل میں پتہ پتہ گلشنِ جنت
وہاں گل کی طرح صرف ایک مُرجھایا ہوا گل تھا

کسی نے جان تک دیدی نہ آنا تھا نہ آیا تو
شبِ وعدہ قیامت سے ترا کیا کم تغافل تھا

چمن میں ہمنے یہ نیرنگ دیکھا اپنی آنکھوں سے
کہیں گریاں تھی بلبل اور کسی جا خندۂ گل تھا

پرو دے ایک لڑی میں کوئی جیسے سیکڑوں تارے
مرے داغِ جگر اور داغِ دل میں یوں تسلسل تھا

پریشاں کرنے کو فرقت میں اور الجھن بڑھانیکو
تری خمدار، زلفیں تھیں ترا پُر پیچ کاکل تھا

ہوا برباد ہو کر بے زباں - خاموش پژمُردہ
کبھی یہ دل بھی سینہ میں چمکتا ایک بلبل تھا

گئے تھے دیکھنے ہم بعد مدت میکدہ قربان
نہ وہ مستی سا ساقی تھی، نہ جوشِ بادہ و مُل تھا

کس بلا کا تھا کلیجہ آپ کے نخچیر کا
سہگیا جو زور چھوٹے سے جگر پر تیر کا

کیا گلہ تقدیر کا یا کاتبِ تقدیر کا
ہے جو کچھ اے دل نتیجہ ہے تری تقصیر کا

ہم کو تو رونا فقط ہے اپنی ہی تقدیر کا
ہے گلہ تیرا نہ کچھ شکوہ ہے چرخِ پیر کا

کیا ہوا، وحشی تمہارا، قیدِ ہستی سے رہا
شور اب سنتے نہیں ہم پاؤں کی زنجیر کا

ایک عالم ہو تو کوئی اُسکا نقشہ کھینچ لے
کھنچ چکا بہزاد سے خاکہ تری تصویر کا

آسماں پر یہ جو بجلی سی چمکتی ہے کبھی
ہے یہ ایک ٹکڑا ہمارے نالۂ شبگیر کا

آپ شرما جائیں گے یا عکس شرما جائے گا
سامنا ہوگا اگر تصویر سے تصویر کا

غیر کے خوش کرنیکو ہم کو بُرا کہنے لگے
خوب ہم دل میں سمجھتے ہیں سبب تحقیر کا

کیا شبِ وعدہ کوئی مہندی لگا کر آئیگا
آج پھر میری دعا میں رنگ ہی تاثیر کا

کاتبِ قدرت نے بدلا میری روئے سے اُسے
بڑھ گیا پلا تیری تقدیرے تدبیر کا

سر بکف بیٹھا ہوا ہے آپ کا **قربان** آج
دیکھنا ہے کاٹ اُس کو آپ کی شمشیر کا

فضول جبر یہ کیوں دل پہ اختیار کیا
یہ آج تم نے کرم کیوں سرِ مزار کیا

کہیں نہ رازِ محبت کو آشکار کیا
سمجھ کے کچھ مجھے خالق نے رازدار کیا

پلا دی شیخ کو مے یہ بُرا کیا ہم نے
گناہ سر پہ لیا اور گنہگار کیا

نہ وعدہ وصل کا کرتے نہ آگ سی لگتی
سکون دیکے ہمیں اور بیقرار کیا

بُرا ہو اکہ بڑھے اپنے ناخنِ وحشت
جنوں نے جیب و گریباں کو تار تار کیا

سزا ملی تھی ہمیں جس خطا کے کرنے پر
وہ ہی قصور تو ہم نے بھی بار بار کیا

ہوئی جو بات وہ وحشت پہ ہو گئی مبنی
جنوں کو عشق نے میرا صلاح کار کیا

نہ آئی تو بھی تو فرقت کی رات اے ظالم
اجل ترا بھی بہت ہم نے انتظار کیا

خیال کر کے اُنھیں کھینچ ہی لیا **قرباں**
کمال آج بڑا تو نے میرے یار کیا

یار نے تیرِ نظر اپنا اگر چھوڑ دیا
کر کے چھلنی میرا دل اور جگر چھوڑ دیا

تو نہ گھبرا کہ وہ کل شام کو پھر آئے گا
کسی پروانے کو اے شمع اگر چھوڑ دیا

اب خبر دلکی یہ لیگا کہ جگر کی دیکھو
بے تکا یار نے ہے تیرِ نظر چھوڑ دیا

منزلِ عشق کسی طرح جو طے کر نہ سکے
تھک کے ہم بیٹھ گئے عزمِ سفر چھوڑ دیا

بات تو جب تھی یوں ہی رہتی شبِ ہجر مدام
ساتھ کیوں تو نے میرا وقتِ سحر چھوڑ دیا

منہدم کر دو مکاں کو کہ مکیں ہی نہ رہا
جسم خاکی کا میری روح نے گھر چھوڑ دیا

پھر نکل آئیں گی پرواز کی لاکھوں راہیں
تو نے صیاد اگر ایک بھی پر چھوڑ دیا

دفعتاً چھوڑ دیا سب نے مریضِ غم کو
اور تو اور دوا نے بھی اثر چھوڑ دیا

جب مداوا نہ ہلا عشق کا **قرباں** کوئی
مجھے احباب نے تقدیر ہی پر چھوڑ دیا

غفلت کا اگر آنکھوں سے پردہ نہیں اُٹھتا
دِل سے بھی دوئی کا ترے جھگڑا نہیں اُٹھتا

ہے جھوٹ کے وہ پردہ نہیں کرتے کسی سے
اُنسے تو نقابِ رُخِ زیبا نہیں اُٹھتا

کیا روح نے مجنوں کی کیا دشت کو معمور
کیوں پاؤں مرا جانبِ صحرا نہیں اُٹھتا

ارمان مرے جاتے ہیں ہمراہ عدم کو
دُنیا سے میں اُٹھتا ہوں تو تنہا نہیں اُٹھتا

مجنوں سے حیا آتی ہے ناحق تجھے لیلےٰ
محمل کا ترے کیا کبھی پردہ نہیں اُٹھتا

اِک برق چمکتی ہے شبِ غم کی فضا میں
سینے سے مرے آہ کا شعلہ نہیں اُٹھتا

وہ کہتے ہیں آجائیں گے کیا ہیں ترے پابند
ہر روز کا ہم سے یہ تقاضہ نہیں اُٹھتا

قربان مرے جنکے لئے اُن سے صد افسوس
دو چار قدم آج جنازہ نہیں اُٹھتا

نہ کہنا پھر کبھی دل شمعِ محفل ہو نہیں سکتا
کہ جس دل میں نہ ہوں انوار وہ دل ہو نہیں سکتا

ہمارے آنسوؤں سے اور بھڑکی آگ اُلفت کی
فغاں کرنے سے کچھ فرقت میں حاصل ہو نہیں سکتا

تم اسمیں رہ کے دیکھو سب کہینگے غیرت لیلےٰ
یہ کیا تم نے کہا دل میرا محمل ہو نہیں سکتا

کہیں کی چشمِ حسرت کیوں نہ وقتِ ذبح گھائل ہو
بے بسمل نہ جو قاتل وہ قاتل ہو نہیں سکتا

نہ ہوگا قتل تو پھر قتل کی شوخی سے اُٹھائیگا
ترحم اس لئے کچھ تجھپہ بسمل ہو نہیں سکتا

اگر جانباز ہے دشمن، تو میری طرح کٹجائے
لگا کر خوں شہیدوں میں وہ شامل ہو نہیں سکتا

مصیبت بھی جو آتی ہے تو ہنسکر کاٹ دیتا ہوں
کبھی پژمردہ میرا غنچۂ دل ہو نہیں سکتا

حقیقت کھل ہی جاتی ہے تعلی اور بناوٹ کی
مگر جو حق ہے باہر حال باطل ہو نہیں سکتا

فقط پستی ہی پستی ہو بھری جس کے خیالوں میں
کبھی وہ کامیاب اوجِ منزل ہو نہیں سکتا

جو آلودہ یہ آلودہ ہوئے جاتے ہیں غفلت سے
کبھی اب اُن کے دل سے زنگِ ایماں ہو نہیں سکتا

جو ہے دشمن بھی تیرا تو اُسے دیتا ہے بے مانگے
کبھی محروم تیرے در سے سائل ہو نہیں سکتا

نہ ہونگا ہمزباں میرے کبھی یہ مدعی ہمدم
کہ شورِ زاغِ گلبانگِ عنادل ہو نہیں سکتا

نگاہِ یاس لے **قربان** اُنپر کیا اثر ڈالے
کہ جو بسمل ہے وہ بسمل سے قاتل ہو نہیں سکتا

جب اُن کی اجازت نہ ہو فریاد کریں کیا
بیٹھیں جو نہ خاموش تو ناشاد کریں کیا

کہتے ہیں دوبارہ تجھے برباد کریں کیا
ہم بھول چکے جس کو اُسے یاد کریں کیا

گو ضبط کی اب تاب نہیں دل میں ہمارے
مجبور ہیں مجبور ہیں فریاد کریں کیا

اُڑ جاتے قفس لیکے ترا ہم تو چمن کو
تقدیر سے مجبور ہیں صیاد کریں کیا

پر توڑ کے بھیجا ہے قضا نے جنھیں افسوس
بے چارے وہ سیرِ عدم آباد کریں کیا

تھے جتنے ستم ہو گئے سب ختم وہ مجھ پر
ہے فکر اُنھیں اب ستم ایجاد کریں کیا

الفت نہ قفس سے نہ ہمیں تجھ سے ہے ظالم
اُڑنے ہی کی طاقت نہیں فریاد کریں کیا

ہم قصۂ غم اپنا سُنانے ہیں اُن کو
ہیں منتظر اب اسکے وہ ارشاد کریں کیا

ہیں وضع کے پابند اب انجام جو کچھ ہو
قربان جو بھولا ہے اُسے یاد کریں کیا

اے صنم تو نے محبت میں جلایا ایسا
دیکھنے میں کوئی جانسوز نہ آیا ایسا

طور پر حضرتِ موسیٰ نے نہ دیکھا ہوگا
تجھے جلوہ تری چلمن نے دکھایا ایسا

شور برپا ہے تیرے نمکدان کی خیر
تو نے زخموں کو میرے آج ہنسایا ایسا

حشر تک اب نہ اُٹھینگے جو اُٹھائے کوئی
ہے تری چال نے فتنوں کو دبایا ایسا

نہ رہی قدر زمانے میں کسی گلشن کی
ہم نے اک باغ محبت کا کھلایا ایسا

خاک بھی دل میں میرے اُنکی نہیں اب ملتی
تو نے ارماں کو میرے ہائے مٹایا ایسا

ہو لی شاداب شفق رنگ چڑھا پھولوں پر
تیری حسرت نے بھی ہے خون بہایا ایسا

اور بھی آگ مرے دل میں بھڑک اُٹھی ہے
نامہ بر یار کا خط آج ہے آیا ایسا

دوست خوش ہوتے ہیں دشمن ہری رو دیتے ہیں
تو نے **قربان** کچھ انداز ہے پایا ایسا

تو نے عاشق سے کیا آج ہے پردہ جیسا
نظر آتا ہے تجھے کیا وہ انوکھا جیسا

پھر کرے طور پہ امید تجلی اُن سے
پہلے بنکر تو دِکھائے کوئی موسیٰ جیسا

دیے چوکے نگہ یار نے فوراً دل پر
تُو نے کو میرے کبھی دیکھا جو اچھا جیسا

ہم تو جب جانیں دکھا دو ہمیں تم گھر بیٹھے
طُور پر جاکے دِکھا آئے تھے جلوہ جیسا

کوئی دیتا نہیں تعبیر مثالِ یوسف
دیکھتے روز ہیں ہم خواب زلیخا جیسا

وہ کہاں صفحۂ عالم پہ نظر آتا ہے
ہم کہیں دیکھ کے آئے ہیں تماشا جیسا

اے مسیحا دلِ بیمار کو معلوم ہے سب
کیا بیمارِ محبت کا مداوا جیسا

جب سے اُمید ہوئی وصل صنم کی مجکو ۔۔۔ اور دم معلوم مجھے ہوتا ہے ہلکا جیسا
کرا دا شکر تو قربان خدا کا ہر دم
ہو جہاں میں ہے ترے گھر میں اُجالا جیسا

سخت دل کر کے یہاں آیا تھا قاتل کیسا
آہ اب خاک پہ غلطاں ہے یہ بسمل کیسا

تیرے مجنوں سے اُٹھائے سے نہیں اُٹھتا لیلےٰ
حائل شوق ہے یہ پردۂ محمل کیسا

آج کیا پھر کوئی صیاد نیا آیا ہے
شور کرتی ہیں گلستاں میں عنادل کیسا

آکے پروانے شہادت کا مزا لیتے ہیں
خون کرتی ہیں یہ شمعیں سر محفل کیسا

کیا نہ پہونچیگی کنارے میری کشتی یارب
دور ہوتا ہی چلا جاتا ہے ساحل کیسا

اسمیں جو کھو گیا تا عمر بھٹکتا ہی رہا
بیچ میں ڈالتی ہے عشق کی منزل کیسا

سخت جانی نے مری اسکو کیا گھائل جب
بنکے بسمل گیا آخر میرا قاتل کیسا

کیا تیری طرح ہوئی انکو بھی وحشت وحشی
شور کرتی ہیں یہ زنداں میں سلاسل کیسا

میرے گھر آئیں تو قربان وہ شام وعدہ
جان بھی نذر کروں گا میں اُنھیں دل کیسا

ہر شاخ میں ہر پھول میں جلوہ نظر آیا
دیکھا تجھے موجود وہیں پر جدھر آیا

آخر اُسے ہم برق ہی کی نذر کر آئے
جب نخل تمنا میں نہ کوئی ثمر آیا

دل چھید ا کلیجہ کے عوض تیر نظر نے
پھینکا تھا کہاں اور وہ ظالم کدھر آیا

قاصد نے کیا راہ میں گم میرا خط شوق
لیکر نہ ابھی آج تک اُن کی خبر آیا

سمجھو کہ غلط راہ کوئی اُسکو ملی تھی
بھٹکا ہوا جو رات کا وقت سحر آیا

اب قدر ہی دُنیا میں نہیں کوئی ہنر کی
اللہ ترا شکر نہ ہم کو ہنر آیا

گردوں پہ ستارہ بھی کھلے چاند بھی نکلا
تا صبح شب غم نہ وہ رشک قمر آیا

قربان طرف کعبہ چلا دیر میں پہونچا
جاتا تھا کدھر اور نکل میں کدھر آیا

گو ترے حکم سے میں بزم میں خاموش رہا
دل کشاکش میں رہا دل میں بڑا جوش رہا

کیسی مے تو نے حقیقت کی پلا دی ساقی
ایسا بے خود میں ہوا کچھ نہ مجھے ہوش رہا

موت نے ایسی پلائی ہے اُنھیں اپنی شراب
کوئی ساقی نہ رہا آج نہ مے نوش رہا

خود سے غافل وہ ہوا تجھسے نہ غافل وہ ہوا
تیرے دیوانہ کو مطلب کا بہت ہوش رہا

مرتے دم تک تو مجھے یاد رہا اے ظالم
تیرے دلسے تو لفظ میں ہی فراموش رہا

پوچھتے جلوہ گہ ناز کا کچھ حال کلیم
کیا کریں تجکو تو اپنا بھی نہ کچھ ہوش رہا

پتہ کھڑکا تو اُٹھا قیس کہ لیلےٰ آئی
ہمہ تن چشم رہا اور ہمہ تن گوش رہا

گئی ہمراہ جوانی کے اُمنگیں قرباں
اب نہ تم ہی وہ رہے اور نہ وہ جوش رہا

تیرے پردہ کو بھی اے پردہ نشیں دیکھ لیا
جسطرف آنکھ اُٹھی تجھ تجکو وہیں دیکھ لیا

دشت و کہسار میں پھرنے کی تمنا نہ رہی
جب سے دل میں ہے تجھے ہمنے کہیں دیکھ لیا

آج کل حد سے زیادہ جو شگفتہ ہے بہار
اُس نے کیا ہنستے ہوئے تمکو کہیں دیکھ لیا

جو کبھی ہم کو ملا تھا شکم مادر میں
ہم نے آرام وہ ہی زیر زمیں دیکھ لیا

اپنے دل پر جو حقیقت کی نگاہیں ڈالیں
اے بتو تم سے بھی اک بڑھکے حسیں دیکھ لیا

ایک نالہ شب غم کرکے ہوا تو خاموش
حوصلہ ہم نے تیرا قلب حزیں دیکھ لیا

نہ دبی قبر کی سختی سے میری بے چینی
دفن بھی کرکے مجھے زیر زمیں دیکھ لیا

جہاں بندہ گیا پہونچا نہ فرشتہ بھی وہاں
سب نے یہ اُوج ترا خاکنشیں دیکھ لیا

طور پر تو نے گیا تھا جو کسی کو بیہوش
اُسکا انجام بھی اے پردہ نشیں دیکھ لیا

روح نازاں ہوئی جب خوش تجھے دیکھا ہمنے
جان نکلی جو تجھے چین بہ چین دیکھ لیا

دیر میں دیکھ لیا یا حرم کعبہ میں
پوچھتے کیوں ہو تمہیں ہمنے کہیں دیکھ لیا

تیرے اشعار سے جو حسن ٹپکتا ہے نیا
تو نے قربان کوئی آج حسیں دیکھ لیا

جب دل شیدا ہوا اک عارض پُر نور کا
رات دن رہنے لگا آنکھوں میں جلوہ طور کا

اِس طرح ٹپکا کیا ناسور دل کا ہم نشیں
جس طرح رِس رِس کے گرتا ہے عرق انگور کا

کیا تماشا ہو "انا المحبوب" میں کہنے لگوں
ہیں وہ سائل ہوں کہ مجکو مانگنا بھی عار ہے

پوچھنے بیٹھے ہیں مجھ سے حال وہ منصور کا
بے رستوں پر آئی لیلےٰ دلنوازی کے لئے

ہاتھ میں کاسہ نہ ہو جبتک سر پُرغرور کا
یاں تو دل بھی جل گیا حاصل نہ کچھ لیکن ہوا

رنگ لایا رفتہ رفتہ عشق اِک مزدور کا
جس نے دیکھا ہوگا دیکھا ہوگا جلوہ طور کا

صرف تجکو چاہتا ہوں تو جہاں بھی مل سکے
میں نہ جنت کا ہوں طالب اور نہ خواہاں حور کا

کوئی دیکھے تو یہ میری بے سروسامانیاں
پاس میرے کچھ نہیں ہے اور سفر ہے دور کا

مجھ میں اور زاہد میں اے قربان اتنا فرق ہے
میں پرستار حقیقت ہوں وہ شیدا حور کا

ابتو ٹھنڈا کچھ کلیجہ تیرا، قاتل ہوگیا
خاک پر بسمل تڑپ کر دیکھ غافل ہوگیا

وادیٔ الفت میں میرا یہ ہوا انجام کار
خاک ہو کر مٹتے مٹتے گرد منزل ہوگیا

قیس کے دل میں بھی لیلیٰ شوق سے رہنے لگی
رفتہ رفتہ اور ایک تیار محمل ہوگیا

غیر کے پہلو میں اُن کو دیکھ کر دل جلگیا
بنکے پروانہ نثار شمع محفل ہوگیا

دونوں پہلو ہوگئے آباد قسمت سے میری
میرے دل میں آکے تو اک دوسرا دل ہوگیا

خون جب ٹپکا سر مقتل شہید ناز کا
جو گرا قطرہ زمیں پر اک نیا دل ہوگیا

اُٹھکے پہلو سے جو میرے ہوگیا رخصت کوئی
دو گھڑی بھی مجکو جینا اپنا مشکل ہوگیا

بحر عصیاں میں سفینہ اب نظر آتا نہیں
ہوگیا وہ غرق یا ممنون ساحل ہوگیا

تیرے طالب راستے میں میل منزل ہوگئے
تھکے جو بیٹھا نشان کوس منزل ہوگیا

کہہ سکا اپنی نہ بے چارہ کسی کی سُن سکا
نام لیتے ہی تیرا قربان غافل ہوگیا

گرد و پیہ ابر بنکر چھایا غبار میرا
خورشید بنکے چمکا سنگ مزار میرا

آنکھیں تمہیں کو ہر سو ہر وقت ڈھونڈتی ہیں
ہے یاد میں تمہاری دل اشکبار میرا

غیروں نے آخر آخر بدظن انھیں بنایا
گو انکو اول اول تھا اعتبار میرا

آنکھوں سے چار آنسو نکلے ہیں جو شب غم
کیا کیا دل پریشاں ہے شرمسار میرا

بھر کر مجھے پلا دے، دو چار اور ساغر
کم ہو چلا ہے ساقی پھر کچھ خمار میرا

مجکو وہ پھر جلاتے یا ٹھوکریں لگاتے
رستے میں کاش اُن کے ہوتا مزار میرا

گلشن کا ذرہ ذرہ ہے پاسبان گلشن
گلچیں سمجھ کے دامن بچکے ہیں خار میرا

قربان کیوں نہ پہونچوں موج نسیم بنکر
گلشن میں کر رہے ہیں وہ انتظار میرا

کھلے ہیں گل اِدھر کیا کیا کھلے ہیں گل اُدھر کیا کیا

نیا ہیں رنگ لائے زخمِ دل زخمِ جگر کیا کیا
جلاتا ہے، مٹاتا ہے، ہنساتا ہے، رُلاتا ہے
ستم ڈھاتا ہے میرے دلپہ ظالم فتنہ گر کیا کیا
کہاں ہیں یاد دُنیا و عدم میں تھا جو کچھ دیکھا
تماشے تھے اِدہر کیا کیا کرشمے تھے اُدہر کیا کیا
وہ بزمِ ناز تھی اور اُسمیں کس کو کامیابی تھی
وہاں دیکھا مگر تو نے بتا اے نامہ بر کیا کیا
چھُری میں پھیر دوں اُس کے گلے پر کیا شبِ وعدہ
لہو کرتا ہے ارمانوں کا یہ مُرغِ سحر کیا کیا
کسی پر رازِ گورِ، موت کے ابتک نہیں ظاہر
کہ ہوتا ہے اِدہر کیا کیا کہ ہوتا ہے اُدہر کیا کیا
جہاں جائیں جدہر بیٹھیں ہمیں بدنام کرتی ہے
ہماری چشمِ تر کیا کیا تری کافر نظر کیا کیا
کوئی پر بند، کوئی ناتواں، کوئی بریدہ پر،
قفس میں بند ہیں صیاد کے بے بال و پر کیا کیا
مریضِ غم کی قسمت میں نہ لکھا تھا شفا پانا
نہیں تو نے دوائیں دی ہیں اُسکو چارہ گر کیا کیا
کلیجہ تھام لیتے ہیں کبھی اُٹھتے ہیں گھبرا کر
شبِ غم میرے نالوں کا ہے اُنپر بھی اثر کیا کیا
ابھی دُنیا میں آیا تھا، عدم کو جانیوالا ہے
ابھی درپیش ہے قرباں مسافر کو سفر کیا کیا

مزہ ہرگز ہمیں جبتک محبت میں نہیں آتا
کہ آنکھو نہیں ترے ڈورے مروت کا نہیں آتا
غزالانِ ختن آکر یہاں آنکھیں چڑھاتے ہیں
تمہیں تو پاس کچھ بھی میری تربت کا نہیں آتا
لگا ہیں حسنِ ظاہر کے فریبوں میں الجھتی ہیں
کبھی بینشِ نظر جلوہ حقیقت کا نہیں آتا

اگر دھونا ہی ہے مقصود میرے فردِ عصیاں کا
تو دریا جوش پر کیوں اُن کی رحمت کا نہیں آتا

یہاں تو روز ہی ہے اِک تماشہ طرفہ تر ہمدم
بتا۔ دن۔ کونسا دنیا میں حیرت کا نہیں آتا

مرے دل میں ہمیشہ آپ تو فتنہ اُٹھاتے ہیں
مزہ کیسدن مجھے روزِ قیامت کا نہیں آتا

نمک پاشی نہیں کرتا مرے زخمونپہ تو جبتک
مزہ مجکو کبھی دنکی جراحت کا نہیں آتا

مجازِ محض تک جنکی طلب محدود رہتی ہے
اُنھیں کچھ لطف دنیا میں حقیقت کا نہیں آتا

اُنھیں غربت میں رہکر کیوں خیال عیش آتا ہے۔
جنھیں عشرت میں قرباں دمبیان غربت کا نہیں آتا

دِل میں جو خدا تیرے دِکھائی نہیں دیتا
تو کور ہے کچھ تجکو سجھائی نہیں دیتا

جو آپ نہیں کرتے بڑا بننے کی کوشش
ہرگز بھی خدا اُن کو بڑائی نہیں دیتا

خود آنکھ سے عیب اپنے نظر آتے ہیں جسکو
اورون کو وہ زنہار بُرائی نہیں دیتا

آنکھوں کے ترے سامنے ہے ناحق و حق بھی
ہے عقل پہ پردہ کہ دکھائی نہیں دیتا

مولا ہے سہارا تو فقط ذات کا تیری۔
جُز تیرے کوئی مجکو دکھائی نہیں دیتا

دنیا ہے کہ یہ عرصۂ محشر ہے اِلٰہی
کیوں ساتھ یہاں بھائی کا بھائی نہیں دیتا

مصروف نوائے شب دیجور ہے قرباں
کیا نالہ تمہیں اُسکا سُنائی نہیں دیتا

میں ہُوں کشتہ تمہاری کاکل کا
مجکو سودا نہیں ہے سنبل کا

کیا نظر آگیا کوئی صیاد۔
بُلبلو کیا سبب ہے اِس گُل کا

عشق میرا۔ تمہارا ہے مشہور
جیسے دُنیا میں بُلبل و گُل کا

کچھ بتاتے نہیں ستم کا سبب
راز کھلتا نہیں تغافل کا

میرے دامن سے مِل گیا آخر
سلسلہ عشق کے تسلسل کا

کبھی میرے دل کا بھی راگ سنیں
سُننے والے ترانہ بلبل کا

خار ہر سو خزاں نے پھیلائے
اب چمن میں پتا نہیں گُل کا

مانگتے ہم نہیں کچھ اے قرباں
درس جب سے لیا توکل کا

گذرنے والا ہے قسمت میں اپنی ماجرا کیا کیا
بتا اے کاتبِ تقدیر تونے ہے لکھا کیا کیا

کبھی غم ہے کبھی راحت کبھی ماتم کبھی عشرت
زمانہ کی بدلتی رہتی ہے دم ہوا کیا کیا

نہ غنچوں کو ہے دل تنگی نہ بلبل کی غم آہنگی
چمن میں رنگ لائی ہے بہارِ دلکشا کیا کیا

ستایا اور تڑپایا، مٹایا اور ترسایا
مرے دلبر نہیں کی تو نے ایظالم جفا کیا کیا

میرے دلمیں ہے درد اور زخم پہلو میں کلیجہ میں
سناؤں آپکو میں دُکھ کا اپنے ماجرا کیا کیا

مسلسل اک خلش سینہ میں، دلمیں اک تپش پیہم
دیئے ہیں عشق تو نے مجکو درد لادوا کیا کیا

ہوئے۔ ناراض کیوں مجھسے بلا تحقیق اصلیت
خدا جانے عدو نے آپسے جاکر کہا کیا کیا

ہماری ایک حسرت بھی کبھی پوری نہیں ہوتی
اگرچہ کرتے رہتے ہیں ہم اُنسے التجا کیا کیا

نہ آئی نیند آئی بھی تو وہ آئے تصور میں
دیا قرباںؔ شبِ فرقت نے بھی ہمکو مزا کیا کیا

اپنا بنا کے مجھکو بھلایا یہ کیا کیا
دل لیکے پھر نظر سے گرایا یہ کیا کیا

عاشق کو تم نے اپنے ستایا یہ کیا کیا
جو رو رہا تھا اُسکو رولایا یہ کیا کیا

اپنا نہ تمنے مجکو بنایا یہ کیا کیا
جلوہ نہ ایک روز دکھایا یہ کیا کیا

تربت پر آج مار کے ٹھوکر خرامِ ناز
سوتے ہوئے کو تو نے جگایا یہ کیا کیا

کیا یہ خبر نہ تھی کہ اسی میں مقیم ہو
دلکا مکان تم نے ہلایا یہ کیا کیا

اب ہے ہر اک نگاہ میں حسرت جمال کی
موسیٰ کو تم نے جلوہ دکھایا یہ کیا کیا

یہ سجدہ گاہِ اہلِ وفا تھی جہان میں
میری لحد کو تمنے مٹایا یہ کیا کیا

مجکو تو اعتبار تھا پیمانِ وصل پر
وعدہ پہ اپنے تو جو نہ آیا یہ کیا کیا

قرباںؔ رہا تو بندہ بتوں کا تمام عمر
یادِ خدا میں سر نہ جھکایا یہ کیا کیا

پایا وہیں خیال ہمارا جدھر گیا
دل میں سماکے کوئی نگاہوں میں بھر گیا

پھینکا جو تم نے تیر جگر سے گذر گیا
پروردۂ نگاہ بڑا کام کر گیا

دل میں سمومِ غم تو ہمیشہ چلی مگر
جھونکا خوشی کا کوئی جو آیا گذر گیا

بیٹھا ہوں انتظار میں لائے جواب خط
کیا میرے ہاتھ سے بھی مرا نامہ بر گیا

ساقی نے کس نگاہ سے دیکھا یہ کیا ہوا
جتنا تھا نشہ سر میں ہمارے اُتر گیا

دینے لگے وہ ضبط کے طعنے نئے نئے
میں اُنکے سامنے جو کبھی چشم تر گیا

آنیکا، اوسکے اور نہ جانیکا کچھ اصول
آیا نہ وقتِ شام نہ وقتِ سحر گیا
وہ شام وعدہ آگئے گیسو سنوار کے
معلوم شد کہ آج مقدر سنور گیا

آنکھیں ترس گئیں، نہ میسر ہوا جمال
قربان روتے روتے زمانہ گذر گیا

میرا سینہ ظالم ترے کوچہ کی زمیں ہوتا
تو ترا نقشِ پا اس میں یقیناً دلنشیں ہوتا
تجھے کچھ بھی جو میرا درد اے پردہ نشیں ہوتا
تری فرقت میں اتنا میں نہ پھر اندوہ گیں ہوتا
تری تصویر کھنچ جاتی لحد میں ساتھ لیجاتا
میری آنکھوں کے آگے تو جو وقتِ واپسیں ہوتا
بہت کی میں نے تدبیریں بہت منت سماجت کی
کسی صورت سے وہ ظالم کبھی راضی نہیں ہوتا
عدو نے مل کے آخر کی دغا یہ ہی قصور اپنا
نہ اس کو منھ لگاتے ہم نہ مارِ آستیں ہوتا
تجھے جب دیکھئے حور و نکا ذکر و فکر ہے واعظ
یہاں کیوں آگیا تو کاش خلدِ بریں ہوتا
خجل جب سے ہوا ہے آپکے پُر نور چہرے سے
نہیں اب آشکارا چرخ پر ماہِ مبیں ہوتا
خدا جو چاہتا ہے بس وہی ہوتا ہے دنیا میں
جو بندہ چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا نہیں ہوتا

یہ تیری خاک سامانی، یہ تیری خانہ ویرانی
مناسب تھا اگر قربان تو صحرا نشیں ہوتا

جان لیگا مگر نہ چھوڑے گا
ہائے یہ چارہ گر نہ چھوڑے گا
دیکھ لیگا اگر کہیں صیاد
تو مجھے دیکھ کر نہ چھوڑے گا
نازپرواز پر ہے کیوں بلبل
ترا صیاد پر نہ چھوڑے گا
اُنکی مژگاں کا تیر جب چھوٹا
سینے میں دل جگر نہ چھوڑے گا
مری جبتک دُعا نہ ہوگی قبول
رنگ اپنا اثر نہ چھوڑے گا
نہ ملے گی تجھے کوئی عزت
جبتک اپنا تو گھر نہ چھوڑے گا
کیا نہ ہوگا ابھی ہدف سینہ
کیا وہ تیر نظر نہ چھوڑے گا
مُرغِ مسجد ضرور دیگا اذاں
کبھی بانگِ سحر نہ چھوڑے گا

ہو گی پانی سب آبرو قربان
بادہ نوشی اگر نہ چھوڑے گا

عدو کے واسطے کیوں سوگوار ہونا تھا
اسے تو موت کا اکدن شکار ہونا تھا

زہے نصیب ہمیں بادہ خوار ہونا تھا
جنابِ شیخ کو پرہیزگار ہونا تھا

مجھے خزاں کا گلہ عندلیب ناحق ہے
کہ انقلاب جہانِ بہار ہونا تھا

ہماری جان ہے نکلی تمہارے کوچہ میں
تمہاری راہ میں اپنا مزار ہونا تھا

بنا ہے خاک سے انسان جب تو اے ہمدم
ضرور اُسکے لئے خاکسار ہونا تھا

فضول رندوں میں تو آکے گھر گیا اے شیخ
تجھے تو واقفِ انجام کار ہونا تھا

غرور کرتا پھرا تو زمین پر اے انسان
خبر نہ تھی تجھے زیرِ مزار ہونا تھا

نہ اختیار ہے تجھپر نہ موت پر ہم کو
کسی تو بات پہ کچھ اختیار ہونا تھا

چھپا کے اپنے جگر کو کہاں میں لیجاتا
تمہارا تیر کلیجے کے پار ہونا تھا

یہ میرے ناخنِ وحشت نہ کسطرح بڑھتے
کہ پیرہن کو مرے تار تار ہونا تھا

گناہ کیسے نہ **قربان** میں بھلا کرتا
خدا کے رحم کا امیدوار ہونا تھا

کبھی مجکو اپنا بنایا تو ہوتا
مجھے رازِ الفت بتایا تو ہوتا

پڑا سو رہا ہوں میں غفلت میں کب سے
مجھے آکے تم نے جگایا تو ہوتا

عدو کی حقیقت تو کچھ تجھپہ کھلتی
کسی دن اُسے آزمایا تو ہوتا

شبِ غم کسی نے خبر لی نہ میری
اجل ہو کہ تم کوئی آیا تو ہوتا

جگہ دیتے ہم اُس کو دیدہ جگر میں
کوئی تیر تم نے چلایا تو ہوتا

مری بے خودی دیکھنی تھی تو ساقی
مجھے ایک ساغر پلایا تو ہوتا

ستانے کا ہم کو گلہ تم سے کیا تھا
مگر قاعدے سے ستایا تو ہوتا

تبسم سے اپنے مرے زخمِ دل پر
نمک پاش ہو کر ہنسایا تو ہوتا

چلا باعِ ہستی سے **قربان احمد**
ابھی کچھ دنوں جیجایا تو ہوتا

سکھائے جور و ستم جب تمہیں عدو کرنا
تو مجھ سے اور محبت کی گفتگو کرنا

تری جو بات ہے ایدل نئی ہے دنیا میں
جو بن نہ آئے کسی سے وہ آرزو کرنا

کھلی رہیگی دعا کیلئے زباں اُن کی
ہمارے زخمِ جگر کو نہ تو رفو کرنا

پیامبر نے بہت مختصر یہ نامۂ شوق
ملیں جو اُن سے زبانی بھی گفتگو کرنا

تمام عمر کٹی اپنی نامرادی میں ۷
نہیں تو آیا نہ قربان آرزو کرنا

تمہارا تیر شاید ہی دلِ بسمل سے نکلیگا
جو نکلا بھی تو دم لیکر بڑی مشکل سے نکلیگا

تحرک شمع رو یہ سب فدا ہو جائینگے تجھ پر
کوئی زندہ نہ پروانہ تری محفل سے نکلیگا

مرے ارمان جتنے ہیں وہ جز و دل میں سب ظالم
مرا ارماں نہ ہوگا وہ جو تیرے دل سے نکلیگا

نگاہوں میں تری لے قیس بارِ ناتوانی ہے
تیرا تیر نظر کیا پار اب محمل سے نکلیگا

اگر آجائیگا صرف ایک جھونکا بادِ رحمت کا
سفینہ میرے عصیاں کا لبِ ساحل سے نکلیگا

چھری رُک رُک کے چلتی ہے برا ہو سخت جانی کا
یہی حالت رہی تو کام کیا قاتل سے نکلیگا

جسے تو ڈھونڈتا پھرتا ہے وہ تو ہے تیرے دل میں
نتیجہ شیخ کیا تحصیلِ لاحاصل سے نکلیگا

نکالیں تو سنتے آئے ہیں دنیا کی منزلے
اُسے سمجھینگے ہم جو عشق کی منزل سے نکلیگا

گریگا برق بنکر خانۂ صیاد پر قربان
قیامت ہوگا وہ نالہ جو میرے دل سے نکلیگا

عشق کا ایدل تجھے پھر کچھ مزا آجائے گا
میرے قابو میں اگر وہ بیوفا آجائیگا

میرے پہلو میں جو وہ رنگی قبا آجائیگا
ہاتھ لپٹے پھر تو ایدل مدعا آجائیگا

کچھ ہمیں بھی آشنائی کا مزا آجائیگا
آشنا بنکر اگر نا آشنا آجائیگا

روز وصل آئے تو دم ہونے تو نے اسکا کرم
رفتہ رفتہ تجھکو ایدل حوصلا آجائیگا

ٹھوکروں سے وہ کریگا کیا قیامت خیزیاں
میری تربت پر اگر نا آشنا آجائیگا

کیا کسی سے پوچھنا اُسکا کہ آئے تو شباب
خود بخود ہی آپکو درس ادا آجائیگا

خونِ بسمل کا کوئی دھبہ اگر لگ جائیگا
خود ہی دستِ نازنیں رنگِ حنا آجائیگا

خودکشی کرتا دلِ نافہم ہے بے دانشی
وقت آئے گا تو پیغامِ قضا آجائیگا

آپ وہ تکلیف میں آنے لگے گا مجکو یاد
لب پہ میرے مرتے دم نام آشنا آجائیگا

تو خدا کو بھول بیٹھا اپنے طوفاں میں اگر
ناخدا، خود بنکے سیلابِ فنا آجائیگا

یاد اگر اُس کو کیا قربان راہِ عشق میں
تو خدا کا فضل بنکر ناخدا آجائیگا

مری قسمت میں لکھا تھا تیرا بیمار ہو جانا
اُٹھا کے درد پیہم خوگرِ آزار ہو جانا

لگادی ہو خدا نے جسکے دل پر مہر غفلت کی
نہیں ممکن ہے اُنکا خواب سے ہشیار ہوجانا

وہ تیرا بیٹھنا پردے میں چھپکر سو اداؤں سے
وہ رسوا تیرے عاشق کا سر بازار ہوجانا

بچانا تھا مقدر کو تو کیوں اس راہ میں لاتا
میری قسمت میں تھا وارفتۂ رفتار ہوجانا

کسی کا جلوہ دیکھا وہ بھی بام طور پر جاکر
کوئی موسیٰ سے سیکھے طالب دیدار ہوجانا

مہک کر قلب عاشق میں کھٹکتا چشم عاشق میں
بڑی حسرت ہے گل ہو کر کسی کا خار ہوجانا

سمجھتا ہو وہ ظالم اب عدو کو جاں نثار اپنا
مناسب ہو ہمیں اب جان سے بیزار ہوجانا

عدو کا کام سنکر امتحاں کا نام رد دینا
ہمارا کام وقت امتحاں تیار ہوجانا

بلائیں سر پہ لیں اک روز گیسو آپکے چھو کر
میری قسمت میں ہی لکھا تھا تیرہ کار ہوجانا

وہ میرا اعتبار اور وہ کسی کے وصل کے وعدے
کبھی اقرار ہوجانا کبھی انکار ہوجانا

کسیکو دیکھنے گھبرا کے اُنکا بام پر آنا
کسی کا دیکھکر فوراً پس دیوار ہوجانا

خزاں جاتی نہیں فصل بہاری میں بھی گلشن سے
علامت چشم نرگس کا ہے یہ بیمار ہوجانا

ابھی **قربان** دیکھا کیا ہے آکر تو نے دنیا میں
جوانی میں ہے وجہ غم تیرا بیمار ہوجانا

کوئی پوچھے جو بعد قتل کچھ کہکر مکر جانا
تم اپنا کام کرنا چین کرنا اپنے گھر جانا

مجھے جس طرح دل لیکر یہاں مکرا رہے تم
خدا کے سامنے بھی ایکدن یوں ہی مکر جانا

بجز گیسو کے تیرے اور آتا ہی یہاں کس کو
سنور کر پھر بکڑ جانا بگڑ کر پھر سنور جانا

لگائے بے تحاشا تیر لیکن بے خبر ہو کر
نہ تم نے حال دل جانا نہ کچھ حال جگر جانا

حقیقت بعد میں ہم پر کھلی ہے تیری ایظالم
دگرنا عیب کو بھی ہم نے تھا سمجھے ہنر جانا

مگر کس طرح تم بھی تو سراک جا پھرتے رہتے ہو۔
یہاں جانا وہاں جانا ادھر جانا اودھر جانا

اُنھیں جاتا جو دیکھا گور سے عبرت یہ چلائی
ذرا اے جانیوالے اس طرف آنا اِدھر جانا

مہارت کرلے اے انسان پیدا ظلمت شب کی
اندھیرا قبر میں ہوگا وہاں جاکر نہ ڈر جانا

یہ وہ طوفان ہے نکلا تھا جس سے نوح کا طوفان
نہیں ممکن ہے بحر عشق کا چڑھکر اُتر جانا

قفس میں یاد ہیں بے چارگی کے اپنے وہ دن بھی
کسی کا نوچنا کلیاں کسی کا پر کتر جانا

رہے **قربان** مرکر بھی تمہارا نام دُنیا میں
نمایاں کام ایسا زندگی میں کوئی کر جانا

اسیرِ زلف دل ہو کر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا
کوئی اس دام میں پھنس کر نہ نکلا ہے نہ نکلیگا

بھلا ایسے لذتِ درد اسکا دامن چھوڑ سکتی ہے
رگِ جاں سے ترا خنجر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

وہ کہتے ہیں مجھے تاکید ہے کیوں پردہ کرینگی
کبھی ماہی میں چھپکر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

عبث ارمان اور حسرت سے ایدل تجکو کاوش ہے
یہ ڈیرا ڈالکر شکر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

ہمیشہ اُنکے کوچہ سے ملی ہے نامرادی ہی
کوئی بھی سرخرو ہو کر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

چھپو یا دل میں جب تو نے وہ جزوِ دل ہوا جاکر
کبھی دل سے ترا نشتر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

اسی کے واسطے تھی صرف تعمیرِ مکانِ دل
تیرا غم قلب میں بس کر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

ترا گھر رفتہ رفتہ بنگیا عشاق کی دُنیا
اور اپنے گھر سے تو باہر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

رہے گا پائے وحشت حشر تک **قربان** گردنمیں
تری قسمت سے یہ چکر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا

دی زندگی کسی کو، کسی کو مٹا دیا
قدرت نے انقلاب کا نقشہ دکھا دیا

موسیٰ کے ضبط و ہوش کو آخر جلا دیا
بے پردہ ہو کے اپنا جو جلوہ دکھا دیا

یہ کس نے دیدیا رانی کا مجھے جواب
آواز کس کی آئی کہ پردہ اُٹھا دیا

اے برقِ حسن چوٹ تری لب سہے کا کون؟
کیوں دل کے ساتھ میرا جگر بھی جلا دیا

راز و نیاز بلبل و گل دیکھ دیکھ کر
غنچہ سے ضبط ہو نہ سکا مسکرا دیا

غنچہ دہن کے لب پہ تبسم جو آگیا
زخموں کو اُسنے دل کے مرے گدگدا دیا

آتی ہے جان لینے کو اکثر شبِ فراق
اس موت کو ہے کس نے میرا گھر بتا دیا

محشر میں تیری خاک شکایت کرینگے ہم
پہلے ہی تو نے قفل لبوں پر لگا دیا

مارا بھی بت نے ہمکو تو مارا حرام موت
شمشیر کے بغیر ہی خنجر چلا دیا

مجکو عدم میں جاکے بھی آیا نہ ہوش کچھ
ساقی یہ تو نے کیسا پیالہ پلا دیا

کل تک تھا جو عزیز، عزیزوں نے بعدِ مرگ
مٹی میں اپنے ہاتھ سے اُسکو دبا دیا

کوچہ میں اُسکے جب کبھی پہونچا میں ناتواں
تنکا سمجھ کے مجکو ہوا نے اُڑا دیا

اُستاد کے کرم سے ہُوں سرمایہ دارِ فکر
قربان غریب نے مجھے سلطاں بنا دیا

ساتھ تیرے اے شبِ غم موت کا سامان تھا
دیکھتے ہی دیکھتے میں دفعتاً بے جان تھا

دیکھکر صورت تری بہزاد بھی حیران تھا
گو مصور تھا مگر اک پیکرِ بے جان تھا

جس جگہ جانیسے جلتے تھے فرشتوں کے بھی پَر
بار یاب اُس جلوہ گاہِ ناز میں انسان تھا

گور میں تنہا نہ تھا۔ میں یعنی میرے ساتھ دفن
میری حسرت تھی تمنا تھی ترا ارمان تھا

آنسوؤں نے میرے اُسکی دہر میں تصدیق کی
ورنہ اِک قصّہ کتابی نوحؑ کا طوفان تھا

انقلاب آئے گلستاں میں خزاں کے ہاتھ سے
کل جسے شاداب دیکھا آج وہ ویران تھا

تیغ نے بخشی تری ہمکو سبکباری بہت
ہم کو اپنا سر حقیقت میں وبالِ جان تھا

غیر کو در پر بٹھایا پاسبانی کے لئے
کیا نہ سمجھے تھے۔ کہ رعبِ حسن خود دربان تھا

خاک بستر۔ ایک چادر، ایک بوسیدہ کفن
ساتھ تربت میں فقط اپنے یہی سامان تھا

مفلسی نے ہائے اُسکو کر دیا اب کھو کھلا
ورنہ اک گنجِ گرانمایہ یہ ہندوستان تھا

رازِ الفت فاش کرتا کب تھی یہ میری مجال
یہ عدو کا افترا تھا، غیر کا بہتان تھا

تو نے جو قربان کو مارا دہ تو عاشق تھا ترا
تیرے انداز و ادا پر جان سے قربان تھا

میرے ہی سوزِ دلکا دھواں ہے چھا ہوا
ابرِ سیاہ جو ہے فلک پر گھرا ہوا

دُنیا خفا ہوئی جو وہ مجھ سے خفا ہوا
راضی ہوا جہان جو راضی خدا ہوا

تو نے پلائی کیسی دوا چارہ گر ہمیں
اس سے تو درد اور ہمارا سوا ہوا

تو آ، کہ میری خاک ٹھکانے لگے کہیں
ہے تیرے انتظار میں لاشہ پڑا ہوا

بھٹکے ہوئے ہیں کوچۂ گیسو میں راتدن
منزل کا کیا پتہ کہ غلط راستہ ہوا

آئے دوا نہ پائی کہ بیمار چل بسا
رکھا رہا طبیب کا نسخہ لکھا ہوا

جو کچھ ہوا وہ حکم سے تیرے ہوا یہاں
اچھا ہوا جہاں میں کہ مجھ سے برا ہوا

بندے تھے جسکے اسکی نوازش ہوئی ضرور
ہم سے جو بُت خفا ہوئے راضی خدا ہوا

رُسوائی میری کرنہ قیامت جہان میں
مردہ عبث اُکھاڑتی ہے تو دبا ہوا

صیاد کی نظر میں ہے گلچیں کی آنکھ میں
جو پھول گلکدہ میں ہے کوئی کھلا ہوا

اے عندلیب پردۂ گل پر نہ ناز کر
صیاد بھی ہے تاک میں بیٹھا چھپا ہوا

شاید ملا ہے خونِ عدو آج اسمیں کچھ
پھینکا جو تیرا رنگ یہ در دِ حنا ہوا

غم تیرا۔ ساتھ ساتھ رہا جیتے جی مرے
اک لمحہ کیلئے نہ یہ مجھسے جُدا ہوا

محشر میں داد دادرِ محشر نے دی نہ کچھ۔ ہم کیا بھر کے آئے یہاں اور کیا ہوا
ہرگز متاعِ غیر پہ قرباں نظر نہ کر
کافی ہے تیرے پاس خدا کا دیا ہوا

کیا یہ تو نے مجھ سے بے مروت ہو نہیں سکتا
میں کر کے بیوفائی ننگِ الفت ہو نہیں سکتا

نہ آیا ایک بھی آنسو جنازہ میرا جب نکلا
ہو دشمن بھی تو ایسا وقتِ رخصت ہو نہیں سکتا

بہت ہی مختصر ہے دن کہانی طول ہے اپنی
ہمارا فیصلہ روزِ قیامت ہو نہیں سکتا

زباں کو روک دو گے تو ربابِ دل صدا دیگا
کسی سے بند یہ بابِ اجابت ہو نہیں سکتا

بتوں کو چھوڑ دیں اے شیخ ہم خوردوں کے لالچ میں
کبھی ہم سے تو یہ حضرت سلامت ہو نہیں سکتا

یہ ہوتا داستانِ عشق کا اک کتبۂ ناطق
غضب ہے دل ہمارا لوحِ تربت ہو نہیں سکتا

لگا دی ہاتھ رکھ کر منہ پہ اُسنے مہرِ خاموشی
زباں سے میری اظہارِ محبت ہو نہیں سکتا

اُڑائی ہو نہ جسنے خاک کچھ دن تیرے کوچہ میں
کبھی وہ مستحق باغِ جنت ہو نہیں سکتا

خدا ہی ساتھ دیگا آئی آفت گر جو اے قرباں
رفیق اپنا کوئی وقتِ مصیبت ہو نہیں سکتا

خوب آئی بہار کیا کہنا
اب چمن کے نکھار کیا کہنا

رُوح میں میکدے کھلے لاکھوں
نغمۂ خوشگوار کیا کہنا

آپ جس بات کو نہیں سُنتے
اُس کا پھر بار بار کیا کہنا

وہ ہوں اور ایک لمحۂ فرصت
ہے ہو اور جو نہ یار کیا کہنا

اپنے ہاتھوں سے خود اُکھاڑ دیا
میرا شبگ مزار کیا کہنا

کاٹ دی رات آنکھوں آنکھوں میں
دیدۂ انتظار کیا کہنا

اپنے مجنوں کو گرد میں دا با۔
واہ عمل سوار کیا کہنا

خوب بدلے لیے ہیں تربت نے
کیا دیا ہے فشار کیا کہنا

ساتھ لیکر عدو کو پھرتے ہو
گل کی ہمراہ خار کیا کہنا

کر دئے خم کے خم خالی
تیرا اے بادہ خوار کیا کہنا

تو نے وعدہ کیا کچھ اس ڈھب سے
آگیا اعتبار کیا کہنا

ناوکِ یار آفریں تجھ کو
ہو گیا دل کے پار کیا کہنا

کلفتیں سب خزاں کی دور ہوئیں | اے نشاطِ بہار کیا کہنا
جیب و دامن کو تو نے اے وحشت | کر دیا تار تار کیا کہنا
تم نے قربان پردے پردے میں
خوب کھیلا شکار کیا کہنا

اثر کرنے لگی تقدیر اُلٹا | زباں کو بھی میری تقدیر اُلٹا
جو مارا۔ آہ کے ترکش سے اُن پر | لگا دلمیں وہ میرے تیر اُلٹا
گرہ قسمت کی میری کیا کھلے گی | چلا ہے ناخنِ تدبیر اُلٹا
زمیں پر خونِ حسرت کا گریگا | یہ کیوں لٹکا دیا نخچیر اُلٹا
قلم اُلٹا تھا یا تقدیر اُلٹی | دکھاتی ہے اثر تحریر اُلٹا
تری آنکھیں رہیں دلکی ہی جانب | بہت ہم نے رُخِ تصویر اُلٹا
چلا دشمن پہ پہونچا میرے دلمیں | لگایا تم نے کیسا تیر اُلٹا
یہی حسرت رہی نالوں کو میرے | کبھی تجکو نہ چرخِ پیر اُلٹا
ہوئی اُلٹی ہر اک تدبیر قربان
کہ لکھا تھا خطِ تقدیر اُلٹا

ہر ایک ارادہ رہا ناکام ہمارا | اچھا نہ ہوا عشق میں انجام ہمارا
اب رات کو ہے چین نہ دن کو ہمیں راحت | کیوں چھین لیا آپ نے آرام ہمارا
ڈھلتی ہوئی اب دھوپ ہے افسانۂ ہستی | خورشیدِ حیات اب ہے لبِ بام ہمارا
قاصد نے ہمیں دیدیا دھوکے میں خط اُسکا | تقدیر سے تھا غیر بھی ہمنام ہمارا
مرتے ہی گئے بھول ہمیں واہ رے الفت | اب یاد کسی کو نہ رہا نام ہمارا
کچھ اور خصوصیت ہستی نہ تھی ہم میں | ہاں عشق سے دُنیا میں رہا نام ہمارا
اب تنگ بتوں سے ہے بہت تیری خدائی | لیجائے خدا تک کوئی پیغام ہمارا
جو چاہے وہ دے زور نہیں اُسکی عطا پر | تکلیف ہماری ہے نہ آرام ہمارا
کیا عشق میں اب سعیٔ وفا کیجے قربان
مایوس بہت ہے دلِ ناکام ہمارا

تیرے کوچہ میں جو سودائی کوئی آجائیگا | پھاڑ کر اپنا گریباں سوئے صحرا جائیگا

رفتہ رفتہ جانِ مضطر کو سکوں آجائیگا
بیکلی کم ہوگی جتنا درد بڑھتا جائیگا

دلفریبی کھینچتی ہر دہر کی اپنی طرف
پھر بھی دامانِ عدم ہمسے نہ چھوڑا جائیگا

یہ ہجومِ غم یہ ہنگامہ ملال و یاس کا
دلمیں جو ارمان آئیگا وہ کچلا جائیگا

ذرہ ذرہ خاکِ صحرا کا بنیگا شکلِ یار
دیوانے اے مجنوں جو تیرا سوئے صحرا جائیگا

یہ مریضِ عشق ہے اچھا کبھی ہوتا نہیں
ہو کے شرمندہ یہاں سے تو مسیحا جائیگا

تو نے بے تابی بڑھادی اور آکر نزع میں
تیرا کشتہ قبر میں بھی اب تڑپتا جائیگا

بختِ خفتہ جاگ اُٹھے گا تیرے دیدار سے
خواب میں بھی تو اگر میرے کبھی آجائیگا

تجھکو اے قربان نہ ہوگا وصل اُس بُت کا نصیب
ساتھ لیکر قبر میں تو یہ تمنا جائے گا۔

خیالِ یار تو ہی رسم کرتڑپا نہیں جاتا
کہ اُن سے تو شبِ وعدہ یہاں آیا نہیں جاتا

جسے ہو آرزو۔ اُنکی وہ جائے اُن کے کوچہ میں
کبھی پیاسے کی جانب خود بخود دریا نہیں جاتا

جھپک جاتی ہیں آنکھیں اُنکی جلووں کی شعاعوں سے
نہیں خورشید وہ۔ اُنکو مگر دیکھا نہیں جاتا

ہمارا جانا۔ آنا کسطرح ہو بزمِ جاناں میں
کہ اب مدت سے نامہ بھی نہیں آتا نہیں جاتا

عدو کی ساتھ آتا ہے عدو کی ساتھ جاتا ہے
کبھی تنہا نہیں آتا کبھی تنہا نہیں جاتا

یہ کثرتِ ضعف کی ہے۔ اب یہ بیمار کی حالت
کہ ابتو درد سے بھی شامِ غم اُٹھا نہیں جاتا

ہوا بدنام گھر چھوٹا رہا صحرا نشیں ہو کر
مگر مجنوں کے دل سے دیوانِ لیلیٰ کا نہیں جاتا

کسی کے حال پر کیا دیکھکر حسرت کریں ایدل
خود اپنا حال اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں جاتا

بہت تدبیریں کی قربان کروڑوں جتن لاکھوں
خیالِ اُنکا مگر دل سے نہیں جاتا نہیں جاتا

آپ کو محفلِ اغیار میں کیا دیکھا
آپ نے بھی مرا دل اور کلیجا دیکھا

اپنی ہستی میں تجھے انجمن آرا دیکھا
جب نہ اُٹھتے ہوئے یہ ظاہری پردا دیکھا

باغِ عالم میں نیا روز تماشہ دیکھا
ایک ہنگامہ بہار اور خزاں کا دیکھا

جاکے ہم بزم میں سو بار اُنھیں دیکھ آئے کلیم
طور پر آپ گئے تھے تو وہاں کیا دیکھا

سوکھتے ہم نے سمندر کو تو دیکھا اکثر
خشک ہوتے نہ کبھی عشق کا دریا دیکھا

وہ بھی تو بھول گئی یاد ہمارے گھر کی
موت کا ہم نے بہت ہجر میں رستہ دیکھا

دل سے آواز نمودار ہوئی مثلِ جرس
قیس نے دور سے جب ناقۂ لیلےٰ دیکھا

مثلِ یعقوب نہیں کھولتی آنکھیں اپنی
آج کیا خواب بتا تو نے زلیخا دیکھا

حسن افسانہ و تشہیر کا پابند نہیں
اسے سو پردوں میں ہوتے ہوئے رسوا دیکھا

چُن لیا اُن کی محبت کی نگاہوں نے اُسے
دل میں جب کوئی کھٹکتا ہوا کانٹا دیکھا

کیا گلہ کیجیے اغیار کی خود غرضی کا
ہم نے اپنوں کو بھی دنیا میں نہ اپنا دیکھا

جو مٹے عشق میں پھر اُن کا اُبھرنا کیسا۔
خاکِ قرباں سے اُٹھتے نہ بگولا دیکھا

وہ قتل کر کے سر بگریباں ضرور تھا
منموم تھا ضرور پشیماں ضرور تھا

اے قیس گو وجود عبث تھا ترا مگر۔
آباد تیرے دم سے بیاباں ضرور تھا

وحشت میں میرے ہاتھ نہ خالی کبھی رہے
دامن نہ تھا اگر تو گریباں ضرور تھا

حیرت گہِ جہان کا میں بھولا ہوں رنگ ڈھنگ
اتنا ہے صرف یاد کہ حیراں ضرور تھا

خلوت میں اپنی تھا میں اکیلا شبِ فراق
دل میں ہجومِ حسرت و حرماں ضرور تھا

سینے میں تا بہ عمر ہمیشہ خلش رہی۔
پہلو میں دل نہ تھا تیرِ پیکاں ضرور تھا

کچھ داغ کے چراغ تھے کچھ حسرتوں کی خاک
تربت میں اپنے ساتھ یہ ساماں ضرور تھا

عظمت نہ کیوں نگاہ میں ہو قیسِ نجد کی
وحشی وہ تھا نہ تھا مگر انساں ضرور تھا

داغوں کی روشنی ہو کہ ہو جگنوؤں کا فیض۔
قرباں مری لحد پہ چراغاں ضرور تھا

دہر میں تم بھی وشوار ہے انساں ہونا
خود ہی کرنا ستم اور خود ہی پشیماں ہونا

نفس جب ملتا ہے کرتے ہیں معاصی یہ بھی
ہے فرشتوں کو بھی مشکل بہت انساں ہونا

آنکھ کھولی تو ہے اے پیکرِ خاکی تو نے
دیکھکر رونقِ دُنیا کو نہ حیراں ہونا

تجھے الزام میں دیتا نہیں اے دستِ جنوں
میری تقدیر میں تھا بے سر و ساماں ہونا

دیر ہوتی ہے چلے آؤ ذرا لاشہ پر
دفن ہو لوں تو پھر۔ آرامتے اے جاں ہونا

آگئی موت اور آپ آتے رہے تیغ بکف
میری قسمت میں نہ تھا آپکا احساں ہونا

منزلِ عشق میں تم گرمیِ ہمراہ رہو
راہِ اُلفت کا بہت سہل ہے آساں ہونا

غیر کی آنے نہ دیتا میں کبھی پاس ہوا
ہوتا قسمت میں اگر تیرا نگہباں ہونا

عشق صادق ہے جنہیں اُنکی یہ ہی صورت ہے
دیکھکر شکل کو قرباں کی نہ حیراں ہونا

ایک دن پر باد تیرا آشیاں ہو جائیگا
عندلیب خستہ دل نذر خزاں ہو جائیگا

جب کروگے غور تم میری وفائے عشق پر
میری الفت کا نتیجہ خود عیاں ہو جائیگا

قتل کردوں غیر کو میں تو بہ آسانی ابھی
میری جانب سے مگر وہ بدگماں ہو جائیگا

داستاں اپنی سنائے جب میں بیٹھوں گا کبھی
ہے یقیں مجکو عدو بھی ہمزباں ہو جائیگا

جب دھواں اُٹھے گا میرے سینہ پُر سوز سے
آسماں اک روز زیر آسماں ہو جائیگا

میں تو گھلکر آہ بھی کرتا نہیں اس خوف سے
آشکار اغیار پہ سوز نہاں ہو جائیگا

اپنی بربادی کی ہم نے جب کبھی فریاد کی
پتہ پتہ گلستاں کا آشیاں ہو جائیگا

نیت صیاد ہے مدت سے میری گھات میں
ایکدن ویران میرا آشیاں ہو جائیگا

یاد کرتے کرتے ملے قربان اُس بے مہر کی
ختم یوں ہی لیتے لیتے ہچکیاں ہو جائیگا

ایک نئی ٹیس اُٹھی تو جو ہمیں یاد آیا
پھر نہ قابو میں ہمارے دل ناشاد آیا

مجھسے کہتے ہیں نہ بولونگا کبھی پھر تجھ سے
اب زباں پر جو تیری شکوۂ بیداد آیا

ایکے کچھ۔ اور ہی عالم ہے تکلم کا مرے
یوں تو جنبش میں ہے اکثر لب فریاد آیا

جان بھی ڈالدے یہ پیکر تصویر میں کاش
کھینچنے کو تری تصویر ہے بہزاد آیا

تیری جنت ہے مگر تو ہے کسی اور کی ملک
یہ ترے واہیان میں اُسوقت نہ شداد آیا

آج بھی ہم یوں ہی ناکام چلے مقتل سے
نہ وہ آئے نہ اجل آئی۔ نہ جلاد آیا

اپنی کہتا ہے وہ سنتا نہیں میری لیکن
کس ستمگر پہ الٰہی دل ناشاد آیا

ساری دنیا میں ہوئے میرے فسانہ مشہور
رحم تجھکو نہ مگر بانیٔ بیداد آیا

حشر یاران چمن میں ہوا برپا قرباں
لیکے گلشن میں قفس جب میرا صیاد آیا

اب کیا کروں کہ میں کسی قابل نہیں رہا
دل مانگتے ہیں پہلو میں جب دل نہیں رہا

آنکھیں ملا کے ہائے مجھے قتل کر دیا
انسانیت کا پاس بھی قاتل نہیں رہا

لیلیٰ اسی میں بیٹھکے کر سیر روز حشر
باقی ہے چشم قیس جو محمل نہیں رہا

کہا کہا کے رنج اور الم ہو گیا خفیف
پہلا سا میرے پہلو میں اب دل نہیں رہا

تیرے فراق نے مجھے بے خود کیا مگر
اس بیخودی میں تجھ سے میں غافل نہیں رہا

تعریف بجلیوں کی جو کرتے ہیں آج آپ
دُنیا میں کیا کوئی دلِ بسمل نہیں رہا

مشکل سے میرے سامنے آگر جمے رقیب
مغرورِ حق کے سامنے باطل نہیں رہا

بے پوچھے ہم نے عشق میں کیوں کہدیا قدم
کچھ بھی خیالِ وسعتِ منزل نہیں رہا

پتھر ہے طورِ جسپہ تجلی ہے یار کی
قربان تیرے پہلو میں کیا دل نہیں رہا

میری تشخیصِ مرض سے دنگ جالینوس تھا
مر گیا تو کہدیا قیلوس تھا کیموس تھا

عفو کر کے میرے عصیاں رحمتِ حق نے کہا
فضل سے میرے تو بندے کس لئے مایوس تھا

اپنے پہلو میں چھپانا تھا ضیائے حسن کو
عشق تیرا شمع تھا اور دل میرا فانوس تھا

نامہ بر میرے کبوتر کو کیا بے خوف ذبح
وہ یہ سمجھے اہلِ وحشت کا کوئی جاسوس تھا

دیکھ کے محفل میں تجکو درد میرا بڑھ گیا
تھا یہ پہلے بھی مگر نا قابلِ محسوس تھا

اُن کی قبروں کا نشاں بھی ہائے اب ملتا نہیں
جنکے قبضہ میں کبھی دن روس تھا اور طوس تھا

زخم الفت کا نمایاں سوزِ دل نے کر دیا
داغ دل میرا لسانِ پنجۂ طاؤس تھا

لاکھ سمجھایا نہ چھوڑا غیر سے ملنا مگر
کیوں نہیں تجکو خیالِ ذلتِ ناموس تھا

تھا سہارا زندگی کا صرف دُنیا میں یہی۔
رحمتِ حق سے میں اے **قربان** کب یاوس تھا

ہر اک گردش سے اُسکی گردشِ تقدیر ہے پیدا
نیا دُشمن ہوا اپنا یہ چرخِ پیر ہے پیدا

میری خواہش جو ہوتی ہے یہ کرتی ہے خلاف اُسکے
نرالی میری دنیا سے ہوئی تقدیر ہے پیدا

رقیبِ روسیاہ سے دوستی مطلب کو گانٹھی ہے
نئی یہ تجھ سے ملنے کی ہوئی تدبیر ہے پیدا

تمہارا خون پروا نہ ہوگا رائیگاں ہرگز
برائے شمع بھی اب ایک نیا گلگیر ہے پیدا

کوئی سودائی کہتا ہے کوئی خبطی بتاتا ہے
نئی شکلوں سے عشقِ عاشقِ دلگیر ہے پیدا

پریشاں راتدن دل کو بخارِ آہ رکھتا ہے
بدن میں جب سے الفت کی تری تخمیر ہے پیدا

غلط سائنس کہتی ہے ضیا سورج سے پاتا ہے
رُخِ روشن سے تیرے ماہ کی تنویر ہے پیدا

تمہارے ظلم کا اب تم سے بدلا خوب لے لونگا
سنبھل جاؤ دُعاؤں سے مری تاثیر ہے پیدا

دلِ مجروح کی ہے داستاں قربانؔ اک نشتر
لبِ ہر زخم سے گویا زبانِ تیر ہے پیدا

تیرے ستم کا خنجر پھر جھپ کیوں چلا تھا
حسرت میں تیری میں تو اے دوست مبتلا تھا

کس طرح نیند آتی آخر مجھے شبِ غم
پہلو میں دل بھی کوئی معشوق چلبلا تھا

کچھ طور پر کسی کو دی تھی کسی نے دعوت
کچھ دیکھتے ہی کوئی بیہوش ہو گیا تھا

بیمارِ غم کی تم نے اپنے سُنیں نہ باتیں
اک آرزو تھی لب پر اک دل میں مدعا تھا

جو دم چرا کے بھاگا وہ غیر تھا ظالم
دی اپنی جان میں نے میرا ہی جو صلا تھا

مسجد سے شیخ صاحب کل یوں گئے نکالے
تسبیح ہاتھ میں تھی۔ کاندھے پہ بوریا تھا

دانش ریا کا میں نے دھویا ہے موج مے سے
میں اب بنا ہوں میکش پہلے تو پارسا تھا

امید ہے وفا کی اُس سے فضول اے دل
وہ کس کا آشنا ہے وہ کس کا آشنا تھا

قربانؔ سے نہ ممکن ضبطِ الم ہوا جب
چپکے سے جان دیدی تو مرد باحیا تھا

اِن بتوں پر کہیں اے دل نہ فنا ہو جانا
کہ یہ اک کھیل سمجھتے ہیں خدا ہو جانا

ابتو شوخی کے سہارے سہی مرے گھر آجاؤ
پھر مرے پہلو میں تصویرِ حیا ہو جانا

وہ مرا تھام کے دل آہ بہ لب رہ جانا
وہ ترا میری نگاہوں سے جُدا ہو جانا

چین پاتا ہے جو دُنیا سے گذر جاتا ہے
کہ فنا ہونا ہے دراصل شفا ہو جانا

ہمکو اب زیست کی دُنیا میں نہیں ہے خواہش
عشق سے سیکھ لیا ہم نے فنا ہو جانا

کسطرح ہوگا بتوں کا وہ پرستار کہیں
جسنے خود اپنی ہی ہستی کو خدا ہو جانا

وہ میرے خونِ تمنا میں نمودِ طوفاں
اور وہ آپ کا مصروفِ فنا ہو جانا

جان لیکر مری یہ اُن سے ملا دیگا مجھے
درد کو آج ہے منظور دوا ہو جانا

غیر ممکن نہیں قربانؔ گدا ہو سُلطاں
اور سُلطان کا دم بھر میں گدا ہو جانا

بتکدہ لے اللہ کا گھر چھوڑ دیا۔
راہ میں کعبہ تو آیا تھا مگر چھوڑ دیا

غیر کے پہلو میں جب راتکو وہ سوتے تھے
تو نے کیوں چیخنا اے مرغِ سحر چھوڑ دیا

آہ و فریاد کی ہیں فلک سے بھی صدائیں پیدا
آج ظالم نے گدا تیرِ نظر چھوڑ دیا

چین سے محفلِ دشمن میں وہ ہوتے ہیں شریک
جب سے نالوں نے مرے اپنا اثر چھوڑ دیا

کی یہ صیاد نے دانستہ قفس میں غلطی
جو مجھے لیکے اُڑا تھا وہی پر چھوڑ دیا

آبِ الطاف سے تم نے نہ جو سینچا اِسکو
نخلِ اُمید نے دینا ہی ثمر چھوڑ دیا

کیا ستم تو نے یہ تیرِ نگہِ یار کیا
دل میرا چھید لیا اور جگر چھوڑ دیا

آہ و عشق کی تھی صرف عنایت سے تری
ساتھ کیوں تو نے میرا دیدۂ تر چھوڑ دیا

جسپہ تھا ہستیٔ مغرور کو نازے قرباں
رُوح نے آج وہ کاشانہ وہ گھر چھوڑ دیا

جو تیرا میسر نہ دیدار ہو گا
تو جینا محبت میں دُشوار ہو گا

کماں سے جو نکلیگا تیری نگہ کی
وہ ہی تیر دلسے میرے پار ہو گا

ہمیں تو نہیں یاد سے اُنکی فرصت
جو بیکار ہو گا وہ با کار ہو گا

جسے تم پلا دو گے ہاتھوں سے اپنے
وہ پھر تا قیامت نہ ہشیار ہو گا

وہ ہمراہ لائینگے اپنے عدو کو
خبر کیا تھی گل بھی مجھے خار ہو گا

سنواری ہیں صیاد نے اپنی زلفیں
نیا مرغ کوئی گرفتار ہو گا

مرے بعد اے یوسفِ مصرِ خوبی
تیرے حسن کا سرد بازار ہو گا

پریشان مجھ سا زمانہ میں کوئی
مسیحا نے دیکھا نہ بیمار ہو گا

نہ قرباں دیکھ اُن کے چہرہ کی جانب
نگاہوں سے میرا وہ رخسار ہو گا

ہو حاصل جس سے کُلفت ہے عبث وہ جستجو کرنا
بتوں کے وصل کی ہرگز نہ اے دل آرزو کرنا

تصور میں مرے خاموشیوں سے لفظ پیدا ہیں
تو کیا تصویر اُنکی جانتی ہے گفتگو کرنا

رفو گر سوزنِ الفت نہ جبتک پاس ہو تیرے
نہ تو زنہار مرے چاک دامن میں رفو کرنا

اُسے معلوم ہے جب حال میری تشنہ کامی کا
تو اے ساقی سے ناحق خواہش جام و سبو کرنا

نمازِ میت بسمل ادا کرتی ہے گر تمکو
تو اے ورکار پہلے خون سے اُسکے وضو کرنا

دہن کی فکر۔ تحقیقِ کمر تحصیلِ حاصل ہے
جو عنقا ہو تو لا حاصل ہے اُسکی جستجو کرنا

یہ پتھر ہیں خدا نے ان کو پتھر سے بنایا ہے
کہیں نرمی سے آتا ہے بتوں کو گفتگو کرنا

خدا جب دلمیں ہو زاہد عبث ہے پھر تلاش اُسکی
ہوتے حاصل ہو۔ ہے بیکار اُسکی جستجو کرنا

تُو قربان جاؤں کس سے سیکھا ہے بتاؤ تو
ہلال آرزو کو بے نیاز رنگ و بو کرنا

سوزشِ عشق اگر پھونکدے خرمن میرا
آئینہ موسیٰ بھی کبھی دیکھنے ایمن میرا

سوزِ غم میں بھی ہے یک گونہ تجلّی کا ظہور
جل نہیں سکتا تری آگ سے خرمن میرا

اے رفوگر رہی زخموں پہ توجہ تیری
کبھی آنچل سے سیا اُنکے نہ دامن میرا

سو دفعہ آئینِ نظر آئی نئی ایک بہار
سو دفعہ نذرِ خزاں ہوگیا گلشن میرا

یاد کرتا ہے مجھے اب بہت افسوس کیساتھ
مرکے گویا ہے دلِ دوست میں مدفن میرا

جسکا گلزار ہے مالک ہے وہ ہی اُن کا بھی
آشیاں پر مرا قبضہ نہ نشیمن میرا

کبھی گلزار میں تجھ پر بھی گرے گی بجلی
باغباں پھونک نہ دے ہنس ہنس کے نشیمن میرا

آہ اتنا نہ ہوا۔ فاتحہ پڑھتے جاتے
سو دفعہ اُن کو ملا راہ میں مدفن میرا

دامن آلودہ جو ہوگا وہ ڈریگا قرباں
مجھے کچھ خوف نہیں پاک ہے دامن میرا

چشمِ سفید بینا کرتا ہے نور تیرا
ظلمت کدہ ہے اُجالا رنگِ ظہور تیرا

طالع ہوا ہے نورِ خالق سے نور تیرا
ایجادِ خلق سے تھا پہلے ظہور تیرا

پڑھکر درود ہر دم لیتے ہیں نام اقدس
جن و بشر ملایک غلمان و حور تیرا

پاتے ہیں رنگ و خوشبو تجھسے ہی غنچہ و گل
کرتے ہیں ذکر ہر دم وحش و طیور تیرا

محبوب پاک ہو کر بارِ دو کون تونے
کس حسن سے اُٹھایا دیکھا شعور تیرا

کس طرح بار و ر پھر پیدا نخلِ طور ہوتا
ہوتا اگر نہ اُس میں پیوند نور تیرا

ظلمت مٹا کے تونے کی رہنمائی ایسی
ہے شورشِ جہت میں نزدیک و دور تیرا

تجھ پر درود بھیجیں کیونکر نہ جن و انساں
مداح جبکہ خود ہو ربِ غفور تیرا

قربان تمکو آتی جب مقدرت ہے حاصل

حج کو جو تو نہ جائے یہ ہے قصور تیرا

جنت کی آرزو ہے نہ خطرہ جہیم کا
امیدوار ہوں ترے لطف عمیم کا

تشنہ ہوں ایسے سرورِ کوثر نسیم کا
ہو سرد جسکے نام سے شعلہ جہیم کا

چالیسویں برس جو نبوت انہیں ملی
احمد احد میں فرق رہا ایک میم کا

میں آستانہ بوس درِ مصطفےٰ کا ہوں
کھٹکا نہیں ہے حشر کے امید و بیم کا

ہوں جب سے تیری چاندی سی مولنگا میں خوں
پھیلا ہے نورِ سامری طبعِ سلیم کا

لیجائے گا اڑا کے مزارِ رسول تک
آیا اگر مدینہ سے جھونکا نسیم کا

اندیشہ کیا ہے تابشِ خورشیدِ حشر کا
قربان تیرے سر پہ ہے سایہ کریم کا

ہوا جو لانیوں پر ابر جس دم تیری رحمت کا
ترشح سے لبوں تک بھر گیا دریا شفاعت کا

گرے بت کعبہ میں اور قصرِ کسریٰ کو ہوئی لغزش
عرب سے تا عجم جب غل ہوا اسکی ولادت کا

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ علیؓ ہیں رکنِ دیں حق کے
ہوا مسدود ان سے راستہ کفر و ضلالت کا

ہوئے ہر چند پہلے انبیاء و مرسلیں لاکھوں
ملا ہے سب سے بڑھکر آپکو رتبہ رسالت کا

ملا تھا سیدِ کونین کو ہر طرح کا رتبہ
ولایت کا۔ رسالت کا۔ مروت کا۔ سخاوت کا

ہوا خواہِ غلامانِ محمدؐ ہوں تعجب کیا
ملے میری دعا کو غیب سے درجہ اجابت کا

ہے سر زیرِ پائے زائرانِ مرقدِ اقدس
تو اے قربان باعث ہو ہماری فخر و عزت کا

صلِ علیٰ وہ روئے منور حضور کا
بے نور جسکے سامنے شعلہ ہے طور کا

بعد از نمازِ صبح پیمبر کی مدح لکھ
ایدل بہوش باش کہ یہ وقت نور کا

تنہا میں ایک واصفِ خیر الامم نہیں
ہر دم یہی وظیفہ ہے وحش و طیور کا

شوقِ زیارتِ شہ دیں میں ہے بیقرار
کیا پوچھتے ہو حال دلِ ناصبور کا

طغیانِ نے گناہ سے قرباں نہ خوف کر
کیا نامِ پاک بھول گیا تو غفور کا

مدّاح خاص ہوں میں رسالت مآب کا
پھر کیوں مرا کلام نہو آب و تاب کا

نبیوں کے درمیاں میں ہمارا نبی ہے یوں
جس طرح نور ذرّوں میں ہو آفتاب کا

پُرسش کے وقت پیش کروں گا نبی کی نعت
ڈر باز پُرس کا ہے نہ خطرہ حساب کا

پھر کیوں نہ خاتم الشعرا ہو مرا لقب
مدّاح ہوں میں ختم رسالت مآب کا

قرباں کو اُس تپش سے بچانا شہِ اُمم
ایک نیزہ پر عروج ہو جب آفتاب کا

درِ احمدؐ پہ ہو یہ سر ہمارا
ہم اُس در کے گدا وہ در ہمارا

کہے خلدِ بریں کی آرزو ہے
مدینہ میں رہے بستر ہمارا

مریں بیرب میں گر خوش قسمتی سے
تو ہو خلدِ بریں میں گھر ہمارا

تعجب کیا اگر ہو بخت یاور
رہے چوکھٹ پہ تیری سر ہمارا

چلے آئیں وسیلہ ہو نہ جنکا
شفیعِ کل ہے پیغمبر ہمارا

بغیر از آستاں بوسیٔ حضرت
نہ ٹھہرے گا دلِ مضطر ہمارا

چلیں قرباں قدموں میں نبی کے
وسیلہ ہے وہ ہی بہتر ہمارا

گر اُس کو تیرا حکم ہدایت پکارتا
ابلیس دم نہ سجدۂ آدم میں مارتا

آتا ہے مومن آپ کی اُمت سے جب کوئی
پھرتا ہے باغِ خلد کو رضواں سنوارتا

ہوتیں قیودِ شرع نہ گر مانعِ نیاز
نقشِ قدم پہ دل کو میں صدقہ اُتارتا

ہوتا اگر نہ باعثِ ایجادِ خلق وہ
لولاک کہہ کے اُسکو خدا کیوں پکارتا

سوئے مدینہ ہند سے اُڑ چل کسی طرح
ہر دم یہ اشتیاق ہے دل کو اُبھارتا

ہوتا خیال تیرا نہ قرباںؔ کو گر مدام
کیوں کر وہ اپنی عمر دو روزہ گذارتا

کرم ہے سایہ گستر ہم پہ اُس ممدوح عالم کا
شفیع المذنبین وجہ جواز آدم و آدم کا

لقب ہے رحمت العالمیں سلطان عالم کا
سفارش سے مکی حق نے بخشا جرم آدم کا

گیا اک پل میں بام عرش پر موج ہوا بنکر
وہ پھر اک پل میں آ کر عرش سے خورشید لے پہنچا

میں ہوں تشنہ ترے دیدار کا اے سرور عالم
ہو میری روح تازہ گر پیوں اک قطرہ زمزم کا

برائے غسل جسم اطہر محبوب جنت سے
اُتر آیا ہے کوثر آپ چشمہ بنکے زمزم کا

خدارا دیکھئے تسکیں نوازش اپنہ فرما کر
کہ زخمی دل نگاہ لطف سے طالب ہے مرہم کا

گدائی کوچۂ احمد کی یارب کر عطا مجھ کو
ملے تخت سکندر کی نہ ارماں ساغر جم کا

پلائینگے تجھے قرباںؔ نبی دست مبارک سے
جہاں میں جام کوثر کا بہانیں آب زمزم کا

دل حبیب کبریا کے رُخ پہ مائل ہو گیا
ذرۂ ناچیز بھی خورشید کامل ہو گیا

خنجر عشق محمد سے جو بسمل ہو گیا
کر یقیں اے دل شہید دیں تو داخل ہو گیا

مومنو جس نے کیا عشق نبی سے انحراف
خبث باطن سے وہ عاقل بنکے غافل ہو گیا

جب سے ساقی نے بھری اسمیں مئے حب نبی
پاک ساری گندگی سے شیشۂ دل ہو گیا

اے زہے قسمت صلہ میں مدحت سرکار کی
ہم کو گھر بیٹھے ریاض خلد حاصل ہو گیا

جائیگا بے توشہ پیش حق تو قرباںؔ دیکھنا
نام سے اُس کے جو وقت نزع غافل ہو گیا

آہ اک کیف نیا ہے مرے جذبات میں کیا
کچھ تو کہہ مجھ سے حلاوت ہے تری بات میں کیا

میری تصویر سے تصویر عدو کا کیا میل
فرق معلوم نہیں آپ کو دن رات میں کیا

دیکھو دیکھو پکڑے ہوئے آتے ہو جگر
اب بھی شک رہتی ہو تم میری کرامات میں کیا

اپنی صورت کا ہمیں دیجئے صدقہ جلدی
ٹھہرا دنیا ہی تو پھر دیر ہے خیرات میں کیا

اسطرح کے تو بہت رنگ ہیں دیکھے ہمنے
رنگ دکھلاتا ہیں سبزہ ہے برسات میں کیا

غیر کیطرح مرے گھر بھی چلا آ اک دن
فرق آجائیگا اس سے تری اوقات میں کیا

جسکی نظروں میں ہوں ساقی ازل کے جلوے
جی لگے اُس کا بھلا دیر و خرابات میں کیا

حال کا حال سُنا کیا ہے گذرتی تجھ پر
رکھا قربان ہے ماضی کی حکایات میں کیا

ردیف ب

بلبل ہماری رائے مین وہ گل بھی بدنصیب
جو غور سے ترا نہ سُنے غل بھی بدنصیب

صیاد اور خزان کے ہوے نذر باغ مین
بلبل بھی بدنصیب ہے اور گل بھی بدنصیب

آئے اگر نہ کام کسی کے بہار مین
ریحان بھی بدنصیب وہ سنبل بھی بدنصیب

میرے نصیب مین نہیں جب ان کی صحبتیں
مینا بھی بدنصیب ہے قلقل بھی بدنصیب

برق خزان نے کر دیا چپ عندلیب کو
کرنے نہ پائی آہ ذرا غل بھی بدنصیب

شکوہ ہے اُس کو گل کا مجھے آپ سے گلا
مین ہی نہیں ہوں ایک ہے بلبل بھی بدنصیب

پینے پلانے والا نہ ہو میکدہ مین جب
ساغر بھی بدنصیب ہے اور گل بھی بدنصیب

دیتا ہے جب وہ ہر متوکل کو بے طلب
ہے بے نیاز رسم توکل بھی بدنصیب

قربان جسے رہائی نہ ہو اس وبال سے
ہے وہ بلا گرفتہ کا کل بھی بدنصیب

وہ بُت بے وفا خفا ہے اب
میرا حافظ فقط خدا ہے اب

کہہ چکے وہ کہ ہم نہین سُنتے
اُن سے بے سُود التجا ہے اب

مین اب اپنا خدا کہون کس کو
تو جو مجھ سے خفا ہوا ہے اب

دے چکا جب نصیب صاف جواب
آپ سے ہم کو کیا گلا ہے اب

جب ازل مین کیا نہ کچھ پردہ
مجھسے کیسی یہ پھر حیا ہے اب

بھید ناصح کھلے گا محشر مین
تو جو مشہور پارسا ہے اب

تیرے کہنے سے کی ہے خود تقصیر
تو بتا میری کیا خطا ہے اب

کل اسی کو ملے گی راہ بقا | تیری الفت میں جو فنا ہے اب
دیکھ قربان کہیں نہ پچتائے
دل ترا مائل وفا ہے اب

ہے وہی فائز جو ہے کرتا ادب | چاہیئے بندہ کو مولا کا ادب
ہے جو خادم ہو گا وہ مخدوم بھی | چاہیئے خادم کو آقا کا ادب
کیوں نہ اس کی شرم رکھے گا خدا | جس نے رکھا ہے بزرگوں کا ادب
با ادب ہو گا جہاں میں بانصیب | ہاں بجا کرتا ہے یہ دعویٰ ادب
آ گیا دنیا میں کیا انقلاب | باپ کا کرتا نہیں بیٹا ادب
بے ادب رحمت سے بھی محروم ہے | اور حقدار کرم ہے با ادب
جائے پھر بہر تماشہ طور پر | سیکھ تو لے دیدۂ موسیٰ ادب

چونکہ یہ اسلاف کو محبوب تھا
ہے بہت قربان ہمیں پیارا ادب

کون ہے دنیا میں اب میرا حبیب | گر نہیں تو اے بت رعنا حبیب
کیوں نہ ہو ہم کو سلیماں کا دماغ | ہے میسر تیری خاک پا حبیب
کسطرح عاشق کا دل مفتون نہ ہو | تیری ثانی ہی نہیں پیدا حبیب
اپنے عاشق کی کبھی پروا نہ کی | سنگدل دیکھا نہیں تجھسا حبیب
جب سے دیکھا ہے تجھے رہتا ہے اب | ہلکا ہلکا درد دل میں یا حبیب
دیکھیے لکھتے ہیں اب وہ کیا مجھے | خط میں میں نے انکو ہے لکھا حبیب
جس طرف جاتے ہیں تجھ کو دیکھتے | سنتے ہیں تیرا ہی ہم چرچا حبیب

تیرا اے قربان اس میں شک نہیں
سب سے اعلیٰ سب سے ہے اچھا حبیب

پیتے ہیں تیرے ہاتھ سے پیر مغاں شراب | ورنہ کہاں یہ ظرف ہمارا کہاں شراب
لگتی کی لاگ ہے نہ لگے میکدہ میں آگ | یہ بادہ کش اڑائیں نہ تیرا دھواں شراب
کرتا ہے روز بزم شفق میں کسی کو نذر | بھر بھر کے شام کو قدح آسماں شراب
ان آج مست صحن چمن میں جو بلبلیں | پھولوں نے کیا پلائی انہیں باغباں شراب

بلبل کی طرح خوب چہکتے ہیں ہو کے مست
بنتی ہے بادہ خوار دن کی گویا زباں شراب

کرتی ہے یاد کیا کسی مستِ قدیم کو
شیشے میں آج لیتی ہے کیوں ہچکیاں شراب

اس شرط پر تو شیخ چلیں گے وہاں ضرور
ملجائے ہم کو روز میانِ جناں شراب

ہلکی سی ان کو لا کے پلا آج ساقیا
برداشت تیز کرتے نہیں ناتواں شراب

ساقی یہ تیری کم نگہی کا ملے جواب
برسائے کاش مینھ کی جگہ آسماں شراب

قرباں ہمارا ضبط بھی ہے عین مصلحت
کوثر پہ کیا پئیں گے جو پی لی یہاں شراب

پھر ہے کیا فصلِ خزاں گلشن میں آنیکے قریب
سوکھ کر گرتی ہیں کلیاں آشیانے کے قریب

میں قفس میں ہوں تو ہے محفوظ میرا آشیاں
ٹوٹ کر بجلی گری ہے آشیانے کے قریب

حرص نے آخر کیا اے ہمنشیں مجکو اسیر
کیا خبر تھی دام بھی رکھا ہے دانے کے قریب

بادہ نوشوں کی رہنگی مجھ سے زاہد چھیڑ چھاڑ
میکدہ کھولا ہے تیرے آستانے کے قریب

دل کے بدلے چھد گیا سینہ تو اس کا غم نہ کر
تیر پھر بھی تیرا بیٹھا ہے نشانے کے قریب

جتنے تھے اذکار دنیا کر دیئے سب ہمنے ترک
اب تو خالی ہاتھ ہیں ہم جلد جانے کے قریب

زحمتِ صیاد سے بچنے کی یہ تدبیر ہے
اک قفس بھی ہم بنالیں آشیانے کے قریب

بادِ صرصر نے اڑی افسوس ان کی تازگی
جب ہوئے گلشن میں غنچے رنگ لانے کے قریب

بیٹھ جا تیار ہو کر جلد اے قرباں تو
کاروانِ عمر ہے اب تیرا جانے کے قریب

یار پہلو میں میرے تو آشتاب
ورنہ دم نکلے گا اب میرا شتاب

دیکھنے سے جس کے ساقی کیف ہو
بھر کے ساغر میں تو ایسی لا شتاب

شاق ہے تیری خدائی شاق ہے
اب دکھادے اپنا تو جلوہ شتاب

راہوارِ زیست کتنا تیز ہے
عمر کاٹے کر لیا رستہ شتاب

تیغ ابرو سے خدنگِ چشم سے
زندگی کا دو چکا جھگڑا شتاب

ہو نہ قاتل کی کہیں رسوائیاں
دفن کر دینا میرا لاشہ شتاب

اس تلوّن کی نہیں ہے کوئی حد
تم کو آتا ہے بہت غصہ شتاب

ہاتھ پھیلائے کھڑا قربان ہے
دے تو اس کا مدعا مولا شتاب

باعث تکلیف ہے اے دل یہ تیرا اضطراب
صورت سیماب کیوں ہے تو سراپا اضطراب

اے دل بیتاب یہ دن رات فریاد و فغان
ہم سے تو دیکھا نہیں جاتا ہے تیرا اضطراب

کام اپنے وقت سے پہلے نہیں ہوتا کبھی
کیوں دکھاتا ہے ہمیں ایدل تو اتنا اضطراب

رات بھر بیچین رکھتا ہے شب فرقت مجھے
یوں دکھاتا ہے قیامت کا تماشا اضطراب

اگی محفل میں بھی اے دل کچھ نہیں آسودگی
ایک دن کر کے رہیگا تجھکو رسوا اضطراب

اضطراب قیس کا گر کچھ نہیں اسپر اثر
نجد میں جانے کا کیوں کرتی ہے لیلیٰ اضطراب

تیری قسمت مین ہے لکھا وہ ترا ہوگا غلام
فرقت یوسف میں ناحق ہے زلیخا اضطراب

چھوڑ دیں چارہ گری اور آپ خود ہوں مضطرب
دیکھ لیں دل کا جو میرے آکے عیسیٰ اضطراب

ایک لمحہ مین بدلتے ہین ہزار دن کروٹین
آپ کا قربان دیکھا ہے نرالا اضطراب

غم گوارا ہے مجھے اور ہے کلفت مرغوب
فطرتاً ہی میرے دلکو نہیں راحت مرغوب

اسکے بھوکے ہین اسی کی ہے تمنا دلمیں
ہمکو دنیا میں ہے بس حسن کی دولت مرغوب

آپ جس حال میں رکھین ہو وہی حال پسند
ہمکو مرغوب ہے کلفت نہ ہو راحت مرغوب

لطف سوزش میں ہو جو کیف وہ مرہم میں نہیں
ہمکو صورت نہیں تسکین جراحت مرغوب

یہ مذاق اپنا ہے اپنی ہے طبیعت منعم
تجکو عشرت ہے اگر ہمکو ہے عسرت مرغوب

ایک نہ ایک نیا روز لگاؤ چسکا
زخم دل کی ہے اگر دیکھنی حالت مرغوب

جس جگہ تو ہو وہیں ہے ہمیں رہنے سے غرض
ہم کو دوزخ ہے پسند اور نہ جنت مرغوب

بعد مرنے کے ہی کہلائیں شہید الفت
قتل عشق مین ہے ہمکو شہادت مرغوب

اُن کا دیدار دہاں ہوگا سُنا ہے قرباں
سب دنون میں ہے ہمیں یوم قیامت مرغوب

عدو کی طرح شگفتہ نصیب ہو یارب
ہمارے پاس ہمارا حبیب ہو یارب

کسی کا وصل میسر اسے بھی ہو جائے
قبول آج دعائے غریب ہو یارب

تو اس کی آبرو رکھ لے مجھے شفا دیکر
خفیف دل مین نہ میرا طبیب ہو یارب

ہماری زیست کٹی ساری رنج و عسرت مین
تو چند روز ہی عشرت نصیب ہو یارب

خزاں کا دور گلستاں سے ہو کبھی معدوم
چمن میں نغمہ سرا عندلیب ہو یارب

مداوا دردِ محبت کا جو میرے کر دے
کوئی تو ایسا میسر طبیب ہو یارب

ترے ہی فضل کے محتاج تیرے بندے ہیں
امیر ہو وہ کوئی یا غریب ہو یارب

وہ میری طرح کبھی آشنائے کلفت ہو
عدو کو میرا مقدر نصیب ہو یارب

وہ ساتھ دیتا ہے قربان کی مصیبت میں
جُدا نہ اس سے یہ حاجی حبیب ہو یارب

پاس کچھ تیرے نہیں ساماں غریب
کس طرح پھر ہو ترا درماں غریب

تجھ کے آگے ترے مولا میرے
کیا حقیقت رکھتا ہے انساں غریب

تیرے باعث آج اے دستِ جنوں
چاک ہو کر رہ گیا داماں غریب

کھا گئی مُردے کا سب مٹی کفن
رہ گیا زیرِ لحد عریاں غریب

دیکھ کر دنیا کا انسان آئینہ
کسقدر ہے رات دن حیراں غریب

لے گئی بادِ خزاں شانِ بہار
بلبلیں ہیں باغ پر نازاں غریب

تو تو ٹھنڈا اجل کے پروانے ہوا
غم میں تیری شمع ہے گریاں غریب

خون ناحق کس طرح میرا کرے
ہی مصیبت میں تری قرباں غریب

نام تھا قربان کے اُستاد کا
مولوی حاجی محمد خاں غریب

دیکھ کر صورت تری اے ماہ پیکر آفتاب
گر پڑے گا تیرے قدموں پر تڑپ کر آفتاب

جستجو میں ہے تری اے ماہ پیکر آفتاب
گرم رو راہِ طلب میں ہے برابر آفتاب

کون کرتا ہے جہاں میں ایسے آوارہ کی قدر
پوچھتا کوئی نہیں پھرتا ہے دن بھر آفتاب

آئیگا جسدم مرے داغِ جگر کے سامنے
برف کی مانند بہ جائے گا گھل کر آفتاب

دیکھ کر صورت تری ایسا ہوا ہے منفعل
چھپ گیا ہے گوشۂ مغرب میں جا کر آفتاب

روئے پر انوار سے اُسنے اٹھائی جب نقاب
دیکھنے والوں نے سمجھا ہے زمین پر آفتاب

گردشِ افلاک سے راحت نہیں ملتی اُنہیں
رات دن کھاتے ہیں چکر ماہ و اختر آفتاب

آسماں پر آہ کا شعلہ میری پہونچے اگر
خوف سے کانپے سرِ افلاک تھر تھر آفتاب

عارضِ روشن پہ اسکے بال ہیں بکھرے ہوئے
ہے نہاں ظلمات کے پردہ کے اندر آفتاب

جام میں قربان جب ساقی کا پڑ جاتا ہے عکس
آبِ زر بنتا ہے بادہ اور ساغر آفتاب

ردیف - پ

شوخی سے وہ فرماتے ہیں بیٹھا میں اگر چپ
خوش آتی نہیں ہم کو تری آٹھ پہر چپ

واں غیر لگاتے ہیں حنا ہاتھ میں اُن کے
یاں پیتے ہیں ہم بیٹھے ہوئے خونِ جگر چپ

باقی ہیں ابھی سیکڑوں ارمان میرے دل میں
للہ زباں بند کرا اے مرغِ سحر چپ

عقدہ نہ یہ حل ہو سکا اور ہو گئی شب ختم
میں وصل کا طالب رہا وہ رشک قمر چپ

خوں میری تمنا کا نہ ہو جائے شبِ وصل
اللہ کسی طرح رہے مرغِ سحر چپ

چھائی ہے گھٹا جلد پلا دے کہیں ساقی
ہے کب سے اس امید پہ یہ تشنہ جگر چپ

ہے آہ فقط لب پہ تکلم نہ تبسم
بیٹھے ہیں وہ پا کر میرے مرنے کی خبر چپ

لرزاں ہے فلک شق ہے زمیں آہ سے میری
ہو جائے نہ قربان جہان زیر و زبر چپ

ہرگز نہ کریں میرے لئے فکر کفن آپ
مٹی سے بنا ہوں وہ چھپا لیگی بدن آپ

اک جان مری اور کئی اُسکے ہیں دشمن
تقدیر - دل عشق زدہ چرخ کہن آپ

ملنا ہے مجھے خاک میں اے چارہ گر آخر
بھر جائے گا اک روز مرا زخم کہن آپ

کیا پھول کھلائے ہیں محبت کے اثر نے
دیکھیں تو ذرا آ کے مرے دل کی لگن آپ

خط غیر کو لکھ دیتے ہیں بے غور کئے روز
رہ جاتے ہیں کاغذ پہ مرے دیکھ شکن آپ

اک دن بھی کلیجہ نہ کیا آپ نے ٹھنڈا
غصہ سے ہمیشہ ہی رہے گرم سخن آپ

جب آپنے وعدہ نہ کیا ایک بھی پورا
کیونکر نہ کہیں پھر کہ ہیں پیمان شکن آپ

مقصد میں یہ ناکام جو ہو جائے گا اپنے
ہو جائیگی کم آگ بھرے دل کی لگن آپ

صیاد کے گھر سیر قفس دیکھ تو لیتے
مانوس نہ قربان ہوئے مرغ چمن آپ

دیکھ کر دل کی مرے قاتل تڑپ
کہہ رہا ہے خود ہی اے بسمل تڑپ

بیٹھے بیٹھے میں نے جب اک آہ کی
ایک لمحے میں گئی محفل تڑپ

برق گر تجھ کو تڑپنا ہے ضرور
ہو کے میرے دل کی تو شامل تڑپ

آہِ مجنوں نے کیا شاید اثر
کیوں گئی لیلےٰ پسِ محمل تڑپ

برق کی تو شوخیاں کچھ بھی نہیں
دیکھنی تیری ہے اب ایدل تڑپ

بے قراری آج کچھ اپنی دکھا
دیکھنے آئے ہیں وہ ایدل تڑپ

تجھ سا قاتل جبکہ لینے آئے جاں
کیوں نہ اٹھے پر رگِ بسمل تڑپ

ان پہ ظاہر شوق ہو قربان کچھ
وجد میں آکر سرِ محفل تڑپ

اب دیکھ رہی ہیں مرے نالوں کا اثر آپ
تھامے ہوئے آتے ہیں مرے پاس جگر آپ

رخشندہ ہیں دونوں کوئی ظاہر کوئی پنہاں
گردوں کا قمر اور ہے دل کے ہیں قمر آپ

میں چاند سے کہہ دونگا کہ روشن کرے مشعل
شامِ شبِ وعدہ مرے گھر آئے اگر آپ

دامانِ شب آیا نہ مرے ہاتھ میں افسوس
رخصت ہوئے جس وقت کہ ہنگامِ سحر آپ

جب روزِ کرم ہوتا ہے اغیار پہ پیہم
کرتے نہیں الطاف کی کیوں مجھ پہ نظر آپ

ایسا نہ ہو منکر ہو مسیحائی کی دنیا
لیتے نہیں کیوں اپنے مریضوں کی خبر آپ

جب بارِ محبت کا مری اٹھ نہیں سکتا
لچکاتے ہوئے چلتے ہیں کیوں اپنی کمر آپ

خوشبو کبھی پھولوں کی کہیں چھپ نہیں سکتی
ہوتا ہے کسی میں تو جھلکتا ہے ہنر آپ

دشوارئے منزل سے قدم ہی نہیں ہٹتے
قربان بڑے ظرف کے گویا ہیں بشر آپ

ردیف ۔ ت

موت نے کردی ہو جب برباد زیست
کس سے پھر جا کر کرے فریاد زیست

میں تو جب جانوں کہ حاصل ہے کمال
ڈال دے تصویر میں بہرِ داد زیست

دی ارادے نے ترے جنت بنا
لیکے آیا کیوں نہ تو شدادِ زیست

قلبِ شیریں پہ نہ ہو کچھ بھی اثر
تو دفعہ دیدے اگر فرہاد زیست

زندہ ہیں اور شکر ہے اللہ کا
کٹ رہی ہے شاد یا ناشاد زیست

موت یاد آتی ہے مجکو اپنی روز
تو نہیں آتی ہے مجکو یاد زیست

کیوں نہ ظالم کردیا اُسکو رہا | قید میں بلبل نے دی صیاد زیست
دائمی مجھ کو ملے پھر وصل دوست | ختم کردے جلد تو جلاد زیست

اس کے رہنے کی نہیں دنیا جگہ
جائے گی قربان عدم آباد زیست

فصل بہار آئی سُنا دے خوشی کی بات | صیاد کچھ فسانۂ گل کچھ کلی کی بات
موجود تیرے واسطے بھی ہے غمی کی بات | غافل نہیں ہے مرگِ عدو پہ خوشی کی بات
دنیا سے ہائے کیسے اُڑی دوستی کی بات | سنتا نہیں ہے کوئی مری بیکلی کی بات
دیوانے کو ستا کے ذرا اپنے دیکھ لو | سُننی اگر ہے آپ کو کوئی ہنسی کی بات
شکوہ کیا ہے مین نے مگر رنج کچھ نہیں | سنکے خفا ہوئے ہو عبث دل لگی کی بات
ہرگز نہ بات میرے عدو سے کبھی کرو | منظور تم کو کہنی ہے گر دوستی کی بات
آہ و بکا میں میں نے گذاری تمام رات | کب آسماں نے میری سنی بیکلی کی بات
اقرار کر رہا ہے فریب رقیب کا | لا ہونٹ چوم لوں کہ یہ ہے میری جی کی بات
صدمہ ہوا ہے تجھ کو غلط بات سے اگر | دشمن سے کیوں سنی تھی لگی اور بجھی کی بات
اللہ کیا سمجھ ہے میں قربان آپ کے | رونیکو میرے آپ نے سمجھا ہنسی کی بات
سنتا ہون پر بہار گلستاں میں آئی ہے | صیاد آج کوئی سنا دے خوشی کی بات

قربان بے نیاز ہے وہ اہل درد سے
سنتا نہیں ہے دل کسی کی کبھی وہ کسی کی بات

بھول بیٹھے راہ شاید رہبران کوئے دوست | ہوگیا ملنا ہمیں مشکل نشان کوئے دوست
مل گیا ان کو نشاں جو ہوگئے وہ بے نشاں | راہ میں یا ہوگئے گم رہروان کوئے دوست
بیخودی نے دوست کی منزل دکھا دی ہے جنہیں | پوچھتے پھرتے ہیں وہ ناحق نشان کوئے دوست
ٹھوکریں انکی جلاتی رہتی ہیں ہر دم انھیں | مرکے بھی رہتے ہیں زندہ ساکنان کوئے دوست
دیکھ لیں گے اسکو بھی اسکی بدولت اے ندیم | پڑ گیا باغ جناں گر درمیان کوئے دوست
سنگدل جتنا ہے یہ اتنا نہیں وہ سنگدل | بڑھ گیا ہے آسماں سے آسمان کوئے دوست
مرتے ہیں ناکام اور واپس نہیں آتے کبھی | کتنے غیر تمند ہیں یہ رفتگان کوئے دوست
گم نہ ہوگا صاف ہے اس کا پتہ اے نامہ بر | تربتیں پائے جہاں وہ ہے نشان کوئے دوست

تو فقط قربان باقی ایک تنہا رہ گیا
رفتہ رفتہ مر گئے سب رہروانِ کوئے دوست

جان سے تو ہین ہے پیاری موت
اس سے ہم ہو گئے ہیں عاری موت

تیرے آنے سے ہم بہت خوش ہیں
لوگ کرتے ہیں آہ و زاری موت

اپنے مرنے سے جو کہ ڈرتے ہیں
زیست اپنی ہے انکو پیاری موت

روز آتی ہے یوں شبِ فرقت
جیسے کرنے کسی سے یاری موت

اُٹھتے جاتے ہیں اپنے سب احباب
مر گئی ہے کہاں ہماری موت

اے رقیبو وہ امتحاں لیں گے
آج مقتل میں ہے تمہاری موت

پھر نہ آئے قضا زمانہ میں
زندگی سے جو کرے یاری موت

جتنے قربان تھے رفیق ترے
لے گئی سب کو باری باری موت

میری آنکھوں میں رہو نورِ نظر کی صورت
یوں نہ آوارہ پھرو شمس و قمر کی صورت

ضبط کا درس لیا اس نے بھی اس سی ہمدم
بن گیا دل بھی مرا میری جگر کی صورت

بے نتیجہ ہی رہا عشق میں انجام تلاش
خوب چکر میں رہے شمس و قمر کی صورت

نارسائی ہے وہی اور وہی ناکامی
کبھی دیکھی نہیں نالوں نے اثر کی صورت

وصل کا تم نے جو بیمار سے وعدہ ہے کیا
یہ دوا وہ ہے جو دیکھے نہ اثر کی صورت

غیر کے گھر بھی تو ایک روز چلی جا ظالم
دیکھ لی تو نے شبِ غم میرے گھر کی صورت

مرغِ دل ایسا بنا لے تو نشیمن اپنا
شاخِ امید بڑھے شاخِ شجر کی صورت

اس تجسس میں کمر جھک گئی وقتِ پیری
دیکھی ہم نے نہ کبھی تیری کمر کی صورت

شبِ غم نور سویدا تھا کہ داغِ دل تھا
کیا چمکتا تھا یہ قربان قمر کی صورت

فرقت میں اس مسیح جہاں کی جب آئی رات
پیغام ساتھ ساتھ قضا بھی لائی رات

تکلیف وہ فراق کی ہم نے اٹھائی رات
آنکھوں میں ہائے نیند نہ دم بھر بھی آئی رات

دن بھر خیال شب میں تڑپتے رہے ندیم
صورت جو اسنے خواب میں آکر دکھائی رات

جلوہ سے اس نے گھر کو جو معمور کر دیا
چوکھٹ پہ میری کرتی رہی جبہ سائی رات

سُن سُن کے ان کو پیر فلک بھی لرز اُٹھا
نالوں نے میرے کیسی پھر ہلچل مچائی رات

مطلب کی بات کوئی نہ آنے دی درمیاں
تم نے تو باتوں باتوں میں ساری اڑائی رات

کوثر پہ لطف لیتا رہا میں ظہور کے
ساقی یہ تو نے کیسی مجھے تھی پلائی رات

سوتے میں ہوتی زلفِ پریشاں تری ضرور
نالوں کو میرے کچھ بھی جو ملتی سہائی رات

جو کچھ کیا وہ وصل میں منظور تھا ہمیں
دلبر ہمارے کرتے رہے وہ خدائی رات

قربان تیرے دھوکے میں کیسے وہ آگئے
آواز غیر کی سی جو تو نے بنائی رات

مر جائے گا مر جائے گا بیمارِ محبت
چھوڑے گا نہ زندہ ترا آزارِ محبت

بڑھتے چلے جاتے ہیں خریدارِ محبت
ہوتا ہے کبھی سرد بھی بازارِ محبت

کرتے نہیں زنہار وہ اظہارِ محبت
جو لوگ ہیں دراصل سزاوارِ محبت

گاہک ہیں عداوت کے زمانہ میں ہزاروں
دنیا میں نہیں کوئی خریدارِ محبت

دامن میں گرہ دیکھے کہا تم سے ملینگے
مضبوط ہوا آج یہ اقرارِ محبت

رہ جاتی ہے آ آ کے لبوں تک مری حسرت
کس طرح کروں تجھ سے میں اظہارِ محبت

کہتی ہے یہ رحمت نہوں مایوس کبھی وہ
بخشے گا خدا جو ہیں گنہگارِ محبت

دانستہ بھی کین اسنے جفائیں مرے دلبر
سمجھا جو مجھے اس نے وفادارِ محبت

مذہب جسے کہتے ہیں محبت ہے وہ ہمدم
کافر ہے وہ کرتا ہے جو انکارِ محبت

الفت کے ہی باعث وہ چڑھا دار پہ آخر
منصور نہ کس طرح ہو سردارِ محبت

ساقی وہ تری آنکھ سے پیتے ہیں مدامت
بادہ کبھی پیتے نہیں مے خوارِ محبت

لو دیکھ لو وہ بند کئے لیتا ہے آنکھیں
مایوس ہوا زیست سے بیمارِ محبت

لینی ہے خبر اسکی تو لے جلد مسیحا
مہمان کوئی دم کا ہے بیمارِ محبت

دیدی مجھے بے پرسشِ اعمال معافی
اللہ نے سمجھا جو گنہگارِ محبت

حملوں کا عداوت کے ہیں کچھ ہیں خطرہ
حائل ہے اگر بیچ میں دیوارِ محبت

ساقی انہیں دے بھر کے محبت کے پیالے
مے پینے کو بیٹھے ہیں قدح خوارِ محبت

جو دل میں کرے گھر وہ محبت کا ہے جادو
پتھر کو کرے موم وہ گفتارِ محبت

بڑھ بڑھ کے قدم پڑتے ہیں عشاق کے دیکھو
ہوتی نہیں ہلکی کبھی رفتارِ محبت

قربان اُسے مفت دیئے دیتے ہو تم دل
کیا کوئی نہیں اور خریدار محبت

جفا کی خوگر وفا دشمن تمھاری صورت ہماری سیرت
ہے ساری دنیا پر آج روشن تمہاری صورت ہماری سیرت

جو آہیں جلوے جھلک رہے ہیں تو آہیں شعلہ بھڑک رہے ہیں
ہے آتشِ عشق کا نشیمن تمہاری صورت ہماری سیرت

نہ تم کو شمع وفا کی حاجت نہ مجھ کو برقِ بلا سے ہیبت
تجلیوں کے یہ دو ہیں خرمن تمہاری صورت ہماری سیرت

کوئی ہے کہتی ہیں پاک صورت کوئی ہے کہتی ہیں پاک سیرت
دکھاتی ہے خوب اپنا جوبن تمہاری صورت ہماری سیرت

میں اپنا دل تم کو دے رہا ہوں جفائیں تم مجھ پہ کر رہے ہو
بنی ہیں مل کر یہ دونوں رہزن تمہاری صورت ہماری سیرت

کوئی جو سینتی اسے اگر ہے کوئی ہے پھاڑے جنوں میں اسکو
ہمارا دامن تمہاری سوزن تمہاری صورت ہماری سیرت

کسی کو ہے نازنِ ترانی کسی کو ہے حسرتِ تماشا
ہے مثلِ موسیٰ ہے مثلِ ایمن تمہاری صورت ہماری سیرت

ہوئے جو ہم جان و دل سے قربان ہوئے جو تم منہ دکھا کے پنہاں
دکھا گئی اپنا چلبلا پن تمہاری صورت ہماری سیرت

سرمایہ دار گنج صداقت محمدؐ است
کانِ حیا و مخزنِ وحدت محمدؐ است

مہر منیر برجِ کرامت محمدؐ است
در یتیم درجِ نجابت محمدؐ است

از سنگ خارہ نخل برآورد بار ور
بستانِ معجزات و کرامت محمدؐ است

حوران جنت اند ملبس ز فیضِ او
طاؤس عرش راقصِ عظمت محمدؐ است

خواہم بکے کشایش اشکال خویش را
کافی بحال ماست شفاعت محمدؐ است

از ضبطِ نارسائے گناہاں چہ خوف و بیم
یارا بہر دو کون کفایت محمدؐ است

گو یک متاع نیک مرا در دکان مباش
قربانؔ شفیع روزِ قیامت محمدؐ است

ردیف ۔ ٹ

کب سے تمہارے عشق کی دل پر ہے آئی چوٹ
تم نے کبھی نہ آ کے ہماری مٹائی چوٹ

کیا جانو تم کہ ہم نے محبت کی کھائی چوٹ
معلوم کب کسی کو ہوئی ہے پرائی چوٹ

ملتا نہیں نشان کہیں ۔ کی بہت تلاش
جانے کہاں پہ دل نے ہماری ہی کھائی چوٹ

وہ آ گئے تو حال انہیں سب دکھا دیا
دل کے دکھائے زخم جگر کی دکھائی چوٹ

تیر نظر سے ہو گئے دل اور جگر تباہ
دشمن نہ کھائے جیسی کہ ہمنے ہے کھائی چوٹ

یہ جبر و اختیار نہیں ہے تو کیا ہے پھر
کہہ کہہ کے دل پہ یار نے میرے لگائی چوٹ

اہل نظر پہ کھل ہی گیا راز عشق کا
قربان دل کی ہم نے بہت کچھ چھپائی چوٹ

بہت لی تمہاری عداوت نے کروٹ
نہ بدلی ہماری محبت نے کروٹ

وہ یوں اٹھے پہلو سے کروٹ بدل کر
کہ جس طرح لی موتیا مت نے کروٹ

کبھی ہم نے پھرتے نہیں اسکو دیکھا
نہ لی زخم دل کی جراحت نے کروٹ

رہے عمر بھر ہم اسی آرزو میں
عداوت سے بدلی نہ الفت نے کروٹ

ہماری طرف کیا وہ پہلو بدلتے
بدلنے نہ دی جب نزاکت نے کروٹ

بہت ہم نے منت بہت التجا کی
بگڑ کر نہ لی ہائے قسمت نے کروٹ

کھڑی تھی پس پشت ہی میرے عشرت
نہ لینے دی لیکن مصیبت نے کروٹ

عداوت سے اس کو رہا انس اتنا
نہ لی تیری چشم مروت نے کروٹ

طبیبوں نے قربان کی لاکھ کوشش
بگڑ کر نہ لی تیری صحت نے کروٹ

ردیف ۔ ث

زباں سے اب نکلتی کیوں نہیں فریاد کیا باعث
اسیروں میں نہیں ہے شکوۂ بیداد کیا باعث

اسے تو قید کیوں کرتا نہیں صیاد کیا باعث
قفس میں کیوں تصور ہے مرا آزاد کیا باعث

اسیروں کو نہیں جو چھوڑتا صیاد کیا باعث
قفس سے کیوں نہیں کرتا اسے آزاد کیا باعث

مجھے تم یاد بھولے سے کبھی کرتے نہیں لیکن
مرے دل سے نہیں جاتی تمہاری یاد کیا باعث

ہوا جب شاد خسرو پاک شیریں کو زمانے میں
رہا ناکام تو دنیا میں اے فرہاد کیا باعث

دل مجبور یہ کس نے لگا دی مہر خاموشی
زباں پر رک گئی آکر ترے فریاد کیا باعث

ہمارے قتل سے کیا دھار موئی تیغ کی ہوگی
نہیں گردن ہماری کاٹتا صیاد کیا باعث

ہتوں سے تم تعلق اب بھی اے قربان رکھتے ہو
بڑھاپے میں نہیں کرتے خدا کی یاد کیا باعث

ہمیشہ رہے ہو مصیبت کا باعث
نہیں بنتے تم دل کی راحت کا باعث

ترا حسن ہے اور فطرت ہماری
محبت کا باعث عداوت کا باعث

فلک اور ہم دل جلوں کو ستائے
یہ ہے آپ ہی کی شرارت کا باعث

اگر تم نہ اٹھتے قیامت نہ اٹھتی
تمہیں بن گئے ہو قیامت کا باعث

گناہوں سے اپنے نہ نادم ہوا میں
نہیں اور کوئی ندامت کا باعث

بلا وجہ ناراض کیوں ہو رہے ہو
بتاؤ تو کیا ہے شکایت کا باعث

تمہیں گل سے نازک جو سمجھا ہے مینے
مرا عشق ہے اس نزاکت کا باعث

کبھی تندرستی میں ملنے نہ آئے
عیادت کو آئے عیادت کا باعث

جدھر جاؤ قربان ہستی ہے دنیا
محبت بتوں کی ہے ذلت کا باعث

گلے پر کیوں نہیں چلتی تری تلوار کیا باعث
نہیں کچھ کام دیتی آج اسکی دھار کیا باعث

میں انکے سامنے کیوں حرف مطلب کہہ نہیں سکتا
ہوئی کیوں بند میری ایکدم گفتار کیا باعث

قیامت کے ابھی آنے میں کیا وقفہ ہے کچھ ظالم
نہیں فتنے اٹھاتی کیوں تری رفتار کیا باعث

کیا ہے جب سے اے صیاد تو نے قید بلبل کو
نہیں پہلی سی وہ شادابیٔ گلزار کیا باعث

کھڑے ہو کر نظارے راہ سے وہ تیرے کرتا ہے
عدو پر کیوں نہیں گرتی تری دیوار کیا باعث

مدتہ بنکے الفت رہگئی تیری مرے دل میں
کبھی مجھ پر نہیں کھلتے ترے اسرار کیا باعث

عدو نے بے اجازت آج کیا گستاخیاں کرلیں
ہوئے ہیں سرخ کیوں آخر ترے رخسار کیا باعث

تمہیں قربان کیا الفت ہوئی طفل برہمن سے
گلے میں کیوں پڑی ہے آج کل زنار کیا باعث

ردیف ۔ ج

ہے شمع آب آبِ حیا سے لگن میں آج
کس کی وفا کا ذکر ہوا انجمن میں آج

بکھرا کے رُخ پہ زلف وہ بیٹھے ہیں بزم میں
کہتے ہیں لوگ چاند ہے گویا گہن میں آج

آتی ہیں بار بار جو یہ ہچکیاں ہمیں
شاید کہ یاد کرتا ہے کوئی وطن میں آج

شاید خزاں بہار کی پھر جانشیں ہوئی
آتا نہیں نظر کوئی بلبل چمن میں آج

اک شمع تھی وہ شام سے خاموش ہو گئی
اب ساتھ کون دے مرے دلگی لگن میں آج

سوزِ فراق کو کوئی دوزخ میں ڈالدے
اس نے لگائی آگ ہے میرے کفن میں آج

آئے ہیں مل کے غازہ وہ روئے صبیح پر
لگ جائے آگ غیر کے کام و دہن میں آج

دیکھا ہے تم کو ساتھ جو اپنے رقیب کے
اک آگ سی لگی ہے مرے تن بدن میں آج

دشمن کو میرے سامنے اس نے چھڑ کدیا
انگور آگیا مرے زخمِ کہن میں آج

ٹھنڈا کیا ہے خون نے پروانے کے اسے
پہلا سا سوز شمع نہیں انجمن میں آج

فیضِ غریب سے ہے ملا اس کو یہہ صلا
یکتا زمانہ بھر میں ہے قرباںؔ سخن میں آج

افواہ ہے ۔ اجل سے ہوا ہمکنار آج
مایوس ہو کے ہائے ترا بے قرار آج

بھولے سے آگئے ہیں غریبوں کے گھر میں وہ
کیسی ہوئی ہے رحمتِ پروردگار آج

رحمت اگر اٹھائے تو اٹھیگا اس کا سر
بیٹھا ہے سر جھکائے ہوئے شرمسار آج

ارمان کچھ تو عاشقِ ناکام کا مٹے
ہو دل کے ساتھ ساتھ جگر بھی فگار آج

کل کو رقیب دیکھنا ہونگے یہی خلاف
اب ہیں موافقت میں جو تیغِ نہار آج

تجھ کو بھی کچھ خبر ہے مری مجھ سے بے خبر
آتی ہے یاد دلیں تری بار بار آج

اے رحمتِ غفور نہ کر غور بخشدے
آیا ہوں تیرے سامنے میں شرمسار آج

اے چاند منہ پہ مل تو تبرک سمجھ اسے
تربت کا وہ اڑاتے ہیں مشتِ غبار آج

قرباںؔ کو بھی چہرۂ انور ذرا دکھا
بیٹھا ہے وہ بھی دید کا امیدوار آج

مجھے ان کا جوبن دکھایا ہے آج
ان آنکھوں نے کیا گل کھلایا ہے آج

لگا کر مجھے اپنے سینہ سے خوب
مرے درد دل کو مٹایا ہے آج

قیامت ہے بحبث رفتار میں
نیا اس نے فتنہ اٹھایا ہے آج

آہی نگاہ محبت کی جنبش
نقاب اس نے اپنا اٹھایا ہے آج

اٹھوں نے جو تھے کل مرے ہمنشین
مجھے زیر تربت دبایا ہے آج

مٹا کر مری قبر رفتار سے
قیامت کا نقشہ دکھایا ہے آج

وہ انکار کرتے ہیں پیمان کے بعد
ہنسایا تھا پہلے رلایا ہے آج

یہ آتی ہیں قربان کیوں ہچکیاں
تجھے موت نے کیا بلایا ہے آج

کہتا پھرتا ہے یہ ہر جانب ترا دیوانہ آج
کردے بالوں میں صبا تو جا کے اُنکے شانہ آج

دیکھنے آتے ہیں دل کو یاس و حرماں روز روز
دیکھ لو تم بھی ذرا۔ آکر مرا کاشانہ آج

شمع رو لے ہو گیا تیری تجلی پر نثار
تیری محفل میں گرا میں صورت پروانہ آج

دیکھتے ہی تو نے ہم کو کر دیا درمند کیوں
آگئے تھے دیکھنے ساقی ترا میخانہ آج

دیکھنا یہ ہو گا ثابت مثل مار آستین
آپ بیٹھے ہیں عدو سے کر کے جو یارانہ آج

میں نے ساقی چھوڑ دی تھی میکشی مدت ہوئی
تیرے کہنے سے لیا ہے ہاتھ میں پیمانہ آج

حشر کا دن ہے بڑی فرصت ہے آؤ بیٹھ جاؤ
زندگی بھر کا سنانا ہے تمہیں افسانہ آج

جانے کیا اجڑے ہوئے دل کا ہوا اُنپر اثر
کہتے ہیں آباد کر دیں گے ترا ویرانہ آج

غیر جلتے ہیں جلیں اسمیں تو کوئی شک نہیں
رکھتے ہیں قربان احمد عظمت شاہانہ آج

معشوق کو عاشق نے بلایا شب معراج
حکمت کا ہر اک راز بتایا شب معراج

راہوار فلک سیر کو لے کر بصد اعزاز
جبریل امیں لینے کو آیا شب معراج

آیا تھا جو اک طشت بھر رحمت حق کا
وہ دل میں محمد کے سمایا شب معراج

لے ساتھ گیا مسجد اقصےٰ میں بعزت
دو گانہ وہاں اس نے پڑھایا شب معراج

موسیٰ ہوئے غش ایک جھلک دیکھنے کی تھی
وہ نور محمد کو دکھایا شب معراج

جب چرخ پہ پہونچا قدم پاک محمد
آنکھوں سے ملائک نے لگایا شب معراج

تھا عرش پہ غل صل علیٰ صل علیٰ کا
جب سدرہ سے رفرف کو بڑھایا شب معراج

افلاک کو طے کر چکے جب صاحبِ لولاک
مرکب طرفِ عرش پھر آیا شبِ معراج

جوں ماہ شبِ چار دہم عرش سے تا فرش
اس ماہ نبوت کا تہا سایا شبِ معراج

جب پردۂ حرمت کے قریب آئے تو حق نے
جو بیچ میں حائل تھا اٹھایا شبِ معراج

ہر لفظ میں تھی بخشش امت کی سفارش
در پردہ جو کچھ تذکرہ آیا شبِ معراج

دنیا میں نہ آئے کبھی دن رات پھر ایسے
تولید سا دن فصل علی یا شبِ معراج

خاموش ہو قربانؔ بیاں ہو نہیں سکتا
جو کچھ کہ وہاں آپنے پایا شبِ معراج

کرتا نہیں ہے آ کے کبھی وہ مرا علاج
سمجھا ہے درد میرا مسیحا نے لاعلاج

جب تو ہی اُنکی زیست سے ناراض ہو گیا
بیمار تیرے کیسے کریں پھر بھلا علاج

جتنی کہ دیں دوائیں بڑھا اسقدر مرض
یہ کیا مریضِ غم کا مسیحا کیا علاج

افسوس یہ مریض سے کہتا ہے چارہ گر
اب میرے ہاتھ میں نہیں ہرگز ترا علاج

مولا ہے تیرے ہاتھ مسیحا کی آبرو
آیا ہے آج دعویٰ سے کرنے مرا علاج

بیمار غم کا ان کے سنبھلنا ہوا محال
غائب ہوئے طبیب جو دیکھا ہی لاعلاج

تدبیر ہے نہ کوئی نہ جسکی کوئی دوا
مجھ کو دیا مرض بھی مقدر نے لاعلاج

جسکا ہو میں مریض تو لے پہلے اس سے اذن
منظور ہے جو تجھ کو مسیحا مرا علاج

ثنائے رب جو ہو تو ابھی ہو وہ تندرست
مشکل نہیں ہے ہجر میں قربانؔ کا علاج

ردیف - چ

چرکے دیدے کے مرے جسم کی اکسیر نہ کھینچ
روح تن سے تو مری اے بتِ بے پیر نہ کھینچ

ہائے باقی مرے ارمان رہے جاتے ہیں
ٹھہر اے موت ابھی زیست کی زنجیر نہ کھینچ

ایک جاں دار کی تصویر بنائی بے جاں
اس لئے کہتا تھا بہزاد کہ تصویر نہ کھینچ

گور میں جانا ہے اور گور مکاں ہے تیرا
تھوڑی سی زیست پہ تو محنتِ تعمیر نہ کھینچ

عومن گل تو مجھے خار وئے جاتی ہے
مجھے کانٹوں میں پریشانیٔ تقدیر نہ کھینچ

تجکو جانا ہے اگر پہلے ہی چلدے اُٹھ کر
کہتی ہے موت کہ تو زحمتِ تاخیر نہ کھینچ

نقش قدرت ہے بدلنے سے نہ بدلیگا کبھی
نقش تقدیر پہ تو نقشۂ تدبیر نہ کھینچ

اے کماں دار ہیں کیا لطف خلش میں اسکی
دل یہ کہتا ہے کلیجہ سے ابھی تیر نہ کھینچ

کھینچدے کاتبِ تقدیر جو تو چاہے مگر
میری تقدیر میں یہ ہجر کی تحریر نہ کھینچ

صرف ابرو کا اشارہ ہی مجھے کافی ہے
ڈاب سے تو بتِ بے پیر یہ شمشیر نہ کھینچ

پھر کہاں جوشِ تمنا کا مزہ تیرے بعد
وصل جاناں تو مرے شوق کی تاثیر نہ کھینچ

نزع کے وقت وہ آجائیں عجب کیا ہے یہاں
میری آنکھوں کی ابھی موت تو تنویر نہ کھینچ

دیکھئے ہوتا ہے کیا اس کا نتیجہ آخر
اُلٹی قرباں ابھی خواب کی تعبیر نہ کھینچ

ہو گیا ہے اس کا کاروبار ہیچ
ہو گئی دنیا کی کیا رفتار ہیچ

کیا ہے جنگ زرگری کا فائدہ
روز رکھتے ہو جو تم تکرار ہیچ

بات مطلب کی نہیں کہتے کبھی
آپ کی ہوتی ہے ہر گفتار ہیچ

دل نہیں گر پاک شیخ و برہمن
ہے تمہاری سبحہ و زنار ہیچ

باغ دنیا سے ہے اچھا داغ دل
میری نظروں میں ہے یہ گلزار ہیچ

جن کے دل ساقی ہیں مخمورِ ازل
جانتے ہیں مے کو وہ میخوار ہیچ

جس جگہ سنوائی ہوتی ہی نہیں
درد دل کا ہے وہاں اظہار ہیچ

آئے گا مل کر عدو سے میرے گھر
ہے یہ اس کا وعدہ و اقرار ہیچ

کھولدے جو صورتِ منصور راز
اس کو سمجھو محرمِ اسرار ہیچ

میری گردن ہی نہیں اس سے کٹی
دیکھ لی یہہ آپ کی تلوار ہیچ

ہے مسیحا تیری یہ چارہ گری
ہو نہ جب اچھا ترا بیمار ہیچ

وہ نہ ہو جب تک کہ عالم باعمل
شیخ کی ہے جبہ و دستار ہیچ

ہیں فضول آنکھیں جو ہوں محروم دید
ہم نہ جب دیکھیں تو ہے دیدار ہیچ

میں نے وہ قرباں اٹھائے رنج و غم
میری نظروں میں ہیں سب آزار ہیچ

تیری تقریر میں مضمر جو ہیں اقرار کے پیچ
کھولدے گا ترا عاشق ترے انکار کے پیچ

ٹھیک رندوں سے نہیں تیرا اُلجھنا ہرگز
کھولدے گا کوئی زاہد تری دستار کے پیچ

بات کہتا ہے کوئی یا کہ ستم ظالم
کچھ سمجھ میں نہیں آتے تری گفتار کے پیچ

نقشِ پا راہِ عدم کا نہیں دیتے ہیں پتہ
آڑے ترچھے وہ ترے ہوتے ہیں رفتار کے پیچ

سیدھی اُلٹی ہو سدا بات ہوا لٹی سیدھی
خوب ہم جانتے ہیں اُس بتِ عیار کے پیچ

جس کی تقدیر میں وحشت نے لگا دی ہے گرہ
ہیں پسند اس کو تری کاکلِ خمدار کے پیچ

اثر اُلٹا کیا قربان دوا نے اُس پر
کیا نصیبے میں پڑے عشق کے بیمار کے پیچ

ردیف ح

دیکھ لی ہم نے بہار اچھی طرح
کر لیا دل داغدار اچھی طرح

ہوش آنا بادہ خواروں کو ہے جرم
پیلے پیلے بادہ خوار اچھی طرح

ہم نہ ہوں گے اے دلِ بیتاب کل
آج ہونے دے قرار اچھی طرح

روز تیرا کر رہے ہیں انتظار
ہاں برس ابرِ بہار اچھی طرح

ساتھ لے لینا یہاں سے روزِ حشر
دیکھ لو میرا مزار اچھی طرح

رکھ کسر باقی نہ اے دستِ جنوں
کر گریباں تار تار اچھی طرح

شوق پر میرے کبھی ہوگا نہ بار
تم کرو خنجر کا وار اچھی طرح

آئے تربت پر جو ہمراہ عدو
کر گئے وہ بے قرار اچھی طرح

تاک کر قربان دل کہتے ہیں وہ
آج کھیلیں گے شکار اچھی طرح

لختِ دل بہ بہ کے نکلے تھے جو آنسو کیطرح
میرے دامن پر وہ چمکے شبکو جگنو کی طرح

دامِ ہستی میں پھنسا ہے دل نکل سکتا نہیں
لاکھ دل اُچھلا کرے پہلو میں آہو کی طرح

سامری فن نے بھرا تھا ان میں سحرِ سامری
کر گئی اس کی نگاہیں کام جادو کی طرح

نزع کہتے ہیں کسے تکلیف کس کا نام ہے
رُوح نکلی یاد میں محبوب کی بو کی طرح

کیا کریگا یہ کسی کا خون مل کر ان کے ساتھ
جو ہلالِ چرخ بھی نکلا ہے ابرو کی طرح

اس کی اُلجھن کا سلجھنا بھی ہے دنیا میں محال
ہیں مری تقدیر میں بل اُنکے گیسو کی طرح

اے قفس میں رہنے والے تجھ میں مجھ میں فرق کیا
کٹ گئے بازو مرے بھی تیرے بازو کی طرح

خون کے آنسو جو میں روتا ہوں سوزِ ہجر سے
رات بھر چنگاریاں اُڑتی ہیں جگنو کی طرح

شعر کیا لکھے پڑا یا تم نے اے قربانؔ منہ
ہاں غریبِ نامور کی تھی یہ قابو کی طرح

دیکھیں گے دیدار تیرا یار ہم اچھی طرح
یوں مٹا دیں گے دلِ پُرغم کا غم اچھی طرح

میں کروں اُف بھی تو فوراً کاٹ دے میری زباں
کرے جتنا کر سکے جور و ستم اچھی طرح

آستاں پر تیرے لے آئی ہے وحشت خیر سے
مجھ کو کرنے دے ذرا طوفِ حرم اچھی طرح

ابر کے پردے میں رہ جائے گی تیری آبرو
روئے تو بھی کھول کر جی چشمِ نم اچھی طرح

پھر بھی اس کی سیر کی باقی تمنا رہ گئی
کر چکے تھے گو کہ ہم سیرِ عدم اچھی طرح

میرے سینے سے جدا کرنا نہ تصویرِ جمال
چارہ گر جب تک نکل جائے نہ دم اچھی طرح

عشق کی دشواریِ منزل سے لغزش آ گئی
لاکھ گو ہم نے جمائے تھے قدم اچھی طرح

کیا کرے کوئی بھلا اُن کی قسم کا اعتبار
اُن کو کھانی بھی نہیں آتی قسم اچھی طرح

تو نے کیوں قربانؔ الفت کا یہ سودا لیا لیا
دل کو چیرے گا ترے اب خارِ غم اچھی طرح

رات دن کیوں مجھکو تڑپاتی ہے روح
کیوں نہیں تن سے نکل جاتی ہے روح

اک کرشمہ سا دکھا جاتی ہے روح
خواب میں جانے کسے لاتی ہے روح

سامنے مولا کے جائے کس طرح
شرم سے عصیاں کی شرماتی ہے روح

غیر ممکن ہو رسائی جس جگہ
مجھ کو اس محفل میں پہونچاتی ہے روح

پہلے لیجانے سے جنت میں مجھے
چشمۂ کوثر میں نہلاتی ہے روح

اے صبا تیری خوشامد کیوں کروں
بوئے زلفِ یار لے آتی ہے روح

جو نہیں اس کے سمجھتے امرِ رب
اک مسمّہ اُن کو بتاتی ہے روح

مل گیا ہے پاک دل جن کو انھیں
تا درِ مقصود پہونچاتی ہے روح

عیب کرتا ہے جو کوئی چھپ کے بھی
لعنتیں قربانؔ برساتی ہے روح

کھلے ہیں داغِ جگر بھی میرے چمن کی طرح
چھپائے پھرتا ہوں فانوسِ کفن کی طرح

تھے میرے جتنے بھی اعمال سب رہے آخر
مرے ہیں جسم سے لپٹے ہوئے کفن کی طرح

بغیر فکر کے سوتے ہیں پاؤں پھیلائے
ملی ہے گور میں راحت ہمیں وطن کی طرح

نکل کے جائیں کدھر اب کہیں مفر ہی نہیں
کہ دل لپیٹ لیا زلف نے رسن کی طرح

رہے نہ ماں کے بھی ہم پیٹ میں کبھی عریاں
حجاب اک ہمیں گھیرے رہا کفن کی طرح

سمجھے بھی سوز محبت کا حال ہو معلوم
لگن جو دل میں ہو تیرے مری لگن کی طرح

ہمارے دل سے نکلتی ہے عشق کی خوشبو
یہ ناف رکھتے ہیں ہم آہوئے ختن کی طرح

وداع روح سے تکلیف کچھ ہمیں نہ ہوئی
گئی بدن سے مگر بوئے یاسمن کی طرح

زمین سخت ہمارے قلم کو پائی ہے
یہ تیشہ چلتا ہے **قربان** کوہکن کی طرح

ردیف ۔ خ

ہو گیا غیر بہت منہ ترے لگ کر گستاخ
کہ تری بزم میں دیکھا اُسے اکثر گستاخ

تم کہیں دیکھ کے اس کو نہ خفا ہو جانا
کہ بہت ہے مرے اعمال کا دفتر گستاخ

صاف کہدیتا ہے آتا ہے زباں پر جو کچھ
آج پھرے ہے ترا وحشی سر محشر گستاخ

عشق صادق جو تجھے میری طرح ہو ناصح
تو بھی آوارہ مری طرح ہو در در گستاخ

زلف ہونے کو ہم آغوش ترے سینے سے
تا کمر آ ہی گئی دوش سے بڑھ کر گستاخ

میری تقدیر کو کیوں دی ہے سزائے گردش
میں تھا گستاخ نہ تھا میرا مقدر گستاخ

میری مٹی سے یہ بنتا تو مناسب ہوتا
بوسہ لیتا ہے ترا ہے لب ساغر گستاخ

مجھ سے کہتا ہے کہ پہلو میں بٹھائے اس کو
ہو گیا ہائے یہ کیسا دل مضطر گستاخ

اس جفا پیشہ نے کیوں توڑ دئے ہیں بازو
ترا **قربان** نہ تھا کوئی کبوتر گستاخ

میخانہ کی جو آج ہے کرتا برائی شیخ
تھوڑی سی پی کے کرنے لگیگا بھلائی شیخ

کچھ اس سے بڑھ کے دیکھتی ہیں میکدہ میں ہم
جنت کی تو نے کی ہے جو اتنی بڑائی شیخ

رندوں کیساتھ خندۂ دنداں نما فضول
اس کار ہے خیال ہو جگ ہنسائی شیخ

میخانہ میں جو آج چلے آئے بے طلب
دلمیں تمہارے آج یہ کیا بات آئی شیخ

دستار پر نگاہ ہے سب کی جمی ہوئی
رندوں کی ہجو کر کے قیامت اٹھائی شیخ

دوزخ سے ہمکو روز ڈراتا ہے وعظ میں
کیا ہاتھ میں ہے تیرے خدا کی خدائی شیخ
یہ مارتے ہیں اور جلاتے ہیں خلق کو
کرتے ہیں بت جہانمیں اپنی خدائی شیخ

بہتر ہے تم بھی خان کا اب جلد لو خطاب
قربان بن گئے ہیں یہاں نان بائی شیخ

مدعی بن گیا ہمارا چرخ
اب چلاتا ہے سر پہ آرا چرخ
تیری کردوں کا دھجیاں فوراً
بیتر کوئی جو میں نے مارا چرخ
میری پستی ہوئی گوارا کیوں
کیوں زمیں پر مجھے اتارا چرخ
ہے زمیں تنگ رنج غربت سے
کچھ تو دیدے ہمیں سہارا چرخ
میں نے نالے کئے جو شام فراق
بن کے اڑنے لگا غبارا چرخ
ہائے ظالم تو رہ گیا باقی
نہ سکندر رہا نہ دارا چرخ
ہے زمین سخت اور تو ہے دور
کیسے اپنا کریں گذارا چرخ
یہ دوپٹے سے تیرے ہے ہمرنگ
اس لئے ہے مجھے یہ پیارا چرخ

گو ہوں پامال پھر بھی ہے قربان
میری آنکھوں میں ایک تارا چرخ

کرتا ہے ستم روز جو تو ہم پہ نیا چرخ
دیتا ہے یہ کس بات کی تو ہم کو سزا چرخ
ڈرتا ہوں خدا سے کہ خدا کا ہے تو مسکن
نالوں سے وگرنا میں تجھے دیتا گرا چرخ
کیا ابر کے پنبہ سے ترے کان بھرے ہیں
سنتا نہیں ہرگز جو کبھی میری صدا چرخ
گو ہم نے بہت ہاتھ پسارے ترے آگے
موذی ہے بہت کرتا نہیں کچھ بھی عطا چرخ
کینہ تو سدا رکھتا ہے عشاق سے دلمیں
کیسا یہ تری عقل پہ پردہ ہے پڑا چرخ
پر تو سے دئے اپنے بنا چاند ستارے
احساں مرے معشوق نے تجھپہ ہی کیا چرخ
پیتے ہوئے شرم آتی ہے ہمکو ترے آگے
تو اوڑھ لے بادل کی ذرا آج ردا چرخ
دنیا میں ہمیں تو نے جدا ان سے کیا تھا
اب حشر میں ہم کیوں نکریں تیرا گلا چرخ

کہتے ہیں یہ جب لوگ کہ یہ حد نظر ہے
قربان بہت ہنستا ہے ان پہ بجا چرخ

ردیف - د

میرا باقی نہ نشاں کوئی رہا میرے بعد
میرا مدفن بھی زمانے سے مٹا میرے بعد

دل کے کھلنے کی تمنا میں رہا میں تا عمر
کیا چلی پھر جو چلی موجِ صبا میرے بعد

خون سے دل کے اسے شوخ بناتا تھا میں
رنگ دیگی نہ کبھی تیری حنا میرے بعد

کرتے ہیں اب جو وفا نقل وہ کرتے ہیں مری
ورنہ دنیا سے مٹا نقشِ وفا میرے بعد

فاتحہ کیلئے بھی آئے نہ تربت پہ کبھی
میری الفت کا دیا خوب صلا میرے بعد

اپنے مرنے سے مجھے اسکا زیادہ ہے ملال
سر پہ لے گا نہ کوئی بارِ جفا میرے بعد

اُن کے سینے میں مرا داغِ محبت چمکا
باغِ الفت میں نیا گل یہ کھلا میرے بعد

کیا کروں ڈالدے اب گور پہ اسکو میری
لے کے آیا ہے مسیحا جو دوا میرے بعد

وجد کرتا تھا جہاں سُن کے ترانے غم کے
تیری محفل میں رہا کچھ نہ مزا میرے بعد

قبر میں رکھتے ہی احباب مجھے بھول گئے
ایکدن بھی تو میرا غم نہ کیا میرے بعد

رنگ آلود رہے گی یہ ترے قبضہ میں
کون کھائیگا تری تیغ ادا میرے بعد

جسکو دیکھو وہ یہ کہتا ہے کہ عاشق میں ہوں
چل گئی عشق کی دنیا میں ہوا میرے بعد

فیض کہتا ہے مری آبرو اُسنے رکھ لی
جانشینِ نجد میں قربان ہوا میرے بعد

آتی نہیں کان میں یارب فغانِ درد
خاموش کیوں ہوا ہے جرس کاروانِ درد

دل پر کرے گی اپنا اثر داستانِ درد
کہتے ہیں وہ کہ ہم نہ سنیں گے بیانِ درد

یہ دیکھنا ہے آبرو کس کی خدا رکھے
لیتا ہے دل جگر سے مرے امتحانِ درد

اب چٹکلیوں کا اُن کی کوئی کیا گلا کرے
پہلے ہی کاٹ لی ہے کسی نے زبانِ درد

بجلی گری تھی خرمنِ دل پر اگر مرے
محفوظ رہ گیا ہے یہ کیوں آشیانِ درد

سوز و خلش بھی میں بھی اور تپش بھی ہے
آباد میرے دم سے ہوا ہے جہانِ درد

شعلوں نے دل میں آگ لگائی تھی آہ سے
سوزِ جگر نے پھونک دیا گلستانِ درد

تھے جتنے داغ بن گئے تارے شبِ فراق
دل پر گرا جو ٹوٹ کے اک آسمانِ درد

میں کیا بتاؤں ڈھونڈ لو پہلو میں آکے خود
کیوں بار بار پوچھتے ہو تم نشانِ درد

مہرِ سکوت تم نے لگا دی زباں پر | کیوں کر کرے بیاں کوئی رازدانِ درد
دونوں رہیں گے ساتھ کہ ہے ربط باہمی | دل میں ہے درد اور ہے دل درمیانِ درد

آزردہ ہو کے اٹھ گئے آخر وہ بزم سے
قربانؔ تھا بیانِ قیامت بیانِ درد

بنے میرے دشمن مروت کے بعد | یہ کیا ہو گئے تم محبت کے بعد
اُٹھیں ہے عداوت محبت کے بعد | یہ ذلت ملی ہم کو عشرت کے بعد
سُناتے ہیں ہم داستانِ فراق | قیامت ہے برپا قیامت کے بعد
وہ بیکار ہے قدر اُس کی نہیں | ملے گر کوئی شے ضرورت کے بعد
ٹھکانے لگی آج محنت مری | کیا اس نے اقرارِ محبت کے بعد
گناہوں کے ڈر سے میں اب رو دُوں کیوں | رہی اسکی حاجت نہ رحمت کے بعد
گناہوں کی آخر سزا یہ ملی | ملی ہم کو جنت ندامت کے بعد
ہے انجام آغاز سے خوشگوار | ملی ہم کو راحت بھی کلفت کے بعد
وہی درد راحت کے جانے مزے | جو پا جائے صحت علالت کے بعد
کہاں تک کروں اس عنایت کا شکر | نمک پاشیاں ہیں جراحت کے بعد
شبِ وصل کیا شوق سے تنگ ہوں | اب اک اور حسرت ہے حسرت کے بعد
دلِ غمزدہ قابلِ دید تھا | محبت سے پہلے محبت کے بعد

گئے ہیں وہ قربانؔ یہ کہہ کے آج
کہ تجھ سے ملیں گے قیامت کے بعد

میری گردن کی سُنی تو نے نہ خنجر فریاد | اور تیزی سے چلا اس کی تو سُن کر فریاد
بُت تو سنتے ہیں مری اور نہ کچھ کہتے ہیں | تو ہی اب سن لے مری داورِ محشر فریاد
تیری رحمت نے مگر حشر میں عزت رکھ لی | بے اثر تھی مری اے داورِ محشر فریاد
تم نے وعدہ جو کیا ہم نہ ستائیں گے کبھی | رک گئی آ کے شبِ غم مرے لب پر فریاد
صبر سے بیٹھے تھے وہ کھولدئے مُنہ تو نے | زخم کرتے ہیں تجھے دیکھ کے نشتر فریاد
باہر آ کر جو کرو نالہ تو دنیا بھی سُنے | بلبلو کرتی ہو کیوں باغ کے اندر فریاد
میری فریاد کا فریاد ہی شاید تھا جواب | لے کے آیا ہے مرے پاس کبوتر فریاد

ہاتھ رکھ کر مرے منہ پر وہ یہ فرماتے ہیں | ہم بھی فریاد سنیں گے تری اب کر فریاد
کام قربان تری کچھ نہ فصاحت آئی
موم ان کو نہ کیا تو نے سنا کر فریاد

میری الفت سے لے سبق فرہاد | عشق کا درس ہے ادق فرہاد
عشق شیریں میں آہ یہ حالت | سینہ شق اور رنگ فق فرہاد
دیگی شیریں تجھے مبارک باد | بے ستوں کو کیا ہے شق فرہاد
خون ٹپکا جو تیرے تیشے سے | آسماں پر بنا شفق فرہاد
تو بھی الفت میں اپنی صادق تھا | تجھ سے ہم کیوں نہ لیں سبق فرہاد
منہ سے جاری تھا نام شیریں کا | جان جبتک تھی اک رمق فرہاد
تیرا قصہ تھا سخت عبرتناک | سن کے ہم کو ہوا قلق فرہاد
تیرے مرنے کی سن جو لی ہے خبر | رنگ شیریں ہوا ہے فق فرہاد

حاضر قبر آج ہے قربان
لے کے پھولوں کے کچھ طبق فرہاد

رخ جو ہے آفتاب کی مانند | لب ہیں تیرے گلاب کی مانند
تیرا جلوہ چھپائے رہتی ہے | آنکھ میری نقاب کی مانند
سوز الفت میں تیری جلتا ہے | دل ہمارا کباب کی مانند
میری آنکھوں میں تیری آنکھوں نے | نقشہ آیا شراب کی مانند
آج دنیا میں پیش وہ آئے | مجھ سے روز حساب کی مانند
آنکھ اٹھتی نہیں کبھی اوپر | ہے حیا بھی نقاب کی مانند
یاد آئی تیری یم خوبی | آنکھ برسی سحاب کی مانند
ہم نے روز ازل جو دیکھا تھا | بھولے بیٹھے ہیں خواب کی مانند
نفس جاتے کوئی نہیں دیکھی | ہم نے اپنے شباب کی مانند
شیب میں ہے ہوس کے چہرہ پر | روسیاہی خضاب کی مانند

زندگی جس کو کہتے ہیں قربان
صرف وہ ہے حباب کی مانند

بنا قفس بھی وہ ہی لے کے تیلیاں صیاد
کہ جن سے تو نے بنایا تھا آشیاں صیاد

کبھی کبھی مری سنتا ہے داستاں صیاد
خدا کا شکر ہوا۔ اب تو مہرباں صیاد

نظر نہ آئے مجھے اپنا گلستاں صیاد
غلاف ڈال قفس پر تو کر یہاں صیاد

سناؤ کیا تجھے میں اپنی داستاں صیاد
کہ تو سمجھ نہیں سکتا مری زباں صیاد

عبث کہ اب بھی تو رہتا ہے بدگماں صیاد
ہزار بار کیا میرا امتحاں صیاد

ذرا سی دیر قفس کو چمن میں رہنے دے
فراق گل میں ہوا ہوں میں نیم جاں صیاد

یہاں تو کوئی بھی اپنا نظر نہیں آتا
چمن سے لیکے تو آیا مجھے کہاں صیاد

جہاں کرے ہوں گلستاں میں پھول کھلا کر
وہیں تو پھینکتا میری بھی استخواں صیاد

ہوئے ہیں داغ محبت کے جب سے دل میں عیاں
قفس کو اپنے سمجھتے ہیں گلستاں صیاد

تو روز روز عنادل چمن سے پکڑے ہے
بنا ہے گویا حوادث کا آسماں صیاد

معاملہ ہے جو کچھ مجھ میں اور گلستاں میں
نہیں ہے تیرے سوا کوئی رازداں صیاد

خدا کے واسطے اتنی خبر تو دے لاکر
کہ اب بہار ہے گلشن میں یا خزاں صیاد

خزاں تھی جانے کو اور تھی بہار آنے کو
چھڑایا ایسے زمانے میں گلستاں صیاد

چمن میں یاد کوئی ہم صفیر کرتا ہے
کہ بار بار اب آتی ہیں ہچکیاں صیاد

ہماری آنکھ بھی کھلتی نہیں نقاہت سے
کیا ہے فرقت گل نے یہ ناتواں صیاد

کھٹک رہا تھا نشیمن مرا مگر تو نے
گرائیں سارے گلستاں پہ بجلیاں صیاد

نہ کیوں ہیں لطف اسیری اٹھاؤں اے قرباں
کہ پھر کہاں یہ قفس میں کہاں۔ کہاں صیاد

ٹھیرا دل بیتاب ہوئی اسکی زباں بند
بیمار محبت کی ہے اب آہ و فغاں بند

میخواروں کا آنا بھی ہوا اب تو یہاں بند
میخانے کو اب اپنے تو کر پیر مغاں بند

مایوسی میں یہ حال ہے اب حسرت دل کا
جس طرح ہو آوارہ مکیں اور مکاں بند

ضد ان کو دم نزع کہ قصہ کہوں اپنا
اور میری یہ حالت کہ زباں بند بیاں بند

کیا ضبط نے کچھ دل کیطرح تجھ سے کیا ساز
آنسو جو ہوئے آج ترے چشم رواں بند

ممکن ہے ہو محشر میں گواہی کی ضرورت
پہلو میں سدا رکھتا ہوں اک زخم نہاں بند

اے باغباں قوت تری اسوقت ہو تسلیم
آئے نہ کبھی باغ میں ہو جائے خزاں بند

تقریر پہ تقریر کئے جاتا ہے اے دل | رہتی نہیں کمبخت کبھی تیری زباں بند

بجبور محبت بھی عجب چیز ہے قربان

پابند۔ منظر بند۔ زباں بند۔ دہاں بند

جب اس کی پسند نہ ہے اسکی خو پسند | کیوں دل کو کر لیا مرے اے حیلہ جو پسند
آنکھوں میں آکے ضبط کے کہنے سے رک گئے | آنسو بھی ہو گئے ہیں مرے آبرو پسند
پہلے عزیز تھی یہ ہیں اب مگر نہیں | ہے جان سے زیادہ ہمیں آبرو پسند
میں آرزوئے وصل کو کر دوں نگاہ سے دور | تم کو نہیں اگر یہ میری آرزو پسند
کیا میرے دل کا حال فرشتے سنا سکینگے | تم کو نہیں ہے میری اگر گفتگو پسند
دشمن کی اور دوست کی تم کو نہیں تمیز | فطرت تمہاری ہو گئی کیسی عدو پسند
قسمت تری کھلی کہ نصیبا ہوا بلند | اے دل سنا ہے آہی گیا ان کو تو پسند
یہ بھی تمہارے سوز محبت کا ہے طفیل | زخموں کی میرے تمکو جو آتی ہے بو پسند

قربان اپنی اپنی نظر اور پسند ہے
تجھ کو نہیں وہ پسند انہیں ہے عدو پسند

کیا ہوا۔ کیا نہ ہوا میرا خدایا قاصد | آج بھی کوچۂ جاناں سے نہ آیا قاصد
میرے مطلب کی خبر کوئی نہ لایا قاصد | ہو کے ناکام در یار سے آیا قاصد
انکی خفگی کا مجھے حال سنایا قاصد | تو نے تو اور مرے دل کو ستایا قاصد
دل کے خوش کرنیکو میرے تو ذرا نقل تو کر | کسطرح انکو مرا حال سنایا قاصد
جانا آنا تو ترا روز رہا اس در پر | خط مگر دوست کا لا کر نہ دکھایا قاصد
اس طرح ہو کے خفا یار کے گھر سے آیا | جسطرح موت کا پیغام ہو لایا قاصد
تیرے آنیسے ملی زندگی نو گویا | عمر لوٹ آئی کہ تو لوٹ کے آیا قاصد
پھر مرا حال انہیں جا کے سنانا لیکن | دیکھنا پہلے وہاں اپنا پرایا قاصد

تجھ پہ قربان میں جاؤں کہ تری آنکھ ہے پر
اللہ اللہ تو انھیں دیکھ کے آیا قاصد

سب پر ہیں عیاں چار سو احسان محمدؐ | کس طرح نہ دنیا ہو ثنا خوان محمدؐ
گیسو کا ہوا عکس جو واللیل یقیناً | والشمس ہے خال رخ تابان محمدؐ

یہہ نورِ شبِ ماہ تصدق ہے کسی کا
ہے عکسِ فگن شمعِ شبستانِ محمدؐ

توحید کا رستہ ہمیں بتلا دیا سیدھا
کس درجہ ہے اسلام پہ احسانِ محمدؐ

تکمہ ہے گریبان کا اک عقدۂ پُرنور
اور مطلعِ انوارِ گریبانِ محمدؐ

محشر میں سفارش مری نانا سے کرینگے
حسنینؑ جو ہیں لختِ دل و جانِ محمدؐ

جا پہونچوں مدینہ میں یوں ہی مانگتا کھاتا
حامی ہوں مرے کاش گدایانِ محمدؐ

قربان شفاعت اُنھیں کرنی ہی پڑے گی
چھوڑوں گا نہ میں حشر میں دامانِ محمدؐ

خدا خود ہُوا ہرزہ جانِ محمدؐ
نہ کچھ کر سکے دشمنانِ محمدؐ

کوئی شان میں اُسکا ہمسر ہو کیونکر
کہ شانِ الٰہی ہے شانِ محمدؐ

جِنا کب جُدا ماہِ کامل سے ہو گی
یہہ روشن رہے گا نشانِ محمدؐ

غرض عرش سے اور نہ کرسی سے مطلب
ہے تکیہ مرا آستانِ محمدؐ

کوئی اور قصہ نہ ہرگز سنوں گا
سُنا دو مجھے داستانِ محمدؐ

زبانِ عرب میں ہے قرآن اُترا
زبانِ خدا ہے زبانِ محمدؐ

صلہ مدح خوانی کا خلدِ بریں ہے
بہشتی ہیں سب واصفانِ محمدؐ

یہ اعزاز کچھ کم نہیں ہے عزیزو
کہ قربان بھی ہے مدح خوانِ محمدؐ

ہر گل میں ہے عکسِ رُخِ نیکوئے محمدؐ
ہر غنچہ میں پیوستہ ہے خوشبوئے محمدؐ

ہے طور کے شعلہ میں نہاں موئے محمدؐ
کیا تاب جو دیکھے کوئی گیسوئے محمدؐ

خلوت کدۂ پاک میں صلواۃ کا غُل تھا
پردے کے مقابل ہوا جب رُوئے محمدؐ

کیونکر ہو میسر درِ اقدس کی غلامی
جبریل ہے جاروب کشِ کوئے محمدؐ

عقبیٰ بھی مل گئی دُنیا بھی اُسی کو
جو شخص ہوا دل سے رضا جوئے محمدؐ

پامال ہوں بے ہاتھ لگائے کفِ پا کو
نادیدہ ہوں میں کشتۂ ابروئے محمدؐ

خالق نے خطاب آپکو محبوب کا بخشا
کس درجہ ہے مقبولِ خدا خوئے محمدؐ

واپس نہ کبھی آؤں میں پھر جا کے وہاں سے
دکھلائے خدا کاش مجھے کوئے محمدؐ

رکھتا ہی بس اخلاص سے ہاتھ اپنا شب و روز
چوگانِ قضا زیرِ سرِ کوئے محمدؐ

ہوتے ہیں اُدھر قافلہ پر قافلہ راہی
قربان کبھی تو بھی تو چل سوئے محمدؐ

والشمس ہے وہ چہرہ زیبائے محمدؐ
والیل ہے وہ گیسو دل آرائے محمدؐ

طوبیٰ چمن خلد میں اک سایہ ہے اُسکا
اے صل علیٰ قامت رعنائے محمدؐ

کیونکر نہ اُسے دعویٔ رفعت ہو فلک سے
اک رات سر عرش پہ تھا پائے محمدؐ

کر سکتا کسی کام کا کب عقل کُل آغاز
ہوتی نہ شریک اُسکے اگر رائے محمدؐ

جز بخشش اُمت نہ کیا حق سے طلب کچھ
قربان سر ہمت والائے محمدؐ

بر لائے خدا کاش یہ دل کا مرے ارماں
ہو پیش نظر روضۂ زیبائے محمدؐ

قربان ہے اب اور تمناؤں سے بیزار
دل میں ہے فقط اس کے تمنائے محمدؐ

ایسی ہے شان مصطفےٰ صل علیٰ محمدؐ
جس کی ثنا کرے خدا صل علیٰ محمدؐ

شافیٔ علت ریا دافع محنت و بلا
ادنیٰ ہے تیرا معجزہ صل علیٰ محمدؐ

گلشن خلد کا شجر گلبن خلد کا ثمر
شوکت دین کا صلا صل علیٰ محمدؐ

کھلتا ہی باغیں جو گل ہوتی ہی ائیں تیری بو
نغمہ ہے عندلیب کا صل علیٰ محمدؐ

ہادیٔ راہ کبریا رہبر جملہ انبیا
تیرا بڑا ہے مرتبہ صل علیٰ محمدؐ

دلسے پڑھے درود جو غم میں ہو کوئی مبتلا
بس یہ ہی اُسکی ہے دوا صل علیٰ محمدؐ

قربان خاکسار کو بندۂ جاں نثار کو
ورد ہے رات دن شہا صل علیٰ محمدؐ

ہے سب سے تیرا افضل سامان یا محمدؐ
شاہوں سے تو ہے بڑھ کر ذیشان یا محمدؐ

مشرق میں نور تیرا مغرب میں تیرا جلوہ
ہے شش جہت میں تیرا فیضان یا محمدؐ

معراج میں خوشی سے کیونکر طلب نہ کرتا
عاشق تھا دل سے تیرا رحمان یا محمدؐ

روح القدس ہی تیرے روضہ کا ایک چاکر
رضواں ہے تیرے در کا دربان یا محمدؐ

جنت کی راہ ہم کو تو نے بتائی سیدھی
بے حد ہے تیرا ہم پر احسان یا محمدؐ

قربان کا یہ ہر دم ہر آن ہے وظیفہ
قربان یا محمدؐ قربان یا محمدؐ

ردیف ۔ ڈ

تجکو ہے یار ابرُوئے خمدار پر گھمنڈ
دُنیا کو پھر ہوا کرے تلوار پر گھمنڈ

اتنا غرور حسن پہ ہوگا نہ قہر کو
جتنا ہے تجکو شعلۂ رُخسار پر گھمنڈ

ہے بات کونسی نہیں جس پر تجھے غرور
رفتار پر گھمنڈ ہے گفتار پر گھمنڈ

ہو ناز عاشقوں پہ تو وہ ناز ہے بجا
زیبا نہیں ہے آپ کو اغیار پر گھمنڈ

تجکو بھی سخت جانی پہ اتنا ہی ناز ہے
جتنا ہے اپنی آپ کو تلوار پر گھمنڈ

ہے اُنکا اک سخن دم عیسیٰ سے بھی سوا
پھر کیوں کریں نہ اپنی وہ گفتار پر گھمنڈ

گلچین کی آستین کو جب سے پکڑ لیا
بلبل کو اب ہے گل سے سوا خار پر گھمنڈ

قمری کو سرو پر بھی ہوگا وہ ناز و فخر
جتنا ہے ہم کو قامتِ دلدار پر گھمنڈ

توڑے گا ایک روز وہ تیرا غرور بھی
قربان کر کے بیٹھا ہے جس یار پر گھمنڈ

ردیف ۔ ذ

یہ سمجھتے ہیں اُسے ہر دم لذیذ
ہو گیا زخموں کو اب مرہم لذیذ

اہلِ دل سے اُسکی لذت پوچھئے
ہے خوشی سے کچھ زیادہ غم لذیذ

رکھتا ہے اس سے ہمیشہ تر زباں
ہے مگر گل کو بہت شبنم لذیذ

وہ ہی کرتی ہے زیادہ فائدہ
جو دوا ہے ذائقہ میں کم لذیذ

اپنا اپنا ذوق ہے یہ ہم نشین
عیش تجھ کو ہے تو ہمکو غم لذیذ

تیرے نالے قلبِ مضطر خوشگوار
تیرے آنسو دیدۂ پرنم لذیذ

دل کچھ اُس سے ہے سوا ہمکو پسند
جام تھا جیسا تجھے اے جم لذیذ

مے ہے دستِ غیر سے قربان کو زہر
اور تیرے ہاتھ سے ہے سم لذیذ

بہت ناقص لکھا کاتب مری تقدیر کا کاغذ
پڑھا جاتا نہیں ہرگز تری تحریر کا کاغذ

شرارت کا سبب تھا یا مری قسمت کا باعث تھا
کیا ہے چاک کیوں اُسنے مری تحریر کا کاغذ

مرقع کھینچکر اس میں تری صورت کا رکھا ہے
بنایا دل کو ہم نے ہے تیری تصویر کا کاغذ

مرے قاتل کا عصہ بڑھ گیا مظلوم پر ناحق
لکھا تھا خونِ قاتل سے مری تعزیر کا کاغذ

تجھے اے شیخ میں خطِ غلامی آج ہی لکھدوں
جو تو لادے شرابِ ناب کی تطہیر کا کاغذ

وہ میرا خط پڑھیں اور لکھ بھی دیں فوراً جواب اسکا
نہ اس تقدیر کا میں ہوں نہ اس تدبیر کا کاغذ

فلک پر دیکے نقطے رات کو پیدا کئے انجم
بنایا آہ نے یوں آسمانِ پیر کا کاغذ

قیامت سے بھی پہلے دھو دیا کیا شانِ رحمت ہے
مرے اشکِ ندامت نے مری تقصیر کا کاغذ

یہ کہہ کر اُسنے اے قربان مراخط کردیا واپس
پڑھا جاتا نہیں ہم سے تری تحریر کا کاغذ

کھال کا میری بنالو یہ ہے سستا کاغذ
نامہ لکھنے کو تمہیں گر نہیں ملتا کاغذ

میں تو سمجھا تھا لکھا اُس نے ہے کیا کیا اسمیں
خط جو کھولا تو لفافہ میں تھا سادا کاغذ

ایک بھی بات نہیں اپنے موافق نہ ملی
ہر طرف کو ترا لکھا ہوا اُلٹا کاغذ

کاتبِ بخت کی تحریر پڑھی ہی نہ گئی
کس زباں میں مری تقدیر کا لکھا کاغذ

ہُو بہو جیسے ہو تقدیر کا میری لکھا
اُلٹا سیدھا تھا لکھا یار نے ایسا کاغذ

دھوئے گی دفترِ تقصیر خدا کی رحمت
کیوں فرشتے یہ مرا کرتے ہیں میلا کاغذ

صافِ انکار میں گو کرتا رہا حشر کے روز
کانپ اُٹھا آگے جب اعمال کا آیا کاغذ

تو نے کیوں کاتبِ تقدیر نہ کی مجھ پہ نظر
جبکہ لکھنے کو ترے سامنے آیا کاغذ

خوب دیکھا کہیں باقی نہ تھی گنجائشِ عذر
اپنے اعمال کا قربان جو دیکھا کاغذ

ردیف ۔ ر

رہو آنکھوں میں پتلی بنکے پتلی میں نظر ہوکر
سما جاؤ مرے پہلو میں دل بنکر جگر ہوکر

ہنر کو عیب تم کہنے لگے اہلِ نظر ہوکر
ہنر اب کیا جچیگا ابن نگاہوں میں ہنر ہوکر

ہوس میں خوابِ عشرت کی کروں تا ہوں بند آنکھیں
نظر آجائے کوئی کاش رویائے سحر ہوکر

فلک تیرے بھی عکسِ رُخِ روشن کی چوری میں
چمکتا رہتا ہے عالم میں بنجورِ قمر ہوکر

وہ اب چھپنا بھی گر چاہیں تو ہم کو چھپ نہیں سکتے
رہیں گی تیلیاں چلمن میں بھی تارِ نظر ہوکر

شبِ فرقت کو کیا سمجھے ہو تم ہے اک بلا یہ بھی
قیامت ڈھائیلی یہ رات ہی اک دن سحر ہو کر

نگاہِ شوق کا بار اُن کو کھلنے کھیلنے کیا دے
غضب میں آئے وہ غنچہ دہن نازک کمر ہو کر

ہے دلمیں داستانِ عشق اور ایک دل قیامت کا
بہت بے لطف ہو جائے گا قصہ مختصر ہو کر

بطے بزمِ دشمن میں اگر ہو گی تو بو دے گی
کباب دل کی صورت سیخ پر یہ سیخ پر ہو کر

بلائے ٹھوکریں کھائیں عدو کی آبرو جائے
پڑے ہیں رہگذر میں خشت و سنگ رہگذر ہو کر

تری پیکر کو قدرت نے بنایا ایسی ساعت میں
رہا مقبول دنیا میں تو منظورِ نظر ہو کر

ہزاروں آرزوئیں حسرتیں ارمان مدفوں ہیں
بنایا مقبرہ دل کو کسی نے فتنہ گر ہو کر

سمجھے تارِ نظر آئے لحد کی تیرگی میں بھی
جو آیا شمع رُو تربت پہ کوئی نوحہ گر ہو کر

ہوائیں جیتے جی باندھیں بہت بیدادپیشوں نے
مگر دنیا سے وہ گذرے تو مخدوم و ثمر ہو کر

ضیائے حسنِ یوسف تھی کہ حسرت تھی زلیخا کی
رہی جو دیدۂ یعقوب میں نورِ نظر ہو کر

غزل قربان و احمد کی بہت پچکی نمائش میں
پھلے دنیا میں شاگردِ غریب نامور ہو کر

قربان[1] و احمد[2] سہانپوری

کر کے بیداد نہ کہہ شکوۂ بیداد نہ کر
تو ہی یہ ظلم و ستم اے ستم ایجاد نہ کر

شکوۂ جور و جفا اے دلِ ناشاد نہ کر
دیکھ بے رحم کو آمادۂ بیداد نہ کر

صبر کر صبر ذرا دیکھ لوں صورت تیری
سر جدا کرنے میں جلدی ستم ایجاد نہ کر

ہو گیا اُنس اسے اپنے قفس سے صیاد
روح کو قید بدن سے مری آزاد نہ کر

نہ چھڑا فصلِ بہاری میں گلستاں اُسنے
بلبلوں پر ستم و جور یہ صیاد نہ کر

اے صبا بہر خدا خاکِ لحد کو نہ اُڑا
رحم کر رحم تو مٹی میری برباد نہ کر

نو گرفتار ہیں آجائیں گے آداب قفس
ظلم مرغانِ چمن پر ابھی صیاد نہ کر

سامنے اُس کے بھلا تیری حقیقت کیا ہے
بسرکشی قامتِ دلدار سے شمشاد نہ کر

آشیانے کو مرے اُس نے کیا ہے برباد
اے خدا خانۂ صیاد کو آباد نہ کر

اے صبا بوئے چمن آپ ہی اُڑ جائیگی
مفت الزام نہ لے تو اسے برباد نہ کر

ہجر میں موت کی ہچکی بھی نہ آئی مجھکو
کہدیا موت سے بھی اُسنے اسے یاد نہ کر

کفر ہے مذہبِ الفت میں شکایت قربان
گلۂ جور نہ کر شکوہ بیداد نہ کر

رہیں گے آج سے ہم بھی کسی کے آشنا ہو کر
اگر ملتے ہو غیروں سے ملو تم بے وفا ہو کر

نگاہیں اس نے پھیریں بے مروت بیوفا ہو کر
ہوا نا آشنا ہم سے وہ عالم آشنا ہو کر

دکھایا دل مرا بیداد گر نے بے وفا ہو کر
ڈبایا کشتیٔ راحت کو میری ناخدا ہو کر

میری شامت کہ میں نے غیر کا شکوہ کیا اُن سے
بگڑ بیٹھے چڑھائے تیور اٹھ بیٹھے خفا ہو کر

سنا نا ہر گھڑی اچھا نہیں ہے اپنے عاشق کا
دُعا لگ جائیگی آخر کسی کی بد دُعا ہو کر

خبر دیتی ہے گویا کوچ کی جسدم نکلتی ہے
نفس سے آمد و شد کی صدا بانگ درا ہو کر

پھرے ہے گو نجتا صحرا میں ہر سو نالۂ مجنوں
صدائے قیس ہو کر نغمۂ بانگ ورا ہو کر

مسل کر دل تمناؤں کا میری خون کرتے ہو
لپٹ جائے نہ حسرت دست نازک سے حنا ہو کر

کوئی دانا بچے کیا گردش گردون گرداں سے
یہ ظالم پیستا ہے سبکو سنگ آسیا ہو کر

نظر اٹھتی نہیں آگے کسی کے اہل عصمت کی
کہ اُن کی آنکھ میں شوخی بھی آتی ہے حیا ہو کر

فنا ہو کر ہوا حاصل بقا باللہ کا رتبہ
اُٹھایا زندگی کا لطف قرباں نے فنا ہو کر

سدھارا قافلہ گل کا خزاں آئی ہے گلشن پر
ہیں نالاں بلبلیں بیٹھی ہوئی شاخ نشیمن پر

اثر کچھ ان کے دل میں کر دیا درد محبت نے
کہ آئے وہ پریشاں اشک ریزاں میرے مدفن پر

کیا ہے قتل کس بیکس کو ظالم آج مقتل میں
پڑی ہیں خونکی چھینٹیں ہزاروں میرے دامن پر

اگر پردہ اٹھا دو تم لب بام آکے چہرے سے
گماں ہو ماہ تاباں کا تمہارے روئے روشن پر

میری ہستی کو اے دست فلک محفوظ کر لیتا
گرانی بجلیاں منظور تھیں گر میرے خرمن پر

اگرچہ یہ تپان سنگدل پتھر کے ٹکڑے ہیں
گرا دیتے ہیں آنسو آنکھ کی عاشق کی شیون پر

کریگا ٹکڑے ٹکڑے دیکھ جھٹکا ہاتھ وحشت کا
بھروسہ چارہ گر رکھتا ہے کیا زنجیر آہن پر

کہیں خون وفا کے داغ بھی دھلتے ہیں دھونے سے
یہ دھبے حشر تک قاتل رہینگے تیرے دامن پر

ہے اب حد سے سوا اشوق شہادت مرنیوالوں کو
خدا کے واسطے قاتل چلا دے تیغ گردن پر

پس مردن بھی دونوں نے نہ چھوڑا ساتھ دونوں کا
ہماری قبر پر حسرت ہے ارمان دل کے مدفن پر

اجازت بلبلوں کو باغباں اتنی نہیں دیتا
نظارہ گل کا کرلیں بیٹھکر دیوار گلشن پر

نہ پایا چین ہم نے جیتے جی ایذا دہندوں نے
مرے تو دو فرشتے اور تھے موجود مدفن پر

خفا کیوں ہو پس مردن گنہگار محبت سے
کبھی آتے نہیں تم فاتحہ پڑھنے بھی مدفن پر

نگاہِ ناز نے قاتل کی قرباں ذبح کر ڈالا
چلا دی جب چھری اللہ اکبر کہہ کے گردن پر

حاضر ہُوا ہوں صابری دیکھ کر
مجھ پر نگاہِ لطف ہو سرکار دیکھکر

کعبہ سے کیوں پھرا درد دیوار دیکھکر
جاتا تھا شیخ جلوۂ دیدار دیکھکر

اُس نے اٹھائی تیغ جو مجھ بے قصور پر
آئی صدائے غیب جفا کار دیکھ کر

کھائی ہیں سالکانِ طریقت نے ٹھوکریں
زاہد پھسل پڑے تری رفتار دیکھکر

بلبل خزاں میں رنگ اُڑیگا بہار کا
کیا شاد ہے تو باغ کو گلزار دیکھکر

بے وجہ ناچتے نہیں طاؤس باغ میں
آئے ہیں رقص میں تری رفتار دیکھکر

اے چارہ گر سمجھ کے ذرا کیجئے علاج
ہنستے ہیں زخم مرہم زنگار دیکھکر

کیا لطف ہے یہاں سرِ سودا نہیں رہا
اور دل پہ ٹوٹتے ہیں خریدار دیکھکر

عاشق ہزاروں مرگئے سر پھوڑ پھوڑ کر
ثابت ہے حالتِ در و دیوار دیکھکر

کس منہ سے اُنکے جور و جفا کا گلہ کروں
بیداد اس نے کی ہے وفادار دیکھکر

موسیٰ کی طرح ہم بھی جو بیہوش ہو گئے
نکلے گی خاک حسرتِ دیدار دیکھکر

کھوٹے کھرے سخن کو پرکھتے ہیں ذی ہنر
لیتے ہیں لعل و دُر کو خریدار دیکھکر

زلفوں کو اُس کی دیکھ کے رُخسار دیکھئے
سیرِ حلب بھی کیجئے تاتار دیکھکر

دیکھے کوئی جو دیدۂ وحدت سے باغِ دہر
حاصل ہو۔ ایک کیفِ گل و خار دیکھکر

قرباں حسن بھی ہے عجب جنسِ دلفریب
کب چھوڑتا ہے اُس کو خریدار دیکھ کر

نظروں میں مری کوئی سماتا ہی نہیں اور
دیکھا نہ زمانے میں کہیں تجھسا حسیں اور

دیکھوں میں شبِ وصل تجھے پہلو میں اپنے
کچھ اس کے سوا دل کی تمنا ہی نہیں اور

تم سے ہی تو اُمید تھی دنیا میں کرم کی
دُکھ دینے لگے دل کو مرے ہائے تمہیں اور

اللہ رے اُس جلوہ گہِ ناز کے اعجاز
آنکھیں تھیں کہیں اور مرا دل تھا کہیں اور

تیار ہزاروں ہیں ابھی بننے کو موسےٰ
ہاں ایک جھلک پردے سے اُو پردہ نشیں اور

یہ کیف۔ یہ مستی۔ یہ چھلکتی ہوئی نظریں
کچھ اور ہیں آنکھیں تری ہے آہوئے چیں اور

جانے کیلئے بیٹھے تھے ہم اور کہیں کو
لے جاتا ہے رہوارِ قضا ہم کو کہیں اور

مردود ہو سجدہ جو کرے جز ترے در کے
ہرگز نہ جھکے گی یہ کہیں میری جبیں اور

راحت میں بھی تکلیف میں بھی تجھ پہ نظر ہے
ملجا و ماوا۔ کہیں جز تیری نہیں اور

سمجھے ہوئے تھے ہم تو درِ دوست کو جنت
زاہد نے کہا۔ ہم سے کہ ہے خلد بریں اور

کہتے نہ تھے قربان نہ کر ان کی تمنا
کرتا ہے کوئی عجز تو کھنچتے ہیں حسیں اور

پھاہا مرے زخموں پہ نہ رکھ غنچہ دہن اور
بڑھ جائیگی اس سے تو مرے دل کی جلن اور

ہے دفن مرے ساتھ میں اک لاشۂ دل بھی
رکھدیجئے ہمراہ مرے ایک کفن اور

پہلے ہی کسی شوخ سے لوں حشر کا وعدہ
دل کہو ہے مرے آج نئی ایک لگن اور

مہکے ہوئے پھولوں سے دہن مانگ کے لا آ
منظور ہے لڑنا جو تجھے غنچہ دہن اور

تقلید فلک کرتے ہیں بیداد میں ہر روز
وہ سیکھ کے آئے ہیں نیا ایک چلن اور

ہوتا ہے نمک پاش جو زخموں پہ وہ ہنس کر
خوش ہوتا ہے اس سے یہ مرا داغ کہیں اور

بدلے تری محفل میں تمناؤں نے پہلو
میں کہہ گیا کچھ اور تھا۔ کچھ روئے سخن اور

گل داغ محبت کے ہوئے سینہ میں شاداب
یہ باغ میں الفت کے کھلا ایک چمن اور

قربان نے کیا خوب عناصر میں اضافہ
اک عنصر الفت کو کیا جزو بدن اور

گرتا ہے جیسے شمع پہ پروانہ ٹوٹ کر
بنت عنب پہ یوں گرا مستانہ ٹوٹ کر

ساقی نے عذر جام کیا میکدہ میں جب
پیمانہ بن گیا دل مستانہ ٹوٹ کر

خرمن پہ گل کے برق خزاں ٹوٹکر گری
بلبل گرا نہ کیوں ترا کاشانہ ٹوٹ کر

نکلی ہیں میرے قصہ سے شاخیں ہزارہا
افسانے سو ہوئے مرا افسانہ ٹوٹ کر

سوز غم فراق کی جب بجلیاں گریں
مسمار ہو گیا دل دیوانہ ٹوٹ کر

قایم اسی طرح جو رہی نوک جھونک رونے
رہجائے گا مرا دل دیوانہ ٹوٹ کر

تسبیح شیخ چلتی ہے میخانے میں مدام
کعبہ بنے گا کیا کوئی بتخانہ ٹوٹ کر

جبتک ہو مجاز حقیقت ہے بے حصول
کعبہ بنا ہے دہر میں بتخانہ ٹوٹ کر

قربان پوچھ ساقی سے کیوں اتنی مست ہے
کیا مل گیا ہے آنکھ میں میخانہ ٹوٹ کر

زباں پہ لا تو نہ اپنے شکوہ خدا خدا کر
کہ عاشقوں کا نہیں یہ شیوہ خدا خدا کر

خدا جو ملنی تری بساہی زباں سے بھی اپنی تو خدا کہہ
اگر تجھے عشق کا ہے دعویٰ خدا خدا کر خدا خدا کر

کوئی جو تکلیف تجھ پہ آئے کوئی جو آفت تجھ ستائے
تو یاد کرلے یہ ہی وظیفہ خدا خدا کر خدا خدا کر

خدا کا بندہ تو دلسی ہو جا۔ تو چھوڑ دنیا کا جھوٹا دھندہ
بتوں کی الفت کا کر نہ دعویٰ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو چاہے غم سے جو چھوٹ جانا۔ نجات رنج و الم سے پانا
تو بندگی کو بنا لے پیشہ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو دیکھ تجکو ہی کیا وہ دیتا۔ تو دیکھ پھر تجکو کیا ہے ملتا
خدا کا بن جا۔ خدا کا ہو جا۔ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو صاف کر لے جو دل کا شیشہ جو دور اسکا تو زنگ کر لے
تو دلمیں روشن ہو تیرے جلوہ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو کر نہ ہونے کا اُنسا دعویٰ کہ وہ تو پیغمبر خدا سے تھے
کہاں ہے تو اور کہاں ہے موسیٰ خدا خدا کر خدا خدا کر

تو نام لے جو زباں سے انکا نہیں تو قربان تو نکا بندہ
خدا کا بندہ۔ خدا کا بندہ۔ خدا خدا کر خدا خدا کر

چلدیئے سب رفتہ رفتہ خوش نوایانِ بہار
اب کہاں بزمِ چمن میں رازدارانِ بہار

بلبلیں مر کر ہوئیں رشکِ شہیدانِ بہار
مقتلِ گلشن بنی ہے عیدِ قربانِ بہار

داغ بن بن کر شگفتہ ہے ہر ارمانِ بہار
دیکھ لو دل میں مرے آکر خیابانِ بہار

ہے یہ تاکید خزاں برہم ہو سامانِ بہار
میرے ہوتے اور دنیا میں بڑھے شانِ بہار

چونچ میں اپنی لئے پھرتی ہے سامانِ بہار
اے زہے منقارِ بلبل اور دامانِ بہار

میں ہی وجہِ تازگی ہوں میں ہی ہوں وجہِ شگفت
باغِ ہستی میں مرے دم سے ہے سامانِ بہار

جسطرح ممکن ہو آزادی کی سب کوشش کریں
اے اسیرانِ قفس ہے آج فرمانِ بہار

گلشنِ الفت میں مل جلکر کریں گے روشنی
داغِ دل میرے بنیں گے سب چراغانِ بہار

دستِ گلچیں و خزاں سے جب بچا سکتا نہیں
باغباں پھر کیوں بنا ہے تو نگہبانِ بہار

کیوں تو اتراتی ہے بلبل چند روزہ عیش پر
چاک کر دیگی خزاں اک دن گریبانِ بہار

غنچہ و گل سنبل و لالہ سمن اور نسترن
سب فنا ہونے کو ہیں جتنے ہیں سامانِ بہار

ہو گیا قربان ہر دیوانۂ گلشن اسیر
رنگ اب کس کو دکھائیں نوعروسانِ بہار

دل پر ہوئی ہے کیسی یہ بیداد بے خبر
سر پر پڑی ہے عشق کی افتاد بے خبر

حسرت بنائی اور نہ راس آئی اُس کی سیر
تھا اپنی موت و زیست سے شاد بے خبر

سب اپنی زندگی کے مزے بھول جائیگا
جس دن اجل نے تجھ کو کیا یاد بے خبر

اے دل یقین تجھ پہ ستم پھر نہ وہ کریں
سن لیں جو وہ کبھی تری روداد بے خبر

انجام کار اس کو اٹھانا پڑا لال ؛
تھا رسم عشق سے دل ناشاد بے خبر

آئی خزاں بہار گئی چپ ہیں بلبلیں
اب ہے ہر ایک طائر برباد بے خبر

دی اپنی جان الفت شیریں میں کوہ پر
انجام عشق سے رہا فرہاد بے خبر

کرتا ہے بے گناہ جو اہل وفا کو قتل
شاید ہے روز حشر سے جلاد بے خبر

ہشیار ہے کہ کھل نہ گیا ہو در قفس
رہتا نہیں اسیر سے صیاد بے خبر

قربان بتوں کو چھوڑ کے نام خدا بھی لے
کیوں اپنی زیست کرتا ہے برباد بے خبر

چل گیا حلق پہ میرے بھی تمہارا خنجر
خون کا پیاسا تھا مدت سے ادا کا خنجر

ہم سمجھتے ہیں یہ خنجر ہے انوکھا خنجر
آپ رو کے ہی رہیں اپنی ادا کا خنجر

رحم کرتا ہی نہیں جان پہ عاشق کے کبھی
کس بلا کا ہے ترا خون کا پیاسا خنجر

دست نازک میں نہیں قتل کی طاقت شاید
کیوں پڑا آ کے مری حلق پہ ہلکا خنجر

بیکسی گو کہ مری کرتی رہی منع اسے
بے دھڑک ہو کے مگر اس نے چلایا خنجر

کاٹ کر میرا گلا رنج سے دی مجکو نجات
کر گیا میرے غم دل کا صفایا خنجر

اف رے یہ مشق ستم اف رے یہ انداز جفا
حلق سے تا بہ جگر اس نے اتارا خنجر

نیم جاں چھوڑ گیا جان ابھی باقی ہے
چل دیا چھوڑ کے کیوں مجکو تڑپتا خنجر

دیکھتے دیکھتے ہلا دیا خوں میں مجکو
لاؤ آنکھوں سے لگا لوں میں تمہارا خنجر

ایک ہی وار میں سر تن سے کیا میرا الگ
تیز لایا تھا وہ قربان بلا کا خنجر

چلاؤ چلاؤ اداؤں کے تیر
لگاؤ لگاؤ جفاؤں کے تیر

کسی نے لگائے جفاؤں کے تیر
کسی نے لگائے اداؤں کے تیر

کرینگے اسے غیر برداشت کیا
لگاؤ ذرا آشناؤں کے تیر

فقط ہیں یہ مخصوص میرے لئے
تری شوخیوں اور جفاؤں کے تیر

ادا اور عشوہ جفا اور ناز
یہی ہوتے ہیں دلرباؤں کے تیر

مجھے آہ کرتے جو دیکھا کہا
ہدف تو نے عشاق کو کیوں کیا
چلاتے ہو کیوں تم ہواؤں کے تیر
لگے دل میں کیوں بخطاؤں کے تیر

خدا اب ہے حافظ دلِ زار کا
کہ لگتے ہیں قرباں جفاؤں کے تیر

مٹا دے جب مجھے چاہے زمانہ آسماں ہوکر
کبھی نالہ نہ میرے دیس سے نکلے گا دھواں ہوکر
میں شرمندہ ہوا جاتا ہوں اُسنے ناتواں ہوکر
بہت پیچھے رہا جاتا ہوں گردِ کارواں ہوکر
تمہارے وصل کی حسرت جو آئے ہمراں ہوکر
تو دل کا غم کرے کچھ روز خدمت میزباں ہوکر
عبث بلبل تو گلشن میں یہ تنکے چُنتی پھرتی ہے
رہیگا بجلیوں کی نذر اک دن آشیاں ہوکر
اشارہ پاتے ہی عاشق تمہارے سر کے بل آئیں
بُلا کے تم انہیں دیکھو کسی دن مہرباں ہوکر
ابھی سے ہے یہ فتنہ کل قیامت کیا یہ ڈھائیگا
لڑکپن جن کا ایسا ہے وہ کیا ہونگے جواں ہوکر
دیا ہے نطق جب حق نے تو پھر خاموش رہنا کیوں
سب اُسنے حالِ دل کہدے نہ رہ تو بیزباں ہوکر
مرے دل میں سما جاؤ مری آنکھو میں آ جاؤ
نہیں ہے شان کچھ ایسی پھر وہ تم بے مکاں ہوکر
یہی ہے انقلاب۔ اسکا ہی گردش نام ہے شاید
نشیمن کے رہے تنکے قفس کی تیلیاں ہوکر
ڈبویا نام اُس نے اور بھی اہلِ محبت کا
کیا منصور نے یہ کام کیسا رازداں ہوکر
یہ ہر صورت ہر انساں کو رہا دکھ بزمِ ہستی میں
رہا دنیا میں کوئی بھی کسی دن شادماں ہوکر

نہ کر اولاد کا کچھ غم کہ یہ تو ہوتی آئی ہے
گئے قرباں اس دنیا سے لاکھوں دانشاں ہوکر

توڑے ستم ہزار ہا تم نے ہماری جان پر
آیا مگر کبھی گلا اسکا کوئی زبان پر
اُن کو دکھا کے آئینہ محوِ غرور تو نہ کر
رہنے دے آئینہ کو تو آئینہ گر دوکان پر
فصلِ خزاں کی ہے نمود۔ موسمِ گل ہوا وداع
بیٹھا ہوا ہے باغباں چین سے کس گمان پر
آپ وفا کا امتحاں شوق سے لیں ضرور لیں
اُترینگے پورے ہم ضرور آپکے امتحان پر
دیکھا ہے ہمنے پہلے بھی بھولے نہیں ہیں راہ کو
خون بہا ہے بارہا پاؤں کے ہر نشان پر
اتنا غرور کر نہ تو حسن ہے تیرا عارضی
ہنسنا پڑے گا ایکدن ہمکو ترے گمان پر
آج تو میری داستاں سُن لے مری زبانسے
دار و مدار لطف ہے صرف مرے بیان پر
قرباں خموش ہم رہے کھائیں نظر نہ چٹکیاں
عشق کا رازِ عاقبت کھل گیا سب جہان پر

زلف کے مارے ہوئے حُسن کے حیرانوں پر
رحم کیوں کرتے نہیں اپنے پریشانوں پر

عفو منظور ہے تجھ کو تو فرشتے ہر دم
میرے اعمال لکھا کرتے ہیں کیوں شانوں پر

رنج دیتی ہے یہاں کیوں یہ بلا کردُنیا
کوئی کرتا نہیں سختی کبھی مہمانوں پر

شمع رو کرتا نہیں مخمر تو ہم پر اتنا
جسقدر ناز ہے اس شمع کو پروانوں پر

گرم ہوتی رہی بزم فسانوں سے میرے
اُوس پڑتی ہی رہی قیس کے افسانوں پر

غیر کی روک نہیں اور یگانوں پہ ہے قید
ہم کو آتی ہے ہنسی تیرے نگہبانوں پر

جو حوادث سے زمانہ کے نہ ڈرتے تھے کبھی
بجلی اک روز گری اُنکے ہی کاشانوں پر

انکی باتیں بھی نئی اور ہے وحشت بھی نئی
ہو نہ مستوں کا گماں آپکے دیوانوں پر

مغفرت کا یہی قربان بنیں گے ساماں
ظلم ہوتے ہیں بتوں کے جو مسلمانوں پر

رہنے کو ملی ہائے نہ دنیا کوئی دن اور
حسرت تھی کہ دیکھیں یہ تماشا کوئی دن اور

میں نے جو کہا آج کر وصل کا وعدہ
کہتے ہیں کہ اس کام سے ہلنا کوئی دن اور

وعدے میں صداقت جو ذرا بھی ترے ہوتی
ملنے کے ترے کرتے تمنا کوئی دن اور

ممکن تھا کہ وعدہ کو وہ ایفا کبھی کرتے
ہمنے نہ کیا ان سے تقاضا کوئی دن اور

معلوم جو ہوتا کہ ترا وصل ہے ممکن
دنیا میں ترے واسطے رہتا کوئی دن اور

اغیار کی ہمراہ مناسب نہ تھا ملنا
ملنے کو مرے واسطے ہوتا کوئی دن اور

پھر نوح کا طوفان بپا ہوتا جہاں میں
آنسو جو میں آنکھوں نے بہاتا کوئی دن اور

ہے زندگی دو دن کی تو کس طرح یقین ہو
اس عالم فانی میں ہے رہنا کوئی دن اور

دنیا سے اگر جاکے وہ پہلے کبھی آتا
تو دیکھتے قربان کا رشتہ کوئی دن اور

سر پہ آتی ہے شب غم مری قاتل ہوکر
یہ بلا ٹل نہیں سکتی کبھی نازل ہوکر

میں تو مقتل ہی میں مرنے کیلئے آیا تھا
یہ خبر کیا تھی کہ رہ جائے گا بسمل ہوکر

قیس سمجھا مری امیدوں کا کعبہ ہے یہی
گذرا جس سمت کو لیلیٰ ترا محمل ہوکر

تم کو زیبا نہیں بچپن میں یہ انداز جفا
ظلم کرنا کسی پر کسی قابل ہوکر

سخت جانی کے سبب کر نہ سکا قتل کوئی
رہگئی تیغ بھی جز و تن بسمل ہوکر

جب محبت کی نظر پڑ گئی تیری مجھ پر
سختیاں عشق کی آساں ہوئیں مشکل ہو کر

جب نہ انجام کوئی ہم نے طلب کا دیکھا
آہ واپس ہوئے آزردۂ منزل ہو کر

آنسوؤں کے وہ سمندر جو تھے موج اندر موج
میری آنکھوں میں رہے ضبط کا ساحل ہو کر

آئے اور دیکھ کے واپس گئے آنے والے
قرباںؔ سوتے ہی رہے نیند سے غافل ہو کر

رہ گیا سارا جہاں عرصۂ محشر ہو کر
کیا ملا قلب کو آخر مرے مضطر ہو کر

فاتحہ خوانی کو آئے ہو ندامت یہ ہے
دیکھ لیں کیسے تمہیں قبر سے باہر ہو کر

دیکھ اک قطرۂ ناچیز گرا تھا جو کبھی
آج نکلا ہے صدف سے وہی گوہر ہو کر

اب کلیجہ کی طرف عزمِ سفر کرتا ہے
دل سے مایوس مرے یار کا خنجر ہو کر

کیا دکھاتا ہے زمانہ کو ادائیں اپنی
یہ ہی انداز غضب ڈھائیں گے محشر ہو کر

لاکھ تعویذ بنائے کوئی تربت پہ مری
میری گردش سے رہے گا یہ برابر ہو کر

فتنے دفنا دہیں دیکھ چکے ہیں پہلے
راہ دکھلاتے تھے ہم عشق کی رہبر ہو کر

حسن کا کوئی بھی محفوظ ٹھکانا نہ رہا
دل گیا کیا مرے دلبر سے بچے باہر ہو کر

ہمنے قرباںؔ کبھی شان کو جانے نہ دیا
ہم جہاں بیٹھے جہاں میں وہیں افسر ہو کر

رنج دے نالۂ دلدار کی پائی تحریر
سامنے میرے جو قسمت کی تھی آئی تحریر

نور آنکھوں کا بڑھا اور ہوا دل مسرور
لا کے قاصد نے مجھے اس کی دکھائی تحریر

تو جو کہتا ہے نہیں غیر کو لکھا کبھی خط
دیکھ اس خط میں ہے تیری کہ پرائی تحریر

مجکو افسوس ہے کیوں روح نے تردید نہ کی
کاتبِ بخت نے جب پڑھکے سنائی تحریر

غیر کے خط سے بہت کم ہیں مضامیں اسمیں
کیوں نہ میں دیکھ کے کردوں تیری بڑائی تحریر

خط کی صورت میں جو قاصد نے ہمیں دی لاکر
اپنے لینے سے تری ہم نے لگائی تحریر

قاسمِ بخت سے کچھ روزِ ازل کہہ لیتا
کاتبِ بخت نے کیوں مجھسے چھپائی تحریر

اس کا انجام بھی قرباںؔ تھا ملتا جلتا
اپنی قسمت سے عدو کی جو ملائی تحریر

کون ایسا ہے کہ بگڑی میں بنائے تقدیر
دیکھنا وہ ہی پڑے گا جو دکھائے تقدیر

ایسی ضد مجھسے ہوئی ایسی عداوت مجھسے
جو میں تدبیر کروں اس کو مٹائے تقدیر

تیری تحریر وہ ہے جو کہ مٹائے نہ مٹے
لاکھ اب اشک ندامت کے بہائے تقدیر

کوئی بھی ہم ساز زمانے میں دل افگار نہیں
ہم زمانے سے الگ اپنی ہیں لائے تقدیر

آج آمادہ ہے وہ وصل کے وعدہ کیلئے
کاش یہ مژدہ کبھی ہم کو سنائے تقدیر

اسکو ڈر ہے نہ معشوق کی قسمت بھی خراب
کیوں نہ پھر روٹھنے والوں کو منائے تقدیر

ہوں وہ بدبخت کہ غیروں کا اگر کچھ ہو قصور
الٹا الزام مرے سر پہ لگائے تقدیر

میری تقدیر پہ روتا ہے مقدر بھی مرا
کیوں نہ آنسو مری حالت پہ بہائے تقدیر

ہم نے بنیاد جو رکھی وہ بلائے نہ ٹلی
یعنی قربان نہ تھی خام بنائے تقدیر

رات دن کرتی رہی ساری خدائی تدبیر
میرے بچنے کی کوئی راس نہ آئی تدبیر

اور باتیں تو بہت تو نے بتائیں ناصح
اُن کے ٹلنے کی مگر کچھ نہ بتائی تدبیر

کوششیں کین تو نیسبے کے جگانے کیلئے
خفتہ بختی سے کوئی کام نہ آئی تدبیر

کام جب ہونے لگا میرے مقدر کیخلاف
وہ ہی اُلٹی ہوئی جو سامنے آئی تدبیر

کام ہوتا نہیں دُنیا میں مشیت کے خلاف
کر نہیں سکتی خدائی میں خدائی تدبیر

جسکے دروازہ پہ ہوں قفل مقدر کے پڑے
کر نہیں سکتی وہاں اپنی رسائی تدبیر

جب تو ناکام ہوئی اور جلی سر تا پا
آگ تقدیر میں پھر کیوں نہ لگائی تدبیر

وہی آخر کو ہوا جو تجھے منظور ہوا
ہم نے انسان کی ناکام ہی پائی تدبیر

ہو گئے شاکر تقدیر بہر صورت ہم
جب سمجھ میں کوئی قربان نہ آئی تقدیر

مرے دل میں رہا غم عمر بھر دل کا لگیں بنکر
مجھے ڈستا رہا کمبخت مار آستیں بنکر

رہو تم دل کے اندر آج سے دل کے لگیں بنکر
رہا کرتا ہے موتی جیسے خاتم میں نگیں بنکر

تمہاری بات اُلٹی تھی کیا اُلٹا یقیں میں نے
تمہارے منہ سے نکلی ہاں مگر گویا نہیں بنکر

اگر آنسو کوئی نکلا وفور جوش گریہ سے
تو نکلا دُرج چشم یاس سے دُرثمیں بنکر

یہاں عشاق کرتے ہیں جبہ سائی جو آ آکر
تمہارا آستانہ دُور رہجائیگا کدن جبیں بنکر

عجب ہے عجب ہے عجب ہے
کرو تم قتل اتنے ایسے نازک نازنیں بنکر

تمہاری پردہ داری کا اسے ہے پاس کسدرجہ
کہ رہتی ہے تمہاری یاد بھی پردہ نشیں بنکر

بہت نازک ہے دل اکا وہ ایدل غمکو کیا جائیں
نہ جانا سامنے اُنکے کبھی اندوہ گیں بنکر

ذرا تم امتحاں کا نام تو لو بھاگ جائیگا
عدو جو بزم میں بیٹھا ہوا ہے ہم نشیں بنکر

بگولے خاک عاشق کے اگر اڑتے رہے یونہی
فلک رہجائیگا اک روز پوندزمیں بنکر

نکالو اس کو دلسے دلمیں رہنے کہنیں قابل
عدو کا خوف رہتا ہی عبث دلمیں مکیں بنکر

یہ اُسکے حُسن کی قربانیاں صنیاباری کا صدقہ تھا
ہمارا داغ چمکا چرخ پر ماہ مبیں بنکر

نقل کرکے بھی اُسے غیر بنا ہیں کیونکر
تیرے ناشاد کیا کرتے ہیں آہیں کیونکر

جسکو پامال کیا تم نے ستایا جس کو
پھر عجب ہی ملیں ایسی نگاہیں کیونکر

چاہنے والو نکو انجام سے معلوم مگر
دل سی مجبوریاں وہ ہمکو نہ چاہیں کیونکر

رہروان رہ الفت میں بہت آبلہ پا
طے کریں عشق کی دشوار وہ راہیں کیونکر

درد اٹھتا ہے تو خاموش ہی رہتے ہیں
پھر برلب ہیں شب ہجر کراہیں کیونکر

نہ بتاؤں تو ستم اور بتاؤں تو غضب
پوچھتے ہیں وہ بتا تجھ سے نباہیں کیونکر

خلوت وصل میں قربان نہ پوچھو مجھسے
ڈاٹتے ہیں وہ گلے میں مرے باہیں کیونکر

نہیں دشمن ہو تو ہو اور بھروسا کس پر
نہ سنو تم تو کروں عرض تمنا کس پر

تیرے تیروں پہ کرے یا ترے پیکاں پہ کرے
خون کا دعوی کرے میرا کلیجہ کس پر

گور میں رکھ کے کہاں چلدئے احباب عزیز
چھوڑ کر مجھ کو یہاں جاتے ہیں تنہا کس پر

حاکم وقت بھی ہے جس کے طرفداروں میں
حشر میں اے دل بیتاب ہو دعوی کس پر

ضبط پر بس نہیں اب درد سوا رہتا ہے
ہم نشیں چھوڑ چلا مجھ کو تڑپتا کس پر

سنگدلی تو ہی ذرا ہاتھ لگا دے آکر
دوش نازک پہ بھلا جائے جنازہ کس پر

اشک آنکھوں نے بھرے گھر سی نکلتا ہوں میں
دیکھئے ٹوٹ پڑے جوش کا دریا کس پر

لن ترانی کے سوا۔ کچھ نہیں آتا جسکو
آپ شیدا ہوئے اے حضرت موسی کس پر

فیض رخصت ہوا۔ اور میں بھی ہوں جانیوالا
دیکھئے ختم ہو یہ وحشت صحرا کس پر

میں بھی ناکام رہا خضر بھی ناکام رہے
کوئی نہ بتلائے کھلا عشق کا رستہ کس پر

دل ہے ویران مرا طور بھی خاکستر ہے
دیکھئے اب وہ کریں عزم تجلی کس پر

بازی گر آتے ہیں قربان چلے جاتے ہیں
دیکھئے ختم ہو دنیا کا تماشا کس پر

میرے بھی گلشن میں یارب ایکدن آئے بہار
عیش کی گھڑیاں مجھے بھی کچھ تو دکھلائے بہار
تیرے ہی دم سے فقط یہ رونق گل زار بھی
تیرے جانے سے چمن کے پھول مرجھائے بہار
باغباں سے کہہ رہی ہے عندلیب خستہ جاں
اسکے گلشن میں دعا ہے بے خزاں آئے بہار
مانگ لے اے باغباں تو بھی دعا بلبل کیساتھ
اسکے گلشن میں جو آئے تو نہ پھر جائے بہار
آنیسے گلشن میں اسکے رک نہیں سکتی خزاں
باغباں مجھسے نہ کیونکر آج شرمائے بہار
جب یہ آتی ہے تو دیوانہ بنا تی ہے ہمیں
ایسے آنیسے تو بہتر ہے نہ گر آئے بہار
ہم تو مجبوس قفس ہیں ظلم سے صیاد کے
ہمکو کیا گلشن میں تیرے باغباں آئے بہار
اس کے جانے کا الم ہے سبکے دلپر ایک سا
اشک شبنم کیوں نہ پھولوں پہ برسائے بہار
سیر کو وہ آئے ہیں ہمراہ لے کر ہار پھول
اب خزاں گلشن میں آجائے تو بنجائے بہار
پھول کلیوں سے بنینگے اور پھر پھولونسے ہار
کون اتنی دیر تک دیکھے تماشائے بہار
انکی آنکھیں غنچہ ساماں انکے لب گلہائے تر
جب وہ آئیں کیوں نہ انکے ساتھ بھی آئے بہار

ہم نہیں گلشن میں اے قربان تو پھر کچھ نہیں
اب خزاں آئے سر گلزار یا آئے بہار

کیوں ہو ناراض بے سبب آخر
کس لئے ہے ترا غضب آخر
گر قیامت میں بھی نہیں ملتے
مجھ سے صاحب ملوگے کب آخر
کیا خطا تھی دل پریشان کی
اس پہ ٹوٹا ہے کیوں غضب آخر
کچھ خدا سے نہ میں نے مانگا تھا
دے دیا اس نے بے طلب آخر
تاج و دیہیم کا جو تھا مالک
خاک میں وہ گیا ہے دب آخر
قصۂ غم کو ختم کیوں کردوں
مجھ کو کہنا ہے حال سب آخر
بے طلب ہی نہ کیوں چلے جائیں
ہم کو جانا وہاں ہے جب آخر
بات اغیار کی ہے کیوں مرغوب
کچھ لکھو تو سہی سبب آخر

کوئی دے گا نہ تیرا ساتھ افسوس
ہوگا قربان تیرا جب آخر

زمانے میں ہوئے بدنام وہ آخر حسیں ہو کر
بجا ہے گر رہیں دنیا میں سب سے خوشگیں ہو کر

خدا جانے مسیحا نے کہا کیا کان میں اُسکے
سرہانے جو بیٹھا چارہ گر اندوہ گیں ہو کر

مسافر ہے عدم کی راہ دنیا جسکو کہتے ہیں
جو آتے ہیں وہ جاتے ہیں ہمیشہ سے یہیں ہو کر

جنہیں حرمان و حسرت یاس و ارماں لوگ کہتے ہیں
یہی پہلو میں اب رہتے ہیں دل کے جانشیں ہو کر

ہوا وہ شاد تیرے وصل سے جسکے یہ معنی ہیں
عدو نے ڈس لیا آخر کو مار آستیں ہو کر

دکھائیں کیوں ثبات قدرت ہمیں جب اسکی قدرت سے
یہ آئے ہیں یہاں تصویر صفت آفریں ہو کر

حسینوں کے ہیں جتنے کام سب میں حسن ہوتا ہے
ذرا سوچو تو کوئی ظلم کرتا ہے حسیں ہو کر

اٹھائیگی قیامت کیا جفا کے پائمالوں کو
پڑے رہجائینگے ہم تیرے کوچہ کی زمیں ہو کر

نشانی عشق کی قربان گویا مل گئی تجھ کو
ترے دل میں لگے رہنے وہ بالا خر نگیں ہو کر

ستم کرنے لگے دل پر وہ اُلٹے مہرباں ہو کر
ہوئے نا اہل ثابت آخر آخر قدرداں ہو کر

عدم سے آئے تھے ہم پھر عدم کو چلدئے آخر
کسی کے واقف اسرار ہو کر رازداں ہو کر

تری صیاد سے اے باغباں سازش نہو کوئی
نگہبانی نہیں کرتا چمن کی باغباں ہو کر

یہ اک قانون فطرت ہے چلا جاتا ہے دنیا سے
کوئی دل شاد ہو کر اور کوئی ناشاد ماں ہو کر

نرالا حکم ظالم نے دیا ہے دردوانوں کو
اگر دنیا میں رہنا ہے رہیں سب بے زباں ہو کر

زمانہ بھر کی بدنامی بھی لے لی اپنے سر تو نے
نہ کی منصور تو نے رازداری رازداں ہو کر

نہ مرجھائے کبھی پیدا ہوئے تھے داغ جو دل میں
مرا سینہ بھبک اٹھا بہار بے خزاں ہو کر

ہمارے سوز غم نے بھی ہمیشہ رنج پہنچایا
کبھی اُن پر عیاں ہو کر کبھی انسے نہاں ہو کر

دبے کو سب دباتے ہیں یہ اے قربان مسلم ہے
زمیں بھی پیستی ہے عاجزوں کو آسماں ہو کر

دل کو برباد کیا دردوں نے ایکدل ہو کر
درد بھی رہنے لگا غم ہی کا شامل ہو کر

موت نے آنکھ جو کی بند ہماری آکر
غمنے دنیا کے چلے جائینگے غافل ہو کر

ہوتی بے پردہ تو مجنوں کی نظر میں رہتی
لطف لیلیٰ نہ بلا صاحب محمل ہو کر

منفعل ہو گیا آنکھوں میں جو دیکھے آنسو
رحم کیوں آگیا دلمیں ترے قاتل ہو کر

دیکھ کیا حال ہے آج انکا ہوا زیر لحد
وہ جو دنیا میں رہے رونق محفل ہو کر

کام کرتی نہیں ہرگز یہ زبانی باتیں
پھر بھی پی لیتے ہیں ہم شیخ سے قائل ہوکر

آنکھوں آنکھوں میں پلا ہی دہ گئے آب بقا
جی اُٹھے ہم نگہ یار سے بسمل ہوکر

رنج و غم سہنے لگا آٹھ پہر اے قربان
کیا ملا دل کو کسی شوخ پہ مائل ہوکر

گھر سے نکلا نہ مریض آپ کا اچھا ہوکر
کیا مداوا یہ کیا آپ نے عیسیٰ ہوکر

لختِ دل لختِ جگر میرا بہانے کے لئے
آنکھ سے نکلے مرے اشک بھی دریا ہوکر

سخت جانی کے سبب انکی نزاکت کا سبب
خنجرِ یار چلا حلق پہ ہلکا ہوکر

پھر تمنا سے جو گھبراؤں تو میں مجرم ہوں
دل میں تم رہنے لگو میری تمنا ہوکر

ہے یہ رندوں کی دعا نہ کہیں لگ جائے
آسماں بادہ گل رنگ کا شیشا ہوکر

ہوں وہ وحشی کہ کبھی جاؤں جو صحرا کی طرف
دشتِ غربت میں اُڑوں خاک بگولا ہوکر

آہ قربان تماشائی تجھے بننا تھا
تو تو دُنیا میں رہا خود ہی تماشا ہوکر

ہم ابھی آئے ہیں بلبل تیرا گلشن دیکھکر
جی بہت اپنا کڑھا خالی نشیمن دیکھ کر

چھپ گئے وہ زیرِ تعویذ لحد گھبرا گئے
دشت میں اجڑا ہوا سا میرا مدفن دیکھ کر

آشیاں اد نچا نہ ہوتا تو نہ لگتی آگ یوں
بجلیاں ٹوٹیں مری شاخِ نشیمن دیکھ کر

آنکھ سے آنسو نہ نکلے کیوں ذرا تو ہی بتا
میں نے دیکھا ہے قفس صیاد گلشن دیکھ کر

دخترِ رز نے ہاتھ پھیلا کر مبارک باد دی
معصیت سے شیخ کا رنگین دامن دیکھ کر

کارگر ہوتا ہے نسخہ یہ بہت ہی اے ندیم
مسکرا دیتے ہیں ہم تو سوئے دشمن دیکھ کر

مجکو مجنوں کا دیا کرتے ہیں وہ اکثر خطاب
میری آہیں، میرا نالہ، میرا شیون دیکھ کر

میری ہستی اُنکے گلشن میں تھی رونق کا سبب
رو دیا کل باغباں خالی نشیمن دیکھ کر

رُو رہی تھی بیکسی غربت کا تھا ماتم بپا
آئے ہیں قربان کا ہم آج مدفن دیکھ کر

آئے تھے تم طور سے موسیٰ وہ جلوہ دیکھ کر
کچھ نہ بتلایا ہمیں حسنِ تجلی دیکھ کر

پھر عدم کی سیر کا دل میں ارادہ کر لیا
ہو گئے جب سیر دُنیا کا تماشا دیکھ کر

چارہ گر کیا دافعی اچھا نہیں ہونیکا میں
ہو گیا خاموش کیوں تو حال میرا دیکھ کر

اُٹھ نہیں سکتا تھا مجھ سے آرزو کا بوجھ بھی
دل ملا تقدیر سے بارِ تمنا دیکھ کر

آئینہ ہے آسماں کا جسکو کہتے ہیں زمیں
یاد آئی بات ہم کو آج دریا دیکھ کر

میں نے ساری عمر کاٹی ہے تڑپتے لوٹتے
آج کیوں گھبرائے تم مجھ کو تڑپتا دیکھ کر

دستِ قدرت نے نہیں پیدا کیا تھا باوفا
رنگ بدلا ہم نے اپنا طرزِ دنیا دیکھ کر

محمل لیلےٰ یہاں ٹھہرا نہیں ہوگا ندیم
یاد مجنوں کی مجھے آتی ہے صحرا دیکھ کر

جام بھی شیشہ بھی ہے قرباں مے و پیمانہ بھی
دیدیا ساقی نے سب کچھ ظرف میرا دیکھ کر

لکھی ہوئی کاتب جو ہے لایا مری تقصیر
سب سچ ہے معاف اے مری مولا مری تقصیر

شرمندہ گنا ہونے میں ہوں اپنے بہت ہی
تو عفو کریگا مرے مولا میری تقصیر

بخشا مجھے مولا نے مرے اپنے کرم سے
ورنہ تھی توقع سے زیادہ مری تقصیر

دنیا میں تو بدنام کیا میری خطا نے
عقبیٰ میں نہ کردے مجھے رسوا مری تقصیر

سب کاتبِ اعمال نے پڑھ پڑھ کے سُنا دیں
لکھنے میں کوئی بھی تو نہ بھولا مری تقصیر

بھولے سے لیا نام بتوں کا تھا یکیرین
تم بخشدو اس وقت خدارا مری تقصیر

اب عذر گنہ پر نہ سزا دو تو کرم ہے
تسلیم میں کرتا ہوں ہے اچھا مری تقصیر

قرباں یہ رحمت کی قسم دیکے کہوں گا
تعزیر کے قابل نہیں مولا مری تقصیر

کرتی ہے سدا کارِ مسیحا تری تقریر
بیمار کو کر دیتی ہے اچھا تری تقریر

خوش آتی ہیں دلکو مرے اکثر تری باتیں
بن جاتی ہے تسکینِ متاعِ تری تقریر

افسوں یہ زباں میں تری مولا نے دیا ہے
دل دیتی ہے کچھ دیر کو ٹھہرا تری تقریر

ہر چند وہ سوچے ہے سمجھتا نہیں مطلب
عاشق کو بنی ایک تماشا تری تقریر

سنتے ہیں تجھے عرضِ وفا کا ملکہ ہے
کس طرح سُنیں بیٹھ کے موسیٰ تری تقریر

معمورِ صداقت سے جو ہوتی ہے کبھی بات
کرتی ہے مرے دل میں اُجالا تری تقریر

ہوتا ہے بہت رُوح فضا تیرا تکلم
کرتی ہے مرے درد کو ہلکا تری تقریر

جب بولتا ہے منہ سے ترے پھول ہیں جھڑتے
گویا کہ فصاحت کا ہے دریا تری تقریر

قرباں تجھے حق نے دیا نطق بلا کا
کرتی ہے اثر قلب میں پیدا تری تقریر

کافی ہے اُسے گر مئے تقریر کی تعزیر
عاشق کو عبث دیتے ہو شمشیر کی تعزیر

چپ بیٹھی ہے منہ سے بھی نہیں بولتی مجھسے
ہے مجھ سے زیادہ تری تصویر کی تعزیر

دوزخ کے عوض حکم دیا حق نے جناں کا
ملتی ہے مجھے کیا مری تقصیر کی تعزیر

شاگرد تمہارا ہے مگر ظلم میں اُستاد
دیکھو تو ذرا تم فلک پیر کی تعزیر

چاہا تھا عدو سے نہ ملیں اور ملے وہ
یہ مجھ کو ملی ہے میری تدبیر کی تعزیر

دشمن کی طرف سے کہ ترے ہاتھ سے ظالم
ملتی تھی جو کچھ مل گئی تقدیر کی تعزیر

گردن نے مری دینے مرے خوب اُٹھائی
شمشیر کی تعزیر تمہے تیر کی تعزیر

کچھ اور بڑھا سوز بھڑک اُٹھی زیادہ
کافی نہ ہوئی شمع کو گل گیر کی تعزیر

محشر میں نہ پرسش ہوئی کچھ مل جو گئی تھی
دُنیا ہی میں قربان کو تقصیر کی تعزیر

پھر بھلا کیسے مری بات میں آئے تاثیر
میں اگر آہ کروں چرخ مٹائے تاثیر

جب زباں ہی میں نہیں میرے اثر کے آثار
پھر بھلا خاک مری آہ دکھائے تاثیر

جسطرف آنکھ اُٹھے سبزہ ہی سبزہ دیکھیں
فصل گل باغ میں یوں اپنی دکھائے تاثیر

پینے سے پہلے ہی تو اسکو بُرا کہتا ہے
کیسے بیمار دوا اپنی دکھائے تاثیر

اے زباں تجکو جو دعویٰ ہے اثر کا اپنے
میں تو جب جانوں مری آہ میں آئے تاثیر

شب فرقت کے تڑپنے کا یہ انجام ہوا
آہ خود ٹوٹ پڑی مجھ پہ بجائے تاثیر

اُنکے کانوں تک اگر آہ کا ہو جائے گذر
میری بگڑی ہوئی ہر بات بنائے تاثیر

کس طرح جا کے دُعا اپنا دکھائے جلوہ
جب نہ قربان زباں ہی تری پائے تاثیر

پھر دلِ مایوس بیٹھا چارہ گر
کردے اسکا کچھ مداوا چارہ گر

ہے یہی تیرا مداوا چارہ گر
کوئی جس سے ہو نہ اچھا چارہ گر

میری باتیں سے کنارہ کر گیا
جان کر بیمار اپنا چارہ گر

سچ بتا دے تو نے اب تک ہے کیا
کونسا بیمار اچھا چارہ گر

دیکھ کر بیمار کی حالت خراب
آج رنجیدہ ہے بیٹھا چارہ گر

ہو سکا اچھا نہ بیمارِ فراق
ہو گیا دنیا میں رسوا چارہ گر

توڑتا ہے تو ہی جب قلبِ مریض | کیسے ہو بیمار اچھا چارہ گر
گر مریضِ عشق کو آئی تصنّع | کیا کہے گی تجکو دنیا چارہ گر

نبض ہم کو بھی دکھانی ہے ضرور
کون ہے قربان دلکا چارہ گر

تم نے کیا دیکھا نہیں میرا جگر | ہے مرے پہلو میں پتھر کا جگر
خیر گذری دل ہمارا بچ گیا | تیر چشم یار نے چھیدا جگر
ایک سے بڑھ کر ہے ضابط دوسرا | دل ہے پتھر کا تو لوہے کا جگر
چارہ گر کس کی کرے گا تو دوا | دل ہے اچھا اور نہ ہے اچھا جگر
اتنا ہی رسوا مجھے کرتی ہے آنکھ | جتنا کرتا ضبط ہے میرا جگر
اس میں ہیں پائے تخیل پھسلتے | بن گیا الفت کا اک صحرا جگر
اس سے بڑھ کر رنج و غم بھی ہیں نہیں | کر نہ بڑھ کر دے تو دعوئے جگر
دشت میں بیٹھا ہے تنہا وہ نڈر | دیکھ تو لیلےٰ تو مجنوں کا جگر

چھاتی پھٹ جائے شب فرقت کی بھی
دیکھے قربان اگر میرا جگر

دیکھا ہے پتہ پتہ میں ہم نے ترا ظہور | ہے شاخ شاخ پر ترے انعام کا ظہور
ہم دیکھتے ہیں دل میں سوا تیرے نور کو | موسیٰ نے کوہ طور پہ دیکھا ترا ظہور
بخشش سے تیری سارا زمانہ ہی فیضیاب | ہر برگ ہر شجر میں ہے تو نے کیا ظہور
منکر رہا وہ لاکھ مگر تو رہا ہے پاس | کافر کے دل میں ہمنے ہے دیکھا ترا ظہور
تہار بھی ہے گرچہ مگر ہم نے اے کریم | رحمت کا تیری دیکھا ہے ہر دم نیا ظہور
وہ کور قلب اور ہے دنیا میں بدنصیب | جس قلب میں نہیں ترا جلوہ ترا ظہور
ظلمت جہاں سے نور نے تیرے مٹائی ہے | کرتا ہے چشم کور کو بینا ترا ظہور

ہستی پہ اپنی کر نہ ذرا تو کبھی نظر
قربان دیکھ اس کا تو ہر ایک جا ظہور

ممکن نہیں ہے شکوہ جو آئے زبان پر | لیں آپ امتحان مرے امتحان پر
سو سو طرح کے غم ہیں مری ایک جان پر | اسپر بھی آہ و نالہ نہیں ہے زبان پر

کیا دے گا مجھکو چھوڑ دُہ میرے بیان پر
صیاد رو دیا ہے مری داستان پر

مٹی نے کر دیا ہے فلک کو بھی اب زمیں
میرا غبار اُڑ کے گیا آسمان پر

الفت کی نہر اُسنے لگادی ہے دیکھ داغ
یہ اک نشان اور ہے دل کے نشان پر

اب یہ کھلا کہ بانئے بیداد ہو تمہیں
پہلے گماں ہوا تھا مجھے آسمان پر

تم لاکھ بھی چھپاؤ مرے قتل کو تو کیا
ظاہر ضرور ہو کے رہے گا جہان پر

ثابت وہ ایک ایک دلِ زار پر ہوئے
جتنے گمان بد تھے کئے بدگمان پر

کیا یہ شریک چاہنے والوں میں ہو گیا
کیوں بدگمان آپ ہوئے پاسبان پر

اللہ رے خوف داورِ محشر کا روزِ حشر
سارے قصور آگئے آخر زبان پر

اے برق آشیاں سے رہیں میرے کاوشیں
اک روز تو نہ جا کے گری باغبان پر

گو لاکھ ہم نے ضبط سے اپنے لیا تھا کام
قرباںؔ نالہ آ ہی گیا کچھ زبان پر

سامنے آئے کبھی آپ تو قاتل ہو کر
کیوں نہ رہ جاؤں میں حسرت زدہ بسمل ہو کر

غیر کے پاس ہمیشہ وہ رہے دل ہو کر
میرے پہلو میں رہے غم کی مگر سل ہو کر

دیکھ سکتا نہیں زنداں سے نہ تجھے تیرا اسیر
کیسا مجبور ہے پابندِ سلاسل ہو کر

باغِ ہستی میں رہا گاہ خزاں کی صورت
گاہ چمکا ہوں میں گلشن میں عنادل ہو کر

بعد مرنے کے بھی لیلےٰ کو رہا اس کا خیال
نقشِ مجنوں کی اُٹھی دشت میں محمل ہو کر

چھوڑے جاتے ہو مجھے راہِ عدم میں پیچھے
اے رفیقو مرے ہم جادۂ منزل ہو کر

شمع رو تیرے جو عشاق تھے پروانے تھے
چل بسے آہ وہ سب زینتِ محفل ہو کر

آہ تو کی تھی کچھ ایسی کہ پہنچتی سرِ عرش
رہ گیا ہائے فلک بیچ میں حائل ہو کر

خود ہی ہمت تری آسان اُسے کر دیگی
کام درپیش اگر کوئی بھی مشکل ہو کر

تیر کے ٹکڑے جو پھینکے تھے نگاہوں نے تری
میرے پہلو میں رہے وہ جگر و دل ہو کر

شوق سے سر ہے جھکائے ہوئے اپنا قرباںؔ
سُرخرو کاش یہ ہو فدیۂ قاتل ہو کر

کبھی نہ منہ سے لگے پھر شراب کا ساغر
مجھے تو بادۂ الفت کا یوں پلا ساغر

ہزاروں رند ہیں اور چند جام ساقی کے
الٰہی آج تو کر دوں کو دے بنا ساغر

سمجھ کے آب بقا پی لیا وہ عاشق نے
جو تم نے زہر کا ہاتھوں سے دیدیا ساغر

ہمارے ہاتھ کی لغزش تھی ضعف کا باعث
گرا ہے چھوٹ کے ہاتھوں سے بر ملا ساغر

کوئی حسین جو پینے کو جام مے مانگے
ہماری خاک سے ساقی تو دے بنا ساغر

سمجھ کے لے لیا رندوں نے اسکو ساغر جم
تمہارے ہاتھ سے محفل میں جب ملا ساغر

بغیر بادہ کیا مست یاری محفل کو
غضب تھا اونکی وہ فرباں آنکھ کا ساغر

ردیف ۔ ز

نہیں باز آتے ستمگار ہرگز
نہیں رحم کرتے جفا کار ہرگز

بہت مجھے بچنے کے ہیں یاد پہلو
نہیں آتا پہلو میں وہ یار ہرگز

عدو کی تو باتیں وہ سنتا ہے ہر دم
نہیں میرا بنتا وہ غمخوار ہرگز

گلا کاٹ دیتی ہے عاشق کا فوراً
نہیں رحم کرتی وہ تلوار ہرگز

پر کاہ ہے کوہ ہمت کے آگے
نہیں کام کوئی بھی دشوار ہرگز

محبت کا آزار ہوتا ہے جنکو
نہیں اچھے ہوتے وہ بیمار ہرگز

انا الحق کا مطلب سمجھتا جو کوئی
نہ منصور چڑھتا کبھی دار ہرگز

نگاہیں ہیں اُن کی کہ تیغ اجل ہیں
نہیں جاتا خالی کوئی وار ہرگز

سدا بار قرباں اٹھاتے ہیں اپنا
کسی پہ نہیں ہوتے ہم بار ہرگز

تن کے اندر تیری جاں ہے چند روز
جان لے یہ مہماں ہے چند روز

روح اک دن چھوڑ دے گی جسم کو
یہ مکیں زیب مکاں ہے چند روز

مے کے دینے میں نہ کر سخت ذرا
میکدہ پیر مغاں ہے چند روز

خاک کا بھی پھر نشاں ملتا نہیں
دہر میں نام و نشاں ہے چند روز

دیکھ کے اس کو تو اترا تا نہ پھر
رونق گل باغباں ہے چند روز

حکم دیدیں گے زباں کو بند کر
لب پہ یہ آہ و فغاں ہے چند روز

کرلے جتنی ہو عبادت اے بشر
تو جہاں میں مہماں ہے چند روز

کون ویرانہ میں رہتا ہے سدا | غم بھی دل میں ہماں ہے چند روز
سیر کو تو بھی وہاں قربان چل
یہ بہار گلستاں ہے چند روز

ہو گئے دنیا میں مہماں چند روز | کر چلے سیر گلستاں چند روز
گر پڑیں گے ایکدن مرجھا کے سب | باغباں ہیں پھول مہماں چند روز
پھر چلے جائیں گے ہم اپنے وطن | اور ہیں دنیا میں مہماں چند روز
آخرت کے واسطے کر جمع کچھ | زندگی ہے تیری ناداں چند روز
باغباں فانی ہے دنیا کی بہار | باغ پر ہوئے تو نازاں چند روز
کرتا ہے سامانِ دنیا جمع کیوں | زندگی ہے تیری انساں چند روز
دائمی راحت ملے گی بعد مرگ | ہوئے دنیا میں پریشاں چند روز
ایک دن قربان راحت کا بھی ہے
ہے فقط خواب پریشاں چند روز

دھوکا دینے کو عدو کی جو بنائی آواز | کیا نہیں جانتے وہ اپنی پرائی آواز
پیدا ہوتے ہی مرے غم نے کہا میں آیا | کان میں میرے غم اندوز یہ آئی آواز
جانب میکدہ جب اٹھنے لگے میرے قدم | کہاں جاتا ہے ٹھہر غیب سے آئی آواز
لاکھ پردوں میں چھپایا میں نے اسے دیکھ لیا | گو کہ اس نے تھی بہت مجھ سے چھپائی آواز
آپ ہی آپ جو ہر دم سے ہوئے بیٹھے ہو | کان میں کوئی پڑی باد ہوائی آواز
کان ہم بند کئے گھر میں پڑے رہتے ہیں | جب سے تیری نہیں دیتی ہے سنائی آواز
تیری باتوں کے سوا کچھ بھی سنائی نہ دیا | میرے کانوں میں فقط تیری سمائی آواز
ہم عدم والوں کی باتوں کو ترستے ہی رہے | کان میں اپنے کبھی ان کے نہ آئی آواز
ہے یقیں دامنِ سائل پہ جھکے دستِ کرم | آپ سن لیں جو کبھی ایک گدائی آواز
جا نوائے ہے یہاں خواب میں اک تیرا جلیں
ہم کو قربان کی یہ گور سے آئی آواز

رکھتا ہے یادگار مری باغباں ہنوز | رکھی ہیں آشیانے میں کچھ تیلیاں ہنوز
مر کر بھی ہم تو جانِ جہاں قید ہی رہے | الفت کی تیرے پاؤں میں ہیں بیڑیاں ہنوز

بیٹھا ہے قیس لیلیٰ سے ملنے کو راہ میں
پہنچا نہ دشتِ نجد میں کیوں کارواں ہنوز

ناداں نہ حق کا حال ہو اُجھ پہ منکشف
پردہ بنی ہوئی ہے دوئی درمیاں ہنوز

ہم نے گذاری عمر اسی انتظار میں
ظالم کبھی نہ ہم پہ ہُوا مہرباں ہنوز

ڈرتا ہے ترکِ عشق نہ کر دوں کسی طرح
گویا ہے مجھ سے عشق ترا بدگماں ہنوز

عاشق کے قتل سے جو ندامت ہوئی اسے
دیکھو ہے سر جھکائے ہوئی آسماں ہنوز

کرتی نہیں ہے یاد مجھے موت جب مری
جاری ہیں کیسے پھر یہ مری ہچکیاں ہنوز

قربان کیسے کہہ دوں کہ شاعر خیال ہیں
واقف نہیں ہے نام سے ہندوستاں ہنوز

تجھ پہ پڑتی ہی رہی یار کی افتاد ہنوز
دُور ہے تجھ سے خوشی اے دلِ ناشاد ہنوز

کیا نہیں اُسنے سُنا حال ترا اے بلبل
تیرے گلشن میں جو آیا نہیں صیاد ہنوز

اہلِ عالم میں بتاؤں گا نہ ہرگز تجھ کو
داستاں گو کہ ازل کی ہے مجھے یاد ہنوز

قیس و فرہاد کے عشاق مقلد ہیں تمام
ہو سکی کوئی نئی بات نہ ایجاد ہنوز

اور بھی کوئی ہے دُنیا میں جوانِ رعنا
واقف اس بات سے شاید نہیں شمشاد ہنوز

جانِ شیریں تری گوندر ہوئی تیشے کے
نام زندہ ترا دنیا میں ہے فرہاد ہنوز

ناتواں میں ہوں تو اسکی مجھے پروا کیا ہے
تجھ میں باقی ہے اثر قوتِ فریاد ہنوز

یا الٰہی مجھے دے جان کہ پھر دوں میں جان
نہیں آسودہ مرے قتل سے جلاد ہنوز

گو کہ قربان بہت ڈالے ہیں صیاد نے دام
مُرغِ دل پھرتا ہے تیرا ابھی آزاد ہنوز

اُن سے رہتی ہے اسی بات پہ تکرار ہنوز
کہ بدستور ہیں ہم تشنۂ دیدار ہنوز

شور ہے چار طرف آئی قیامت سر پر
اور دل میرا نہیں خواب سے بیدار ہنوز

میں گرفتار ہوں احساس ہے آزاد مرا
رُوح میری نہیں صیاد گرفتار ہنوز

چھپے طوطی و بلبل کے سُنے گلشن میں
ہم نے اسکی سی سنی ایک نہ گفتار ہنوز

چاند اِتراتا ہے کیوں حُسن پہ ہر دم اپنے
اس نے دیکھے نہیں کیا آپکے رخسار ہنوز

مشتری کوئی بھی تیرا نہ ہوا میرے سوا
تو نے پیدا نہ کیا اور خریدار ہنوز

جان دی خاک ہوا اور مٹا دی ہستی
حال سے میرے ہوئے وہ نہ خبردار ہنوز

تو نے اے بلبل ناشاد عبث دیدی جاں | گل تو واقف نہ ہوا حال سے زنہار ہنوز
کبھی سن لیجئے قربان کا بھی قصۂ غم
کہ ہے مصروف نغاں وہ پس دیوار ہنوز

صدقہ جاؤں میں ترے کیسے ہیں دلبر انداز | فتنہ انگیز دل آویز ستمگر انداز
جسکو دیکھا اُسے تیغر اشاروں میں کیا | سامری فن ہیں ترے اور تمگر انداز
یوں تو ہیں جتنے حسیں سب میں ہیں عشوے لیکن | جانتا کوئی نہیں آپ سے بڑھکر انداز
دعویٰ جس کو ہو حسیں ہونیکا کہدو اُس سے | کہ دکھائے وہ کبھی فن کے برابر انداز
تو نہیں جانتا گو اسکو سمجھتے ہم ہیں | ہیں زمانے میں ترے فتنۂ محشر انداز
قتل عاشق کیلئے پاس ہیں کیا کیا ساماں | تیر عشوے ہیں ترے اور ہیں خنجر انداز
اُن کو تیغر کے ہیں یا دطریقے لاکھوں | دل پھنسا لیتے ہیں گیسو کے دکھا کر انداز
کیا انھیں دیکھنا ہی شوق سے اے قلب حزیں | تجھ کو دنیا سے رہیں گے یہ مٹا کر انداز

کیوں ہے قربان تو خاموش بتا دے للہ
کھو گیا کون سب تجھے اپنے دکھا کر انداز

ردیف ڑ

جس طرح تجھ سے بنے زنہار تو گلشن نہ چھوڑ | اپنی امیدوں کا بلبل تو کبھی دامن نہ چھوڑ
گر رمق باقی رہی تو آرزو رہجائیگی | خنجر قاتل تو باقی اک رگ گردن نہ چھوڑ
اے نگاہ یار جس بے بہا ہے دل مرا | گو وبال جان بھی ہو اسکو اے رہزن نہ چھوڑ
غیر کی مرقد پہ آیا ہے جو پڑھنے فاتحہ | میرے مدفن پر بھی ہو جاتا مرا مدفن نہ چھوڑ
ناامیدی سے جو ہو پوری وہی امید ہے | ناامیدی میں بھی ہرگز آس کا دامن نہ چھوڑ
دیکھ لینے دے مجھے جلوہ رخ پرنور کا | دیکھتے ہی میری صورت اپنی تو چلمن نہ چھوڑ
پھونکدے ہستی کو ایسا شرتک جلتا رہوں | برق حسن یار تو باقی مرا خرمن نہ چھوڑ
کر لیا تیغر دل کو اب جگر پر کر نگاہ | کوئی افسوں اپنا تو باقی بت پرفن نہ چھوڑ

وضع داری ہی محبت میں مزے کی چیز ہے
ہاتھ سے قربان اپنی وضع کا دامن نہ چھوڑ

توڑا ہے گھر وفا کا خلش کے بھی گھر کو توڑ
تو میرے دل کو توڑ چکا اب جگر کو توڑ

اے آسمان تو نے کیا ہے مجھے فنا
ظالم دیا ہے تو نے دعا کے اثر کو توڑ

رہتا ہوں اب میں مثل کماں کے جھکا ہوا
تیرے غموں نے آہ دیا ہے کمر کو توڑ

سمجھا نہ اس کے پیالہ میں شیریں کا عشق ہے
تیشہ نے کوہکن کے دیا اپنے سر کو توڑ

کیسا نگاہِ ناز کا پھینکا یہ تم نے تیر
اس نے تو ہائے میرے دیا دل جگر کو توڑ

قدرت نے ایک کو ہے دیا ایک پر کمال
دیتی ہے اک نگاہ پرائی نظر کو توڑ

ٹوٹا ہوا ہے دل نہ اڑونگا قفس سے میں
بازو کو میرے توڑ نہ نہ صیاد پر کو توڑ

قرباں چمن وصال کا قابو میں ہے ترا
اس باغ سے تو پھول کو چن یا ثمر کو توڑ

ردیف ۔ ژ

کرتا ہوں تو ہو جاتی ہے تدبیر مری ژاژ
کھوتی ہے مجھے بن کے یہ تقدیر مری ژاژ

کس طرح مرا قصۂ غم آئے سمجھ میں
تحریر مری ژاژ ہے تقریر مری ژاژ

جو دوسری دشواریاں تھیں ہو گئیں سب حل
اک تیرے لئے ہو گئی تدبیر مری ژاژ

یہ تجھ سے نہیں بولتی رہتی ہے سدا چپ
کہتے ہیں کہ تو رکھتا ہے تصویر مری ژاژ

گھلجاتی ہے مٹی کی طرح اشک روانے
ناقص مری تخلیق ہے تعمیر مری ژاژ

جو دیکھتا ہوں اس کا نتیجہ نہیں ملتا
ہوتی ہے سدا خواب کی تعبیر مری ژاژ

تم سامنے غیروں کے برا کہتے ہو مجھ کو
تم بزم میں کر دیتے ہو توقیر مری ژاژ

جب مٹگیا میں کیا مری تصویر رہے گی
رکھتے ہیں عبث دوست یہ تصویر مری ژاژ

تقصیر نزاکت کی نہیں کہتے ہیں قرباں
گردن نہ کٹی ہو گئی شمشیر مری ژاژ

ردیف ۔ س

تھا بہت تسکین کا سامان مرے قاتل کے پاس
کیوں نہ آئی نوک خنجر کی دل بسمل کے پاس

گھر خلش اور داغ کا ہے جسکو کہتے ہیں جگر
دوسری بستی ابھی آباد ہے اک دل کے پاس

اک قدر شوق شہادت دل کے اندر تھا بھرا
خود بخود مقتل میں ہم حاضر ہوئے قاتل کے پاس

جا کے زخمی تیر نے میرے جگر کو بھی کیا
ایک بسمل اور بھی تڑپا دل بسمل کے پاس

نزع میں رخصت ہوئی مجھسے بھی پہلے میری ہوش
قافلہ واماندہ میرا ہو گیا منزل کے پاس

یاد جب آتی ہے تیری لوٹتے ہیں شام غم
روز اک رہ رہ کے اٹھتا ہے ہمارے دل کے پاس

بھر کے عصیاں کا سفینہ لے گیا جب ناخدا
اسکی صورت دیکھتا میں رہگیا ساحل کے پاس

کر نہ اس کی فکر ضایع ہو نہیں سکتا کبھی
تیرے تیرا ہے امانت باحفاظت دل کے پاس

بیخودی میں تو نے مجنوں گفتگو لیلےٰ سے کی
دیکھتا قرباں رہا تجکو کھڑا محمل کے پاس

اک فقط غم ہی رہا جان حزیں کا مونس
غم کا لیکن نہ ہوا کوئی بھی پیدا مونس

پردہ گور سے آتی ہے کسی کی آواز
ہائے اب کوئی نہیں اپنا پرایا مونس

آ کے تو دیکھ لے اے غیرت لیلیٰ مجکو
آج مجنوں کی طرح میرا ہے صحرا مونس

میری جانب بھی کبھی ناقہ محمل لے آ
تنکے مجنوں کا ترے بیٹھا ہوں لیلےٰ مونس

کسطرح مان لوں ہے اس ترے دلمیں مرا
حال بھی میرا نہ تونے کبھی پوچھا مونس

خواب میں پاس ترے آونگا یوسف بنکر
عشق نے مجکو کیا تیرا زلیخا مونس

ہیں تو جب جانوں کہ ہمدرد ہی تو دلسے مرا
زخم دل کا جو مرے کردے مداوا مونس

آ گیا یاد یہ کس کا لب شیریں مجکو
بیٹھا بیٹھا سا یہ کیا درد ہے اٹھا مونس

اب کوئی بات بنائے بھی نہیں بنتی ہے
حشر میں دیکھ ذرا حال ہمارا مونس

آہ ہمدردی کرے کون تمہاری قرباں
جز خدا کے نہیں اب کوئی تمہارا مونس

جنون عشق سے حالت ہوئی ہے زار افسوس
کیا ہے جیب و گریباں کو تار تار افسوس

اگرچہ کوششیں ناکام دل کی بر سونکی
ہوا نہ صاف ترے دل کا بھی غبار افسوس

اسیر اپنا بنانا ہمیں جو تھا منظور
تمہارا عشق ہوا ہے گلے کا ہار افسوس

خزاں کے جاتے ہی تو نے اسیر ہم کو کیا
نہ پائے دیکھنے صیاد ہم بہار افسوس

کھلی ہیں آنکھیں پس مرگ مرنے والے کی
تمہارے آنیکا اس کو ہے انتظار افسوس

وہاں بھی چین نہ آیا تمہارے عاشق کو
تڑپ رہا ہے لحد میں بھی بیقرار افسوس

اسیر سیکڑوں زنداں سے چھوٹ کر آئے
رہا ہوا نہ گرفتار زلف یار افسوس

زمانہ آیا نہ ہم پر کبھی مسرت کا
پھرا نہ اپنے مقدر کا روزگار افسوس

ملال خیز یہ مجبوریاں ہماری تھیں
بلا نہ آپ کے دل پر بھی اختیار افسوس

کسی کی ہم نے محبت میں کھو دیا سب کچھ
ہم اپنے حال پہ کرتے ہیں بار بار افسوس

ہر انتشار زمانے کا مٹ گیا لیکن
مٹا نہ قلب کا قربان انتشار افسوس

آج کچھ صیاد خالی سا نظر آیا قفس
چھوڑ دی یا مر گئی بلبل جو ہے تنہا قفس

ہم سفیران چمن آ آ کے سب ملنے لگے
آ کے جب گلزار میں صیاد نے رکھا قفس

پھر ہاں صیاد ہے دو چار نے آہا پھول
ابتو گلشن سے زیادہ ہمکو ہے پیارا قفس

خطرہ آزادی میں ہی جب ہوں تھا صل بال و پر
آشیانے سے ہے ایسے حال میں اچھا قفس

جب کیا گلشن میں نے کر ساتھ ضد تو دیکھئے
ڈھک دیا صیاد نے اک ڈالدر پردہ قفس

کر گیا پرواز اک نغمہ سنا کر مرغ روح
رہ گیا خالی ہمارے بزم کا رکھا قفس

دل جلانے کیلئے صیاد کہتا ہے مرا
آشیاں کی تیلیوں سے ہے بنا یہ قفس

دیکھ کر بھڑکیں نہ مجکو اور مرغان چمن
جلد دامن میں چھپا صیاد تو میرا قفس

جس طرف بھی ہم اڑے باہر نہ اس سے جا سکے
کتنا وسعت خیز تھا قربان دنیا کا قفس

اگر تو رندوں کے کرتا ہے حال پر افسوس
تو شیخ ہے ہمیں تیرے خیال پر افسوس

ہمیں ہے آج خود اپنے زوال پر افسوس
کبھی کیا تھا کسی کے کمال پر افسوس

ہمیشہ وصل کی باتوں کو کہہ کے ٹالدیا
دیا جواب نہ تو نے سوال پر افسوس

کبھی کمال تھا اس کو ہوا زوال نصیب
بہت ہی دیکھ کے آیا ہلال پر افسوس

خزاں کے آتے ہی یہ حال عندلیب ہوا
نہ آشیانہ۔ نہ گلشن نہ بال و پر افسوس

مرے نصیب میں تھا اور ہوا عدو کو نصیب
بہت ہی آیا خیال وصال پہ افسوس

غرور سے جو زمیں پر نہ پاؤں رکھتے تھے
وہ آج کرتے ہیں خود پامال پر افسوس

مرے ملال نے کر دی طبیعت افسردہ
مجھے بھی آپ کے آیا ملال پر افسوس

ہمارا حال سراپا ملال ہے قربانؔ
زوال پر ہیں حسرت کمال پر افسوس

بلبل چمن میں کیوں ہے تو بیٹھی بتا اُداس
خاموشیٔ چمن ہے ترا بیٹھنا اُداس

پھیلا اثر اسیریٔ بلبل کا اسقدر
گل تو کھلا چمن میں ہے لیکن کھلا اُداس

رندوں نے جبکہ شیخ کی آؤ بھگت نہ کی
بیٹھا بغل میں اپنے لئے بوریا اُداس

بیٹھے ہیں چارہ گر مرے مغموم ہر طرف
افسوس تو نے انکو کیا کیوں قضا اُداس

جنکو ملا ہے چین جہانمیں وُہ اور ہیں
رہتے ہیں ہم تو آٹھ پہر غمزدہ اُداس

بیٹھے ہیں میری موت کی پاکر خبر وہ چپ
آنکھوں کے سامنے ہی جہان وفا اُداس

جبتک لکھا نہ خط مجھے امید اُسنے تھی
دیکر جواب صاف مجھے کر دیا اُداس

میری اُداسیوں کا تصرف تو دیکھنا
شب بھر چراغ قبر بھی جلتا رہا اُداس

دشمن تو اٹھکے آیا بہت شاد با مُراد
قربانؔ تیری بزم سے ہو کر چلا اُداس

رَدیف ش

ایسی تری فرقت سے رہی رات میں تشویش
جیسی کہ رہے مرگِ مفاجات میں تشویش

کرتے نہیں اغیار کے ملنے میں وہی فکر
ہوتی ہے انھیں میری ملاقات میں تشویش

دل دیتا ہوں جاں دیتا ہوں آتے ہیں کبھی جب
کرتا نہیں ہرگز میں مدارات میں تشویش

رندوں ہی کے کہنے سے کوئی گھونٹ چڑھا لے
اب شیخ نہ کر دورِ خرابات میں تشویش

آجاتی ہیں میخانے پہ جسوقت گھٹائیں
بڑھ جاتی ہے دلکی مرے برسات میں تشویش

ہے ناز انھیں اپنی جوانی کی اکڑ پر
کرتے نہیں ہرگز وہ کسی بات میں تشویش

سمجھانے سے بھی شیخ کے آتے نہیں تم باز
کیوں کرتے ہو عصیانکی مکافات میں تشویش

کیوں قتل سے عاشق کے ہُوا تم کو تردد
ہوتی ہے سدا مرگ مفاجات میں تشویش

آتا نہیں باہر وہ چھپا رہتا ہے گھر میں
قربانؔ کو ہوتی ہے ملاقات میں تشویش

دل چھید لیا مل گئی جلاد کو شاباش
دیتا نہیں کوئی دلِ ناشاد کو شاباش

کاٹا جو پہاڑ اس نے محبت کے اثر سے
شیریں نے بھی دی نازِ فرہاد کو شاباش

کرتا نہیں سختی وہ اسیرانِ قفس پر
مرغانِ قفس دیتے ہیں صیاد کو شاباش

سُن لی مری آواز نکل آئے وہ گھر سے
کیا کام کیا دو مری فریاد کو شاباش

ایجادِ ستم روز کرتا ہے ایسا
دیتا ہے فلک بھی ستم ایجاد کو شاباش

کرتا ہوں بیاں بزم میں قصے جو عدم کے
دیتا ہے زمانہ مری اس یاد کو شاباش

بلبل کو کیا قید نہ پروائے غماں کی
صیاد کو تحسین ہے صیاد کو شاباش

اک رسمِ وفا سارے زمانہ کو سکھا دی
دو قیس کو شاباش کہ فرہاد کو شاباش

تو نے تو سنا دی ہمیں سب خواب کی باتیں
قربان نہ دیں کیسے تری یاد کو شاباش

چل گئی جس سے دکانِ میفروش
کیسی میٹھی تھی زبانِ میفروش

اپنے مطلب کی نہ صہبا ہے نہ جام
دیکھ آئے ہم دکانِ میفروش

مست باتوں سے کیا ہر رند کو
اللہ اللہ رے زبانِ میفروش

لگ گئی بنتِ عنب کی جسکو چاٹ
بنگئے وہ رازدانِ میفروش

رند لاکھوں ہیں وہاں پر مستِ کیف
اتنا کافی ہے نشانِ میفروش

بے طلب ہی ہم کو مے مل جائیگی
ہونگے ہم جب مہمانِ میفروش

ایک ہی چلو میں پردے اٹھ گئے
ہو گئے ہم رازدانِ میفروش

پوچھئے زاہد سے وہ دیگا پتہ
کس طرف کو ہے دکانِ میفروش

تیرے مرنے پر ہوئی ہڑتال ہے
بند ہے قربان دکانِ میفروش

مناجات

تضمین

اے خدائے ذی کرم ذی شان بخش
میں ترے صدقے ترے قربان بخش

بخشنے والا ہے تو ہر آن بخش
میری تقصیریں مرے عصیان بخش

میں ہوں عاصی مجھ کو یا رحمٰن بخش

میں ترا بندہ مرا خالق ہے تو
ہاں ثنا و حمد کے لائق ہے تو
ہر طرح سے لائق و فائق ہے تو
خالق عالم ہے تو رازق ہے تو
میں ہوں عاصی مجھ کو یا رحمٰن بخش

یا کریم و یا رحیم و یا غفور
دافع رنج و بلائے ناصبور
تجھ سے چھپ سکتے نہیں میرے قصور
ہے خیال پرسش یوم نشور
میں ہوں عاصی مجھکو یا رحمٰن بخش

ہیں سراسر سب مرے اعمال بد
اور زباں پر رات دن اقوال بد
ہر روش پر ہے مری ہر چال بد
الغرض میں ہوں سراپا حال بد
میں ہوں عاصی مجھکو یا رحمٰن بخش

تو نے اس دنیا میں مجکو اے خدا
اپنی طاعت کے لئے پیدا کیا
اور میں جنجال میں ایسا پھنسا
ایکدن در پر نہ تیرے سر جھکا
میں ہوں عاصی مجھکو یا رحمٰن بخش

تو نے پیدا کر کے اے عالی جناب
اشرف المخلوق کا بخشا خطاب
اس کرم پر بھی نہ آیا کچھ حجاب
بے حیا بن کر کئے کار ثواب
میں ہوں عاصی مجھکو یا رحمٰن بخش

تو نے اتنے سے مجھے اتنا کیا
قطرۂ ناچیز کو دریا کیا
بے سمجھ تھا عاقل و دانا کیا
تو ہے واقف کیا کہوں کیسا کیا
میں ہوں عاصی مجھکو یا رحمٰن بخش

تو نے بخشی نیک اور بد کی تمیز
دی بڑی توقیر و عزت اے عزیز
سب کھلے اسرار باریک و دبیز
مجھ سے پوشیدہ نہ رہی ایک چیز
میں ہوں عاصی مجھکو یا رحمٰن بخش

تو نے دنیا میں تونگر کر دیا
مال و دولت سے مرا گھر بھر دیا
اختیار حکم اکثر کر دیا
میں نے طاعت میں نہ تیری سر دیا
میں ہوں عاصی مجھکو یا رحمٰن بخش

جتنے اعمالِ قبیحہ تھے تمام — جنکو تونے کردیا یارب حرام
وہ خطائیں مینے کیں سب صبح و شام — مرتکب جن کے نہیں ہوتے عوام
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

رحم کرنے کا ترا دستور ہے — بخشدینے کا تجھے مقدور ہے
ہو کرم جس پر ترا مغفور ہے — جنت الفردوس میں مسرور ہے
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو ہے رازق اے خدائے دوسرا — پالنے والا نہیں تیرے سوا
ہو کسی دکھ میں جو کوئی مبتلا — چارہ گر تو بنکے دیتا ہے شفا
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

گو خطائیں ہیں سوا حد سے مری — رحمتیں صد چند ہیں اُن سے تری
ہے تجھے عادت الٰہی عفو کی — رحمتوں کی شاخ ہے ہر دم ہری
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو بڑا غفار ہے ستار ہے — ڈوبتی کشتی کا کھیون ہار ہے
گرم رحمت کا تری بازار ہے — رحم کی تیرے نظر درکار ہے
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تو کرم کرتا ہے یارب صبح و شام — دے رہا ہے راتدن آب و طعام
ہے محیط دہر تیرا فضل عام — ڈوبتا ہے جب کوئی لیتا ہے تھام
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

اے خدائے دوسرا رب العلا — ہے ترے فضل و کرم کا آسرا
بخشدیگا تو مرے جرم و خطا — یہ ترا قربان کرتا ہے دعا
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمٰن بخش

تیر و نشتر ہو گیا دل آزردہ جاں خموش — خاطر سے مہماں کی ہوا میزباں خموش
مجنوں کا آگیا جو نظر آستاں خموش — صحرا میں ہو گیا جرس کارواں خموش
آنکھیں لگائے رہتا ہے ظالم یہ رات بھر — دیکھے ہے آسماں مری بے تابیاں خموش
گلشن کا کچھ خیال ہے کچھ اہل باغ کا — دورِ خزاں کو دیکھکے ہے باغباں خموش

پوری سُنانے پایا نہ تھا داستاں ابھی
اے مرنوالے کیوں ہوئی تیری زباں خموش

بچپن کے بعد آتا ہے جب عالمِ شباب
کرتی ہے آکے خوب حیا شوخیاں خموش

تیرا اسیر ہو گیا شاید کوئی وداع
زندانیں آج ہو گئیں کیوں بیڑیاں خموش

کیا فیصلہ کیا نہ کچھ اظہار رائے بھی
بیٹھے سُنا کئے وہ مری داستاں خموش

کیا جانے آج باغ میں کیا سانحہ ہوا
چپ بلبلیں ہیں اور ہیں سب قمریاں خموش

اُچٹے نہ اُسکی نیند بہت اسکا تھا خیال
قربان نکلی آہ دلِ ناتواں خموش

کیوں لگاتی نہیں اکبار چمن میں آتش
عشقِ گل کی تو ہے بلبل ترے تن میں آتش

بات کرتا ہوں تو شعلے سے نکل پڑتے ہیں
کس نے بھر دی ہے مرے کام و دہن میں آتش

تیرے الفاظ سے عشاق کے دل خوب جلے
خوب اللہ نے دی تیری سخن میں آتش

ہر روش کھلنے لگے پھول بھبوکا بن کر
موسمِ گل نے لگا دی جو چمن میں آتش

چین مر کر بھی مجھے سوزِ جگر نے نہ دیا
لگ گئی زیرِ لحد میرے کفن میں آتش

ساتھ اُن کے جو عدو کو سرِ محفل دیکھا
لگ گئی دیکھ کے تن اور بدن میں آتش

تو نے اے غنچہ دہن مرہمِ زنگار سے کیوں
پھونکدی دل کے ہر اک زخمِ کہن میں آتش

مُنہ لگائے جو لبِ سُرخ کو تیرے کوئی
مثلِ گلگیر وہ لے اپنے دہن میں آتش

ہم تو قربان وہاں دل کو جلا کر آئے
لگ گئی اپنی طرف سے تو وطن میں آتش

تم سے نہیں بڑھ کر کوئی ایمان فراموش
کُل کر دئے تم نے مرے احسان فراموش

کیا اس سے زیادہ کوئی دنیا میں گنہ ہے
احسان کو کر دے کوئی انسان فراموش

ہرگز نہیں مٹتے مرے دل سے نہیں مٹتے
کرتا ہوں بہت دل سے میں ارمان فراموش

اک قطرۂ ناچیز سے تخلیق ہے تیری
کر اپنی حقیقت کو نہ انسان فراموش

ہے بیخودیِ حُسن تو آئینے کو توڑ دو
خود بینی کا پہلے کرو سامان فراموش

خودداری کو دیتے نہیں ہم ہاتھ سے اپنے
کرتے نہیں اپنی کبھی ہم شان فراموش

غیروں کی طرح جاؤں میں محفل میں تمہاری
اور بان کے ہو جائیں جو ادسان فراموش

احسان جو کرتا ہے کوئی رہتا ہے ممنوں

احسان کو کرتا نہیں قربان فراموش
فضول کرتے ہو روز جھگڑا۔ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
نہیں ہے اُلفت کا ہم کو دعویٰ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
کبھی نہ احسان ہم بھی لیں گے۔ نہ حال اپنا بیاں کریں گے
نہیں جو کرتے علاج اچھا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
عدو کے تم ہو عدو تمہارا۔ ہوا یہ راز آشکارا سارا
ہیں نہیں اب شکایت اصلا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
تمہارا میرا ہے رنج کا جھگڑا۔ بنایا دنیا نے کیوں یہ قصہ
جہاں میں ہوتا ہے روز چرچا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
لو میں نے اُلفت تمہاری چھوڑی۔ تم اب تو چھوڑو گے میرا پیچھا
خطا ہماری جو تم کو چاہا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
نہ ہم کبھی تیرے گھر اب آئیں۔ نہ تجھ کو خط بھیجکر بُلائیں
یہ خط میں اُسنے ہی لکھ کے بھیجا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
گذاروں عسرت میں اپنی رہکر۔ سوالی در پر نہوں تمہارے
کبھی نہ دیکھوں میں تم سے بچا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
جو تم سے وعدہ نہ ہوگا پورا۔ تو میں بھی کرتا نہیں تقاضا
فضول کرتے ہو مجھ سے وعدہ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش
کرے خوشامد تمہاری جاکر۔ عزیز عزت بھی اپنی کھودے
نہیں ہے قرباں کسیکا بندہ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

ردیف ص

دیکھنا تم کو ہے منظور جو اُن کا اخلاص
تو دکھا دیں گے تمہیں اہل تمنا اخلاص
دے جگہ جسمیں سما جائے ذرا پائے خیال
تو ہی مجنوں کو دکھا دامن صحرا اخلاص
تو ہمیشہ رہی محمل ہی میں مجبور حجاب
کچھ بھی دیکھا ترا مجنوں نے نہ لیلیٰ اخلاص

تو نہ گھبرا کبھی مل جائیگا یوسف تجھ کو
ہے ترے عشق میں گر کچھ بھی زلیخا اخلاص

غیر کا قول بھی اور فعل بھی جھوٹا نکلا
صرف دُنیا میں نہیں ہم نے دکھایا اخلاص

دلمیں دھبہ بھی ہو کوئی تو یہ دھو دیتا ہے
دل میں کر دیتا ہے انساں کو اُجالا اخلاص

اپنے محروم رہیں غیر ہوں ممنونِ کرم
ہم نے دیکھا ترا دُنیا سے نرالا اخلاص

ساری دُنیا ہمیں کہتی ہے بھلا اے قربان
اُن کی بدخلقی سے بہتر ہے ہمارا اخلاص

سنبھلکر پاؤں رکھ اے دل زمانہ ہے بہت ناقص
کسی بیگانہ وش سے دل لگانا ہے بہت ناقص

نہیں لگجائے گی آخر کسی کی بد دُعا اک دن
کسی مظلوم ہمیں کو ستانا ہے بہت ناقص

مری مٹی سے صندل اچھی نہیں اچھی نہیں سُن لے
نشانِ گور کو ظالم مٹانا ہے بہت ناقص

حرام نازوہ بھی سامنے گورِ غریباں کے
دبے فتنے زمانے میں اُٹھانا ہے بہت ناقص

بھلا میں اور کرتا فاش تیرے رازِ الفت کو
کسی مظلوم پر طوفاں اُٹھانا ہے بہت ناقص

مزا جب ہے کہ کر دوں جان بخشی اپنے عاشق کی
گلے پر اُسکے یوں خنجر چلانا ہے بہت ناقص

لگالو اپنے سینے سے ذرا تم اپنے عاشق کو
ہنسانا اُسکا اچھا ہے رُلانا ہے بہت ناقص

خیال اے بے مروت چاہیے کچھ جگ ہنسائیکا
عدو کیا یوں ہنسا ہنسانا ہے بہت ناقص

نہیں جاتی محبت دخترِ رز کی نہیں جاتی
اسے قربان منہ سے بھی لگانا ہے بہت ناقص

نہ تو شفقت تری مخصوص نہ نفرت مخصوص
نہ عداوت تری مخصوص نہ اُلفت مخصوص

ساری دُنیا کیلئے حشر کا اک خاص ہے دن
اور مرے واسطے ہے روزِ قیامت مخصوص

اور بندے نہیں اللہ کے کیا اے واعظ
کسطرح ہوگئی تیرے لئے جنت مخصوص

کس ادا سے ہے نمک پاش تبسم اُن کا
میرے سینے کیلئے ہے یہ جراحت مخصوص

اے عدو ہم کو خدا حشر میں دیگا راحت
اور ہی تیرے لئے دہر میں عشرت مخصوص

ساتھ کیوں میرے ہو یہ دفن جو مٹ جاؤں نہیں
اک مرے دل کے لئے چاہئے تربت مخصوص

غیر کی قبر تو ہے فاتحہ پڑھنے کیلئے
حشر ڈھانے کیلئے ہے مری تربت مخصوص

عشق صادق کا مزہ آئے جو اک کیف ملے
آپکی چھیڑ سے جو ہو جائے محبت مخصوص

کیوں کبھی غیر کے گھر یہ نہیں جاتی قربان

ہوگئی میرے لئے کیا شب فرقت مخصوص

رکھتے ہیں وہ ابروئے خمدار خاص
ہے ہمارے قتل کو تلوار خاص

ایک مہ خورشید تو اک ماہ ہے
حق نے بخشے ہیں تمہیں رخسار خاص

کیا یقیں آئے ترے اقرار پر
اس میں ہے اک پہلوئے انکار خاص

برق و خنجر سے ہیں یہ دونوں سوا
ان کی ہے رفتار اور گفتار خاص

دل کے اندر تم پھرو میرے مدام
سیر کرنے کو ہے یہ بازار خاص

غیر کے پہلو میں رہتے ہو سدا
اک کھٹکتا ہے یہ دل میں خار خاص

مجھ پہ بھی الطاف کی ہو اک نظر
آپکا خادم ہوں میں سرکار خاص

مجھے تو حیلے بہانے عام ہیں
غیر سے کرتے ہیں وہ اقرار خاص

کیوں تو اے قربان کرتا ہے گلہ
لطف بھی تجھ پر کرے گا یار خاص

ان کو حق سے ملی حیا ہے خاص
یہ ہمارے لئے ادا ہے خاص

شربت وصل میں ہے آب حیات
مرض عشق کی دوا ہے خاص

کبھی میری طرف نہیں آتی
کوچہ یار کی ہوا ہے خاص

مارا ابروئے تیغ کے بدلے
تو نے احسان یہ کیا ہے خاص

تو بھی ہوتی نہیں سدا مقبول
وقت تیرا بھی اے دعا ہے خاص

ان کی مجھ پر عنایتیں مخصوص
میری بھی ان سے التجا ہے خاص

جو سوائے ترے نہ ہو اچھا
تیرا دنیا میں مبتلا ہے خاص

بتکدوں میں ہیں رام بت میرے
تجھ پہ یہ رحمت خدا ہے خاص

دیتا قربان ہے وہ بے مانگے
اس کا یہ شیوہ عطا ہے خاص

سب نے دیکھا خنجر قاتل کا رقص
اور وہ دیکھا کئے بسمل کا رقص

وجد میں لایا اسے تیرا خیال
دیکھ مجنوں لیلئے محمل کا رقص

ہر تڑپ میں اک ادائے خاص ہے
دیکھتے آ کر کبھی تم دل کا رقص

ڈوب ڈوبتے ہیں جو آنسو آنکھ میں
موج میں ہیں دیکھتے ساحل کا رقص

جان دے کر لوٹتا ہوں یہ مزے
دیکھتا ہوں خنجر قاتل کا رقص

مے پلا کر شیخ کو تم دیکھ لو
دیکھنا ہو گر کسی قابل کا رقص

چیر کر اک طشت میں رکھ دیجئے
آپکو گر دیکھنا ہے دل کا رقص

مر گیا قرباں مزہ جاتا رہا
اُسکے دم سے تھا فقط محفل کا رقص

ردیف ض

لاکے خبر تری جو دے بادِ صبا کو کیا غرض
بھیجے مجھے جو موجِ بوئے زلف دوتا کو کیا غرض

دل کی ہو جب یہ آرزو روح بدن سے ہو جدا
بھیجے کوئی اثر کرے ایسی دوا کو کیا غرض

مرنا ہے جبکہ سودمند عشق بتاں میں چارہ گر
خاکِ شفا کو کیا غرض آبِ بقا کو کیا غرض

اُسکا گلہ جو میں کروں بھیجے کرم جو وہ کرے
اُسکی جفا کو کیا غرض میری وفا کو کیا غرض

راہ پہ مجکو لائے کیوں راہ مجھے بتائے کیوں
بانگِ جرس کو کیا غرض بانگِ درا کو کیا غرض

خونِ دلِ حزیں مرا اس کیلئے ہیں رنگ زا
ڈھونڈے کسی کا کیوں لہو وزدِ حنا کو کیا غرض

اُٹھکے وہ کیوں ہو متصل ہجر کی شب ہو کیوں خجل
جب نہ زباں ہی کام دے دستِ دعا کو کیا غرض

آنکھیں کھلیں نہ جب تری شور و شغب سے بھی کبھی
کیوں کرے مجکو ہوشیار بانگِ درا کو کیا غرض

سجدے میں اپنا سر جھکا کر نہ کبھی کوئی گلا
جبکہ خدا سے ہے نیاز تجھسے خدا کو کیا غرض

ہوش میں مجکو لائے وہ بنکے طبیب آئے وہ
زلف مجھے سنگھائے وہ اُسکی بلا کو کیا غرض

راضی رضا پہ ہوں بنوں اُسکے ہدف میں سیکڑوں
تیر اگر وہ پاس کیوں تیرِ قضا کو کیا غرض

دامنِ شوق تھام کے کوئے بتاں میں لے چلے
میرا جو آکے ساتھ دے بختِ رسا کو کیا غرض

ناخنِ شوق جب ترے کند ہوں کوئی کیا کرے
کھولدے اپنی خود گرہ بندِ قبا کو کیا غرض

مجکو فقط ہدف بنائے اور کہیں نہ جائے آئے
میرے ہی دل میں بیٹھ جائے تیرِ ادا کو کیا غرض

قرباں وہ جب نفور ہوں مست ہوں پُرغرور ہوں
کیوں شب وصل دور ہوں شرم و حیا کو کیا غرض

پر کترنے کو جو صیاد تو لایا مقراض
ہاتھ افسوس کے ملتی رہی کیا کیا مقراض

اور یہ قوتِ پرواز مری کھو دے گی
خاک دکھلائے گی صیاد تماشا مقراض

فصلِ گل میں بھی اسیروں پہ چلا کرتی ہے
کچھ نہیں کرتی مگر خوفِ خدا کا مقراض

آج مغرور نظر آتی ہے بلبل بے حد
جا کے صیاد ذرا اپنی اٹھا لا مقراض

بلبل و گل پہ تو چلتی ہے سدا وقتِ بہار
قطع کیوں کرتی نہیں ہاتھ خزاں کا مقراض

کاٹنا ہے تجھے دامانِ خزاں اے بلبل
اپنی منقار کی اک جلد بنا لا مقراض

خوب بدلا یہ لیا خون کا پروانے کے
شمع کے سر کو سرِ بزم جو کاٹا مقراض

میں کہاں جاؤں نہیں طاقتِ پرواز مجھے
تو نے کیوں چھوڑ دیا مجھکو تڑپتا مقراض

روحِ قربانؔ کی پرواز پہ مائل ہے بہت
پر کترنے کو تو اے نزع اٹھا لا مقراض

دیکھ کر ساری خدائی ہو لی شیدا عارض
ہم نے دیکھا نہ کبھی آپ کا پیارا عارض

عید کے چاند کا دنیا کو ہوا دھوکا سا
جب مثالِ مہِ نو آپ کا چمکا عارض

ساری دنیا میں اندھیرا ہوا اکدم طاری
کیوں مرے یار کا انچل سے چھپایا عارض

طور کی طرح مرا دل ہو ہلاکِ جلوہ
برق کی طرح چمک جائے تمہارا عارض

بحرِ الفت میں محبت کے شناور کے لئے
بن گیا گوہرِ نایاب کا دریا عارض

دیکھنے سے ترے آتی ہے ضیا آنکھوں میں
کورِ چشموں کو کیا کرتا ہے بینا عارض

یوں چھپایا ہے کہ مطلق نظر آتا ہی نہیں
بن گیا پردۂ گیسو میں معمّا عارض

دیکھ کر چہرہ کو پاتا ہے شفا عاشقِ زار
تشنۂ شوق کو گویا ہے مسیحا عارض

عمر بھر آنکھیں رہیں چہرہ کی جانب لیکن
تو نے قربانؔ نہ دیکھا کبھی انکا عارض

کیوں ظلم ہیں اور کیا ہیں جفا کار کے اغراض
سمجھے نہیں ہم چرخِ ستمگار کے اغراض

اقرار ہیں جھوٹے ترے انکار ہیں سچے
اقرار سے اچھے ترے انکار کے اغراض

لوٹیں گے ترا حسن وہ دھوکا تجھے دے کر
تجھکو نہیں معلوم ابھی اغیار کے اغراض

دانستہ وہ کیوں انکی عیادت کیلئے آئیں
وہ جانتے ہیں جو بھی ہیں بیمار کے اغراض

دل لیکے تجھے اپنا بنانا ہوا منظور
دل لینے میں پوشیدہ ہیں دلدار کے اغراض

گل چیں کی جفاؤں سے ہو پھولوں کی حفاظت
بلبل سے کوئی کہدے ہیں خار کے اغراض

تکلیف نہیں دیتا ہے اغیار کی خاطر
ہم خوب سمجھ لیتے ہیں دلدار کے اغراض

مطلب ہے مسیحائی سے وہ کرتی ہے ہر دم
سب جانتے ہیں آپکی گفتار کے اغراض

اکبار ذرا مر کے تری راہ میں دیکھیں
اتنک جو نہ سمجھے تری رفتار کے اغراض

مطلب ہے کہ دل لیکے بنے چلتا یہاں سے
قربان سمجھتا نہیں کیا یار کے اغراض

پوچھے نہ کبھی زیست میں بیزار کے امراض
اب پوچھ لو آکر دلِ بیمار کے امراض

مطلق نظر آتے نہیں آثار شفا کے
بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں بیمار کے امراض

اقرار کی خصلت ہی نہیں اہل وفا سے
پھیلے ہیں حسینوں میں یہ انکار کے امراض

کیوں انکو گلستاں میں مہکنے نہیں دیتے
پھولوں کے گلے پڑ گئے کیوں خار کے امراض

نفرت نہ دلائے کوئی ٹھٹا نہ اوڑائے
پوشیدہ سدا رکھتے ہیں اغیار کے امراض

بیمار کی بالیں پہ چلا آتا ہے جب تو
ہو جاتے ہیں اچھے ترے بیمار کے امراض

قربان وہ آیا ہے علاج غم دلکو
جو جانتا ہرگز نہیں بیمار کے امراض

ردیف - ط

کام کرتی رہی لیکن نگہ یار غلط
تیر برساتی رہی دل پہ ستمگار غلط

عشق کا تو نے کیا غیر سے اقرار غلط
مستحق اسکا تھا میں اس سے ترا پیار غلط

تیغ ابرو نے اور تیر نگاہیں سب جھوٹ
دل کے ڈسنے کو بنے زلف تری مار غلط

تیرا پامال تری چال کو جو چاہے کہے
راہ میں فتنے اٹھاتی ہے یہ رفتار غلط

داخل کعبہ ہوئے چھوڑ کے میخانے کو
پیے کے نشہ میں چلے راہ میں میخوار غلط

کام مژگاں ہی تری کرتی ہیں بہتر دل پر
قتل کرتی ہے ہمیں ابروئے خمدار غلط

ہے محبت کے مریضوں کو تپ رنج و فراق
چارہ گر سمجھا ہے بیمار کا آزار غلط

پہلی باتیں نہ رہیں پہلی سی الفت نہ رہی
کیا زمانے کی ہوئی ہائے یہ رفتار غلط

میں یقیں کیسے کروں وصل کی شب آئینگے آپ
مجھنے پائی ہے سدا آپ کی گفتار غلط

روخ تراصبح کرے زلف تری شام کرے
تیرے خوش کرنیکو ساری ہے یہ گفتار غلط

جسکو کہتے ہیں عدو وہ تو مجسم ہے فریب
اُسکی ہے چاہ غلط اُسکا ہی سب پیار غلط
ابر کہتا ہے کوئی ساغر و مینا کوئی
ہے مگر یہ صفتِ چشمِ گہربار غلط
تو وہی لکھتا ہے جو بات ہو سچی سیدھی
تیرے قربان کہاں ہوتے ہیں اشعار غلط

اپنی چھاتی سے ہے لگایا خط
جب سے سینے ہے تیرا پایا خط
بعد مدت کے آج آیا خط
دیکھئے کیا پیام لایا خط
سادہ کاغذ تھا اک لفافے میں
میرا قاصد عجیب لایا خط
بدگمانی مری بڑھانے کو
غیر سے ہے مجھے لکھایا خط
غیر کو صاف لکھدیا نامہ
میرا لکھکر لکھے مٹایا خط
راستہ میں ہوا وہ گم شاید
میرا قاصد نہیں جو لایا خط
اُلٹا سیدھا عدو نے خوب اُنہیں
آج پڑھ کر مرا سنایا خط
عیب اُس کا نہیں ہے پھر چھپتا
دل کے شیشہ میں جسکے آیا خط
اُس نے قربان کو جواب دیا
غیر کا سا مگر بنایا خط

کر لو پہلے ذرا طبیعت شرط
پھر مریضوں سے ہار و جیتو شرط
وعدہ الفت کا اُن سے پھر کرنا
دشمنوں پہلے مجھ سے باندھو شرط
ایک ایک کر کے ہو گئی پوری
ہم نے کی اُنکے عشق میں جو شرط
میں کہوں گا فقط وفاداری
تم جو الفت کی مجھ سے پوچھو شرط
منع اس کو کیا شریعت نے
لوگ کہتے ہیں جسکو سن لو شرط
پھر ہی کہنا کہ ہار جاؤ گے
پہلے کر کے تو مجھ سے دیکھو شرط
تم نے باندھی ہے جو بلا سوچے
مجھ کو ڈر ہے وہ تم نہ ہارو شرط
شرط اس نے لگائی ہے قربان
کیا مزہ ہو جو تم نہ جیتو شرط

تم نے دشمن سے تو بڑھایا ربط
اور نہ مجھ کو کبھی دکھایا ربط
آج دشمن ہے وہ مرا افسوس
جس نے پہلے بہت دکھایا ربط

تو نے سیکھی کہاں یہ ترکیبیں
رفتہ رفتہ جو ہے گھٹایا ربط

سیکھ لی تم نے غیر کی عادت
رنگ آخر یہ اُس کا لایا ربط

غیر ہرگز نہیں ترا عاشق
اُس نے مطلب سے ہی بڑھایا ربط

اُتنی ہی پائیں ہم نے تکلیفیں
جس قدر آپ سے بڑھایا ربط

ہے وُہ یاروں کا یار محفل میں
خوب قربان نے بڑھایا ربط

آج تک کس نے ایسا پایا ضبط
تم نے دیکھا نہیں ہمارا ضبط

آنسو آنکھوں نے میری بہتے ہیں
اب تو مشکل ہُوا ہے غم کا ضبط

کام کرتا ہے یہ بہت مشکل
ہونے دیتا نہیں ہے رُسوا ضبط

غم تو دیتے ہو دیکھ لو پہلے
تم نے دیکھا نہیں ہے دل کا ضبط

ہے نتیجہ میں یہ بہت میٹھا
گو بظاہر بہت ہے کڑوا ضبط

یہ دبی آگ ہے محبت کی
اندر اندر ہی ہے جلاتا ضبط

سخت دشوار سخت مشکل ہے
کرکے دیکھا ہے ہم نے غم کا ضبط

کیسا آخر میں خوش کیا تم کو
کرکے قربان تم نے دیکھا ضبط

سمجھتا ہے وہ تجھ کو اچھا فقط
ہے عاشق ترا تجھ پہ شیدا فقط

نہ باقی رہا تا قیامت کوئی
رہا نام باقی خدا کا فقط

کسی کا نہیں ہے کسی کا نہیں
مجھے عشق ہے بس تمہارا فقط

فسانہ زمانے میں مقبول عام
رہے گا ہمارا تمہارا فقط

ضیا اور کی مجکو بھاتی نہیں
ہے کافی مجھے تیرا جلوہ فقط

عبث زحمت تیغ لیتے ہیں آپ
بہت مارنے کو ہے غمزہ فقط

خدایا نہیں کوئی تیرے سوا
تری ذات کا ہے سہارا فقط

میسر ہو دیدار مجکو ترا
مجھے اب تو یہ ہے تمنا فقط

ہو قربان نہ پہلو میں اُن کے عدو
یہی ہے مرے دل میں کھٹکا فقط

ردیف۔ ظ

اپنا جمال سب کو دکھانے میں بد لحاظ
تجھسا نہ ہوگا کوئی زمانے میں بد لحاظ

آیا۔ نہ کچھ لحاظ کہ سوتا یہاں ہے کون
ہو قبر کا نشان مٹانے میں بد لحاظ

کرتے نہیں ہیں شرم غضب کی یہ بات ہی
کیسے ہیں بت یہ حسن دکھانے میں بد لحاظ

میں تو یہ جانتا ہوں ترا حرج کچھ نہیں
ارمان میرے دل کا مٹانے میں بد لحاظ

ہر وقت ہر گھڑی ہیں تری شوخیاں وہ ہی
کس درجہ تو ہے آنکھیں دکھانے میں بد لحاظ

کہتے ہیں سنکے میری زبانسے سوال وصل
بجھ سا نہ کوئی دیکھا زمانے میں بد لحاظ

لیتا ہے چٹکیاں تو نکلتے ہیں اشک گرم
ہے انکا درد بھی تو رلانے میں بد لحاظ

ساقی وہ دیکھ سامنے بیٹھا ہے شیخ بھی
اتنا تو ہو نہ مے کے پلانے میں بد لحاظ

قربان بے کہے وہ چلے بن بلائے آئے
آنے میں بد لحاظ تھے جانے میں بد لحاظ

کوئی ہرگز نہیں میرا حافظ
ہے اگر تو فقط خدا حافظ

اٹھے یہ کہہ کے میری باتیں سے
تیرا بیمار غم خدا حافظ

اپنا قصہ کہوں گا محشر میں
اس فسانے کا میں ہوا حافظ

بولا تیشہ کو مار کر فرہاد
میری شیریں ترا خدا حافظ

ہم کو کوچہ میں اس کے پہنچا دے
تو تو رستہ کی ہے صبا حافظ

پیچھے میرے پڑو نہ چارہ گرو
چھوڑو چھوڑو مرا خدا حافظ

کس طرح بزم میں وہ کھل کھیلیں
ان کی شوخی کی ہے حیا حافظ

بعد میں کس کی آرہی ہے صدا
میرے مجنوں ترا خدا حافظ

اے قربان میں نہ بھولوں گا
درس الفت کا میں ہوا حافظ

تم نہیں کرتے کبھی عاشق کی تربت کا لحاظ
فاتحہ پڑھتے جو ہوتا کچھ بھی الفت کا لحاظ

غیر کے آگے کبھی اٹھتی نہیں اٹھتی نہیں
ہمنے دیکھا ہے تری چشم مروت کا لحاظ

صبح ہوتے آگئے وعدہ کی شب ہنستے ہوئے
واہ کیا ان کو ہوا میری محبت کا لحاظ

جان دیدی کاٹ کر اپنا گلا خود ہاتھ سے
کر گئے آخر کو ہم تیری نزاکت کا لحاظ

آج اُنکی چال سے حشر اُٹھتے اُٹھتے رہ گیا
آ گیا کیا آنکھ میں اُن کی قیامت کا لحاظ

بے بہائے چار آنسو لوٹتے ہرگز نہیں
وہ بہت کرتے ہیں ہم میری تربت کا لحاظ

آنکھ میں آقا کے وہ ہوتا نہیں ہرگز عزیز
جس ملازم کو نہیں ہوتا اطاعت کا لحاظ

چارہ گر کیا ہو گیا آگاہ میرے حال سے
آج اُسنے دی دوا کر کے طبیعت کا لحاظ

آبرو کا کرتے ہیں قربان دنیا میں خیال
ہم وہ ہیں جو کرتے ہیں دشمن کی عزت کا لحاظ

ردیف۔ ع

نہ ہے شوخی نہ ہے حیا مانع
اُن کو آنے سے ہے حنا مانع

تم کو آنے سے اب ہے کیا مانع
جب نہ بندہ نہ ہے خدا مانع

کیوں نہ صحت کی ہو دوا مانع
اُسکی رہتی ہے جب قضا مانع

جب وہ شوخی پہ ہو گئے مائل
آ کے ہونے لگی حیا مانع

غیر جاتے ہیں تیری محفل میں
کیوں تو ہوتا ہے پھر مرا مانع

ساتھ آنے کو تھے مرے تیار
ہو لی ظالم مگر حیا مانع

کیوں گنہ کرتے ہو زمانے میں
ارے بندہ ہے جب خدا مانع

کام ایسا نہ کیجئے قربان
جس میں ہو دوست کی رضا مانع

کیا جلا کر ہی رہے گی آج ہر پروانہ شمع
بزم میں بھی ہے لیکر ایک آتش خانہ شمع

لینے آیا تھا تجلی تجھ سے اک پروانہ شمع
توڑ ڈالا تو نے اُسکی زیست کا پیمانہ شمع

آج محفل میں دکھا کر حسن دل افروز کو
کر دیا ہے تو نے پروانے کو بھی دیوانہ شمع

اپنا اک آنسو پلا کر جلد کر اُس کو فنا
پینے کو جام شہادت آ گیا پروانہ شمع

پھر نہ اترائے کبھی اپنے فروغ حسن پر
دیکھ لے اکبار اگر تو جلوۂ جانانہ شمع

قدر کر تو عاشق جانباز ملتے ہیں کہاں
شوق پروانہ سے اسدرجہ ہو بیگانہ شمع

تو لے پروانے جلائے رات بھر تا وقتِ صبح
ہو گیا لبریز آخر کو ترا پیمانہ شمع
ہے فدا اک شعرو پر دل یونہی قربان کا
جس طرح ہوتا ہے بجھ پر شیفتہ پروانہ شمع

ہجر کی رات ہوئی تجھ پہ بھی کیا بھاری شمع
رات بھر روتی رہی ہے تو مری پیاری شمع
جان دینے کیلئے اُڑ کے وہاں جاتے ہیں
دُور سے لگتی ہے پروانوں کو کیا پیاری شمع
خون پروانوں کا گویا ہے ترے سر پہ چڑھا
سُرخ سی تو جو لئے سر پہ ہے چنگاری شمع
ہجر کی رات کٹی دونوں کو روتے روتے
ہو گیا صبح کا جب وقت تو پھر ہاری شمع
جبکہ پروانوں کی لاشیں ہیں پڑی چار طرف
اپنے اس جرم سے کس طرح ہو انکاری شمع
پا بہ زنجیر ہے تو اور کھڑی روتی ہے
ہوئی کس جرم میں یہ تیری گرفتاری شمع
سانس کیوں توڑے ہے کیا عمر تری ختم ہوئی
لگ گئی کیسی دمِ صبح یہ بیماری شمع
سوز سے لاکھوں پروانوں کو قربان کیا
نور بھی بن گئی کیوں بزم میں تو ناری شمع

ردیف ۔ غ

روشن ہمارے دل میں محبت کا ہے چراغ
دل میں مگر عدو کے رقابت کا ہے چراغ
آئینگے وہ اندھیرے میں وعدہ کیا تھا یہ
خاموش آج یوں مری تربت کا ہے چراغ
تاریکی اُن کی گور میں ہو گی نہ مطلقاً
ضو بار جن کے سینے میں الفت کا ہے چراغ
خورشید روزِ حشر سے تابش میں ہے سوا
اے بت یہ تیرا حسنِ قیامت کا ہے چراغ
کیوں اے بتو غرور ہے اس شمع حسن پر
روشن فلک پہ دیکھ لو قدرت کا ہے چراغ
رکھتا ہے روشنی یہ مرے دل میں شامِ غم
داغِ جگر مری شبِ فرقت کا ہے چراغ
پروانوں سر دھنے مرے آنسوؤں نے کی
طالب تمہاری بزم سرِ رخصت کا ہے چراغ
کیوں شمع کے جلانے کی تکلیف کیجئے
کافی حضور آپ کی صورت کا ہے چراغ
کس طرح ہو گی سوزِ محبت کی روشنی
روشن بتوں کے دل میں تو نخوت کا ہے چراغ
قربان اُن کو ظلمتِ دنیا کا غم نہیں
موجود جن کے دل میں بصیرت کا ہے چراغ

ہاں ہاں سُنا تو ہم کو وہ رنگیں فسانہ باغ
گذرا خزاں بہار میں کیسا زمانہ باغ

بلبل کو جو نکال کے دی ہے جگہ اُسے
کیا بوم کا ہے تجھ کو پسند آشیانہ باغ

بلبل کے باغ کو تو خزاں کر دیا اُجاڑ
تجھ سے ہمارے داغ جگر کا مٹانہ باغ

بلبل سے گر خفا ہے تو گل پر ہی رحم کر
دستِ خزاں بہار میں اُسکا لٹانہ باغ

دورِ خزاں سے پہلے گل زرد تھا ہر طرف
لیکن کہاں وہ آج ہے تیرا خزانہ باغ

جس جا بہت تھے پھول وہاں خار ہیں بہت
دیکھا ہے وہ زمانہ بھی یہ بھی زمانہ باغ

گھائل کیا ہے تیر نگہ نے ہمارا دل
تجکو کیا ضد نگ خزاں نے نشانہ باغ

اکدم کیساتھ ساتھ خزاں و بہار تھی
مرنے کے بعد دشت رہا اور رہانہ باغ

آئی خزاں بھی اور بہاریں بھی سیکڑوں
قربانؔ تیرے دل کا تو ہرگز مٹانہ باغ

تیرا دل دُنیا میں کیونکر ہو نہ قاتل باغ باغ
ہو رہا ہے جان دے کر اپنی بسمل باغ باغ

تم نہ آئے تھے تو افسردہ سی تھی دلکی کلی
دیکھ لی صورت تمہاری ہو گیا دل باغ باغ

بعد مُدت آج گلشن میں پھر آئی فصل گل
ہو رہا ہے باغ میں قلب غمادل باغ باغ

پھیر دی تو نے چھری کر کے جو دلکو اپنے سخت
ہو گیا ہے اس کی گویا قلب بسمل باغ باغ

تم ہی تو نخل تمنا کا ہماری پھول ہو
دلمیں جب رہتے ہو تجکو پھر کیوں ہو دل باغ باغ

آرہے ہیں جان دینے کو جو پروانہ بہت
دیکھ کے ہوتی ہے اُنکو شمع محفل باغ باغ

تو نہ تھا ساقی تو سب خاموش تھے بیٹھے ہوئے
دیکھ کر تجھ کو ہوئے یاران محفل باغ باغ

آہ کیا پکڑا گیا ہے اُن کا کوئی ہم مغیر
ہو رہا ہے آج کیوں شور غمادل باغ باغ

بعد مُدت کے ملے ہو جب نہ تھی باقی اُمید
دیکھکر تمکو ہوا قربانؔ کا دل باغ باغ

بنکر گلے میں کیوں نہ پڑے تیری ہار تیغ
میرے گلے سے ملتی ہے اب بار بار تیغ

کھاتی ہے میرے قتل کی ہی تیری عار تیغ
چلتی نہیں ہے حق پہ آکر جو یار تیغ

عاشق کا کام کر دے جو اک وار میں تمام
دیکھی کسی نے ایسی کہاں آبدار تیغ

الفت کا نام لیگا تو کر دوں گا سر قلم
کہتے ہیں وہ دکھا کے تجھے بار بار تیغ

ابروئے یار میں ہے عاشق کے جلوہ گر
دکھلا رہی ہے حسن کی اپنی بہار تیغ

کرتی نہیں ہے رحم کسی جاں نثار پر
کرتی ہے قتل سیکڑوں لیل و نہار تیغ

بجلی گرا کے اُس کے تو خرمن کو پھونکدے
اپنی دکھا خزاں کو ذرا اے بہار تیغ

رُک رُک کے چلتی ہے مری گردن پہ آج کیوں
کھُو بیٹھی ہو عدُو کے گلے پر نہ دھار تیغ

قربانؔ اُف کریں گے نہ اپنی زبان سے
گردن پہ وہ ستم کی چلائیں ہزار تیغ

زیرِ پردہ بن گیا تیرا رُخِ روشن چراغ
جل رہا ہو جس طرح کوئی پسِ چلمن چراغ

رنگِ حسرت دیکھ کر اور شانِ عبرت دیکھ کر
رُو رہا ہے شام سے کیسا سرِ مدفن چراغ

اُس میں تاریکی کبھی آتی نہیں دیکھا بہت
میری ہستی کا ہے دل گویا کہ اک روشن چراغ

اُس سے کہدو تجکو بھی مرنا ہے آخر ایک دن
موت پر میری جلائے جب کوئی دشمن چراغ

گورِ عاشق آج تربت کھل گئی تیری ضرور
آرہا ہے خود جلانے وہ بُتِ پُرفن چراغ

شب کو بیٹھا پاس پردے کے جو وہ آکر کبھی
بیٹھتے ہی گل کیا اُس نے پسِ چلمن چراغ

تجھسا پیدا بعد میں ہونا نہیں ہرگز کوئی
تو بھی اپنے گھر کا ہی قربانؔ اک روشن چراغ

تجھ سا نہ ہوگا کوئی زمانے میں بد دماغ
آنے میں بد دماغ ہے جانے میں بد دماغ

عاشق کو رنج دے کے ہوا شاد تیرا دل
آتا مزہ ہے تجھ کو ستانے میں بد دماغ

سمجھا نہ تیرے اسمیں ہیں ارماں بھرے ہوئے
آیا نہ خوف دل کے دکھانے میں بد دماغ

سیکھا ہے کس سے تو نے مجھے بھی ذرا بتا
حاصل کمال بات بنانے میں بد دماغ

اونی اسی یہ تو اک تری ٹھوکر کا کام ہے
کرتا ہے دیر مُردہ جلانے میں بد دماغ

سیکھا کمال تو نے قیامت سے بھی سوا
فتنے اُٹھانے اور دبانے میں بد دماغ

مجھکو دیا ہے کھانے کو تو نے جو زہرِ غم
دیدے عدُو کو زہر تو کھانے میں بد دماغ

آخر مجھے بتا کہ تجھے لُطف کیا ملا
قربانؔ کو فضول رُلانے میں بد دماغ

چھُٹ چکا اب دامنِ قاتل کا داغ
داغ ہے خونِ دلِ بسمل کا داغ

آئی تو لیلےٰ نہ بے پردہ کبھی
لے گیا مجنوں ترے محمل کا داغ

لوگ یہ سمجھے کہ نکلا ماہِ نو
جا کے چمکا چرخ پر جب دل کا داغ

زخم اُس کا قتل سے میرے بھرا
مٹ گیا آخر دلِ قاتل کا داغ

ماہ اور خورشید کہتے ہیں جنھیں
اک جگر کا داغ ہے اک دل کا داغ

شمع نے ایسی دکھائیں گرمیاں
جل اُٹھا پروانۂ محفل کا داغ

میرے ہوتے آگیا گر وہ کبھی
بن گیا گویا عدوِ محفل کا داغ

اک نگاہِ مہر جا دُو کر گئی
ہو گیا آخر ہمارے دل کا داغ

حشر تک چمکے گا اے قربان یہ
مٹ نہیں سکتا ہمارے دل کا داغ

ردیف۔ ف

آتا ہے جو بھی قہر گنہگار کی طرف
وہ دیکھتا ہے رحمتِ غفّار کی طرف

زاہد یہ رنگ دیکھ کے کیوں منفعل نہو
رحمت ہے روزِ حشر سیہ کار کی طرف

وہ تیغ تیز بن کے میرا کام کر گئی
دیکھا جو میں نے ابروئے خمدار کی طرف

زنبور سے کسی کو نہیں ہے یقین عسل
اُٹھتی ہے آنکھ شاخِ ثمردار کی طرف

بس اس خطا پہ اُسنے مری آنکھیں پھوڑ دیں
دیکھا تھا میں نے روزنِ دیوار کی طرف

کل تک تو ہنس رہے تھے وہ مُنکر مرض کا حال
اب رُو رہے ہیں دیکھ کے بیمار کی طرف

قاتل صفائی اسمیں ہے کیا روئے صاف کی
اُٹھتی نہیں نگاہ بھی تلوار کی طرف

بلبلِ گلوں کا لینا ہے بوسہ تجھے محال
کرتے نہیں یہ رُخ تری منقار کی طرف

قربان کسطرح اُنہیں ہم دیکھیں بے حجاب
اُٹھتی نہیں ہے آنکھ بھی رخسار کی طرف

بلبلو دیکھا نہیں جاتا گلستاں کی طرف
آنکھ اِتو لگ گئی اپنی بیاباں کی طرف

تم بھی آجاؤ ذرا بالوں کو اپنے کھول کر
ابر بھی گھنگھور آیا ہے گلستاں کی طرف

میں رہوں کعبہ میں یا بتخانے میں پروا نہیں
دل مرا رہتا ہے ہر دم کوئے جاناں کی طرف

روشنی کرتا نہیں دل میں زلیخا کے کبھی
دیکھتی حسرت سے ہے وہ ماہ کنعاں کی طرف

آج پھر میرے مقدر میں جراحت ہے کوئی
آج پھر رُخ ہے جگر کا تیرِ مژگانی کی طرف

دیکھئے آکر شگوفہ کیا کھلاتے ہیں یہاں
سنتے ہیں آئے ہیں وہ گورِ غریباں کی طرف

یہ صدا آئی کہ آنے کا ہے تیرے انتظار
ہم گئے قربان جب گورِ غریباں کی طرف

وحشیو پھر کوئی لے جائے نہ زنداں کی طرف
پھاڑ کر کپڑے نکل بھاگو بیاباں کی طرف

اک نظر جو دیکھ لے رُخسارِ جاناں کی طرف
آنکھ اُٹھا کر وہ نہ دیکھے ماہِ تاباں کی طرف

ہیں نگاہیں میکشوں کی ابرِ باراں کی طرف
کیا برستا آرہا ہے بزمِ رنداں کی طرف

فاش پردہ اے زلیخا تو نے اپنا کر لیا
ہاتھ لیجانا نہ تھا یوسف کے داماں کی طرف

کیا کنویں میں گر پڑیگا یہ بھی یوسف کی طرح
جھانکتا ہے دل مرا چاہِ زنخداں کی طرف

خار لاکھوں رہگئے تلووں میں میرے ٹوٹ کر
لے گیا تھا جوشِ وحشت کابیاباں کی طرف

ظلم سے گل چیں کے باہم کہہ رہی ہیں بلبلیں
اب تو دیکھا بھی نہیں جاتا گلستاں کی طرف

دل کو لیکر بے وفا مجھ سے نگاہیں پھیر لیں
دیکھنا تھا تجھ کو اپنے عہد و پیماں کی طرف

شکل مایوسی کی آتی ہے نظر کے سامنے
دیکھتے ہیں جب کبھی ہم اپنے عصیاں کی طرف

آرہا ہے میرے سینے کی طرف تیرِ نگاہ
دل وفورِ شوق سے جاتا ہے پیکاں کی طرف

شان آتی ہے نظر تشدید کی اللہ کے
دیکھتے ہیں جب تو نکتے سلکِ دنداں کی طرف

سوزِ فرقت نے جلا کر کر دیا خاکِ سیاہ
اُٹھتے ہیں سب دیکھکر مجھ سوختہ جاں کی طرف

آئے گی سر پر بلا پھنس جائیگا مرغِ دل جاتا ہے دامِ زلفِ پیچاں کی طرف

یہ نیک پاشی میں قاتل چشم پوشی تاب کے
زخمِ دل کھولے ہوئے ہیں منہ زنخدانی کی طرف

جو قفس میں پر نکل کر ٹوٹ جاتا ہے مرا
اُڑ کے جاتا ہے ہوا میں وہ گلستاں کی طرف

چاندنی راتوں میں آتا ہے اگر تیرا خیال
ہم سحر تک دیکھتے ہیں ماہِ تاباں کی طرف

آئی جاں آنکھوں میں اُسکا کرتے کرتے انتظار
کیجئے چشمِ عنایت اب تو قرباں کی طرف

کیسے کریں اب یار کی تلوار کی تعریف
جب کر چکے ہم ابروئے خمدار کی تعریف

دُنیا میں نہیں کرتا کوئی خار کی تعریف
کرتے ہیں سب ہی شاخِ ثمردار کی تعریف

پڑھتا ہے وہ والفجر کی تفسیر یقیناً
کرتا ہے جو کوئی ترے رُخسار کی تعریف

مارا ہے مجھے اُس نے مگر اُف ری محبت
پھر مُنہ سے نکلتی ہے ستمگار کی تعریف

رہتا ہے بہت دُور مگر خوگرِ بیداد
دیکھو تو ذرا چرخِ ستمگار کی تعریف

وُہ دیکھ لے اُس کو جو کبھی صحنِ چمن میں
شمشاد کرے قامتِ دلدار کی تعریف

تربت پہ مری جب نہ پڑا تیرا کبھی پاؤں
کیونکر میں کروں شوخیٔ رفتار کی تعریف

کرتا ہے گنہ کرکے جو عاصی کوئی توبہ
کرتا ہے گنہ بھی تو گنہگار کی تعریف

سُنتا ہے بڑے شوق سے ہر اہلِ دل اسکو
قربانؔ میں کرتا ہوں اگر یار کی تعریف

وہ اپنی زباں کو کبھی اقرار کی تکلیف
کانوں سے اب اُٹھتی نہیں انکار کی تکلیف

تو دیکھ لے آکے کبھی بیمار کی تکلیف
کس رنگ پہ ہے خونِ گرآزار کی تکلیف

آنکھوں نے کیا کرتے ہیں مطلب کا وہ اظہار
کرتے نہیں ہرگز کبھی گفتار کی تکلیف

کٹتا ہے دن باتوں میں اے رشکِ مسیحا
بڑھجاتی ہے پھر رات کو بیمار کی تکلیف

دُشوار ہی رفتار سے چلتی ہے گلے پر
دیکھی نہیں جاتی تری تلوار کی تکلیف

ممکن نہیں آزار یہ آنکھوں کا کبھی جائے
ہے سخت بہت نرگسِ بیمار کی تکلیف

زنہار نہ پھر سوئے وہ آرام سے شب کو
دیکھے جو مرے دیدۂ بیدار کی تکلیف

پڑتی ہی چلی جاتی ہے دو چند دوائیں
گھٹتی نہیں قربانؔ کے آزار کی تکلیف

اچھا نہیں ہوتا ہے یہ ہر بار تکلف
جب آتے ہو کرتے ہو بہت یار تکلف

سرکاٹنے میں وہ نہیں کرتی ہے توقف
سیکھی نہیں ہرگز تری تلوار تکلف

پہلو میں ترے بیٹھ گئے ہیں سرِ محفل
دہقاں ہیں نہیں جانتے اغیار تکلف

پیتا ہے دوا۔ اور نہ رہتا ہے سکوں سے
جینے میں بہت کرتا ہے بیمار تکلف

آنے نہیں دیتی شبِ وعدہ مری گھر تک
سیکھی ہے انوکھا تری رفتار تکلف

رہجاتی ہے ہر بات لبوں تک ترے آکر
دکھلاتی ہے ہمکو تری گفتار تکلف

تکلیف تکلف سے اُنہیں کچھ نہیں ہوتی
جن لوگونکے دُنیا میں ہیں اطوار تکلف

قربانؔ نہیں جاتا مرض عشق کا تیرے
کرتا ہے بہت ہی ترا آزار تکلف

تو رونقِ غم خانۂ یعقوب ہے یوسف
اور قلبِ زلیخا کا تو محبوب ہے یوسف

کس طرح پسند آئے اُسے شانِ عزیزی
دلکو تو زلیخا کے تو مطلوب ہے یوسف

زندان میں بھلا کس لئے تو نے اُسے ڈالا
مطلوب بھی ہوتا کہیں معتوب ہے یوسف

دل چھین لیا تو نے زلیخا کا ادا سے
دُنیا میں ترا حُسن بہت خوب ہے یوسف

دُنیا میں حسیں اور بھی لاکھوں ہیں زلیخا
کس واسطے اتنا تجھے مرغوب ہے یوسف

اے عشق ہوا چاک تو دامن مگر افسوس
محبوب زلیخا ہے کہ محبوب ہے یوسف

دل توڑنا اچھا نہیں ارباب وفا کا
آئین محبت میں یہ معیوب ہے یوسف

شکل اپنی دکھا اور دے تسکین پدر کو
بیچین ترے واسطے یعقوب ہے یوسف

قربان کو اک ایسا ہی محبوب ہے درکار
جیسے کہ زلیخا تجھے مطلوب ہے یوسف

ردیف ۔ ق

دیکھ کر تجھ کو ہوئی چہرے پہ دلبر رونق
یہ غلط ہے کہ ہے بیمار کے مُنہ پر رونق

یاس ۔ اندوہ ۔ الم رہتے ہیں آہیں شب و روز
دل میں رہتی ہے ترے عشق سے اکثر رونق

جب سے جلوے کا ترے نور سمایا اُس میں
دیکھ تو کیسی مرے دل کے ہے اندر رونق

کیا مرا رشک تہ بام پہ آیا اپنے
آج دُنیا میں نظر آتی ہے گھر گھر رونق

مرگ دشمن کی خبر کس نے سُنا دی تجھکو
تیرے چہرے پہ نہیں آج جو دلبر رونق

جب کبھی خواب میں آجائینگے وہ مُدت سے
تو بڑھا جائینگے تیری دل مُضطر رونق

ان حسینوں کا نہیں ظاہر و باطن یکساں
جیسی باہر سے نہیں قلب کے اندر رونق

دیکھ لینے دے سماں بزم کا اپنی ہمکو
تیری محفل کی چلے آئے ہیں سُنکر رونق

ایک میلا سا حسینوں کا لگا رہتا ہے
گو نہیں گور میں ہے گور کے باہر رونق

تیری آنکھوں نے پیا کیا کسی مظلوم کا خون
آج چہرے پہ ہے کیوں تیرے ستمگر رونق

آج تو خوب غزل تم نے پڑھی اے قربان
اس سے محفل میں نہ دیکھی کبھی بڑھکر رونق

تمہارے پاس نہیں تھی اگر دوائے فراق
تو کیوں کیا تھا مجھے تم نے مبتلائے فراق

عدو تو وصل سے سب بامراد ہیں اُس کے
بنی ہے ایک مری جان ہی برائے فراق

تو کیا علاج کرے گا مریض فرقت کا
نہیں ہے پاس ترے چارہ گر دوائے فراق

نصیب ملنے کی تیرے نہیں خوشی ہم کو
ہمارے دل پہ ہی شام و سحر بلائے فراق

کبھی نہ چین سے بیٹھے ترے ستائے ہوئے
ہزار صدمہ ترے ہاتھ سے اُٹھائے فراق

مرے سکون سے کچھ لاگ ہے مقدر کو
جو ہو نصیب میں سونا تو کیوں جگائے فراق

وصال میں بھی تری لذتیں تھیں ہائے وصال
فراق میں بھی ترے اک مزہ تھا ہائے فراق

بلا سے اور جو تکلیف ہو وہ دے دینا
الٰہی کرنا کسی کو نہ مبتلائے فراق

کبھی اُٹھائے نہ تمنے جدائی کے صدمے
تمہارے پاس ہے قربان کیا دوائے فراق

تیرا پتھر کا ہے جگر عاشق
تو محبت میں ہے نڈر عاشق

وہ جو پکڑے کلیجہ آتے ہیں
تیری آہوں کا ہے اثر عاشق

تجھ کو غم نے گھلا دیا کیسا
اپنی حالت پہ کر نظر عاشق

بارِ الفت اُٹھا لیا تو نے
تیرا دل ہے ترا جگر عاشق

اپنے عاشق سے وہ نہیں واقف
اُن کی حالت سے بے خبر عاشق

عشق تیرا اگر ہے سچا سُن
اُن کے دلمیں کرے گا گھر عاشق

ایکدن بھی ملا نہ راحت کا
رہا مغموم عمر بھر عاشق

جان قربان تو نے کر دی
تیرے غم کی ہوئی سحر عاشق

میری حالت پہ کر نظر معشوق
میرے دلمیں بھی کر لے گھر معشوق

میرا مرنا تجھے مبارک ہو
ہوں جو لاشہ پہ نوحہ گر معشوق

غم میں نالہ زباں سے جو نکلے
تیرے دل پر کرے اثر معشوق

ہم نے دُنیا میں گو بہت ڈھونڈا
تجھ سا آیا نہیں نظر معشوق

آنکھوں آنکھوں نے کیا دل کو
کیسا ظالم ہے باہنر معشوق

جاگتے ہجر میں رہے شب بھر
آنکھ جھپکی نہ تا سحر معشوق

آہ لب پر کبھی نہ لاؤں گا
ظلم جتنا ہو دلپہ کر معشوق

تیرا عاشق ہے باخبر تجھ سے
ہے تو عاشق سے بے خبر معشوق

رحم کر حالِ زار پر اُس کے
لے لے قربان کی خبر معشوق

واہ کیا خوب رنگ لایا عشق
تو نے اپنا ہمیں بنایا عشق

ہم کو اس کا صلا بھی کچھ تو ملے
بار تیرا جو ہے اُٹھایا عشق

عمر گذری تڑپ تڑپ کے تمام
تو نے کیسا ہمیں ستایا عشق

مجکو وحشی بنا دیا تو نے
راز پھر بھی ترا نہ پایا عشق

بُت کافر ہوا نہ رام کبھی
ہم نے سو سو طرح دکھایا عشق

مجھ کو دُنیا میں کر دیا رُسوا
دربدر رات دن پھرایا عشق

داغ حسرت سے ہو گئی رونق
خوب یہ تو نے گل کھلایا عشق

ہڈیاں رہ گئیں فقط باقی
تو نے مجنوں صفت بنایا عشق

گھل گیا شمع کی طرح قربان
روگ کیا جان کو لگایا عشق

ردیف ک

مہرباں ہو گا تو مجھ پر مرے قاتل کب تک
نیم جاں بنکے رہونگا ترا بسمل کب تک

دیر سے فیض کھڑا دیکھتا رستہ ہے ترا
دیکھئے آتا ہے لیلےٰ ترا محمل کب تک

حکم دے جلد چلے دور مے و جام و سبو
یار سونی یہ رہے گی تری محفل کب تک

اے بشر ہوش میں آ حشر ہی نزدیک بہت
یونہی گمراہ رہے گا اے غافل کب تک

اس کا انجام بھی ہے یا کہ نہیں یہ تو بتا
طے کئے جائیں ترے عشق کی منزل کب تک

جان تو اپنی بچا یہ تو ہے خونخوار غم کا
اے جگر دلکا رہیگا مرے شامل کب تک

ایکدن آئے گا ہو جائیگا یہ نذر خزاں
خیر گلشن کی منائیگی عنادل کب تک

مجھسے ملتے ہیں کبھی یا نہیں ملتے بالکل
دیکھئے ہوتی ہے یہ حل مری مشکل کب تک

باغ عالم کو بہت شوق سے ہم دیکھتے ہیں
رہتی ہے دیکھئے قربان یہ محفل کب تک

کیا رسا ہو آہ یا نالہ فلک
تُو تو سُنتا ہے بہت اُونچا فلک

روز کرتا ہے ستم ہم پر نئے
تو بھی ساتھی بن گیا اُن کا فلک

کھینچکر نالہ کوئی شام فراق
تجھ کو ہم دکھلائیں گے نیچا فلک

میرے ہی معشوق کا غازہ ہے یہ
ہے منور چاند جو تیرا فلک

ہر ستم میں تجھ سے جو بڑھ جائینگے
کرلے اُن سے چاہے تو دعویٰ فلک

ہم نے تیرا کیا بگاڑا تھا بھلا
بن گیا دشمن تو کیوں اپنا فلک

رات دن چکر میں رہتا ہے مُدام
ہو گیا ہے تجھ کو کیا سودا فلک

تُو نہیں جو ٹوٹ کر اب تک گرا
کیا مرا نالہ نہیں پہونچا فلک

ابر کے پُنبے ہیں کانوں میں بھرے
سُنتا ہے قربان کچھ اُونچا فلک

ہستی کے ساتھ ساتھ رہا اُن کا غم شریک
رہتا ہے جیسے جان کے ہمراہ دم شریک

زندان زندگی سے جو جاتا ہے چھوٹ کر
اپنے میں اس کو کرتے ہیں اہل عدم شریک

واحد ہے تیری ذات خداوند کائنات
تیرا نہیں ہے کوئی خدا کی قسم شریک

روتے ہی روتے کٹتی ہے آخر تمام رات
فرقت کی رات ہوتا ہے اک آہ کے غم شریک

ہم بھی جہاں کے نقشۂ عبرت کو دیکھ لیں
ہمکو بھی اپنے جام میں کرلے جو جم شریک

کس طرح اس سے حد لکھوں لاشریک کی
تعریف میں تو ہو نہیں رہا ہے قلم شریک

بزدل ہیں جو کہ دیکھکے غم کو ہیں بھاگتے
دُنیا کے غم نہیں ہوتے ہیں شاہد قدم شریک

غمخوار اور کون ہے رہتے ہیں رات دن
قربان میرے درد میں رنج و الم شریک

خزاں سے تو بچا لیگا اسے اے باغباں کبتک
رہینگی تیری گلشن میں یہ رنگ آمیزیاں کبتک

مجھے بیتاب رکھیں گی مری بیتابیاں کبتک
کسی کی یاد میں آنکھیں رہینگی خونفشاں کبتک

رہینگی اے دل ناداں تری بیتابیاں کبتک
بڑھاتا تو رہیگا عشق میں حیرانیاں کبتک

اُٹھاتے تم رہوگے ٹھوکروں سے تابہ کے فتنے
زمانہ میں رہیں گی یہ قیامت خیزیاں کبتک

بہار آئے بہار آئے خزاں جائے خزاں جائے
تو اس امید پر بیٹھا رہے گا باغباں کبتک

مزا تجکو تو آتا ہے مگر دل میرا دُکھتا ہے
سناؤں میں تجھے صیاد اپنی داستاں کبتک

شکایت کرنی ہی آخر پڑے گی مجکو اے ظالم
مروت میں تری میں بند رکھونگا زباں کبتک

تپ غم سے نکل جائیگا یہ آخر دھواں بن کر
چھپاکے دل میں رکھونگا بھلا سوز نہاں کبتک

گرے گی ایکدن برق خزاں ہر غنچہ و گل پر
منائیگا چمن کی خیر آخر باغباں کبتک

نہیں سُننا پڑیگا قصۂ غم اپنے کانوں سے
نہیں سُنتے نہیں سنتے ہماری داستاں کبتک

وہ آئیں یا کہ موت آئے یہ قصہ ختم ہوجائے
مجھے آتی رہینگی نزع میں یہ ہچکیاں کبتک

قیامت آنیوالی ہے کہاں پھر زندگی ہوگی
رہینگی اے حضر تیری حیات جاوداں کبتک

نگاہیں تیری انکا چھوڑ کیوں دیتی نہیں پیچھا
گریں گی خرمن دل پر یہ میرے بجلیاں کبتک

خدا جانے ملے کب قید سے ہستی کے آزادی
رہینگی زیست کی پیر نہیں ہے بیڑیاں کبتک

چلو قربان کھا کر زہر قصہ ختم کر ڈالیں
ہم اُنکی یاد میں لیتے رہینگے ہچکیاں کبتک

فلک نے جو نہیں بلبل کرائیں بجلیاں اب تک
غنیمت جان لے باقی ہی تیرا آشیاں اب تک

جو مے پی تھی ازل کے میکدے میں تیرے ہاتھوں سے
مزہ لیتی رہی ساقی اُسی کے یہ زباں اب تک

لگی ہی آگ جو دلمیں سُلگتے ہی وہ سُلگے گی
اثر ہے سوز کا اُٹھتا ہی جو منہ سے دھواں اب تک

مری قسمت نے انکو مجھسے خوش رکھا زمانہ میں
خدا کا شکر ہے دشمن نہیں ہے آسماں اب تک

میں ہوں اپنے نشیمن میں بہار میں صحن گلشن میں
اسی دھوکے میں کیا بیٹھا ہوا ہی باغباں اب تک

کہا صیاد سے بہر رہائی تو وہ یہ بولا
بہار آئیگی جب کہنا ہی گلشن میں خزاں اب تک

تمہارے غم نے اُن کو کر دیا ظاہر زمانے میں
مری آنکھونکے اندر تھے جو آنسو نہاں اب تک

ہمیں پیمانہ دینے میں تکلف روز کرتا ہے
نہیں واقف ہوا رندوں کی کیا پیر مغاں اب تک

تجھے قربان سخنور اپنی آنکھوں میں جگہ دیتے
نہیں پایا سخن کا کوئی تو نے قدرداں اب تک

مرکے بھی جاری رہے یہ دیدۂ تر زیر خاک
رہگیا میرا کفن بھی ہائے گھل کر زیر خاک

فرش مخمل پر بھی جن کو نیند آسکتی نہ تھی
خاک کا اُن کو ملا ہی مرکے بستر زیر خاک

کیونکر اُن مسند نشینوں کو وہاں چین آئے گا
سو گئے جاکر کے دارا اور سکندر زیر خاک

شکر ہے دیکھا نہ میرا جسم عریاں گور نے
کام آئی یہ کفن کی مجکو چادر زیر خاک

آخری تھا کام جو احباب نے تیرے کیا
اب نہ آئینگے یہ ہرگز تجکو رکھ کر زیر خاک

کس طرح سے چین تربت میں مجھے اب آئیگا | دفن ہیں ارمان و حسرت بھی برابر زیر خاک
کس طرح آخر کٹے گا وقت اپنا بے پیے | کاش ہوتا استظام جام و ساغر زیر خاک
جنسے بھیجا ہی تمہیں قربان اُسی کا بندہ ہے
لونگا چھٹکارا فرشتوں سے یہ کہہ کر زیر خاک

بہت دشوار ہے آنسو نہ آئینگے گریباں تک | کہ اتنا ہاتھ بھی مشکل سے جاسکتے ہیں داماں تک
رہا صیاد نے گو کر دیا بیکار میں بازو | ہیں دشوار آخر ہو گیا جانا گلستاں تک
اگرچہ قیس تیرے آستاں تک جا نہیں سکتا | بہت آسان ہے آنا ترا لیلےٰ بیاباں تک
لہو ہوتا ہے جب دل یاس کے خونریز ہاتھوں سے | تو اک رنگین آنسو کھنچ کے آجاتا ہے مژگاں تک
جنوں میں خار صحرا نے یہ رکھی بات کچھ اُسکی | تمہارے آبلہ پا کو کیا اپنا نہ مہماں تک
جھکا تا کیوں پھرے ہی چاہ الفت تجکو تو ہر سُو | مجھے لیچل تو اے جوش جنوں چاہ زنخداں تک
جفا بھی ہے سلیقہ سے ستم بھی ہے طریقے سے | طبیعت سے مری واقف ہوا ہی حسن جاناں تک
تماشا دیکھنا صیاد گر ہے اہل گلشن کا | کبھی لیچل قفس کو تو مرے حسن گلستاں تک
وہ قربان داور محشر نے کھینچا اپنی جانب کو
ہمارا ہاتھ جانے کو ہی تھا محشر کے داماں تک

اسیران قفس اب آہ کیا پہونچے گلستاں تک | نظر بھی اُٹھ کے رہجاتی ہی اب دیوار زنداں تک
بہائے میری آنکھوں نے وہ آنسو تیری فرقت میں | گریباں تو گریباں تر ہوئی ہیں جیب و داماں تک
قفس میں دیکھ کر مجکو نہ تا مرغ چمن بھڑکیں | کبھی صیاد لیجاتا نہیں حسن گلستاں تک
خدا کیواسطے دامن سے اپنے پونچھ دو آکر | اب آنسو آگئے ہیں سے بہ کر آپہنچے ہیں داماں تک
تعجب ہے اگر اے قیس لیلےٰ کو نہ ہو صدمہ | ترے ماتم میں گرد آلود ہے سطح بیاباں تک
پڑھایا ضبط کا پہلے ہی اُلفت نے سبق ہم کو | کبھی آنے نہیں دیتے ہم آنسو اپنی مژگاں تک
بہار آنے دو بازو میں نئی کلیاں نکلنے دو | اُڑا لیجائیگی بلبل قفس اپنا گلستاں تک
ہوا دھوکا کہ تارے چشمہ کوثر میں ڈوبے ہیں | پسینہ بہکے جب آیا کبھی اُنکے زنخداں تک
سہارا ہیں وہی قربان طوفان قیامت میں
وہ کیوں ڈوبے گا جسکا ہاتھ ہو پہنچا انکے داماں تک

لخت دل ہمراہ لایا میرا اشک | صاحب دل بن کے آیا میرا اشک

بن گیا گویا سمندر گرتے ہی
آنکھ نے کیسا بہایا میرا اشک

یہ سمجھ کر ہے یہ موتی کی صفت
اُس نے دامن سے اُٹھایا میرا اشک

اللہ اللہ ضبطِ اُلفت کا اثر
میرے دامن نے سُکھایا میرا اشک

کر گیا بدنام دُنیا میں مجھے
کیوں نہ آنکھوں نے چھپایا میرا اشک

ضبط کی اُس سے ہوئی جب شرط بہتی
آنکھ میں پھر کیوں یہ آیا میرا اشک

آنکھ کے پردے سے پھر باہر ہوا
خون میں پہلے نہایا میرا اشک

دیکھ اے ظالم نگاہِ رحم سے
بنکے فریادی ہے آیا میرا اشک

بن گیا قربان طوفانِ نوح کا
رنگ دُنیا میں یہ لایا میرا اشک

صُورتِ شمع بجھوں گا میں سحر ہونے تک
ہوگا کیا سالِ مراتم کو خبر ہونے تک

آنکھ جھپکی نہ ذرا در پہ نگاہیں رکھیں
منتظر تیرے رہے ہم تو سحر ہونے تک

تیری اُمید نے تھا اُس کو جلائے رکھا
کوبھڑکتی ہی رہی شمعِ سحر ہونے تک

غیر کو تجھے مرے رُوز لگا دیتے ہیں
غیر کے دیتے نہیں وہ تجھے سر ہونے تک

ایک اک لمحۂ فرقت ہے گراں تر از مرگ
اور کیا کیجئے نالوں میں اثر ہونے تک

جوشِ وحشت کا تقاضا ہے بنا لوں جنگل
گھر مجھے باعثِ تکلیفِ گھر ہونے تک

نخلِ اُمید کو گو دُنیا میں بویا ہمدم
کون جیتا ہے مُوَدار ثمر ہونے تک

دیر سامانئے تقدیر کا شکوہ کس سے
دن بھی ہو چکے ہم اُن کو خبر ہونے تک

کہدے قربان یہ بلبل سے کہ ہوگی آزاد
صبر سے بیٹھ تو پیدا ابھی پر ہونے تک

ردیف گ

گلوں کی بُو کی طرح اُڑ گیا شباب کا رنگ
جما ہے چہرہ پہ اب تو مرے خضاب کا رنگ

فضول کرتی ہے بلبل چمن پر اپنے ناز
گلوں نے چھین لیا ہے ترے شباب کا رنگ

حجاب اپنوں سے بے پردگی ہے غیروں سے
نیا یہ دیکھا ہے ہمنے ترے حجاب کا رنگ

ترے ہی چہرے کی سُرخی نے کر دیا رنگیں
سفید تھا ترے رُخسار پر نقاب کا رنگ

قبول کرتا ہے دل یا اسے نہیں کرتا
نہیں ہے دیکھنا خط کے ترے جواب کا رنگ

سرُور عشق کا ملتا ہے آنکھ کو ساقی
ہے ترے عارضِ گلفام پر شباب کا رنگ

تھے لال ڈورے بھی آنکھوں میں تیری ایظالم
پسند آیا مجھے اس لئے شراب کا رنگ

یہاں جو حال ہو قربان وہ غنیمت ہے
وہاں نہ ہمکو دکھائے خدا عذاب کا رنگ

موت کو بھی جبکہ ہے ارمانِ مرگ
کیوں ہو دُنیا میں دل خواہانِ مرگ

عیش دُنیا میں اُٹھاتا ہے بہت
میرے بدلے ہے عدُو شایانِ مرگ

چارہ گر بیمار رنج عشق سے
سیکھ لے تھوڑے سے تو اوسانِ مرگ

دیکھ لی چارہ گری عیسیٰ کی خوب
جانتا وُہ کچھ نہیں درمانِ مرگ

رنج و غم سے مل گئی مجکو نجات
میری گردن پر ہے یہ احسانِ مرگ

کیوں نہ جاؤں جب بڑی سرکار سے
بے طلب آیا مجھے فرمانِ مرگ

زندگی کے تیر سے پھر کیوں ڈرے
دیکھ لے کوئی اگر مژگانِ مرگ

زندگی کی اُن کو نعمت ہیچ ہے
ہو گئے ہیں جا کے جو مہمانِ مرگ

مر کے اے قربان سب محتاج ہیں
دُوسروں کے ہاتھ میں سامانِ مرگ

رنگ غصہ کا الگ اور الگ پیار کا رنگ
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مرے یار کا رنگ

جس نے دیکھا ترے آئینہ رُخسار کا رنگ
نہ پسند اُس کو پھر آیا گل گلزار کا رنگ

دُوست سے بڑھکے تواضع ہے وہاں دشمن کی
ہمنے دیکھا ہے عجب محفل دلدار کا رنگ

صاف ہے صاف ابھی خون میں تو اسکو نہ بھر
مٹتی جاتی ہیں زمانے کی پرانی باتیں

ہم نہ کہتے تھے گلستاں میں نہ جا بے پردہ
دیکھ پھولوں نے اُڑایا ترے رُخسار کا رنگ

چھوڑ دو اس کو خدا پر نہ کرو فکر دوا
چارہ گر کہنے لگا دیکھ کے بیمار کا رنگ

رنگ چڑھ جائے نہ تجھ پر کہیں واعظ اسکا
دیکھنے آیا ہے کیا خانۂ خمار کا رنگ

گاہ دشمن سے سوا گاہ ہے وہ دوست مرا
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مرے یار کا رنگ

جسکو قربان حقیقت کی ملی آنکھ اُسے
صاف آتا ہے نظر کافر و دیندار کا رنگ

پھونکدی میرے دلِ مضطر میں آگ
سوزِ الفت نے لگادی گھر میں آگ

میرے ہوتے غیر کا چھیدے جگر
کیوں نہ لگجائے ترے خنجر میں آگ

خرمنِ اعدا کو جس سے پھونکدوں
بھر دو تم ایسی دلِ مضطر میں آگ

بلبلیں کرتی ہیں آہیں باغ میں
کیا لگا بیٹھی گلوں کے سر میں آگ

دیکھنا بھڑکے گی روزِ حشر یہ
دھیمی دھیمی ہے جو خاکستر میں آگ

سوختہ ہے طورِ برقِ حسن سے
لگ گئی ہے دیکھ لو پتھر میں آگ

اللہ اللہ رے تصور کی تپش
جا لگی تصویر کے پیکر میں آگ

ہاتھ سے اپنے دے ساقی غیر کو
آتشِ صہبا لگا ساغر میں آگ

میں نے اے قربان جو کھینچی آہِ سرد
معصیت کے لگ گئی دفتر میں آگ

ہو گیا ہے جب سے تن سے دم الگ
ہو گیا ہے اپنے دل سے غم الگ

کیوں نہیں ہوتا مرے غم میں شریک
مجھ سے کیوں رہتا ہے تو ہمدم الگ

گر مرا جامِ سفالی دیکھ لے
جام کو رکھدے تو اپنے جم الگ

ہجر میں دل ہے الگ برہم مرا
جوش پر ہیں دیدۂ پُرنم الگ

اب نہیں اُٹھتے ہیں دُنیا غم ترے
بیٹھ جائیں جا کے کس جا ہم الگ

قبر میں آئے الگ منکر نکیر
گھٹ رہا ہے زیرِ مدفن دم الگ

چین سے آرام سے ہم سو گئے
رکھ دیا جب دل سے تیرا غم الگ

لطف جینے کا کہاں باقی رہا
ہو گیا مجھ سے مرا ہمدم الگ

ہچکیاں آتی تھیں تجکو موت کی
کر گئیں قربان تیرا دم الگ

ردیف ۔ ل

بنالوں دلکو اپنے پہلے تیرے تیر کے قابل
یہ بے تقصیر ہوگا کس طرح تعزیر کے قابل

ملا وہ مجکو جتنا تھا مری تقدیر کے قابل
لکھا تقدیر میں جتنا کہ تھا تحریر کے قابل

خطا وارِ محبت یہ نہیں اب تک ہوئے دونوں
جگر ہے تیر کے قابل نہ دل ہے تیر کے قابل

بنا لو چیر کر دل کو۔ اگر تم کو ضرورت ہو
بنے گا ایک اچھا چوکھٹا تصویر کے قابل

پئے مشق ستم اب اور کوئی دوسرا ڈھونڈے
رہے ہیں اب کہاں ہم آسمانِ پیر کے قابل

بنایا میکدہ ساقی نے اچھا میری مٹی سے
مری مٹی تھی خمخانے ہی کی تعمیر کے قابل

نہ ہوگا کچھ مآلِ شورشِ ہنگامۂ محشر
یہ دن کا خواب ہو سکتا نہیں تعبیر کے قابل

خطا ہے تو نظر کی ہے سزا دو اس کو جو چاہو
جگر تعزیر کے قابل نہ دل تعزیر کے قابل

تری چتون کے قابل ہے تری ابرو کے قابل ہے
جگر تلوار کے قابل نہ دل ہے تیر کے قابل

مناسب ہے رہے سینہ کے اندر ہی یہ پوشیدہ
نہیں افسانہ میرا اور ہر میں شہیر کے قابل

مسیحا کہہ گیا ہے آکے یہ تیمار داروں سے
نہیں بیمارِ الفت اب کسی تدبیر کے قابل

خدا نے دیدیا تجھ کو ادا کر شکر تو اسکا
جو تھا قربان دنیا میں تری تقدیر کے قابل

تیرا بیمار ہوا آج قضا کے قابل
اب اسے کون سمجھتا ہے شفا کے قابل

پھر اسی اے دلِ تو مسیحا کی تجسس کرنا
درد تو پہلے بنا اپنا دوا کے قابل

جان جو تجھ پہ دے کیوں زندۂ جاوید نہ ہو
اس کو مل جائے بقا ہو جو فنا کے قابل

شورِ محشر کا کچھ اُن پر بھی اثر ہو شاید
ہاں نہیں کان مرے بانگ درا کے قابل

ضعف سے اب تو دعا کو بھی نہیں اٹھتے ہیں
اب کہاں ہاتھ ترے بندِ قبا کے قابل

دلِ پُر داغ کبھی باغ میں تجھ تک پہونچے
کاش یہ پھول بھی ہو دوشِ صبا کے قابل

درد بھی عشق نے تیرے وہ دیا ہے ہم کو
جو نہ قابل ہے دعا کے نہ دوا کے قابل

چارہ گر سیکڑوں بالیں پہ ہوئے آکے جمع
جب رہا درد نہ قربان دوا کے قابل

لیلیٰ ہے فقط شرم کی چادر ترا محمل
مجنوں کے کہاں دل سے ہے بڑھکر ترا محمل

جب ایسی تو ہوتی ہے تو پھر قیس حزیں کو
اٹھتا ہے نظر کعبہ سے بڑھکر ترا محمل

بے شکل دکھائے گئی جب قیس کو لیلیٰ
کردے گا بیاباں کو مکدر ترا محمل

حد ہی نہ تھی کیا اُس کی کوئی حدِ نظر کی
دیکھا ہی کیا قیس برابر ترا محمل

ہر وقت رہا قیس کی آنکھوں میں یہ حائل
لیلےٰ ہے تری طرح ستمگر ترا محمل

لیلےٰ نہ کہیں کعبہ اُسے قیس سمجھ لے
اُوڑھے ہوئے کالی جو ہے چادر ترا محمل

پھرتا ہے اسے ناقہ لئے دشت میں ہر سُو
مجنوں کی ہے تقدیر کا چکر ترا محمل

ہر وقت خدا اس میں مکیں رہتا ہے لیلیٰ
قربان کے دل سے نہیں بہتر ترا محمل

کرتی نہیں اثر نگہِ یار آج کل
بیکار کیوں ہوئی ہے یہ تلوار آج کل

پیدا نہیں ہے کوئی خریدار آج کل
خالی ہے تیرے حُسن کا بازار آج کل

اے عندلیبِ گُل کا نہ کر رنج دل میں کچھ
ہے تو بھی ہونے والی گرفتار آج کل

اک حُسن ہے وہ کسکو ندیں اور دیں کسے
ہیں سیکڑوں ہی اُن کے طلبگار آج کل

پھرتے ہیں مثلِ یوسفِ بے کارواں حسیں
ملتا نہیں ہے کوئی خریدار آج کل

وہ جانتے ہیں وعدہ نہ ہوگا کبھی وفا
اُن کی زباں پہ روز ہے اقرار آج کل

ہے احتیاج مجھ کو بہت التفات کی
کیونکر ہو مہربان ستمگار آج کل

قربان کیوں نہ عام ہوں افسانے عشق کے
رہتا ہے سب کے ہاتھ میں اخبار آج کل

دل سے دُعا ہے اپنی کسی پر نہ آئے دل
دھوکے میں آکے کوئی نہ ہو مبتلائے دل

پتھر ہی رکھ دو سینہ میں میرے بجائے دل
نازک بہت ہے ظلم کہاں تک اُٹھائے دل

عیسیٰ کو اختیار نہیں دل پہ اپنے خود
کیا دیں کسی مریض کو پھر وہ دوائے دل

پھولو پھلو گے باغِ تمنا میں رات دن
لے لو کبھی تو آکے ہماری دُعائے دل

برداشت جب نہ ہجر کے افکار ہو سکیں
پھر کیوں کسی حسین سے کوئی لگائے دل

تالوں سے میرے چین کبھی تم نہ پاؤ گے
بیدار تم کو کر کے رہے گی نوائے دل

اوروں کی تو نے خوب مٹائی ہیں حسرتیں
ایسا ہے کون جو تری حسرت مٹائے دل

کہتے ہیں وہ کہ پھر نہیں کہنا بُرا بھلا
اظہار پہلے کیجئے کچھ مدعائے دل

مرنے سے اس کے آئے گا کچھ لطفِ زندگی
قربان تم نہ مانگو دُعائے بقائے دل

خود ہی یہ زباں جب نہیں فریاد کے قابل
کیونکر مرا افسانہ ہو پھر داد کے قابل

پتھر یہ نہیں حسرتِ ہمیں ڈھونڈ کوئی اور
دل میرا نہیں روز کی افتاد کے قابل

کافی ہے اسے ایک ہی ابرو کا اشارہ
گردن یہ نہیں خنجرِ فولاد کے قابل

قاصد کی زباں کاٹ کے بھیجی ہے مرے پاس
تحفہ یہ سمجھ کر دلِ ناشاد کے قابل

انداز و ادا ناز سے مارا نہ اسے کیوں
تیشہ نہ تھا شیریں ترے فرہاد کے قابل

ہوتا ہے جو دُنیا میں فلک کا ہے تتبع
نقشہ ہے یہی عالمِ ایجاد کے قابل

توبہ یہ کہاں کہاں یار کا جلوہ
دل میرا نہیں حسنِ خداداد کے قابل

برگشتہ نصیبی مری پہونچی ہے جہاں لے کر
گویں تو نہ تھا خانۂ صیاد کے قابل

بھولے سے بھی جو نام زباں پر نہیں آتا
قرباں نہیں آپ کی کیا یاد کے قابل

لے آئے اُٹھیں گردشِ تقدیر ہے مشکل
اس عشق کے بیمار کی تدبیر ہے مشکل

جانے نہیں دیتا ہے فلک راہ میں حائل
نالوں کو مرے حاصلِ تاثیر ہے مشکل

کچھ پڑھنے سے محروم ہے انساں کی بصیرت
کچھ کاتبِ تقدیر کی تحریر ہے مشکل

ہاں اُس کے بگڑنے میں تو لگتی نہیں کچھ دیر
بنجائے جو بگڑی ہوئی تدبیر ہے مشکل

تو ہاتھ میں ہے غیر کے کیوں رحم کرے گا
کاٹے نہ گلے کو تری شمشیر ہے مشکل

اک میرا نہیں قیس کا حصہ بھی ہے شامل
اتیم جو صحرا کی ہو جاگیر ہے مشکل

مصنوعی نہ ہو اور جو ہو مظہرِ قدرت
بہزاد بنانی وہی تصویر ہے مشکل

جب پیرہنِ تن میں نہ باقی رہا اک تار
رہ جائے مرے پاؤں میں زنجیر ہے مشکل

مستوں کی جو باتیں ہیں اُسے مست ہی سمجھیں
سمجھے کوئی مجذوب کی تقریر ہے مشکل

لے دل کی خبر تیرِ نظر یا کہ جگر کی
دو کام کرے کینے یہ اک تیر ہے مشکل

قرباں نے کہا تھا کہ قدم اسمیں نہ رکھنا
یہ وادیٔ الفت دلِ رہگیر ہے مشکل

رکھ دے حلقوم پہ اک دوسرا خنجر قاتل
سخت جانی سے مری تو نہ ہو شرمندۂ قاتل

دھار مُوٹی ہوئی کیا غیر کا سر کاٹا تھا
آج چلتا نہیں کیوں حلق پہ خنجر قاتل

تیغ کے ٹکڑے کئے۔ جور سے توبہ کر لی
قتل کر کے مجھے آخر ہوا مضطر قاتل

قتل سے پہلے اسے آ کے بجھا دے للّٰہ
دل میں ہے آگ مرے صورتِ اخگر قاتل

نام تیرا میں وہاں بھی نہ بتاؤں گا کبھی
مجھے پوچھے گا اگر داورِ محشر قاتل

ذبح کرتا ہے تو رکھ لیتا ہے دل پر مرے ہاتھ
ساری دنیا سے نرالا ہے وہ دلبر قاتل

ہے یقیں پھر وہ پئے قتل دوبارہ اٹھے
اپنے کشتہ کو لگا دے جو تو ٹھوکر قاتل

حشر تک جاری رہے خون کبھی رک نہ سکے
دل پہ اک ایسا لگا تو مرے نشتر قاتل

قتل کیا تجھ کو کیا۔ ہو گیا ہر سو مشہور
ظلم کے تیرے فسانے ہوئے گھر گھر قاتل

کیجئے اس کو نہ کیوں ساقیٔ مقتل تسلیم
موت کا سب کو پلا دیتا ہے ساغر قاتل

نام رکھے ہیں ترے ہم نے بھی کیا کیا ظالم
بے وفا۔ شوخ۔ ستمگر۔ فسوں ساز۔ ستمگر قاتل

رحم آتا نہیں مقتول کی حالت پہ تجھے
دل پہ رکھ لیتا ہے کیا اپنے تو پتھر قاتل

نہ ذبیحہ کبھی قربان کا جائز ہوگا
نہ کہا منہ سے اگر اللہ اکبر قاتل

پہلے ہی قتل سے مر جائے گا ڈر کر بسمل
دیکھ کر شکل تری لبکہ ہے شدر بسمل

دست قاتل کی نزاکت کو نہ ہو بار کہیں
اپنی گردن پہ تو خود پھیر لے خنجر بسمل

جو ہے قاتل ترا ہے وہ ہی ترا دلبر بھی
دیکھکر اس کو ذرا بھی نہ ہو مضطر بسمل

وہ ہی ٹھنڈا بھی کرے گا کبھی مرہم رکھکر
جس نے رکھا ہے جگر پر ترے اخگر بسمل

ظلم قاتل کی خبر پہلے ہی سن رکھی ہے
کیوں نہ فریاد سنے داورِ محشر بسمل

روح پھر تن میں کرے آ کے ابھی تیرے حلول
تیرے لاشہ پہ لگا دے جو وہ ٹھوکر بسمل

یہ ہی قاتل کی جفائیں سرِ حشر اگلے گا
خون بہتا ہے ترے دل کا جو نشتر بسمل

آبِ خنجر جو پیا زندہ جاوید ہوا
قتل کے بعد ترا ذکر ہے گھر گھر بسمل

اس میں بھر لائے ہیں وہ آبِ بقا کا پانی
پی بھی لے شوق سے تو موت کا ساغر بسمل

ہم تو کہتے ہیں مگر باز وہ آتا ہی نہیں
رحم کرتا ہی نہیں تجھ پہ ستمگر بسمل

ابھی مشکل تری آسان ہوئی جاتی ہے
دل پہ رکھ لے تو ذرا صبر کا پتھر بسمل

مرے پہلو ہی میں ہیں قاتل و بسمل قربان
یا اس قاتل ہے تو میرا دل مضطر بسمل

خزاں سے ہو گئی برباد بلبل
چمن میں پھرتی ہے ناشاد بلبل

خزاں نے ایک بھی پتہ نہ چھوڑا
تو کس کس کو کرے گی یاد بلبل

یہ نغمے اور وہ بھی شاخِ گل پر
پکڑ لے گا ابھی صیاد بلبل

بچاتا ہے تجھے غم سے خزاں کے
ترا غمخوار ہے صیاد بلبل

گلوں کو کر دیا گلشن سے نابود
خزاں نے کی بڑی بیداد بلبل

کیا صیاد کا اپنے نہ شکوہ
ہمیشہ ہم رہے ناشاد بلبل

گلوں کو لے گیا گل چیں چمن سے
پکڑ کر لے گیا صیاد بلبل

لٹی ہے کائناتِ باغباں بھی
بچی پر اک نہیں بیداد بلبل

خدا کا شکر کر رہ کر قفس میں
غمِ دنیا سے ہے آزاد بلبل

بس اب کنجِ قفس ہے تا قیامت
اسیری کی نہیں میعاد بلبل

ادھر قربان ہے جنگل میں برباد
اُدھر ہے باغ میں ناشاد بلبل

ہے بڑی بیداد بلبل کو اگر ترسائے گل
چند روزہ حسن پر غمزے نہ جو دکھلائے گل

لیگیا کیا توڑ کر گل چین چمن سے کوئی پھول
شور کر رکھا ہے اور کہتی ہے بلبل ہائے گل

دیدۂ بد سے انہیں محفوظ رکھنا اے خدا
رنگ گلشن میں بلا کا آجکل ہیں لائے گل

وہ شبِ وعدہ مرے گھر پر جو آپہونچے کبھی
فرش پر آنکھیں بچھائی میں نے اپنی جائے گل

اے خزاں دستِ کرم کو توڑ کر رکھدوں ترے
کیا غضب توڑا کہ جو بے وقت یہ کملائے گل

باغباں بلبل چمن سب ملکے روتے ہیں تجھے
یاد تیری کیسے سبکے دل کو ہے تڑپائے گل

باغ سے چھٹنے کا اے بلبل تجھے ناحق ہے رنج
باغ میں کچھ خار ہیں اب اور کچھ مرجھائے گل

رنگ چھینا ہے مرے گلرو کے رخسار و کنار سب
دیں بلبل کے نہ پھر اپنی جگہ کیوں پائے گل

سیر گلشن کو جو وہ بھولے سے جا پہونچے کبھی
چھپگئے بلبل کی آنکھوں میں بہت شرمائے گل

کیا عروسی کا ہے ساماں تیرا اے فصلِ بہار
باغ میں کیوں اسقدر ہیں آج یہ لہرائے گل

باغ میں تیرے تو قربان ایک بھی آیا نہ پھول
کیا خوشی گلشن میں غیر مقدم جو لاکھوں آئے گل

گر دیکھنے ہیں تم کو ملال و محن کے پھول
پہلو میں آکے دیکھ لو دل کے چمن کے پھول

آنکھیں چڑھائی دیکھ کے اُسنے لحد مری
تربت پہ چشم آہو بنے ہیں ختن کے پھول

یہ بھی تو دیکھ بوئے محبت ہے یا نہیں
ڈالے ہیں غیر کے جو گلے میں بتن کے پھول

مرنے کے بعد آئی یہ کیسی بہارِ نو
داغِ جگر بنے ہیں لحد میں چمن کے پھول

کانٹے کیطرح بزم میں کھٹکیں نہ کیوں رقیب
رکھتے نہیں ہیں بو یہ تری انجمن کے پھول

رغبت نہیں ہے غیر جگہ کے گلوں سے کچھ
آتے ہیں یاد ہم کو تو اپنے وطن کے پھول

دستِ جنوں نے اس کی اڑا دی ہیں دھجیاں
بکھرے پڑے ہوئے ہیں مرے پیرہن کے پھول

قربان دیکھی تیری فصاحت بلاغت آج
محفل میں تو نے خوب کھلائے سخن کے پھول

پہلو میں اب کہاں ہے مرے غمگسار دل
اک آگیا ہے اس کی جگہ داغدار دل

اک دل کے ٹکڑے ہیں یہاں سو ہزار دل
تو نے کیا ہے جب سے مرا تار تار دل

دورِ خزاں دوام ہے ہم کو نہیں ہے آس
امید کچھ نہ کچھ ہے کہ دیکھے بہار دل

اے حسنِ یار تیری خوشامد کے واسطے
ہوں لاکھ بھی تو کردوں میں بھی نثار دل

یہ وہ چراغ ہے کہ نہ صرصر سے بھی ہو گل
کیا بنا ہے دیکھ لو شمع مزار دل

اک روز تنگ آکے تجھے چھوڑ دوں گا میں
پہلو سے کہہ رہا ہے مرا بار بار دل

فریاد ان بتوں سے نہ کر فائدہ نہیں
پیدا کیا ہے جس نے اسی کو پکار دل

پوچھا جو میں نے آتے نہیں میرے دل میں آپ؟
بولے ہمیں پسند نہیں داغدار دل

ناپائدار حسن خدا نے تجھے دیا
پہلو میں میرے رکھدیا ناپائدار دل

ٹکڑا ہر ایک دل کا ہے قربان بیقرار
پہلے تھا ایک دل مگر اب ہیں ہزار دل

پامال کردیا ہے خزاں نے یہ باغ دل
جھونکو سے غم کے جلد بجھیگا چراغ دل

کلفت اٹھائی تھی جو خزاں میں وہ مٹ گئی
کیسا کھلا ہے فصلِ بہاری میں داغ دل

آنکھوں نے اسکی مے کو دیا ہے فروغ شمع
ساقی بنا ہے بزم میں کیف ایاغ دل

الفت کیساتھ جا چکے ہوش و قرار بھی
کرتا نہیں ہے کام ہمارا ایاغ دل

پہلو میں اس لئے یہ ہمارے مقیم ہے
خورشیدِ صبح حشر بنے گا یہ داغ دل

حرمان و یاس حسرت و ارماں سے ہی بہار
لہرا رہا ہے دیکھ لو کیسا یہ باغ دل

ظلمت سے مجکو خوف نہیں خوف کیا کروں
ہستی کو میری رکھتا ہے روشن چراغ دل

جب سے مرض ہوا ہے محبت کا آپ کی
ماؤف ہو گیا ہے ہمارا دماغ دل

قربان داغ عشق و وفا ہیں سدا بہار
ہے بے نیاز خوف خزاں میرا باغ دل

سن لو سن لو داستان درد دل
ہے مزے کا یہ بیان درد دل

دیکھ لو آکر کبھی خود آنکھ سے
پوچھتے ہو کیا نشان درد دل

دل سے آگے بڑھ کے جا سکتا نہیں
رک گیا ہے کاروان درد دل

کچھ اسی کو حال دل معلوم ہے
ہے جگر بھی راز دان درد دل

دل ہی مٹ جائے تو مٹ جائے مگر
مٹ نہیں سکتا نشان درد دل

ہاں تمہارا ذکر دل کی رو میں ہے
ہے تمہاری یاد جان درد دل

دیکھئے رکتا ہے اس سے یا نہیں
ضبط نے پکڑی عنان درد دل

تیرا اے قربان حصہ ہو گیا
خوب ہی لکھا بیان درد دل

کتنی ہے بدنصیب تو بلبل
ننگی تیری نہ آرزو بلبل

گل میں بھی جور و زر رہتی ہے
ہم بھی سنتے وہ گفتگو بلبل

پھر جو چاہے گلوں پہ مرنا
ڈھونڈ پہلے وفا کی بو بلبل

ہم سفارش گلوں سے کر دینگے
ہم سے کہہ اپنی آرزو بلبل

اب کہاں وہ گل چمن پیرا
جس کو کرتی ہے یاد تو بلبل

سو بہانوں سے پھول توڑیگا
تیرا گل چیں ہے حیلہ جو بلبل

ہم نے جانچا ہے خوب پھولوں کو
کچھ وفا کی نہیں ہے بو بلبل

ظرف اس کا ہے مختصر قرباں
کرتی پھرتی ہے ہائے ہو بلبل

میرے آقا مرے مولا مرے سردار رسول
میرے حامی مرے مالک مرے مختار رسول

تو وہ لاثانی ہے جسکا نہیں ثانی کوئی
تیرا دربار ہی دنیا میں ہے دربار رسول

سوز حیرت سے جہاں جلتے تھے جبریل کے پر
اس جگہ جا کے رکا آپ کا رہوار رسول

حشر میں پیش خدا جائینگے اس شوکت سے
پیچھے سب امتی اور آگے وہ سردار رسول

آرزو۔ خاطرِ محزوں کی یہ ہے صبح و مسا | اِس سامنے آنکھوں کے ہو آپکا دربار رسُول
تیرے قربان مجھے دُوزخ سے بچانیوالے
میرے پیارے مرے آقا۔ مرے غمخوار رسُول

ردیف۔ م

ہو نہیں سکتا کبھی عالمِ عبرت معدوم | آپ سو بار کریں شوق سے تربت معدوم
دوستوں کی بھی ہوئی جاتی ہے اُلفت معدوم | ساری دُنیا سے ہوئی ہائے محبت معدوم
حشر رفتار سے گر دیکھ نہ لیتے اُٹھتے | ہم سمجھ بیٹھتے بیشک ہے قیامت معدوم
ہائے زخموں پہ کسی نے بھی نہ پھاہا رکھا | کیا ہوا دہر سے درمانِ جراحت معدوم
اپنی ہستی پہ جسے ذرا ہوتا ہے | ایکدم میں اُسے کر دیتی ہے قدرت معدوم
صبح امید دکھا دل کی یہ حسرت ہے مرے | رُوز کی کر دے تو مو لاشبِ فرقت معدوم
چشمِ بلبل میں سمائی مگر آنسو بن کر | آج ہے ساری گلستاں کی تراوت معدوم
کر دو پھر آکے ذرا اِس پہ نمک پاشی تم | زخم کی دل کے ہوئی جاتی ہے لذت معدوم
ساقیا میکدہ جب سے ترا نظروں میں کھیا | ہو گئی ہے نگہِ رند سے جنت معدوم
غیر کو بھی وہ ہی بیداد کا شاکی پایا | آج میری بھی ہوئی تم سے شکایت معدوم
جس پہ مغرور ہیں سب اہلِ جہاں اے قربان
جلد ہو جائیگی دُنیا سے یہ دولت معدوم

میں سدا کرتا رہا تیری عداوت تسلیم | ایک دن تو نے نہ کی میری محبت تسلیم
جب سے دیکھا ہے اُٹھاتے ہوئے اک حشر تمہیں | کرنی آخر کو پڑی ہم کو قیامت تسلیم
دل سے مجبور ہیں ہم اور وہ ضدی ٹھہرا | کرنی پڑتی ہے ہمیں یار کی حجت تسلیم
میری تربت پہ جب آتے ہیں وہ فرماتے ہیں | لیجئے میری بھی اے صاحبِ تربت تسلیم
تو تبسم سے نمک پاش نہ جب تک ہو جائے | زخمِ دل کرتے نہیں لطفِ جراحت تسلیم
ہم تو سمجھے تھے کہ حوروں کا نہیں کوئی وجود | کر لیا دیکھ کے اب یار کی صورت تسلیم
بیڑیوں سے بھی تو آوازِ جنوں آتی ہے | تیرے مجنوں ہے زنداں کو بھی وحشت تسلیم

ہم نہ کہتے تھے یہ گل رنگ اُڑا لیں گے ترا
سیرِ گلشن کو نہ چل چھن گئی رنگت تسلیم

جب مجھے دیکھ کے محفل میں کیا تجھ کو سلام
غیر کی آج ہوئی مجھ کو شرارت تسلیم

چھپ گئے دیکھ کے تم مجھ کو عدو کے پیچھے
ہو نہیں سکتی بنائی ہوئی عزت تسلیم

دیکھ کر آپ کو سب شکوے گلے بھول گیا
حشر میں کرنی پڑی آپ کی منت تسلیم

یہ سمجھ کر کہ نہیں زیست کی امید کوئی
آج آپ آئے یہاں بہرِ عیادت تسلیم

ہاتھ میں حشر کے دن اُنکا ہی دامن قرباں
اب بھی کیا وہ نکریں گے مری جرأت تسلیم

کیا بتاؤں کہ ہے کیا اُن کی نظر کا عالم
ہم نشیں دیکھ لے خود میرے جگر کا عالم

لے کے مٹھی میں ذرا۔ اپنی نظر کو دیکھو
دیکھنا ہے جو تمہیں اُن کی کمر کا عالم

اہلِ محرم ہیں۔ نا اہل ہیں دل شاد یہاں
آج دنیا میں ہے یہ علم و ہنر کا عالم

اپنی نظروں میں برابر ہیں عدم اور وجود
کہ ہے معلوم اُدھر کا نہ اِدھر کا عالم

یہ چمکتا ہے کہ خورشید چمکتا ہے بہت
کوئی دیکھے تو مرے داغِ جگر کا عالم

جب سے میں نے یہ سُنا آپ یہاں آتے ہیں
اور ہی آج ہوا ہے مرے گھر کا عالم

آبرو نوح کے طوفان کی باقی نہ رہی
کوئی دیکھے تو مرے دیدۂ تر کا عالم

قابلِ دید ہے یہ عالمِ ناکام مرا
کہ نہ دیکھا مری آنکھوں نے اثر کا عالم

وہ مرے شوق کی بیباک نگاہیں قرباں
اور وہ حسن کی دل دوز نظر کا عالم

نہ کروں گا عیاں کبھی راز ترا۔ مجھے تیری ہی پردہ دری کی قسم
مری آنکھ میں آکے سما تو ذرا۔ تجھے اپنی ہی جلوہ گری کی قسم

مری زیست کا جلتا ہے جو کہ دیا۔ نہیں فرق ہے اس میں ذرا بخدا
اسے چاہے جلا اسے چاہے بجھا۔ ترے ہاتھ ہی جلوہ گری کی قسم

کیا جلووں نے تیرے جو مجھ پہ کرم۔ مرے ہوش و حواس تھے حسن سے گم
نہیں ہوش تھا مجھ کو ذرا بھی صنم۔ مجھے اپنی ہی بے خبری کی قسم

لیا شب کو جو میں نے تھا نام خدا۔ دمِ صبح صلہ مجھے اس کا ملا
مرا سانس بنا تھا نسیمِ سحر۔ مجھے جلوۂ گہ سحری کی قسم

مرے دل سے جو آہ کا شعلہ اُٹھا۔ مجھے ضبط پہ قابو نہ اپنے رہا
مجھے تیرے ستانے کا شوق نہ تھا۔ مجھے آہ کی بے اثری کی قسم

کہا میں نے کہ نرگس زارِ حزیں۔ کہیں دیکھا ہے اُسنا بھی کوئی حسیں
نہ ہے دیکھا کہیں نہ سُنا ہے کہیں۔ لگی کھانے وہ دیدہ دری کی قسم

تجھے تیر لگانے اگر ہیں لگا۔ یہ ہے دل یہ جگر ہے بنامِ خدا
کبھی اُف نہ کرونگا زباں سے ذرا۔ مجھے اپنی ہی بے جگری کی قسم

ہوا دیکھ کے دلکو جو رنج و تعب۔ لگے قربان سے کہنے طبیب یہ سب
ترا زخم نہیں کوئی بخیہ طلب۔ ہیں اُن کی ہی بخیہ گری کی قسم

نہ ابتدا مجھے اُس کی نہ انتہا معلوم
وسیع کتنی شبِ ہجر ہے خدا معلوم

جفائیں کرکے مرے دل پہ دیکھ لینا تم
نہیں جو کرنی ہو میری کبھی وفا معلوم

شبِ فراق میں مرکر کھلا ہے رازِ حیات
فنا کو دیکھ کے مجکو ہوئی بقا معلوم

نگاہیں ترچھی ہیں ابرو پہ بل ہیں چہرہ سُرخ
مجھے تو ہوتے ہو تم آج کچھ خفا معلوم

میں جانِ شوق سے دیدوں کبھی گلہ نکروں
مجھے جو اپنی کسی طرح ہو خطا معلوم

نہیں خبر نہ ہو لیکن مجھے ہے تیری خبر
تجھے جفا نہ ہو لیکن مجھے وفا معلوم

علاج جاکے تو کر خود ہی چارہ گر اپنا
مریضِ عشق کی تجکو نہیں دوا معلوم

امید ہے کہ کبھی رنج پھر نہ دیں ہرگز
کبھی جو کرلیں وہ قربان کی وفا معلوم

ٹھہرے تمام عمر بیابانیوں میں ہم
کہلائے ایکدن نہ گلستانیوں میں ہم

تربت میں خاکِ گور کفن اپنا کھا گئی
اُٹھینگے ہائے حشر کو عریانیوں میں ہم

اُلفت کا ہائے ہمنے نہ سودا کبھی کیا
کیا بے خبر تھی حُسن کی ارزانیوں میں ہم

کیسے پھنسے ہیں آکے جہانِ خراب میں
ہیں لوز و شب گھری ہوئی حیرانیوں میں ہم

پروانے اپنے پاس ہیں جھمگٹ لگے ہوئے
کیا ہو گئے ہیں آج سلیمانیوں میں ہم

دیکھیں گے ہم بھی غیر یہاں کیونکر آئیگا
ہونگے شریک آج سی دربانیوں میں ہم

اے ناخدا ہمارا اُبھرنا محال ہے
ڈوبے ہوئے ہیں عشق کی طغیانیوں میں ہم

قربان حُسن و عشق نے چھینا ترا وقوف

اب تیرے ساتھ ساتھ ہیں نادانیوں میں ہم

کرتے ہیں پی پی کے بادہ نعرۂ مستانہ ہم
یادِ ساقی میں لگاتے منہ سے ہیں پیمانہ ہم

ٹھاٹھ ساقی رکھتے ہیں غربت میں ہی شاہانہ ہم
لے کے آئے ہیں سرِ جمشید کا پیمانہ ہم

جان دیدیں تو اگر اپنی تجلی دے دکھا
تو بنے گر شمع تو تیرے بنیں پروانہ ہم

بن سجے دیکھے ترا حسنِ تجلی ڈھونڈتے
پھرتے ہیں الفت میں گویا صورتِ پروانہ ہم

اپنے مسکن کو عدم میں ہو گئے واپس ندیم
دیکھنے آئے تھے دنیا کا مسافر خانہ ہم

کشتۂ مایوسیٔ دل ہو گئیں سب حسرتیں
دیکھتے ہیں آج گل اپنا چراغِ خانہ ہم

وزنِ مے میں کرتے ہیں ساقی کی ہم دریا دلی
آنکھ کی پتلی کے اندر رکھتے ہیں پیمانہ ہم

حشر کے دن کو بڑھانا اور قدرت کو پڑے
جو بنائے بیٹھ جائیں تیرا کچھ افسانہ ہم

ہے تصورِ غیب یہ بھی گرنے بیباک ہم
دیکھ کر محفل کا تیری رنگ بیباکانہ ہم

جان کر مرزانہ ہم کو دے نہ کچھ تکلیف یہ
اس لئے دنیا کے اندر بن گئے دیوانہ ہم

سنتے ہو کیا قصۂ فرسودۂ ماضی قیس
اس سے بھی دلچسپ ہیں اب حال کا افسانہ ہم

اسکی دیواروں کے اندر عمر بھر گریاں رہے
کیوں سرائے دہر کو سمجھیں نہ ماتم خانہ ہم

ہو جو گمگن زیست اپنی دیں بجھے بیمارِ غم
آہ کہکر دیکھتے ہیں تجھ کو مایوسانہ ہم

دوستی کا تیری اے دنیا ہوا ہے یہ مآل
بنکے آئے تھے یگانہ جاتے ہیں بیگانہ ہم

یہ فلک سنتا ہے اونچا اور ہے پنبہ بگوش
کس طرح قربان سنائیں پھر اسے افسانہ ہم

فرقت میں دلکو روئیں کہ اپنے جگر کو ہم
کوسیں فلک کو یا ترے تیرِ نظر کو ہم

دیں گے نہ دیکھنے کسی رشکِ قمر کو ہم
رکھیں گے اپنے قابو میں اپنی نظر کو ہم

دیکھیں وہ کب نکلتا ہے اپنے حریم سے
تکتے ہیں اشتیاق سے ظالم کے در کو ہم

نالہ ہمارے لب پہ یونہی آئے بھائے گا
کرکے خبر رہیں گے کسی بے خبر کو ہم

مدفن کے واسطے ہے زمیں کی ہمیں تلاش
پیری میں پھر رہے ہیں جھکائے کمر کو ہم

سنتے ہیں وہ بھی چرخ سا پنبہ بگوش ہے
کیونکر سنائیں حال کسی بے خبر کو ہم

اے چرخ تیری طرح سے انکا بھی ہے گلہ
روتے ہیں ساتھ ساتھ دعا کے اثر کو ہم

محشر میں اس سے آگ لگائینگے اے ندیم
رکھتے ہیں اب بجھا کے جو دل کے شرر کو ہم

ویرانیوں سے کچھ ہمیں اسدرجہ ربط ہے
برباد کر رہے ہیں خود آباد گھر کو ہم
پھر تو ضرور ہم کو خدا جائے دل کہیں
قربان کردیں دور بتوں کے جو در کو ہم

بے حد رہے ملول فراقِ وطن میں ہم
یہاں بنکے آئے تھے اس انجمن میں ہم
دیدینگے آگ اپنے ہی داغِ کہن میں ہم
گر کی جو کچھ بھی پائینگے تیرے چمن میں ہم
صیاد تو نے دام میں ہم کو پھنسا لیا
کیا رہ گئے تھے مفت کو صرف اس چمن میں ہم
تربت میں جبکہ یاروں نے رکھا ہمیں ندیم
غنچہ کی طرح لپٹے ہوئے تھے کفن میں ہم
کرتے نہ اہتمام بگولوں میں قبر کا
یہ کیا خبر تھی جا کے مرینگے وطن میں ہم
آئیگا کون وقت خوشی کا جہان میں
ہیں ابتدائے عمر سے رنج و محن میں ہم
مرنے کے بعد بھی تو نہ چہرہ کے بل گئے
مرنیکے بعد بھی تو رہے بانکپن میں ہم
لوگوں نے ہمکو سر پہ بٹھایا ہے بزم میں
قربان جب گئے ہیں کسی انجمن میں ہم

سر کے بل شوق زیارت میں وہاں جائینگے ہم
زائرانِ روضۂ اقدس کے کہلائینگے ہم
جتنی طاقت دیں ہے اتنا ہی غم کھائینگے ہم
تاب تیرے ہجر کے صدمہ کی کب لائینگے ہم
تیرے در کے ماسوا۔ اب کوں در پائینگے ہم
بیٹھ کر در پر ترے صل علی گائیں گے ہم
جا کے تربت سے اگر طیبا میں مر جائینگے ہم
یہ یقین ہے قدسیوں کا مرتبہ پائیں گے ہم
سامنے اعمال نامہ جب ہمارے آئیگا
دیکھ کر اعمال اپنے آپ شرمائیں گے ہم
جائیں گے اس دم ملی ہم کو حیاتِ جاوداں
جب ترے قدموں پہ اپنی جان دے آئینگے ہم
باندھ لیں قربان بستر بند سے جلدی چلیں
جو مرادیں دل کی ہیں طیبہ میں سب پائینگے ہم

اعمال سے اب اپنے سیہ کار ہے نادم
کر عفو وہ غفار رحمت غفار ہے نادم
محجوب ہوا جاتا ہوں گردن نہیں کٹتی
اے سختیٔ جاں یار کی تلوار ہے نادم
پہلو میں جو ڈھونڈے سے بھی اب دل نہیں ملتا
سینہ میں بہت نادک دلدار ہے نادم
ناخواستہ تا زیست رہا اس کا مکلف
بیمار سے یوں عشق کا آزار ہے نادم
تم اس کی علالت سے بہت تنگ ہوئے ہو
اے چارہ گرو عشق کا بیمار ہے نادم

مہنگا ہے ہر اک شے سے ترے حسن کا سودا
بازار میں ہر تیرا خریدار ہے نادم

پامال مجھے کر کے مرا نقش مٹا کر
فتنے ہیں پشیماں تری رفتار ہے نادم

ہے حالتِ مہجور غمِ وصل سے بہتر
صد شکر کہ اب کر کے وہ انکار ہے نادم

جو آبلے تھے ٹوٹ گئے اُن کے سبب سے
قربانؔ کے تلوؤں میں ہر اک خار ہے نادم

جب سے دل کو لگا بیٹھا راغم
پھر کبھی کم ہوا نہ اپنا غم

دوست جن کو بھی ہم سمجھتے تھے
اُن کے ہاتھوں نے ہمنے پایا غم

چین سے اب تو کوئی رہنے دے
جیتے جی ہے بہت اُٹھایا غم

نہ اُٹھایا کسی نے دُنیا میں
تیری اُلفت میں جو اُٹھایا غم

ہم نے اُس کو نہیں لگایا منہ
اسلئے کر رہی ہے دُنیا غم

غیر ہے اِس کا بار کیوں اٹھتا
صرف میرے لئے بنا تھا غم

تیری اُلفت نے کر دیا وحشی
مجھ کو کر دے کہیں نہ رسوا غم

تو ہے قربانؔ رنج میں بھی خوش
ہے نرالا جہاں سے تیرا غم

اے صنم ہم نے ترا دیکھا ستم
ہے زمانے سے نیا تیرا ستم

ربط دشمن سے بڑھانے کے لئے
دل پہ تو نے کیوں مرے توڑا ستم

کوئی دُنیا میں نہیں تھا جانتا
تجھسے معشوقوں نے ہے سیکھا ستم

کچھ نہیں اُن کے ستم کی نقل ہے
آسماں دیکھا بہت تیرا ستم

رحم دیکر کرتے ہیں مرہم کی فکر
کیا ستم ہے اور ہے کیا ستم

تجکو کہہ جائے گا ظالم کا خطاب
تجھکو کر دے گا بہت رسوا ستم

ہے دو چند اس سے وفا کا بیر و زن
میں نے دیکھا ہے بہت تیرا ستم

حسن ہے اس کے ارادے میں شریک
وہ نہیں قربانؔ خود کرتا ستم

ہے تیر بھی ظالم تیری تلوار بھی ظالم
رفتار بھی ظالم تیری گفتار بھی ظالم

دلدار ئیے۔ اغیار میں رہتا ہے شب و روز
ہم کو تو دکھاتا نہیں دیدار بھی ظالم

کر دیتے ہیں وُہ کاٹ میں کرتا ہوں جو تدبیر
آفت کے ہیں پُرزے ترے اغیار بھی ظالم

جاں دیتے ہیں ہوتے نہیں مرہونِ مسیحا
کیا شان ہیں رکھتے ترے بیمار بھی ظالم

جب سے ہوا ظاہر مرا سودائے محبت
جاتا نہیں گھر سے کبھی بازار بھی ظالم

کھلتے نہیں زنہار طلبگار کے دل پر
ہیں ایک معمّا ترے اسرار بھی ظالم

مرنے کے لئے ہو گئے آخر کو وُہ تیار
عاجز ہوئے جاں سے ترے بیمار بھی ظالم

ڈسنے میں ہے سانپن تو سنورنے میں پری ہے
قربان ہے وہ زُلفِ طرحدار بھی ظالم

دُنیا میں ترا عاشقِ ناشاد ہے مظلوم
ہاتھوں سے ہُوا تیرے وہ برباد ہے مظلوم

دیکھا نہیں بلبل نے ابھی رُوئے چمن بھی
کر اس پہ نہ بیداد یہ صیاد ہے مظلوم

مر جائے نہ اک روز کہیں مار کے تیشہ
کر رحم تو شیریں ترا فرہاد ہے مظلوم

بھُولا نہیں تو بیکسیٔ حالتِ عاشق
یہ بھی نہیں کچھ کم کہ تجھے یاد ہے مظلوم

سُننے کو اُتر آتے ہیں گردُوں سے فرشتے
کرتا جو زباں سے کبھی فریاد ہے مظلوم

فریاد کبھی وہ نہیں لاتا ہے زباں پر
کس شوق سے سہتا تری بیداد ہے مظلوم

آفت کا وُہ پرکالا ہے ظالم ہے ستمگر
قربان تو سمجھا ستم ایجاد ہے مظلوم

اُلفت میں تری ہوگا نہ مجھ سا کوئی ناکام
ایسا کبھی تو نے کہیں دیکھا کوئی ناکام

سُنتے نہیں ہرگز وُہ کبھی ظلم تو دیکھو
کرتا ہے جو اظہارِ تمنّا کوئی ناکام

مایوس ہوا وصل سے ہے اسلئے خاموش
کرتا نہیں اب اُن سے تقاضا کوئی ناکام

مُنہ چوم لیا بیکسیٔ یاس نے اُسکا
پھر کر تری محفل سے جو آیا کوئی ناکام

دیکھا ہے بہت ہم نے یہ ہرگز نہیں ممکن
وعدے کرے تسلیم مسیحا کوئی ناکام

رونق نہیں کچھ آج جو محفل میں تمہاری
شاید ہے پریشان تمہارا کوئی ناکام

وہ نام سے عشرت کے نہیں دہر میں واقف
قربان سا دُنیا میں نہ ہوگا کوئی مظلوم

نگاہِ یار تری شوخیاں نہیں معلوم
کدھر گرائیں گی یہ بجلیاں نہیں معلوم

کدھر تلاش کریں ہے کہاں نہیں معلوم
کدھر گئی مری عمرِ رواں نہیں معلوم

ہر ایک گوشہ گلستاں کا ہمنے چھان لیا
گیا چمن سے کہاں آشیاں نہیں معلوم

کبھی جو آنکھوں میں رہتے تھے رات دن اپنی
وہ ہائے جا کے چھپے ہیں کہاں نہیں معلوم

آہی دل میں لگی یا جگر میں آگ لگی
یہ آرہا ہے کہاں سے دھواں نہیں معلوم

ہمارے دم ہی سے زینت ہے اُسکے گلشن کی
بنا حریف ہے کیوں باغباں نہیں معلوم

بہار جا کے تو آتی نہیں کبھی واپس
چمن سے کیوں نہیں جاتی خزاں نہیں معلوم

اُٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہیں کبھی اُس کو
مرا حریف ہے کیوں آسماں نہیں معلوم

یہ اضطراب یہ شام فراق اے قربان
اٹک رہی ہے کہاں تیری جاں نہیں معلوم

تیری اُلفت نے کیا ہے مجھے کیسا بدنام
اب مرا نام ہے ہر بزم میں رُسوا بدنام

اپنی بدنامی کو عزت میں سمجھتا ہوں بڑی
تیری اُلفت میں کرے لاکھ بھی دُنیا بدنام

کچھ نہ رُسوائی کا اُسکی مجھے احساس ہوا
آہ دُنیا میں ہوا عاشق شیدا بدنام

مجھے آخر یہ ملا تیری طلب کا حاصل
حسرت آوارہ ہے اب اور تمنا بدنام

تیری اُلفت نے مٹادی ہے یہ عزت دلسے
اپنی بدنامی کو عزت ہے سمجھتا بدنام

میں تو عزت کا تری رہتا ہوں خواہاں ہر دم
اور تو کرتا ہے ظالم مجھے کیا کیا بدنام

ہو کے ناراض وہ کل مجھ سے یہ فرماتے تھے
آپنے خوب کیا ہے مجھے ہر جا بدنام

ہوں وہ بیمار دوا جس کے لئے زہر بنے
کرے تدبیر مری ہوگا مسیحا بدنام

عشق نے تجکو دیے کیسے نرالے یہ خطاب
نام قربان ہوا ہے ترا رسوا بدنام

اے عشق سمجھتا جو ترے درد کا انجام
پہلے ہی سے کچھ سوچ میں لیتا ترا انجام

تو وہ ہی مسیحا بھی کرے جس کی نہ تدبیر
اچھا نہیں بیمار محبت ترا انجام

ناکام ہی رکھا اُسے ناشاد ہی رکھا
عاشق کا ترے ہاتھ سے اچھا ہوا انجام

دُنیا میں بسر عیش سے ہوتی رہی تیری
اب دیکھئے آخر میں ہو کیسا ترا انجام

میں جان دوں زانو پہ ترے ہے یہ تمنا
کیا بات جو نظر وہیں ترے ہو مرا انجام

لیتا نہ کبھی نام بھی تیرا وہ محبت
فرہاد کو معلوم جو ہوتا ترا انجام

مصروف ہیں سب تیری ہوا خیزی میں دشمن

قربان تو کچھ سوچ لے اپنا ذرا انجام

لیتی کہیں بہار کے خرمن سے انتقام
بجلی نے کیوں لیا ہے نشیمن سے انتقام

بعد فنا وہ لیتے ہیں مدفن سے انتقام
ٹھکرا کے جیسے لے کوئی دشمن سے انتقام

ہم تو خدا پہ چھوڑتے ہیں ہر معاملہ
لیتے نہیں ہیں بھولکے دشمن سے انتقام

اے عندلیب آج مٹا کر بہار کو
دورِ خزاں نے لے لیا گلشن سے انتقام

کیوں اپنے خون عنبر کا دھبہ لگا لیا
میں لونگا حشر میں ترے دامن سے انتقام

روزن کرے گی پردۂ حائل میں ایکدن
آنکھوں کو میری کینا ہے چلمن سے انتقام

چلنا ٹہر ٹہر کے یہ رک رک کے کاٹنا
کب کا لیا ہے تیغ نے گردن سے انتقام

گل چینیوں کا لیتی عوض باغبان سے
کیوں تو نے اے خزاں لیا گلشن سے انتقام

قربان اُن کا شیوہ زمانہ میں عفو ہے
لیتے نہیں شریف تو دشمن سے انتقام

ردیف ن

مستزاد

کوئی دل کا مرے دنیا میں طلب گار نہیں۔ کوئی غم خوار نہیں
جنس ناقص کا کوئی آہ خریدار نہیں۔ کوئی تیار نہیں
غیر جھوٹوں کو کہے ہوتے ہیں فوراً تیار۔ نہیں کرتے تکرار
وصل کا مجھ سے وہ کرتے مگر اقرار نہیں۔ کیا ستمگار نہیں
کام وہ ابروِ مژگاں سے ہیں لیتے اکثر۔ یوں دکھاتے ہیں ہنر
تیر ترکش میں نہیں ہاتھ میں تلوار نہیں۔ کیا وہ ہشیار نہیں
سرفروشی کے لئے ہم ہی ہوئے تھے پیدا۔ جھوٹ سچ ہو نہ ذرا
جان دینے کو کوئی غیر تو تیار نہیں۔ کہ وفادار نہیں
پھر رہے گا نہ کوئی یاد کا تیرے محرم۔ ہے فقط اتنا ہی غم
جان دیتی تو ہیں ہجر میں دشوار نہیں۔ جھوٹ دلدار نہیں

آپ کی دید کا پھولوں کو نہیں کیا ارماں۔ غنچے بھی ہیں حیراں
منتظر آپ کی کیا نرگس بیمار نہیں۔ یا طلبگار نہیں
آج فتنے جو ہوئے قبر پہ میری برپا۔ آج یہ راز کھلا
حشر ہے اور کوئی شے تری رفتار نہیں۔ اس میں اسرار نہیں
آپ پر ہونے کو قربان نہیں کافی ہیں۔ ہم نشیں کافی ہیں
حلق پر غیر کے اور آپ کی تلوار نہیں۔ نہیں سرکار نہیں
ایک قرباں ہی نہیں جس کے زباں منہ میں نہیں۔ یا بیاں منہ میں نہیں
کوئی دنیا میں ترا محرم اسرار نہیں۔ واقف کار نہیں

شکوے کا پہلو بھی نکلا درد کے اظہار میں
واہ یہ عاشق نے پائی حسن کی سرکار میں

خاطر اغیار فرصت دے تو اتنا پوچھ لوں
قدر عاشق کیوں نہیں ہے آپکی سرکار میں

بادہ و ساغر تو کیا ساقی کو وجد آنے لگا
دیدنی تھا رقص میرا خانۂ خمار میں

ضبط دل نے اور راز عشق افشاں کر دیا
رنگ لائے اشک رنگ کر چشم دریا بار میں

تھا خیال وصل شاید وجہ تسکیں شام غم
ورنہ کس کو تھی امید زندگی افکار میں

ہم سے آشفتہ سروں کو کام آبادی سے کیا
قیس بھی جنگل میں خوش ہے کوہکن کہسار میں

آبلوں نے پاؤں کے مرہم گل رکھا مجھے
رہگئی حسرت لپٹ کر آہ نوک خار میں

ہمنے رکھا ہے چھپا کر دل میں جلووں کو ترے
حسن ورنہ بک چکا تھا حسن کے بازار میں

زندگی بھی ہمنے دیکھی موت بھی آئی نظر
اک ترے اقرار میں اور اک ترے انکار میں

وعدۂ فردا سے میرے دل کی تسکیں ہو چکی
واہ کیا انکار کے انداز ہیں اقرار میں

غیر پر جھوٹی ہوئی کیوں چلتے چلتے رک گئی
اب روانی کیوں نہیں وہ آپ کی تلوار میں

باغباں کلیوں کو یہ آزادیاں یہ جرأتیں
اور بلبل گل سے یوں محروم ہو گلزار میں

مجھ سے اور واعظ چھٹے۔ میخانہ جنت نشاں
توبہ توبہ۔ توبہ کی خواہش دل میخوار میں

کس قیامت کا اثر کیا بحر کی تاثیر ہے
آپ کی رفتار میں اور آپ کی گفتار میں

دامن گل چیں میں گل کو کس طرح دیکھا گیا
لیکے اڑ جانا تھا اے بلبل اسے منقار میں

وجہ بربادی نہ ہو بلبل یہ فکر آشیاں
برق ساماں ہے ہر اک تنکا تری منقار میں

ہجر میں جینا پڑا۔ اس کی حقیقت کھل گئی
ورنہ تھا پہلے شمار برگ بھی اسرار میں

جائزہ قربان لے بے دفتر اعمال کا

ایک دن جانا ہے اے غافل بڑی سرکار میں

غیر کو تن نہ کر سامنے وقتاً تیل میں ہوں
اُس سے کیا واسطہ تجکو ترا بسمل میں ہوں

سارباں جب بھی چلا باندھنے محمل کو کبھی
قیس کے دل نے کہا شوق کے محمل میں ہوں

بیخودی میری رہی آہ زمانے سے نئی
اپنی ہستی سے جو غافل ہو وہ غافل میں ہوں

کیا ستم ہے کہ نہیں راستہ اُس کا مجھے یاد
بارہا دیکھ چکا عشق کی منزل میں ہوں

شیخ قدرت ہے خدا کی میرے ایسی واللہ
کہ تو دوزخ میں گئے خلد میں داخل میں ہوں

میرے ہی دم سے ہوئی بزم تمہاری مشہور
غیر ہرگز بھی نہیں لائق محفل میں ہوں

دل پکارا کوئی کشتی جو بھنور میں دیکھی
خشک اُمید دنکا اس دہر میں ساحل میں ہوں

حشر میں خون مرا چھپ نہ سکا اے قرباں
خنجر یار پکارا ترا قاتل میں ہوں

معجزات احمد مرسل کا جو قائل نہیں
اُس کی جانب قادر مطلق کبھی مائل نہیں

کشتی یم خضر بھی جائے مدح میں گذر
بحر مدحت کا زمانہ میں کہیں ساحل نہیں

فرش پر جن و بشر اور عرش پر حور و ملک
کون ہے جو اُسکے نام پاک کا شاغل نہیں

وہ ہوا مردود جس کو شک نبوت میں ہوا
اُسکو بخشش رحمت حق کی کبھی حاصل نہیں

کور باطن ہے وہ اور سمجھو کہ محروم البصر
چشم دل سے جو محمد کی طرف مائل نہیں

ہر گھڑی ہر وقت تیرا نام ہے ورد زباں
میں کسی دم یاد ذات پاک سے غافل نہیں

اُس بہار آفرینش کا ہوں دل سے شیفتہ
میں ترے ایسے باغ سبز کا قائل نہیں

منبع لطف و عطا ہو مخزن جود و سخا
کوئی بھی محروم در سے آپکے سائل نہیں

کیوں نہیں طیبہ میں قرباں کو بلاتے ہیں حضور
آب و دانہ اس کا کیا اس شہر میں داخل نہیں

یہ رنگ پھول میں نہ چمک آفتاب میں
ایسا جمال ہوش میں دیکھا نہ خواب میں

اللہ رے مرتبہ ترا محبوب کبریا
جبریل دوڑتا تھا پیادہ رکاب میں

اس واسطے نہ جسم مبارک کا سایہ تھا
در پردہ تھا جمال الٰہی نقاب میں

آدم سے پہلے حق نے ملائک کو بالخصوص
دکھلایا تیری شکل کو طشت پر آب میں

کب مجکو حکم حاضری ہو گا حضور سے
ہر دن گذر رہا ہے اسی اضطراب میں

میں خاکپا ہوں آپکے آلِ کرام کا
پھر کیوں بروزِ حشر پڑونگا عذاب میں

بلوائیے مدینہ میں جلدی مجھے شہا
کبتک رہوں میں ہند کی بلکِ خراب میں

راحت سے ایکدم بھی گذرتا نہیں مرا
بیڈھب پھنسا ہوں چرخ کی میں انقلاب میں

قربان جو تجھسے ہو سکے کر فکرِ آخرت
گذری ہے تیری عمر رہِ ناصواب میں

نہ کی کچھ قدر تو نے ہمتِ فرہاد کی شیریں
تری الفت میں اُسنے جان تک برباد کی شیریں

ترا فرہاد روتا ہے کھڑا ہے کوہ کے اوپر
خبر لیلےٰ ذرا آکر تو اُس ناشاد کی شیریں

بھلا عاشق سے بھی اپنے کوئی پتھر ہی توڑواتا
یہ تو نے کوہکن کی جان پر بیداد کی شیریں

لیا ہے مار تیشہ سر میں خود فرہاد نے اپنے
تری الفت میں اُسنے روح ہی آزاد کی شیریں

بدل ڈالا امید و نکو سب اُسکی نا امیدی سے
وہ محنت کوہکن کی ایک دم برباد کی شیریں

وہ کوہِ بے ستوں کیا ساری دنیا پائیگی لرزش
جو تیری یاد میں فرہاد نے فریاد کی شیریں

نہیں جاتی اگر تو بھیجدے اپنے تصور کو
کہ تسکین کوہکن کو ہو مبارک باد کی شیریں

یونہی سارے حسیں قربان پر بیداد کرتے ہیں
کہ جیسے کوہکن پر تو نے ہتی بیداد کی شیریں

رہا الفت کے مکتب میں تہا لیلیٰ ہم سبق مجنوں
اسی باعث تو کرتا پھرتا ہے سینہ کوش مجنوں

اثر ہے آہ کا تیری فلک پر ہم نے بھی دیکھا
کہ چمکا خونِ حسرت تیرا مانندِ شفق مجنوں

ہیں جتنے عاشقِ صادق بنا ہے پیر تو اُن کا
ہزاروں نے لیا الفت میں ہی تجھسے سبق مجنوں

جو چشمِ شوق کو تو نے ذرا بھی اپنے جنبش دی
نگہ گردیگی پر دیکو ترے محمل کے شق مجنوں

اثر کرتا ہے قصہ دلپہ سبکے تیری الفت کا
فسانہ یہ سُنا جس نے ہوا اُسکو قلق مجنوں

نہیں تو نے بھلائی یا لیلیٰ سب پہ روشن ہے
رہی جبتک کہ تیرے سانس کی باقی رمق مجنوں

جو سچے ہوتے ہیں عاشق وہی ناکام رہتے ہیں
نہ کر اس بات کا ہرگز تو کچھہ دلمیں قلق مجنوں

تری ہمت ہی بیٹھا ہے اکیلا ہائے صحرا میں
کوئی دیکھے جو دشتِ نجد کو ہو رنگ فق مجنوں

اُسے قربان بھی اب دیکھتا ہے سامنے تیرے
نظر نے دیکھہ تیری کر دیا محمل کو شق مجنوں

کہتے ہیں کر کوئی سکتا مجھے مجبور نہیں
لے کے دل پھیر نا یہ حسن کا دستور نہیں

مجھ سے ملنا ہی اگر آپ کو منظور نہیں
غیر کیواسطے بھی کیوں یہی دستور نہیں

اس پہ چلتا ہی رہا ناخن وحشت ہر دم
زخم دل پر مرے آیا کبھی انگور نہیں

کیوں نہیں خلد میں جانے مجھے دیتا رضواں
ہوں گنہگار خدا یا تیرا تو مقہور نہیں

کیا محبت ہے یہی کیا ہے یہی شان وفا
کچھ بھی تم کو تو خیال دل رنجور نہیں

زخم دل کو وہ مرے رکھتے ہیں ہر دم تازہ
بند ہوتا نظر آتا مجھے ناسور نہیں

کس طرح زخم کو دیں میرے وہ تسکیں آکر
کیا کریں پاس ہی جب مرہم کافور نہیں

کسلئے شیخ کے کہنے سے بتوں کو چھوڑیں
کہ ہیں اس کی طرح کچھ طلب حور نہیں

وہ نہیں آتے تو چل تو ہی مکاں پر انکے
پاؤں سے اپنے تو قربان تو معذور نہیں

جواب غیر کے خط کا شتاب دیتے ہیں
وہ میرے خط کا بہ مشکل جواب دیتے ہیں

لکھا ہے آخری اک ہمنے اسکو نامۂ شوق
یہ دیکھنا ہے وہ اب کیا جواب دیتے ہیں

نہ جانے حسن پرستوں کو کیا ہوا ہے یہ
عذاب لیتے ہیں اپنا شباب دیتے ہیں

لحد میں ہم کو نکیرین دم تو لینے دو
ٹھہر تو جا ذرا ہی ہم جواب دیتے ہیں

چلے جو آتے ہیں زہاد میکدہ میں کبھی
نہیں یہ چین سے پینے شراب دیتے ہیں

نہ جانے کس کا فرشتوں کو ہو گیا دھوکا
مجھے شراب کے بدلے عذاب دیتے ہیں

جنہیں شناور دریائے عشق کرتے ہیں
انہیں وہ زیست ہی مثل حباب دیتے ہیں

جو اور لوگوں کو تکلیف دیکے آتے ہیں
فرشتے گور میں اس کو عذاب دیتے ہیں

چھپائے رہتے ہیں دل کی لگی کو یوں قربان
کہ جب یہ آگ بھڑکتی ہے تو اب دیتے ہیں

چرکے یہ چرکے مجھے آپ دئے جاتے ہیں
ظلم کیوں روز نئے دل پہ کئے جاتے ہیں

سوزن غم سے مرے لطف کے پردے میں یہاں
زخم دل زخم جگر روز سئے جاتے ہیں

جان دیں جس پہ وہ آرام سے گھر بیٹھے ہیں
غیر کاندھے پہ مری لاش لئے جاتے ہیں

آئیں گے بہر عیادت وہ کبھی بالیں پر
اسی امید پر اب تک تو جئے جاتے ہیں

کوئی یہ تو نہ کہے گا کہ گئے خالی ہاتھ
ساتھ میں بار گنہ اپنے لئے جاتے ہیں

موت آتی نہیں کیوں ہجر میں اُن کے ہمدم
موت کیا بھول گئی ہم جو جیئے جاتے ہیں

رُخ سے پردے کو اٹھا کر وہ گرا دیتے ہیں
ظلم کیسا تھ وہ اک لطف کئے جاتے ہیں

اس ستم سے ہے خدا جانے اُنہیں کیا منظور
داغ پر داغ مرے دل کو دئے جاتے ہیں

جن کا احسان نہ تا عمر اُٹھایا قربانؔ
وہی دشمن ترے لاشے کو لئے جاتے ہیں

کھٹکتا رہتا ہے ہر وقت خار پہلو میں
کسی طرح نہیں آتا وہ یار پہلو میں

مزہ ہمیں نہیں آتا ہے زیست کا مطلق
نہیں ہے جب سے دلِ غم گسار پہلو میں

کھلے ہیں داغ محبت کے پھول دلمیں بہت
انھیں سے رہتی ہے ہر دم بہار پہلو میں

سمجھ کے آئے تھے اس کو کنار مادر ہم
لحد بھی کرنے لگی ہے فشار پہلو میں

رہے نصیب یوں ہی ہم کو بار بار خلش
تمہارا تیر لگے۔ بار بار پہلو میں

خیالِ زلف جو رہتا ہے دل میں آٹھ پہر
بسائے رہتے ہیں مشکِ تتار پہلو میں

کھلا فریب ہے یہ حسن التفات اُن کا
لبوں پہ اُن کے تبسم غبار پہلو میں

ہزار دل حسرت و ارماں کی یہ نشانی ہے
بنائے بیٹھے ہیں دل کا مزار پہلو میں

خدا کے واسطے اُن کو بلائیے قربانؔ
تڑپ رہا ہے دلِ بے قرار پہلو میں

کس طرح چین سے میں دورِ خزاں کو دیکھوں
باغِ ہستی کا بگڑتے ہوئے نقشہ دیکھوں

عمر گذری ہے مری اُس کی طلب میں ساری
راستہ اُس کا کہاں تک دلِ شیدا دیکھوں

مجھ کو اُمید دلا دے کہ شفا ہو گی مجھے
خیر تیرا بھی مسیحا میں مداوا دیکھوں

بزمِ جاناں میں سنبھلنے دے ذرا اے حیرت
اور کچھ دیر ذرا یار کا جلوہ دیکھوں

ہائے قسمت نہ ہو مقدور خریداری کا
یکتا آنکھوں سے ترے حسن کا جلوہ دیکھوں

قابلِ جلوہ مرے دل کی بصیرت ہی نہیں
ہوں جو آنکھیں تو ترے حسن کا جلوہ دیکھوں

اور کچھ روز کی مہلت مجھے دیدے اے موت
کچھ دنوں اور یہاں رہ کے تماشا دیکھوں

جلوۂ طور جو پہلو میں عیاں ہو جائے
دل کی محفل میں چراغِ ید بیضا دیکھوں

اُنکے جلووں کو تو ہر اک کی سے ہیں پیدا قربانؔ
جب ہو قوتِ نظارہ تو پھر کیا دیکھوں

وہ اکثر اُن پہ عیاں اپنا راز کرتے ہیں
جو اپنے سر کو خراب نیاز کرتے ہیں

کرے نہ رشک کہیں ہم پہ نظرتِ محمود
رقم فسانہ ترا ہم ایاز کرتے ہیں

نسیم صبح ابھی ہمکو اور سونے دے
کسی سے خواب میں راز و نیاز کرتے ہیں

اُنہیں کے دم سے یہ سامانِ خودنمائی ہے
ستم زمانے میں آئینہ ساز کرتے ہیں

کسی کو اُن کی خبر مطلقاً نہیں ہوتی
کرم جو بندوں پہ بندہ نواز کرتے ہیں

اُنھیں کو ہوتی ہے یکسوئی قلب کی حاصل
سکونِ دل سے ادا جو نماز کرتے ہیں

سمجھتے اس کو ہیں زینہ خدا سے ملنے کا
ہم اس خیال سے عشق مجاز کرتے ہیں

وہ خود ہی دیتے ہیں سجدوں کا حکم بندوں کو
وہ خود ہی قدر جبین نیاز کرتے ہیں

وہ بال کھول کے کیوں آرہی ہیں اے قرباں
فضول فتنۂ وحشت دراز کرتے ہیں

آسماں کے پار جاتے کیوں نہیں
میرے نالے رنگ لاتے کیوں نہیں

آپ کا ہے راستہ دیکھا ہوا
میرے گھر پر آپ آتے کیوں نہیں

کھل گیا جب راز جھوٹے عشق کا
غیر اب آنکھیں جھکاتے کیوں نہیں

داد گر ہو تم۔ تو پھر بیداد خواہ
داد الفت تم سے پاتے کیوں نہیں

جانے والے عرصہ گاہ حشر میں
لیکے ایماں ساتھ جاتے کیوں نہیں

ہو گئے بدنام دنیا میں بہت
تم ستم سے باز آتے کیوں نہیں

لوگ جو دنیا میں کرتے ہیں گناہ
چھوڑ دنیا میں ہی جاتے کیوں نہیں

کیا مزہ آتا ہے آخر چھیڑ میں
بن رُلائے آپ جاتے کیوں نہیں

جب تری قربان قسمت ہے رسا
نالے پھرتا چرخ جاتے کیوں نہیں

سوزاں نہیں زمین۔ جلا آسماں نہیں
ظاہر ہوا ابھی میرا سوز نہاں نہیں

احسان تیرا یا کہ خزاں و بہار کا
گردن پہ عندلیب کے اے باغباں نہیں

میں روزِ حشر اپنے خدا کو سناؤں گا
تیرے سنانے کی یہ مری داستاں نہیں

آتی ہے موت یا مجھے کرتی ہے کوئی یاد
کیوں رکتی آج بارِ خدا ہچکیاں نہیں

ہے غم سے خستہ جاں تو نکل اس جہاں سے
پاؤں میں کوئی تیرے پڑی بیڑیاں نہیں

بلبل تو دیکھ شوق سے رنگِ بہار کو
حائل ترے قفس کی تو کچھ تیلیاں نہیں

جو میرے آشیاں سے تھا گلزار ہم نشیں
کیوں اُس چمن میں آج مرا آشیاں نہیں

ہے دل کے بعد مجمعِ ارمان و یاس و غم
مہمان سیکڑوں ہیں کوئی میزباں نہیں

قربانؔ داستاں تری معمورِ درد ہے
سُنتے مگر وہ ہائے تری داستاں نہیں

ہے میرے خدا کی مجھ پہ نظر۔ تو میں بھی خدا کو دیکھتا ہوں
وہ میری خطا کو دیکھتا ہے۔ میں اُس کی عطا کو دیکھتا ہوں

اے خضر یہاں تجھ میں مجھ میں ہے فرق اگر تو اتنا ہے
تو آبِ بقا کو ڈھونڈتا ہے میں آبِ فنا کو دیکھتا ہوں

سوتا میں نہیں ہوں ہجر کی شب۔ رہتی ہے مجھے بس یہ ہی طلب
کرتی ہے یہ کیا گردوں پہ اثر۔ میں آہِ رسا کو دیکھتا ہوں

دھوکا ہوتا ہے یہ شب کو۔ اک سورج گھر میں اُترا ہے
جب خواب میں اپنی آنکھوں سے اُس ماہ لقا کو دیکھتا ہوں

پیدا نہ خوشی سے اپنی ہوا۔ تو رنج ہو پھر کیا مرنے کا
کرتا نہیں میں کچھ موت کا غم اور تیری رضا کو دیکھتا ہوں

ہے اپنا اپنا ذوقِ نظر۔ جو جسے کہ آجائے پسند
تو میری وفا کو دیکھتا ہے۔ میں تیری جفا کو دیکھتا ہوں

دونوں ہیں تم دونوں ہیں غضب۔ یہ اس سے سوا وہ اُس سے سوا
گہ ناز کو تیرے دیکھتا ہوں۔ گہ تیری ادا کو دیکھتا ہوں

کیوں قید کیا کیوں رنج دیا۔ میں نے تو نہیں تھا کچھ بھی کیا
تقصیر کو اپنی پوچھتا ہوں۔ اور اپنی سزا کو دیکھتا ہوں

قربانؔ خطا جو ہے یہ بشر۔ اور میری کرم پر اُس کے نظر
سب میری خطا کو دیکھتے ہیں۔ میں اپنے خدا کو دیکھتا ہوں

دُنیا میں مرا اے میرے خدا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں
کلفت کو مٹا دینے والا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

چارہ جو کرے اس دل کا کوئی۔ زخموں پہ رکھے پھایا جو کوئی
ڈھونڈا تھا مگر کوئی نہ ملا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

سب رُوتے ہیں حالت پہ مری۔ ہمدرد ہے دُنیا بھر میری
مجھ سے آزردہ اور خفا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

میں بندہ ترا تو میرا خدا۔ کچھ جھوٹ نہیں ہے اس میں ذرا
میں شکر کرونگا کس کا ادا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

لاکھوں ہیں وفا کرنے والے۔ اور دل کا کہا کرنے والے
ہاں مجھ پہ جفا کرنے والے۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

سب رکھتے ہیں خواہش عاشق کو سدا ناکام مگر ہے تو نے کیا
اُلفت کا جو دے ناکام صلا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

کرتا ہے مدد تو سب کی خدا۔ دشمن ہو کوئی یا دوست ترا
کشتی کو مری بھی پار لگا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

تم پر ہی نظر پڑتی ہے مری۔ مشکل میں پڑی ہے جان پڑی
حل کرنے والا مشکل کا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

محکوم بھی ہوں محروم بھی ہوں۔ اور ساتھ میں میں مظلوم بھی ہوں
فریاد مری سُننے والا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

سُنتا ہوں یہی اے جانِ جہاں۔ ہے یاد تجھے دلکا درماں
دینے والا اس غم کی دوا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

معشوق تو لاکھوں دیکھے ہیں۔ تو سب سے لیکن بڑھ کر ہے
جس نے کیا ہو وعدہ وفا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

قرباں کی نظر اُٹھتی ہے جدھر۔ آتا ہے نقط تو اُس کو نظر
سچ یہ ہے کہ دلیں جلوہ نما۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں

اس حُسن کی دولت کے طلبگار نہیں ہیں
دُنیا میں ترے ایک خریدار نہیں ہیں

کہتا ہے بصد ناز وہ سفاک ستمگر
دل لیکے کرے جو کوئی انکار نہیں ہیں

کام آ گئے آخر کو گنہ روزِ قیامت
اب مستحقِ رحمتِ غفار نہیں ہیں

اغیار کبھی وقت پہ کام آ نہیں سکتے
جاں دینے کو سرکار پہ تیار نہیں ہیں

واقف نہیں دنیا میں عدو رنج سے ہرگز
سہنے کو ترے عشق کے آزار نہیں ہیں

ہو جاتی ہے دنیا کو شفا چارہ گروں سے
ہیں جسکی دوا۔ آپ وہ بیمار نہیں ہیں

ہر وقت رقیبوں کی کھٹکتے ہیں نظر میں
کیا آپ کی محفل میں فقط خار نہیں ہیں

آ کر مری تربت پہ کہا کرتے ہیں جگنو
اس تربتِ برباد کے زوار نہیں ہیں

معلوم نہیں غیر کو باتیں تیری ہر گز
محفل کے تری جانتے اسرار نہیں ہیں

کرتا ہے بسر کون یہاں آ کے خزاں میں
اس وقت بھی آوارۂ گلزار نہیں ہیں

دے بیٹھے ہیں اک دل نگہِ یار کو قربان
اور اس پہ بھی نازاں ہیں کہ ہشیار نہیں ہیں

یہ مار بن کر نقاب سے جو تمہارے گیسو نکل رہے ہیں
سمجھ رہا ہوں یہ دل سے ڈسنے کے خوب پہلو نکل رہے ہیں

کسی کو زندہ کیا ہے تم نے کسی کو مُردہ کیا ہے تم نے
تمہارے منہ سے تمہارے فقرے بھی بن کے جادو نکل رہے ہیں

ہزاروں دریا بنے ہیں لُٹنے۔ ہزاروں قلزم بنے ہیں اُن سے
تمہاری فرقت میں آنکھ سے جو ہمارے آنسو نکل رہے ہیں

سمجھ کے اُن کی نظر کا کشتہ۔ سمجھ کے آنکھوں کا اُن کی عاشق
چڑھانے تربت پہ اپنی آنکھیں ختن سے آہو نکل رہے ہیں

سمجھتی ہے ماہِ عید دنیا۔ مگر ہے یہ راز مجھ پہ روشن
ہلال بن بن کے یہ فلک پر تمہارے ابرو نکل رہے ہیں

پھر آئی سوزِ دروں کی باری۔ ہوا شراروں کا دور جاری
پھر آج بعدِ فنا ہماری۔ لحد سے جگنو نکل رہے ہیں

جتائے دیتا ہوں ضبطِ اُلفت ہے آبروئے معرضِ خطر میں
خفیف کرنے کو چشمِ تر سے یہ میرے آنسو نکل رہے ہیں

کسی کی ہے جان جانے والی۔ کسی میں ہے جان آنے والی
کہ آج وہ اپنے گھر سے قربان جگانے جا دو نکل رہے ہیں

دلِ خوگشتہ کی رنگینیوں نے جذبِ خوں کر دیا
کسی یاد میں آنکھوں کو اپنی لالہ گوں کر لوں

تری آنکھوں نے کچھ تسخیر کا حاصل سنوں کر لوں
تو شاید دور الفت کا تری ظالم جنوں کر لوں

مجھے فرہاد تم سمجھے۔ کہ ناحق اپنا خوں کر لوں
تمہارے سنگ در کو کیلئے میں بے ستوں کر لوں

اگر چاہوں تماشہ یہ بھی ہنگام جنوں کر لوں
میں ہر ذرہ کو کوہستان کے اک بے ستوں کر لوں

مجھے اے ہم نشیں تقسیم وحشت میں مہارت ہے
جو چاہوں اک جنوں سے سیکڑوں پیدا جنوں کر لوں

جو ہو۔ امید مجھ کو بعد صحت اُنسے ملنے کی
تو اپنے آپ ہی میں چارۂ سوز دروں کر لوں

ٹھہر وہ پاس بیٹھے ہیں نہ کر اے موت یوں جلدی
بیاں اپنا میں اُنکے سامنے سوز دروں کر لوں

مجھے ڈر ہے مصیبت کچھ اثر تجھ پر نہ کر جائے
بیاں کہتے میں ہمدم کیلئے حال زبوں کر لوں

میں خود صیاد تجکو حال گلشن کا بتا دوں گا
بس اتنا صبر کر پیدا ذرا دل میں سکوں کر لوں

فرشتوں نے کیا سجدہ بشر کو حکم خالق سے
میں اپنا سر نہ پھر کیوں سامنے اُسکے نگوں کر لوں

محبت بھی کر دنگا صاف تو ہو جائے دل میرا
مناسب ہے یہ قربان پہلے اصلاح دروں کر لوں

تجھے آج دیکھتے ہیں پڑا جو بلا کے سوز و گداز میں
نہ پہنا ہو جا کے دل حزیں تو کسی کی زلف دراز میں

مری عمر تھوڑی اگر رہے تو نہیں ہے اسکا مجھے قلق
یہ بتا میں خضر ہے کیا بلا انہیں لطف عمر دراز میں

ہوئی جب سے ہمکو تمیز ہے کہ حرام کیا ہے حلال کیا
تو حقیقتوں میں جو بات تھی وہ نظر نہ آئی مجاز میں

یہ حجاب تار نفس ہی کیوں اسے اے خیال اُٹھا ہی دے
اُسے دیکھتا ہے جو بولتا ہے ہمیشہ پردۂ ساز میں

مری یاد پھر تجھے آئے کیوں مرے دل کو تو نہ جلائے کیوں
کہ اثر نہیں نام کو مرے دل کے سوز و گداز میں

ہے عجیب فتنت غزنوی ہے نصیب خوبیٔ دل لگی
کہ بنا کے شانہ نگاہ کا وہ کریگا زلف ایاز میں

نہ وہ دلبری نہ نظر کشی نہ وہ شوخیاں نہ وہ سرخوشی
جو ادا تھی پہلے کہاں رہی وہ بتان عشوہ طراز میں

جو ہے فکر تجھ کو نماز کی تو ہے شرط شیوہ بیخودی
رہے جس میں ہوش نیاز کا وہ نماز کیا ہے نماز میں

میں رکھونگا سجدہ میں سر یونہی نہ ہٹونگا در سے تری کبھی
کہ ملی ہے لذت زندگی۔ مجھے آج عجز و نیاز میں

جسے ڈھونڈتا ہے تو ہر جگہ وہ عیاں ہے دیکھ لے سامنے
ہے اسی کا جلوہ تو جلوہ گر یہ تری جبین نیاز میں

کوئی دل جو عشق میں ہو جلا۔ کوئی سر جو خاکپہ ہو پڑا
تو ہے آفتاب سے بھی سوا۔ وہ نگاہ ذرہ نواز میں

مری ہو زمانے میں آبرو رہی پھر نہ خلد کی جستجو | مری اک یہی ہے آرزو مجھے موت آئے حجاز میں
جو جلو تو قربال جلا کرو۔ جو سنو تو صرف سنا کرو
کوئی یہ بھی سوز ہے سوز میں کوئی یہ بھی ساز ہے ساز میں

ابتک یہ دل سے درد تمہارا جدا نہیں | تم نے کیا ہے فرض محبت ادا نہیں
بعد فنا بھی دل میں ہے روشن چراغ عشق | پھر غم ہو کیا مجھے جو لحد پر دیا نہیں
پیتے ہیں خون اپنا ملا کر شراب میں | بے غم کے کچھ سرور میں ہم کو مزا نہیں
جا کر کبھی سنائیں انہیں داستان غم | کیا کیجئے کہ اتنا ہمیں حوصلہ نہیں
جبتک بقا ہو اد وصال ہو اد صل انہیں نصیب | جبتک فنا نہ ہو کوئی حاصل بقا نہیں
عاشق کے دلکے حال کو صورت سے جان لو | شکوہ نہیں ہے اسکی زباں پر گلا نہیں
بیمار غم کی چارہ گری تو ذرا کرو | ایسا ہے مرض کونسا جس کی دوا نہیں
خاتون عشق کا ہے مگر ضابطہ غلط | معشوق کے لئے کوئی رکھی سزا نہیں
اے شمع سوز حسن وہ گرمی کدھر گئی | پروانہ آکے آج جو کوئی جلا نہیں
الفت ہے مجھسے درد کو اور درد سے مجھے | وہ ہے مرا شریک تو میں بھی جدا نہیں
میں نے جو بیکسی سے نظر اسپہ ڈالدی | قاتل کا ہاتھ قتل کو میرے اٹھا نہیں

قربال کا نام اگرچہ زمانے سے مٹ گیا
لکھا تھا جو کچھ اس نے وہ ابتک مٹا نہیں

داغ فرقت کے تری سینہ پہ ہم کھائے ہوئے ہیں
درد الفت کا مزہ یار بہت پائے ہوئے ہیں
کیا ترے ہاتھوں میں عاشق کا لہو آج لگا ہے
کہ یہ مرجاں کی طرح رنگ نیا لائے ہوئے ہیں
مانگتا ہوں یہ دعا عمر شب ہجر ہو افزوں
جب سے آنکھوں میں مری خواب میں وہ آئے ہوئے ہیں
بلبلو تم پہ ہی کیا دست خزاں کی ہے عنایت
پھول گلشن میں سبھی آج تو کملائے ہوئے ہیں
نیند کیا آئے گی تربت میں ہمیں بعد فنا بھی

ہم تو اے دوست ترے ہجر کے تڑپائے ہوئے ہیں
دیر اتنی ہے وہ آئیں گے تو لاشہ بھی اُٹھے گا
کیونکہ ہم کشتے اُسی یار کے کہلائے ہوئے ہیں
غسل دینے کی ضرورت اُنہیں کیا ہے پس مُردن
کہ شہید آپ کے تو خون سے نہلائے ہوئے ہیں
وہ تو معصوم ہیں کیا جانیں کہ ہوتی ہیں جفائیں کیا شے
دل یہ کہتا ہے مرا غیر کے بہکائے ہوئے ہیں
وصل کے بعد ہوئی کیسی ندامت اُنہیں حاصل
نیچی نظریں ہیں کئے بیٹھے ہیں شرمائے ہوئے ہیں
اے خوشی تیرے لئے آج جگہ دل میں نہیں ہے
یاس و حرمان و الم دل میں مرے آئے ہوئے ہیں
غیر کی موت کا کس درجہ ملال اُن کو ہے ہمدم
آج رنجیدہ سے ہیں اور وہ گھبرائے ہوئے ہیں
یہ سمجھ کر کسی کم سن کی محبت کا اثر ہے
ہم بھی بچوں کی طرح درد کو بہلائے ہوئے ہیں
یہ اگر سچ ہے تو میخانہ کی اب کھل گئی قسمت
کوئی کہتا تھا کہ قربان یہاں آئے ہوئے ہیں
میں نہیں یہ دل سے نثار ہوں۔ میں تمہارا سینہ فگار ہوں
کہ تمہارا عاشق شیفتہ۔ کبھی خوار ہوں کبھی زار ہوں
ہے ترے لئے بھی ضرور اجل۔ نہ ہو زندگی پہ عدو تو خوش
کبھی میں بھی زندہ و شاد تھا۔ اگر آج زیر مزار ہوں
مرا دل ہے تجھ پہ فریفتہ۔ مری جان تیری ہے مبتلا
مری جان تجھ پہ ہوں شیفتہ۔ مری جان تجھ پہ نثار ہوں
مجھے سب سمجھتے ذلیل ہیں۔ مجھے سب سمجھتے حقیر ہیں
جو لگائے مجھ کو تو منہ صنم۔ نہ حقیر ہوں نہ میں خوار ہوں

نہیں ہُوش اپنا مجھے ذرا۔ کہ کچھ اور مانگوں میں سائیا
وُہ جو مے پلائی ازل میں تھی۔ میں اُسی میں محوِ خمار ہوں

یہ ہی میری شانِ نمود ہے۔ یہ ہی میری طرزِ سجُود ہے
کبھی خاک بن کے ہوں بیٹھتا۔ کبھی اُڑتا مثلِ غبار ہوں

ہوئی عندلیب جو نغمہ زا۔ تو بہار نے یہ ادب کہا
نہ ہو مجھ پہ نازاں کوئی ذرا۔ کہ میں چند روزہ بہار ہوں

نہ قدم کے بوسے نصیب ہیں۔ نہ نصیب ہیں مجھے ٹھوکریں
نہ کسی حریم کا آستاں۔ نہ کسی کا سنگِ مزار ہوں

پھرے قربؔاں مانگتا ہر کہیں۔ کبھی مجھ سے ہونے کا یہ نہیں
مجھے واسطہ ہے کسی سے کیا۔ کہ کسی پہ دار و مدار ہوں

نکل کر قبر سے پہونچیں سب اپنے سوگواروں میں
اگر آجاؤ تم تو جان پڑ جائے مزاروں میں

پڑیں دشمن تری تیغ نگہ کے انتشاروں میں
ہمارا کام تو ہو جائے گا دو چار واروں میں

بُری صُورت کو بھی بہتر بنا کر یہ دکھاتا ہے
رکھا تھا دل کو ہمنے اپنے کیوں آئینہ داروں میں

تکلف برطرف زاہد لگالے مُنہ سے پیمانہ
کبھی مشہور ہم بھی تھے یوں ہی پرہیزگاروں میں

زمانہ ہم نے دیکھا ہے بہت معشوق بُرتے ہیں
سمجھتے کیوں ہو اپنے کو زیادہ ہوشیاروں میں

تجھے دیکھا تھا ہمنے خواب میں اک دن شبِ فرقت
اُسی تاریخ سے آنکھیں ہیں اپنی رازداروں میں

لڑکپن اور جوانی سے ضعیفی نے لئے بدلے
مزے لوٹے تھے ولنے عیش کے اگلی بہاروں میں

پسِ مُردن مری تربت پہ ناحق روشنی کی ہے
یہاں تو روشنی رہتی ہے خود دلکے شراروں میں

خیالِ یار کہتا ہے جگر اور قلب سے اکثر
ہمیں شرمندگی ہوتی ہے رہکر داغداروں میں

مُرتب آپنے فہرست کی ہے بیقراروں کی
ہمارا نام بھی لکھہ لیجئے گا بے قراروں میں

الم۔ اندوہ۔ غم۔ حرمان و حسرت یاس و ناکامی
یہی بس رہگئے ہیں اپنے دل کی یادگاروں میں

نگاہِ فتنہ زا کی یہ قیامت خیزیاں دیکھو
زمانے کو تہ و بالا کیا۔ اک دو اشاروں میں

بہار آئی۔ بہار آئی۔ مئی کلفت مئی کلفت
یہ چرچے ہو رہے ہیں آج ہر سُو بادہ خواروں میں

جو مرنے کی دُعائیں مانگتے تھے ہاتھ پھیلا کر
خدا کی شان وہ بھی ہیں ہمارے سوگواروں میں

اُٹھے گا بارِ احساں سے ہمارا سر نہ اے قربؔاں

کہ ہم بھی ہیں کسی کافر نظر کے زیر باروں میں

کن اُمنگوں سے اُبھرتا ہے تمہارا جوبن
خوب دُنیا کو دکھاتا ہے تماشا جوبن

سب ہیں حیران ترا دیکھ کے اُٹھتا جوبن
حشر دُنیا میں کرے گا کبھی برپا جوبن

بُت بنیں مانی و بہزاد مثالِ تصویر
دیکھ لیں وہ جو کبھی آ کے تمہارا جوبن

اپنی صُورت پہ ہوئے آج وہ عاشق خود ہی
دیکھ کر آپ ہی آئینہ میں اپنا جوبن

یوں تو ہونے کو حسیں اور بھی ہیں دنیا میں
تم نے پایا ہے زمانے سے نرالا جوبن

ہوش باقی نہیں بے ہوش پڑا رہتا ہوں
جب سے دیکھا ہے کسی ہوش رُبا کا جوبن

خرمنِ دل کو بنایا ہے بیولا اُس نے
بن کے اٹھا ہے تیرا آج بھبوکا جوبن

وہ یہ کہتے ہیں کہ آنکھیں تری پھوڑیں گے ضرور
تو نے بے ساختہ دیکھا ہے ہمارا جوبن

آج بن ٹھن کے سرِ بام وہ آ بیٹھے ہیں
تو بھی قربان ذرا دیکھ لے اُن کا جوبن

کرتا ہیں تم سے دستور از خود اپنا فاش ہوں
عشق صنم کی آج کل دلیں لئے خراش ہوں

سُن لیں جو میری داستاں رنج ہو سب کو بیگماں
اپنی زبان پر لئے قصۂ دلخراش ہوں

جس نے دیا ہے دردِ دل اُسکا کہاں ہے آستاں
کرتا اُسی کو آج کل چار طرف تلاش ہوں

سچ تو کہا حضور نے مجھ سے کوئی بُرا نہیں
ایسا ہی بدنصیب ہوں ایسا ہی بدمعاش ہوں

ہیں جو حسین بیگماں سب ہیں وہ مجھ پہ مہرباں
اُنمیں ہی رکھتا آجکل اپنی میں بود و باش ہوں

دیکھا نہیں جسے کبھی اُس سے لگایا ہے دل
کم لگی کو اپنی آج کرتا میں خود ہی فاش ہوں

مجکو ملے جو نوکری۔ دلسے دعا ہے بس یہی
کروں تو نوکری چاکری ڈھونڈتا یہ معاش ہوں

قرباں جو تیرے کے وُہ آئے ہدف بنانے کو
دلنے کہا میں پہلے ہی پہلو میں پاش پاش ہوں

نکالے تم نے نہ دل سے صدہا ہمارے ارماں
تو ان سے مطلب ہے تم کو اب کیا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

نہیں ہے جب تاب آشنائی۔ نہیں وہاں تک اگر رسائی
تو دلسے کرتے ہیں کیوں تقاضا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

فضول ناراض ان سے تم ہو۔ یہ تم سے کچھ بھی نہیں ہیں کہتے

ہمیں سے رُوتے ہیں اپنا رونا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں
ہمیں تو بس اب یہی ہے صدمہ۔ نہ ہو کے اپنے رہے یہ ظالم
خیال اپنا دھیان اپنا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں
لگا کے جھگڑے ہیں شور کرتے۔ یہ دیکھو لیل و نہار کیسے
ہجوم رکھتے ہیں دل میں کیسا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں
یہاں پڑے ہیں فسردہ لیکن۔ وہاں بہت رنگ لائیں گے یہ
کریں گے محشر میں اپنا دعویٰ۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں
کہیں نہ محفل میں اُس صنم کی۔ یہ جا کے بدنام ہم کو کر دیں
لگا ہے دل کو ہمارے کھٹکا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں
لڑے جو آکر وہ آج بے حد۔ تو اُنسے قربانؔ نے کہہ دیا ہے
تمہارا چاہا تمہارا چاہا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

عدو فضول محبت کا بار رکھتے ہیں
فریب جھوٹ کا تجھسے وہ پیار رکھتے ہیں
سمجھتے جنکو ہیں قابل جہان میں یہ حسیں
اُسی کے سر پہ محبت کا بار رکھتے ہیں
جہاں میں آئیگا ہرگز نہ ہوش مستوں کو
یہ سر میں عشق کا تیرے خمار رکھتے ہیں
ہزار زخموں کی داغوں کی اے صنم اپنے
خزاں نصیب دلوں میں بہار رکھتے ہیں
ہمارے دلکو وہ کس کس طرح ہیں للچاتے
جگر کو تیروں سے کر کے شکار رکھتے ہیں
کب آؤ گے شب وعدہ نہ آؤ گے کب تک
نفس کے تار سے ہم سب شمار رکھتے ہیں
جو تیرے حسن طلب سے ہیں آشنا ظالم
وہ ایکدل نہیں رکھتے ہزار رکھتے ہیں
حساب دیتے ہیں ہو جائے گی کچھ آسانی
فرشتے میرے گنہ کا شمار رکھتے ہیں

ہزار زندگیاں صدقے تجھ پر اے قربانؔ
وہ اپنے ہاتھوں سے زیر مزار رکھتے ہیں

پھول بلبل کو جو تھا پیارا۔ وہ توڑا گل چیں
ہائے افسوس ترا ہاتھ نہ ٹوٹا گل چیں
تو نے بے وقت جو گلشن کو لٹایا گل چیں
درد آیا نہ تجھے کچھ بھی چمن کا گل چیں
ایک بھی گل نہ رہا۔ کس پہ یہ بلبل چہکے
تو نے کیسا یہ ستم آج ہے توڑا گل چیں
ساتھ کے پھول جو تھے توڑ لئے سب تو نے
رہگیا باغ میں اک میں تن تنہا گل چیں

سامنے تیرے رہیں بلبلیں رُوتی ظالم
تجھ کو کچھ خوفِ خدا کا بھی نہ آیا گل چیں

بلبلوں نے تھا چمن رُو کے اُٹھایا سر پر
ہاتھ جب گل پہ پڑا تیری جفا کا گل چیں

تو نہ آتا تو بہاروں کے مزے کچھ ملتے
مٹ گئی ہائے ہماری وہ تمنّا گل چیں

گل کو توڑا ہے۔ اگر قتل اسے بھی کر دے
کیسے بلبل کا بیاں ہو گا گذارا گل چیں

ہے دُعا۔ ابتو کہ صیّاد بھی جلدی آئے
گل کی فرقت تجھے کب ہو گی گوارا گل چیں

خونِ ارمانوں کا بلبل کے ہوا جاتا ہے
تیرا ہر رُوز کا اچھا نہیں آنا گل چیں

فرقتِ گل میں ہوئی جاتی ہے کیسی حالت
آکے بلبل کا ذرا دیکھ تڑپنا گل چیں

ڈالدے پھولوں پہ جلد آنکھ کا پردہ ظالم
دیکھ آتا ہے اِدھر خون کا پیاسا گل چیں

چیختا ہے کوئی طائر۔ تو تڑپتا ہے کوئی
آتے ہی خوب دکھاتا ہے تماشا گل چیں

بڑھ کے دشمن ہے خزانے سے بھی مرے گلشن کا
تو نے اک پھول بھی افسوس نہ چھوڑا گل چیں

تو بھی دُنیا میں یونہی چین نہ پائے ظالم
جس طرح مجکو ہے بے چین بنایا گل چیں

گل نے حسرت کا تری خون کیا تھا بلبل
اسلئے باغ میں قدرت نے ہے بھیجا گل چیں

تو جو جاتا ہے لئے ہاتھ میں اپنے گلِ تر
رُوح بلبل کی کھنچی آتی ہے گویا گل چیں

تھے جو پژمردہ پھوا بھی نہیں اُن کو تو نے
ہاتھ اُس گل پہ پڑا تھا جو مہکتا گل چیں

تو نے بے جرم کیا بلبلِ ناشاد کا خون
تیرے دامن سے چھٹے گا نہ یہہ دھبّا گل چیں

موت پژمردہ اسے بھی تو کرے گی قرباں
کرلے دو رُوز کو دل اپنا شگفتا گل چیں

دل پر پڑیں جو رُوز مصائب تو کیا کریں
سامانِ عیش رُوز ہوں غائب تو کیا کریں

پیتا نہیں ہے ساتھ ہمارے وہ بیٹھ کر
مے سے اگر نہ آج ہوں تائب تو کیا کریں

کہتے ہیں ہم عدُو سے کریں کس طرح حجاب
جب ہو نہ تیری رائے ہی صائب تو کیا کریں

قسمت کا اپنی چمکا ستارہ نہ ایک دن
روشن فلک پہ گر ہوں کواکب تو کیا کریں

جب وہ زبان کاٹ لیں پہلے سوال سے
مفقود ہوں نہ دل سے مطالب تو کیا کریں

اِک ذرّہ سی تھیں پاسکے گیا ٹوٹ میرا دل
مٹی ہی سے بنا ہو جو قالب تو کیا کریں

قربان رُویا جاتا نہیں غیر کی طرح
بھیگیں خوشی سے ہم نہ مصائب تو کیا کریں

ترا حسن سب میں عیاں دیکھتا ہوں
یہاں دیکھتا ہوں وہاں دیکھتا ہوں

کلی میں بھی تو ہے ہے گل میں بھی تو ہی
تجھے نزہتِ گلستاں دیکھتا ہوں

میں سمجھا تھا سستا رہے گا یہ سودا
مگر جنسِ الفت گراں دیکھتا ہوں

میں حسنِ وفا کو ٹھکانے لگا کر
زمانے کا سود و زیاں دیکھتا ہوں

پسِ مرگ بھی ان میں ہے تیرا نقشہ
میں آنکھوں کی جب پتلیاں دیکھتا ہوں

حسینوں کو شاید ہی ہوں گی میسر
میں اس بت میں جو شوخیاں دیکھتا ہوں

نظر لاغری اپنی آتی ہے مجھکو
قفس کی جو میں تیلیاں دیکھتا ہوں

تمہارے اشارے کنارے ہیں اس میں
عدو کی جو میں پھبتیاں دیکھتا ہوں

محبت جو قربان کرنی تھی تم سے
وہ معدوم اب ہستیاں دیکھتا ہوں

خدا ہی بولتا ہے میں نہیں ہوں
وہ باتیں کر رہا ہے میں نہیں ہوں

ہر اک بت کہہ رہا ہے میرے اندر
وہ ہی جلوہ نما ہے میں نہیں ہوں

خطا وارِ محبت اے حسینو
یہ قلبِ شیفتہ ہے میں نہیں ہوں

عدو کی خوش نصیبی میں ہے کیا شک
وہ تجھ کو دیکھتا ہے میں نہیں ہوں

خطا اسکی ہے کہتی ہے وہ ہی دیکھ
تقاضا آنکھ کا ہے میں نہیں ہوں

غلط دعویٰ کیا جس نے وفا کا
کوئی وہ دوسرا ہے میں نہیں ہوں

مری قسمت کی کوتاہی کو دیکھو
وہاں خلقِ خدا ہے میں نہیں ہوں

ہیولہ میرا ہے ہستی کا دھوکا
خدا جانے یہ کیا ہے میں نہیں ہوں

وہ ہیں۔ دشمن ہیں۔ اور گلشن ہے قربان
بہاریں ہیں گھٹا ہے میں نہیں ہوں

ہجر کی شب وہ بیوفا خواب میں آخر آئے کیوں
ہمتو خموش ہیں پڑے کوئی نہیں جگائے کیوں

طور پہ کوئی آئے کیوں طور پہ کوئی جائے کیوں
کیوں کوئی اپنے ہوش دے جلوہ کوئی دکھائے کیوں

قصۂ عشق چھیڑ کر آہ کوئی سنائے کیوں
بیٹھے ہوئے ہیں ہمتو چپ کوئی نہیں رلائے کیوں

مجھسے نظر ملائے کیوں غمزے مجھی دکھائے کیوں
گر نہیں شوقِ دلبری دلکو وہ پھر لبھائے کیوں

شمع وصال پر نہ کیوں اپنی کرے نثار جان
آپکی بزمِ ناز میں آئے کوئی تو جائے کیوں

یہ مری آہ یہ فغاں۔ ہے اثر غمِ نہاں
دل ہی میں جب نہ درد ہو آئے زبان پہ ہائے کیوں

دشمنِ عندلیب کے پہلو میں دل جو دے خدا
ہاتھ سے عندلیب کے دامنِ گل چھڑائے کیوں

آتشِ اشتیاق سے سوزِ تپِ فراق سے
ہم تو ہیں خود جلے ہوئے ہم کو ہی وہ جلائے کیوں

قربان نہیں جو حشر ابھی اپنے خرام ناز سے
مُردے کوئی جلائے کیوں فتنے کوئی اٹھائے کیوں

ساری حیات گذری اس تیری دل لگی میں
آیا نہ کام ہرگز تو میری بیکلی میں

ہم نے جدھر نظر کی پایا جمال تیرا
جلوہ فروز دیکھا تجھ کو کلی کلی میں

جب جیتے جی دیا ہے مر کر بھی ساتھ دینگے
مدفن بنے ہمارا اُس یار کی گلی میں

رو رو کے جب کہا ہے اُس سے فسانہ دل کا
اُس نے اڑا دیا ہے ہم کو ہنسی ہنسی میں

معشوق ہو تو تجھ سا۔ محبوب ہو تو تجھ سا
چرچے یہ ہو رہے ہیں ہر شہر ہر گلی میں

کیا ہے بساطِ عالم۔ کب ہے ثباتِ عالم
رہتی ہے راہِ دنیا ہر دم چلا چلی میں

کملا کے وہ گری ہے مرجھا کے وہ گری ہے
ارمان اور حسرت تھے بند جس کلی میں

بدنام ہم ہوئے ہیں ناکام ہم ہوئے ہیں
انعام یہ ملا ہے اس بُت کی دوستی میں

آنکھوں میں اُس کی جیسی دلچسپ موہنی ہے
ایسا اثر نہیں ہے جادو کی سامری میں

جلدی نہ کر تو ہرگز۔ جلدی ہے کارِ شیطاں
نکلے گا کام تیرا قربان راستی میں

بہت مچلتے ہیں دل کے دیکھنے کو تن کے بیٹھے ہیں
دکھانے آج پھر انداز وہ بچپن کے بیٹھے ہیں

سُناتے ہیں مجھے اب سورہ اخلاص پڑھ پڑھ
لئے قرآں سرھانے وہ مرے مدفن کے بیٹھے ہیں

یہ حسرت ہے کہ دیکھیں نجد میں بیخوف لیلیٰ کو
نگاہِ قیس کے ارمان آہو بن کے بیٹھے ہیں

زباں خنجر کی بھی کیا اس طرح خاموش کر دینگے
مٹانے حشر میں دھبے جو وہ دامن کے بیٹھے ہیں

سُنانے آج ہم قصے تجھے گلشن کے بیٹھے ہیں
جگر کو تھام لے صیاد۔ اور مضبوط دل کرلے

جلانے کو دلِ مظلوم کے وہ کیا نہیں کرتے
جو بن کر شمع پہلو میں مرے دشمن کے بیٹھے ہیں

مداوا کیجئے آکر لگا بھی دیجئے ٹانکے
مرے زخمِ جگر سب منتظر سوزن کے بیٹھے ہیں

کسی صورت اُٹھے پردہ تو دیکھیں ہم ترا جلوہ
سحر سے منتظر ہم سامنے چلمن کے بیٹھے ہیں

جگر چھلنی ہے دل زخمی کلیجہ منہ کو آتا ہے
کہ ہم مجروح ہو کر ایک سیمیں تن کے بیٹھے ہیں

وہ کیونکر راہ گیروں کے دلونکو لوٹ دیتا ہے
ہمارے وہ رہیں ہو کر۔ کہ دشمن کے رہیں ہو کر

ابھی ارمان میں رستے ہیں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں
فقط ہم آج سلجھانے کو اس اُلجھن کے بیٹھے ہیں

یقیناً آج قرباں پھر کوئی صیاد آتا ہے
کہ ہو کر جمع طائر آج سب گلشن کے بیٹھے ہیں

نہ جانے لطف اُنہیں آتا ہے کیا ستانے میں
تمام رات بسر ہو گئی منانے میں

ہیں کیا کہ میرا نشانِ مزار تک نہ رہا
کوئی کسر ہی نہ رکھی مرے مٹانے میں

فلک نے اُن کی جفاؤں کی ہے شاگردی
تم نہ اُنکے ہوں مشہور کیوں زمانے میں

حیات و موت ابھی درمیاں میں حائل ہے
بہانکے آنے میں ہمدم وہانکے جانے میں

شباب آیا تو اُن کو حجاب بھی آیا
کہ شرم آتی ہے صورت اُنہیں دکھانے میں

کسی کی شوخ طبیعت دمشق کی ہے بہت
مرے رُلانے میں اور غیر کے ہنسانے میں

وہ کمسنی میں تو اتنے حیا پرست نہ تھے
جمال اپنا چھلکتے ہیں اب دکھانے میں

قفس کے پاس ہی سویا ہے رات بھر صیاد
عجیب لطف اُسے آیا مرے ستانے میں

رکھا ہے جب سے کہ قرباں عاشقی میں قدم
مرے فسانے کا چرچا ہے کُل زمانے میں

تربت کے رہنے والو کیسی خموشیاں ہیں
اپنے پرائے سب سے جو پردہ پوشیاں ہیں

دیکھو جسے ہے گا بک تخصیص کچھ نہیں ہے
کیسی یہ حُسن تیری ارزاں فروشیاں ہیں

غیروں کو دے رہا ہے للچا رہا ہے ہم کو
ساقی عجیب تیری یہ مے فروشیاں ہیں

بلبل کی حسرتوں کا اب خون یہ کریں گے
خوں ریزیاں گلوں کی یہ سرخ پوشیاں ہیں

گلچیں کے دور دورے خالی نہیں ہیں شہ سے
یہ باغبان تیری سب گل فروشیاں ہیں

لینا ہے آج لیلو۔ ہے مفتِ نم یہ سودا
منظور ان کو موسیٰ جلوہ فروشیاں ہیں

لکھتے ہیں کیوں فرشتے اعمال تیرے ہر دم
منظور تجھ کو مولا جب عیب پوشیاں ہیں

شاید کہ شاید شاق گذرا محفل میں اُنکو آنا
معنی لئے ہوئے کچھ اُنکی خموشیاں ہیں

دلمیں خیالِ جنت حوروں کی آرزو بھی
چھپ چھپکے اس پہ زاہد یہ بادہ نوشیاں ہیں

ظاہر میں سیدھی سادی باطن میں ہیں وہ پُرفن
گندم نمایاں ہیں یہ جو فروشیاں ہیں

مشہور اُن کی قرباں دُنیا میں آج ہر سو ۔ امصرعہ طرح

جلوہ نمایاں ہیں جلوہ فروشیاں ہیں

جاتی ہمارے تن سے نکل جان کیوں نہیں
مشکل ہماری ہوتی یہ آسان کیوں نہیں

کرتے کسی پہ آپ ہیں احسان کیوں نہیں
پورے یہ ہوتے آپ کے پیمان کیوں نہیں

کیا اُن پہ اُن کے حسن کا جادو نہیں چلا
آئینے کو وہ دیکھ کے حیران کیوں نہیں

کیا گلستاں سے ہوگئی رخصت بہارِ باغ
ہاتھو میں آج میرے گریبان کیوں نہیں

وعدہ کیا تھا اور قسم کھائی تھی مری
پورا کیا پھر آپ نے پیمان کیوں نہیں

دل ہے کہ پہلوؤں میں سمندر ہے اشک کا
رُکتا یہ میری آنکھو نکا طوفان کیوں نہیں

پھیلائے زخم بیٹھے ہیں دامن ہے دیر کا
تم کرتے صرف ان پہ نمکدان کیوں نہیں

جانِ تصوّرات ہے روحِ خیال ہے
تصویر میں ہماری مگر جان کیوں نہیں

دیتے ہو سب کے دُکھ کی دوا۔ از رہِ کرم
کرتے ہمارے درد کا ارمان کیوں نہیں

مرنیکے بعد پوچھتے ہیں وہ رقیب سے
محفل میں آج حضرتِ قربان کیوں نہیں

رُسوا ہوں ترا۔ اور کا رسوا تو نہیں میں
شیدا ہوں ترا غیر کا شیدا تو نہیں میں

نظارگی ہوں تیرے رُخِ روحِ فزا کا
کیوں دیکھتے ہیں لوگ تماشا تو نہیں میں

کیوں دیکھ کے مجھ کو نہ ہوا فسردہ زمانہ
بیمار ہوں تیرا کوئی اچھا تو نہیں میں

اے مدعی کس طرح کروں تیری خوشامد
شیدا ہوں کسی شوخ کا تیرا تو نہیں میں

میں نے جو کہا کیجئے درماں تو وہ بولے
کیوں مجھسے شکایت ہے مسیحا تو نہیں میں

آنکھوں سے پلادے مجھے اک جام تو ساقی
میکش ہوں مگر تشنہ مینا تو نہیں میں

مجنوں کیطرح دشت کی کیوں خاک اُڑاؤں
دیوانہ سہی ساکنِ صحرا تو نہیں میں

ہیں زندگی کے سیکڑوں ارمان مرے ساتھ
اے گور تیری گود میں تنہا تو نہیں میں

اے بادِ مخالف تو اڑاتی ہے مجھے کیوں
انساں ہوں کوئی خاک بگولا تو نہیں میں

تعلیم ازل میں جو ملی تھی وہ ہے ازبر
اُلفت کا سبق آپ کی بھولا تو نہیں میں

قربان بہے جاتے ہیں آنکھوں سے سمندر
پہلو میں دبائے کوئی دریا تو نہیں ہیں

فسانہ اپنا بہت دلخراش رکھتے ہیں
کہ دل کو پہلو میں ہم پاش پاش رکھتے ہیں

تمہارے حسن کا ثانی نظر نہیں آتا
زمیں سے تا بہ فلک ہم تلاش رکھتے ہیں

نہ ہم کو کعبہ سے مطلب نہ بتکدہ سے غرض
جہاں سے اپنی نرالی تماش رکھتے ہیں

کچھ اُنہیں داغ ہیں کچھ تیر ہیں کچھ ارماں ہیں
ہمارے دل میں یہ ہی بُود و باش رکھتے ہیں

طلب میں اُن کی کسی گھر سے ہم نہیں غافل
بہانے لیکے عدم تک تلاش رکھتے ہیں

حسین وضع میں دُنیا سے کچھ نرالے ہیں
غضب کے طور غضب کی تراش رکھتے ہیں

ثبوت غم کے اُنھیں روزِ حشر دیتے ہیں
ہم اپنے پاس دل پاش پاش رکھتے ہیں

ہمیشہ رہتے ہیں خدمت میں حسن والوں کی
ہم اتو اک یہی قربان معاش رکھتے ہیں

خدا کے واسطے آجا کہ بے قرار ہوں میں
لگا کے تجھسے دل اے دوست شرمسار ہوئیں

نگاہِ لطف کا ہر دم امیدوار ہوں میں
تمہارے حسن پہ سو جان سے نثار ہوئیں

مرے نصیب میں نظارۂ بہار کہاں
اگرچہ اب بھی بہت شایقِ بہار ہوئیں

مری حیات پہ بھی مُردنی ہے چھائی ہوئی
کہ ایک برق زدہ سبزۂ مزار ہوئیں

زباں کو میری نہ کھلواؤ ہے یہی بہتر
تمہارے رازِ محبت کا رازدار ہوئیں

خیال تھا کوئی تربت میں غم گسار نہیں
کہا چراغ نے باہر سے اشک بار ہوئیں

عجیب چیز ہے یہ محویت تصور کی
سحر کے بعد بھی مصروفِ انتظار ہوئیں

پلائی روزِ ازل ایسی مے مجھے ساقی
کہ آجتک وہی سرگشتۂ خمار ہوئیں

منانے آتی ہے اکثر مجھے نسیم صبا
کسی کے باغ کی رُوٹھی ہوئی بہار ہوئیں

غلط ہے مجھ کو جو شاعر کوئی سمجھتا ہے
فقط تمہاری محبت کا غم نگار ہوئیں

ہے میری وضع میں اسلاف کی جھلک قربان
پرانے لوگوں کی دنیا میں یادگار ہوں میں

قتل کے بعد مرا خون چڑھا آنکھوں میں
آج میں دیکھتا ہوں رنگِ حنا آنکھوں میں

مجھ کو پامال کیا اُن کو بچایا شر سے
ساتھ شوخی کے چلی آئی حیا آنکھوں میں

قتل کا میرے ہے کیا نام خدا اُن کو سرور
لال ڈورے نہیں چھایا ہے نشا آنکھوں میں

روشنی چاہتا ہے آنکھوں میں اپنی تو اگر
تو لگا دست کی خاکِ کفِ پا آنکھوں میں

کام رہزن کا تری شوخ نگاہوں نے کیا
دل کو میرے ہے لیا تو نے اُڑا آنکھوں میں

سر جھکائے رہے دنکو بھی تصور میں ترے
خواب کا خوب لیا ہم نے مزا آنکھوں میں

دیکھتے ہیں جسے وحشی وہ بنا دیتے ہیں
کیف مستی ہے کہ جادو ہے بھرا آنکھوں میں

وہ اشاروں سے سمجھ ہی گئے حالت دل کی
میں نے مطلب کو کیا خوب ادا آنکھوں میں

کہدو قربان ندے ہم کو وہ اپنی تصویر
نقشہ دست ہے ہر وقت بھرا آنکھوں میں

وہاں بھی یاد میں وہ بے قرار ہوتے ہیں
تمہارے کشتہ جو زیر مزار ہوتے ہیں

خدا سے جو کہ نہ ڈرتے ہیں چارہ کار ہوتے ہیں
بعید رحمت پروردگار ہوتے ہیں

وہ پیار اور کسی کو کبھی نہیں کرتے
جو حسن دوست پہ دلسے نثار ہوتے ہیں

وہ بیچی کرتے ہیں نظریں۔ جو دیکھ کر ہمکو
تو اُن کی بزم میں ہم شرمسار ہوتے ہیں

نہیں جو ہوتا کوئی غم گناہگاروں کو
کسی کے فضل کے امیدوار ہوتے ہیں

جب اُنکے وعدہ دلسے واقف ہیں چاہنے والے
فضول صرف غم انتظار ہوتے ہیں

حیات و موت کی جنکو تمیز ہوتی ہے
وہ مٹ کے خاک سر رہگذار ہوتے ہیں

کھٹکتے ہیں یہ نظر میں جو تم نہیں ہوتے
ہمارے واسطے گل بھی تو خار ہوتے ہیں

سلام آخری اے باغبان اے صیاد
کہ ہم فدائے عروس بہار ہوتے ہیں

وہ بے نیازی سے کہتے ہیں مرگ قربان پر
جہاں میں واقعے ایسے ہزار روتے ہیں

ہم بھی نالوں میں بہت اپنے اثر رکھتے ہیں
کیا کریں تیری نزاکت پہ نظر رکھتے ہیں

کس بلا کا یہ حسین یا دھنر رکھتے ہیں
دل عشاق پہ دزدیدہ نظر رکھتے ہیں

تیری فرقت میں سدا دیدہ تر رکھتے ہیں
یاد تازہ تری ہم آٹھ پہر رکھتے ہیں

دے نہ بہزاد بنا کر تری ہمکو تصویر
ہم تصور میں تجھے پیش نظر رکھتے ہیں

قلب پتھر سے زیادہ ہے ترا تو ہیں کیا
ہم بھی فولاد کا دل اور جگر رکھتے ہیں

تو جہاں جاتا ہے۔ ہو جاتا ہے معلوم ہمیں
بے خبر ہم ہیں مگر۔ تیری خبر رکھتے ہیں

عشق نے کوہ کی اور دشت کی دی ہے جاگیر
ورنہ گھر رکھتے ہیں عشاق نہ در رکھتے ہیں

کیا خبر حسن سے کس وقت تصادم ہو جائے
حضرت عشق ہمیں سینہ سپر رکھتے ہیں

غیر کا ہم کو نہیں کچھ بھی بھروسا قربان

ہم تو اللہ پہ بس اپنی نظر رکھتے ہیں

مل ہی جاتا ہے ترے دل کا پتہ باتوں میں
مجھ پہ کھل جاتا ہے انداز چھپا باتوں میں

وہ مکرتا ہی رہا ہم نے بھی کھیلا وہ ہنر
حالِ دل چھپ نہ سکا صاف کھلا باتوں میں

سعی بچنے کی بہت کی تھی۔ مگر بچ نہ سکے
اُس جفا کار نے دل چھین لیا باتوں میں

کتنے نادان ہو تم بات سمجھتے ہی نہیں
بات یہ کیا ہے کہ ہوتے ہو خفا باتوں میں

لفظ ہی لفظ ہیں۔ یا کچھ ہے عمل بھی واعظ
یار کچھ کر کے دکھا کیا ہے رکھا باتوں میں

کس طرح تم سے بھلا حال کوئی دل کا کہے
جبکہ ہو جاتے ہو فی الفور خفا باتوں میں

بات کہنے نہیں دیتے کبھی اُن سے دل کی
اہلِ محفل مجھے لیتے ہیں لگا باتوں میں

بار بار اُس نے جو دشنام سرِ محفل دیں
آ گیا لطفِ مکرر کا مزا باتوں میں

ہم نے تاثیرِ زباں دیکھ لی قرباں تیری
آج آیا نہ اُنہیں کچھ بھی مزا باتوں میں

دل میرا جل رہا ہے بستی کی انجمن میں
سوزِ دروں کے باعث تنویر سی ہے تن میں

جو شمع جل رہی ہے آج اُن کی انجمن میں
بھڑکائے گی وہ شعلے پروانوں کے بدن میں

آئی ہے جب سے گرمی ظالم ترے سخن میں
اک آگ لگ رہی ہے عاشق کے تن بدن میں

مادر کا وہ شکم ہو۔ یا ہو لحد ہے یکساں
لپٹا ہوا تھا آیا لپٹا گیا کفن میں

ہچکی زباں پہ آئی آنکھوں سے اشک چھلکے
کیا یاد کر رہا ہے کوئی ہمیں وطن میں

دیوانہ ہو گیا ہے۔ پہلو میں دل ہمارا
باندھو اب اسکو اپنی زلفوں کی تم رسن میں

ہم ساکنِ عدم ہیں جائیں گے پھر عدم کو
آئے تھے بن کے مہماں دنیا کی انجمن میں

بھڑکا رہے ہیں میرے سوزِ دروں کو آنسو
کیوں ڈالتے ہیں پانی یہ آتشیں کہن میں

گر آبِ غسل تیرا مل جائے اے سمن رُو
خوشبو بسائیں اُس کی ہم اپنے پیرہن میں

اے شمع سوزِ اُلفت خاموش کیوں ہوئی تو
پھرنے لگے بھٹکتے پروانے انجمن میں

بلبل کی آہ نے یہ گرمی دکھائی کیسی
بھر دی ہے آگ جا کر ہر پھول کے دہن میں

کچھ مرگِ ناگہاں کی محشر میں ہو گواہی
رکھ دینا آخری خط اُن کا مرے کفن میں

کچھ کھا چکی ہے مٹی۔ کچھ کھا رہے ہیں کیڑے
باقی نہیں رہا ہے اک تار بھی کفن میں

ٹوٹا نہ ہوگا ظالم کیا اس سے دل کسی کا
گل چیں وہ پھول توڑا یکتا جو تھا چمن میں

سیر بہار کرتا۔ پھولوں کو پیار کرتا | صیاد خوب ہوتا۔ ہوتا جو میں چمن میں

قربان کی یاد کس کو میخانے میں نہیں ہے
لیتا ہے آج بچکی مینا بھی انجمن میں

بقدر ضبط ہم تو ظلم تیرے سہنے والے ہیں | وہ آنسو بھی رکے ہیں آنکھ میں جو بہنے والے ہیں
ہمیں سمجھا ہے کیا منصور جو بدظن ہوئے آخر | تمہارے رازِ الفت کو بھلا ہم کہنے والے ہیں
خدارا۔ آیئے اور روکیئے میری تباہی کو | مرے لختِ جگر آنکھوں کی ہمراہ بہنے والے ہیں
قیام اس دارِ فانی میں فقط ہے عارضی اپنا | وہیں جانا ہے ہمکو ہم جہاں کے رہنے والے ہیں
بناتے تم عبث ہو قبر پختہ مرنے والے کی | یہ بنیادِ لحد کے سارے تختے دہنے والے ہیں
زمین و آسماں اپنی طناب میں خوب کس رکھیں | اب اپنی داستانِ غم ہم اُنسے کہنے والے ہیں

سہارا اُن کے غموں کی کیوں نہ ہو ہم کو محبت میں
کہ اے قربان سہارا پور کے ہم رہنے والے ہیں

اپنی خود بینی کا وہ آپ ہی ساماں کریں | آئینہ رکھ کے وہ خوب اپنے کو حیراں کریں
نالۂ دل کو نوا سنجِ گلستاں کریں | آج بلبل کو بھی اس چھیڑ سے حیراں کریں
بلبلو رنج گلوں کو بھی بہت ہوتا ہے | چاک کیوں غم میں تمہارا نہ گریباں کریں
بوجھ کیوں باندھ کے لیجائیں مرے قتل کے بعد | خالی زخموں پہ مرے اپنا نمکداں کریں
شوق دل کو یہ ہوا ہے کہ شہادت پائیں | آج وہ خنجر بیداد کو عریاں کریں
ساری دنیا میں ابھی ظلمتِ شب کا ہو ظہور | زلف کو اپنی جو وہ آج پریشاں کریں
ہیں تصور میں خلش ریز ہزاروں کانٹے | جب ہو منظور ہمیں سیر بیاباں کریں
خونِ حسرت کا مری رنگِ حنا بن جائے | چاہے جب ہاتھ کو وہ پنجۂ مرجاں کریں

عید کا دن ہے ضرورت بھی ہے قربانی کی
شوق سے اب ہیں قربان وہ قرباں کریں

مانا کہ بعد ترکِ وفا کوئی غم نہیں | ہم تارکِ وفا ہیں یہ غم بھی تو کم نہیں
شک ہے فضول غیر سے مجکو نہیں ہے عشق | کھاتا ہوں میں قسم کہ خدا کی قسم نہیں
دم بھر بھی اپنی زیست کا کس کو ہے اعتبار | موت آگئی اگر تو کوئی دم میں دم نہیں
دیتا ہے جام مجھ کو یہ وحدت کے دمبدم | پیرِ مغاں سے کم مجھے شیخِ حرم نہیں

ہستی ہے جس کا نام وہ خوابِ طویل ہے
اپنے لئے عدم کا تخیل بھی کم نہیں

جتنی دوا۔ پلائی مرض اور بڑھ گیا
ہوتا ہمارا درد دواؤں سے کم نہیں

پاؤں لگی ہے ایسی یہ بُت خانے کی زمین
اُٹھتا ہمارا کعبے کی جانب قدم نہیں

زاہد شراب ملتی ہے کوثر یہاں کہاں
میخانہ اس کو کہتے ہیں باغِ ارم نہیں

قربان تیرے شعر ہیں جتنے ہیں صاف صاف
مضمون ہیں بلا کے مگر پیچ و خم نہیں

وہ سُن کے آہ کلیجے کو تھام لیتے ہیں
ہم اپنے دل سے شبِ غم یہ کام لیتے ہیں

معاملہ ہے بُت صاف بادہ خوار و نکا
کہ دام دیتے ہیں ساقی کو جام لیتے ہیں

کبھی جو آتا ہے میخانے میں وہ بھولے سے
تو شیخ ہی کو بنا ہم امام لیتے ہیں

سمجھتے ہیں کہ تکبر میں فرق آتا ہے
وہ عاجزوں کا بھلا کب سلام لیتے ہیں

کسی کے نام سے کیا کام ان غریبوں کو
تمہارا نام تمہارے غلام لیتے ہیں

شراب پیتے ہیں جب فتح ہوتی ہے بطے
حلال کر کے یہ جنسِ حرام لیتے ہیں

تم اپنے کوچہ میں اعلانِ حشر کا کر دو
ہم اپنے ذمہ تمام اہتمام لیتے ہیں

گلونکے باغ میں کانٹے ہی کچھ نگہباں ہیں
کہ آستین کو گل چیں کی تھام لیتے ہیں

سمجھ گئے ہیں وہ قربان کے ہیں کیا معنی
یہ بدگماں ہیں کہ اب نصف نام لیتے ہیں

تصویرِ جفا تو ہے تو میں نقشِ وفا ہوں
سُنتا ہوں تو تیرا ہی نشانِ کفِ پا ہوں

سہ سہ کے ترے جور و ستم عشق میں ظالم
میں خود ہی سکھاتا تجھے اندازِ جفا ہوں

سُنتے ہیں کھڑے شوق سے آ کر پسِ دیوار
کرتا جو شبِ غم میں کبھی آہ و بکا ہوں

ملتا ہے مرا خون جو قاتل تو سمجھ لے
جس کا نہ کبھی رنگ چھٹیگا وہ حنا ہوں

ساقی تری خیر آج تو دو گھونٹ پلا دے
میں طالبِ جرعاتِ مئے ہوش رُبا ہوں

کیوں ناحقِ تقدیر پر اپنے نہ کروں ناز
میں کھولتا تیری گرہِ بندِ قبا ہوں

قربان کہو اپنا خدا۔ کس کو بنائیں
ہر بُت کو یہ دعویٰ ہے جہاں میں کہ خدا ہوں

عاشقوں کی بھی تمہیں اپنے خبر ہے کہ نہیں
اُن کی الفت کا بھی کچھ دلمیں اثر ہے کہ نہیں

نظرِ لطف نہ کر یہ تو بتا دے ظالم
میرے نالوں کا ترے دل پہ اثر ہے کہ نہیں

عمر بھر دیکھی نہیں میں نے خوشی کی صورت
شامِ غم کی مری دنیا میں سحر ہے کہ نہیں

جستجو حق کی نہیں۔ صرف ہے باطل کی تلاش
خوف کچھ تجھ کو خدا کا بھی بشر ہے کہ نہیں

ظلم یوں کرتا ہے۔ جیسے کہ خدا کوئی نہیں
حشر کا دل میں ترے خوف و خطر ہے کہ نہیں

غیر کے سامنے اُس بزم میں اشک افشانی
پاسِ کچھ آبرو کا۔ دیدۂ تر ہے۔ کہ نہیں

کر دے صیاد تو آزاد۔ اُڑوں یا نہ اُڑوں
مجھے پروا۔ نہیں اس کی کوئی پر ہے کہ نہیں

کیا سے کیا عشق میں تیرے وہ ہوا جاتا ہے
تجھ کو قربان کی حالت پہ نظر ہے کہ نہیں

کہتے ہیں مارتا تربت پہ جو ٹھوکر میں ہوں
تیری خاطر سے بپا کرنے کو محشر میں ہوں

دیکھنا ہے یہ مجھے جا کے وہ چھپتی ہیں کہاں
اپنی آنکھوں میں لئے حشر کا منظر میں ہوں

راست آئے نہ کبھی ہے وہ ہی تدبیر مری
جو بگڑ کر نہ بنے ایسا مقدر میں ہوں

کچھ مری قبر کو اجاب کشادہ رکھیں
کہ لئے ساتھ گناہوں کا بھی دفتر میں ہوں

ایسی باتیں تو کبھی خواب میں دیکھی نہ سُنیں
باغِ دنیا کو بہت دیکھ کے ششدر میں ہوں

ساقیا تو نے پلائی تھی جو مے روزِ ازل
آجتک اُسکے ہی نشے سے گراں سر میں ہوں

مجھسے بچھڑی ہوئی مٹی مری مدت میں ملی
خوش ہوا۔ آج بہت گور سے ہلکر میں ہوں

تیرے باعث ہی پسند آئی ہے مجکو جنت
تو نہو خلد میں تو خلد سے باہر میں ہوں

اُس نے پھینکا بھی اگر تیر نظر اور نہیں
قلب قربان پکارا۔ تیرا خوگر میں ہوں

جاتا ہے کوئی جان سے تجھ کو خبر نہیں
یہ بے حسی کہ قلب پر اب بھی اثر نہیں

ہے تو ضرور ہاتھ میں آتی نہیں مگر
کہتے غلط ہیں لوگ کہ اُن کی کمر نہیں

صبح امید غیر کو آئے نظر تو آئے
میں نے تو شامِ ہجر کی دیکھی سحر نہیں

چاہیں تو ہم رقیب کو کر دیں ہلاک ابھی
خاطر سے تیری کرتے کبھی یہ مگر نہیں

آتے ہیں ساتھ ساتھ جنازے سے دور دور
یہ ہے حیا اُٹھاتے مجھے دوش پر نہیں

صیاد اب رہائی ہے مہلک مرے لئے
چھوڑا ہے اب قفس سے کہ جب بال و پر نہیں

اے دل کسی کی آنکھ نے بیہوش کر دیا
تیری خبر ہو کیا مجھے اپنی خبر نہیں

وہ آنکھ کیا ہے جس میں کہ تیرا نہ نور ہو
وہ دل نہیں ہے جس میں کہ تو جلوہ گر نہیں

رکھتے خبر ہو غیر کی تو نفع ہم کو کیا
قربان کے تو چال پہ تم کو نظر نہیں

ہوئی ہیں لال غصہ سے تری اے نازنیں آنکھیں
مجھے زندہ نچوڑیں گی یہ تیری خشمگیں آنکھیں

کسی کی آنکھ نے دیکھی نہیں ایسی کہیں آنکھیں
نہیں وہ صانع عالم نے بخشی ہیں حسیں آنکھیں

ہیں بہتر نرگس شہلا سے تیری شربتیں آنکھیں
ملا سکتے نہیں تجھ سے کبھی آہوئے چیں آنکھیں

میں کہتا ہوں رو رو کر بجالیں مرگ دشمن پر
اٹھا کر آئینہ دیکھو ذرا اپنی تمہیں آنکھیں

بھری محفل میں اپنے دیکھنے والوں سے لڑتی ہیں
حسینوں کی نہایت شوخ دیدہ ہوگئیں آنکھیں

مجھے سمجھا جو تیرے دیدۂ خوں ریز کا کشتہ
چڑھانے آئے تربت پر مری آہوئے چیں آنکھیں

نہ دیکھا کیجئے اہل نظر کو ترچھی نظروں سے
کسی کا خون کردیں گی کسی دن یہ کہیں آنکھیں

مجھے اب مونس و غمخوار بھی آنکھیں دکھاتے ہیں
زمانہ پھر گیا جسدن سے تیری پھر گئیں آنکھیں

کیا ہے انتظار یار برسوں صورت نرگس
کھلی اتنی رہی آخر مری پتھرا گئیں آنکھیں

رہیگا فاش ہوکر پردہ در پردہ نگاہوں کا
محبت کی بھی چھپتی ہیں چھپائے سے کہیں آنکھیں

بھرے ہیں کان غیروں نے کچھ ایسے میری جانب سے
مجھے جب دیکھتے ہیں پھیر لیتے ہیں حسیں آنکھیں

رقیب روسیہ کے گھر رہے ہو یہاں شاید
پتہ دیتی ہیں بیداری شب کا شربتیں آنکھیں

مرے گھر پر جو وہ تشریف لاتے ہیں شب وعدہ
بچھاتا ہوں بجائے فرش بالائے زمیں آنکھیں

مری آنکھوں نے اک بیدرد کا شیدا کیا مجکو
خبر کیا تھی کریں گی کار مار آستیں آنکھیں

رسائی کی نہ بخت نارسا نے اپنی اے قربان
زیارت کو محمد کی ترستی رہ گئیں آنکھیں

ساقی ہوں مست حب شہ بوتراب میں
آلودہ مجھ کو کرتا ہے تو کیوں شراب میں

اے دل تجھے ضرور تھا انجام کا خیال
کیوں کر کے عشق جان کو ڈالا عذاب میں

تیری حیا بھی کاشف راز نہاں ہوئی
یعنی وصل حسن ہے رہنا حجاب میں

کرتے ہیں ضبط کا وہ مرے آج امتحاں
لب پر فغاں نہ آئے کہیں اضطراب میں

بے غم کے کچھ سرور میں کیفیتیں نہیں
پیتا ہوں خون دل کو ملا کر عذاب میں

پیری نے آکے سب کا عوض ہم سے لے لیا
جتنے مزے اٹھائے تھے عہد شباب میں

لگ جاتی ہے جو آنکھ کوئی دم شبِ فراق
لیتا ہے درد چٹکیاں اُٹھ اُٹھ کے خواب میں

باقی ہیں میرے ہجر کے ایام کس قدر
تبلا دے دیکھ کر یہ سنجم کتاب میں

فرمایئے تو کونسی سرزد خطا ہوئی
کس واسطے پڑا ہوں عتاب و خطاب میں

سنتے بھڑکتے ہیں مرے سینہ میں رات دن
میں پھنس گیا ہوں دل کو لگا کر عذاب میں

جو آج داغ دل میں حرارت ہے عشق کی
ایسی نہ ہوگی حشر کے دن آفتاب میں

بجلی کا کوند نامری آنکھوں میں بھر گیا
چمکا جوان کا عارضِ تاباں نقاب میں

قربان میکدہ سے ہمیں اجتناب تھا
ڈوبا ہے کیسے آج یہ جبہ شراب میں

بے سبب میری زباں پر تری فریاد نہیں
مائل رحم ترا دل ستم ایجاد نہیں

کارنامہ ہیں زمانے کی زباں پر اُن کے
زندہ مجنوں نہیں وامق نہیں فرہاد نہیں

ہم ہیں اے عشق جفا کار رضا کے بندے
شاکیٔ جور نہیں شکوۂ بیداد نہیں

قمریاں سرو کی کھا کھا کے قسم کہتی ہیں
قدِ موزوں کی برابر ترے شمشاد نہیں

شکوہ کرتا ہوں جو میں وعدہ فراموشی کا
بن کے انجان یہ کہتے ہیں ہمیں یاد نہیں

پی لیا عشق نے رگ رگ میں لہو تھا جتنا
تیرے دیوانہ کو اب حاجتِ فصاد نہیں

دلِ مظلوم کرے سامنے کس سے فریاد
تیری بیداد کی دنیا میں کوئی داد نہیں

فرق اتنا ہی تو ہے مجھ میں عدو میں اے دوست
میں کبھی شاد نہیں وہ کبھی ناشاد نہیں

عندلیبانِ چمن خوش ہیں بہت اے قمریاں
آج کل باغ میں گل چیں نہیں صیاد نہیں

تیرے بیمار جو ہوں۔ فکرِ مداوا نہ کریں
مر بھی جائیں تو کبھی منتِ عیسیٰ نہ کریں

نام ہو جن کا مسیحا وہ مداوا نہ کریں
اپنے بیمار کو افسوس وہ اچھا نہ کریں

تیرے ارمان مچلتے ہیں بہت اب دل میں
رازِ الفت کو مرے یہ کہیں افشا نہ کریں

سن کے وہ حال مرا کہنے لگے قاصد سے
عشق کرنا ہے کریں مجھ کو تو رسوا نہ کریں

جان دینی ہے جنہیں تیری محبت سے عزیز
بھول کر بھی وہ ترے عشق کا چرچا نہ کریں

جب خدا نے ہے دیا حسنِ جمال و صورت
کس طرح اہلِ نظر تیری تمنا نہ کریں

مجھے رسوا ئی کبھی حسن کی منظور نہیں
میرے احباب مرے عشق کا چرچا نہ کریں

تو زباں دے کے بہر حال مکر جاتا ہے
کس طرح اپنی زباں سے ترا شکوہ نہ کریں

یہ تو واعظ ہی ہمیں یاد دلا دیتا ہے
ہم تو دنیا میں کبھی بھی غمِ عقبا نہ کریں

خوب ہی پھر رُخِ زیبا کی بہاریں لوٹیں
اپنے عاشق سے جو معشوق بپروا نہ کریں

کہتے ہیں غیر سے وہ دیکھ کے محجوب چین
عشق کے پردے میں کہدو کہ تماشا نہ کریں

ہر کہ دمے ہوخریدار یہ کہدو قرباں
حسن سی جنس کو اتنا تو وہ سستا نہ کریں

ہمیں ناشاد کرتے ہیں ہمیں برباد کرتے ہیں
تعجب ہے کہ وقتِ امتحاں پھر یاد کرتے ہیں

ہمیشہ دل کسی کا رنج سہکر شاد کرتے ہیں
کہ ہم بیداد پر شورِ مبارک باد کرتے ہیں

زمانے سے نرالا کچھ ستم صیاد کرتے ہیں
ہو جب قوتِ پرواز تب آزاد کرتے ہیں

نجانے کونسا انداز آیا ہے پسند اُن کو
فسانہ آج وہ الفت کا میری یاد کرتے ہیں

خزاں آئے تو پھر تیرا قفس آباد کرلیں گے
ابھی تو بضلِ گل کی سیر اے صیاد کرتے ہیں

ستم کی انتہا ہی حد ہے کوئی ظلم بے جا کی
پسِ مردن بھی وہ مٹی مری برباد کرتے ہیں

یہ مرنے والے دل کس قسم کا پہلو میں رکھتے ہیں
جہاں ویران کرتے ہیں عدم آباد کرتے ہیں

سمجھتے ہیں اسے عادت ہو جائے کہیں اسکی
نیا وہ جور کرتے ہیں نئی بیداد کرتے ہیں

جو ہے قربانِ احمد پر وہی قربان ہے تجھ پر
تجسس پر ترے اے عشق ہم بھی صاد کرتے ہیں

شکوہ کچھ مجھ کو ترا گردشِ ایام نہیں
عشق کے ہاتھ سے خود ٹھیک مرا کام نہیں

یوں تو میں تیرا گنہگار ہوں اور مجرم ہوں
بے وفائی کا تو مجھ پر کوئی الزام نہیں

ہے خطرناک بہت اُن کی جوانی کا مآل
جو کہ آغاز میں ہی واقفِ انجام نہیں

کیسے قاتل ہو کہ قبضے میں نہیں ہے کوئی چیز
تیرے پہلو میں نہیں ہاتھ میں صمصام نہیں

دل تو بھی آیا ہے تو آیا ہے آ الٰہی کس پر
آج تک جس کو کہ معلوم مرا نام نہیں

ہم بھی ساقی تری محفل سے چلے خیر تری
خیر قسمت میں ہماری جو کوئی جام نہیں

دلفروشی کا ملا ہم کو زمانے میں خطاب
دل کے دینے کے سوا۔ اور کوئی کام نہیں

جتنا جی چاہے ستائے نہ کروں گا شکوہ
عشق پختہ ہے مرا جانِ جہاں خام نہیں

درد قرباں مرا بڑھتا ہی چلا جاتا ہے

اور معلوم مرض کا مجھے انجام نہیں

کہیں اُجڑا گلستاں ہوں کہیں میں برق سماں ہوں
کہیں گلدستۂ آئین کہیں خارِ مُغیلاں ہوں

قیامت میں اگر مانگا۔ تو کیا دونگا شہادت میں
اسی مقصد سے میں محفوظ رکھتا دیں پیکاں ہوں

بتا اے کاتبِ تقدیر کیا دوں اب جواب اسکو
کہ میری روح کہتی ہے میں کیوں محبوسِ زنداں ہوں

مزا۔ آئے کہ تو دامن چھڑانا چاہے محشر میں
ترا مضبوط میں پکڑے ہوئے ہاتھونسے داماں ہوں

اگرچہ شیخ کی خاطر سے کی تھی توبہ اے ساقی
مگر میں آج اُسے کرتا سپردِ طاقِ نسیاں ہوں

رعایت تم ہو کر کرتے روا۔ رکھتا ہوں کب اسکو
عدو کیواسطے میں تیغ ہوں پر ہی ہوں پیکاں ہوں

بڑھے ہیں ناخنِ وحشت نہ لوں پھر کام کیوں اِنسے
ملاتا۔ تارِ دامن سے میں اب تارِ گریباں ہوں

کھلیں ہیں مر کے بھی آنکھیں نہیں مٹتی مری حسرت
تماشا گاہِ عالم دیکھ کر اب تک میں حیراں ہوں

وہ اے قربان کہتے ہیں بہت صدقہ ہوئی پہلے
نہیں ہے قدر کچھ انکو اگر میں لاکھ قرباں ہوں

کوئی کیوں ساتھ رکھے کارواں میں
کہاں قوت ہے جسمِ ناتواں میں

نشاں ملتا نہیں ہے جانے والو
نہیں ہمنے بہت ڈھونڈا جہاں میں

بتا تو دے ہمارے بعد صیاد
بسا ہے کون جا کر بوستاں میں

بس اب اے چارہ گر اللہ حافظ
کہ لکنت آچکی میری زباں میں

مرے ہوتے اُٹھاتے بارِ اُلفت
کہاں تھی تاب وطاقت آسماں میں

بہت ناراض ہے فصلِ بہاری
نہیں ہے قدرِ چشمِ باغباں میں

وہ لذت عیشِ ظاہر میں نہیں ہے
مزہ ہے جو مرے سوزِ نہاں میں

قفس سے آگیا طلبی کا پیغام
رہے قربان بجلی آشیاں میں

دو دل بنا دئے ہیں ظالم نے اک نظر میں
قوت تھی آہ کتنی ایک تیرِ فتنہ گر میں

بیمار کو دوا۔ دے بس یہ ہے کام اُس کا
ہوتی شفا نہیں ہے کچھ دستِ چارہ گر میں

دنیا سے ہم سبک سر سوئے عدم سدھارے
توشہ لیا نہ ہم نے کچھ ساتھ اس سفر میں

تاثیر کچھ نہ اُس نے اے چارہ گر دکھائی
تو نے ندی ڈبو کر ہمکو دوا۔ اثر میں

پھر دیکھتے کہ کتنے دیتے ہیں جان بھر پر
گر زندگی کو رکھتی قدرت کفِ بشر میں

آتی ہے یاد تیری رہ جاتا ہوں تڑپ کر
اک ٹیس سی ہے اُٹھتی میرے دل و جگر میں

آوارہ حسنِ جاناں کیوں تو یہاں وہاں ہے
دل میں تو میرے بس جا رہ جا مری نظر میں

خطرو نے اب جو ہر دم اب ہے ہمیں شکایت
رکھا ہی کیوں قدم تھا دنیائے پُر خطر میں

قربان مر گیا ہے تنگ آکے سوزِ دل سے
اب تو چراغ گھی کے دشمن جلائیں گھر میں

موت آجاتی ہے جنکو وہی جی جاتے ہیں
چھوڑ کر ہر غم دنیائے دُنی جاتے ہیں

آمد و رفت تھی اپنی تیری مرضی پہ فقط
آئے راضی سے نہ ہم اپنی خوشی جاتے ہیں

میں یہ کہتا ہوں ابھی رات ہے باقی ٹھہرو
وہ یہ کہتے ہیں نہیں ہم تو ابھی جاتے ہیں

ناخنِ غم مرا۔ فوراً اُلجھنیں دیتا ہے اُدھیڑ
بخیہ گر ٹانکے مرے دلکے جو سی جاتے ہیں

کچھ نہیں کہتے تجھے دیکھ کے ہم غیر کی ساتھ
خون کے گھونٹ مگر دلمیں تو پی جاتے ہیں

ہاتھ میں ہاتھ دئے کل جو مرے پھرتے تھے
آج منہ پھیرے ہوئے مجھسے وہی جاتے ہیں

وہ یہ کہتے ہیں غلط کہتے ہو قاتل مجکو
ٹھوکروں سے مری مُردے بھی تو جی جاتے ہیں

باغِ فردوس میں اب جا کے کھلائینگے اسے
بے کھلی ساتھ لئے دل کی کلی جاتے ہیں

ہم اگر جاتے ہیں قربان تو لطف آتا ہے
یوں تو اس بزم میں جانے کو سبھی جاتے ہیں

شام ہوتی ہے کہیں۔ صبح کا آغاز کہیں
چین سے بیٹھتے ہیں عاشقِ جانباز کہیں

مجھ سے اب آنکھ چراتا ہے دکھا کر چہرہ
مار ڈالے نہ یہ ظالم تیرا انداز کہیں

یہ بھی کہدینگے کہاں جائیں گے اُڑ کر صیاد
پہلے حاصل ہو ہمیں قوتِ پرواز کہیں

آکے تو سی دے ذرا سوزنِ اُلفت سے اسے
منہ سے ہو جائے نہ ظاہر یہ ترا راز کہیں

گو زمانے میں بہت ہم نے حسیں دیکھے ہیں
تیرے انداز سے دیکھے نہیں انداز کہیں

سُن کے وہ آرزوئے وصل جو گھبرائے ہیں
اب خیال اُن کا کہیں ہے نگہِ ناز کہیں

کہیں اک حال پہ رہتا ہے زمانہ۔ توبہ
رنگِ عالم ہے یہی سوز کہیں ساز کہیں

اُن کے درماں سے مسیحا بھی ہوا ہے عاجز
اچھے ہوتے ہیں ترے عاشقِ جانباز کہیں

کیوں رکھا آپنے اُس راہ میں قربان قدم
جس کا انجام کہیں اور نہ آغاز کہیں

نظر سے دیکھ لے کس کس طرح بسمل تڑپتے ہیں
ترے کوچہ میں کچھ اور کچھ سرِ محفل تڑپتے ہیں

تڑپنا صحنِ مقتل میں نہ دیکھا جائیگا تجھ سے
کلیجہ تھام لے اپنا کہ ہم قاتل تڑپتے ہیں

اثر مجنوں تڑپنے کا ترے خالی نہیں جاتا
کہ تیرے ساتھ پردے بھی سرِ محمل تڑپتے ہیں

نگاہِ غور سے دیکھ انکو اے غارت گرِ محفل
یہ پروانے نہیں عاشق سرِ محفل تڑپتے ہیں

نہ جانے کس یم خوبی سے دل ہم نے لگایا ہے
کہ ہم بے آب ماہی سے لبِ ساحل تڑپتے ہیں

نتیجہ کچھ نہیں ملتا۔ اثر تجھ پر نہیں ہوتا
بہت نادان ہیں عاشق جو لاحاصل تڑپتے ہیں

ادائیں تیری اے ظالم زمانے بھر کی ہیں قاتل
جگر لاکھوں تڑپتے ہیں ہزاروں دل تڑپتے ہیں

چلاتا ہے چھری اپنی جو تو رُک رُک کے گردن پر
مزہ لیلے کے اے قاتل ترے بسمل تڑپتے ہیں

عدو کو دیکھ کر قربان کر لو ضبط تم دل میں
کہ بیگانوں کے آگے بھی کہیں عاقل تڑپتے ہیں

کر گئے خالی چمن کو۔ ہائے مرغانِ چمن
کر دیا برہم خزاں نے ساز و سامانِ چمن

سامنے آنکھوں کے تیری لٹ گئی شانِ چمن
باغباں کیسا بنا تھا تو نگہبانِ چمن

گل کھلے ہیں یا کہ انگارے دہکتے ہیں یہاں
بلبلو اچھا ہوا۔ اب کے چراغانِ چمن

خیریت کیا پوچھتا ہے پوچھ میری آرزو
زیست سے بڑھکر ہے اے صیاد ارمانِ چمن

سیر کو آئے تھے لیکن داغ دل پر لیچلے
ایک بھی دیکھا نہیں ہم نے غزلخوانِ چمن

اب کہاں نغمے ہیں ماتم کی صدائیں جا بجا
میرے غم میں رو رہے ہیں ہم صفیرانِ چمن

اے خزاں پھولوں بھرا۔ سارا گلستاں لٹ گیا
دور میں تیرے کہاں باقی رہی شانِ چمن

بادِ صرصر کے اُڑا کر لے گئے جھونکے انھیں
بن گئے مرغِ ہوا جتنے تھے مرغانِ چمن

حسن کے گلزار میں کیسے کھلے قربان پھول
میری آنکھیں ہو رہی ہیں آج قربانِ چمن

کبھی وہ سیر کی خاطر جو بن ٹھن کے نکلتے ہیں
تو ہم بھی دیکھنے کو اُٹھتے جوبن کے نکلتے ہیں

لحد کا ذرہ ذرہ دیدۂ پُر شوق بنتا ہے
اگر وہ سامنے سے میرے مدفن کے نکلتے ہیں

فلک پر خندہ زن ہوتی ہے بجلی دیکھ کر اُن کو
جو لینے کیلئے تنکے نشیمن سے نکلتے ہیں

ہماری حسرتیں بھی ایک دن یونہی نکل جائیں
یہ ارماں تیرے ہاتھوں جیسے دشمن کے نکلتے ہیں

ہدف بنکر مرا دل خیر مقدم اُن کا کرتا ہے
نشانے کیلئے جو تیر۔ چتون کے نکلتے ہیں

کریگی کام کس کس جا۔ رفوگر۔ یہ تری سوزن
گریباں کی طرح اب تار دامن کے نکلتے ہیں

ہمارے دیدۂ گریاں جھڑی ایسی لگاتے ہیں
برستے جس طرح بادل یہ ساون کے نکلتے ہیں

سنبھالو اپنے جوبن کو ہوس ہی تاک میں اسکی
خرابی کیلئے اب ہاتھ رہزن کے نکلتے ہیں

نظر اُنکے سوا۔ اپنی نہیں پڑتی کسی پر بھی
ہزاروں گو حسیں قربان بن بنکے نکلتے ہیں

دیکھا ہے جب سے ہمنے کہ اک سیمبر کہیں
اُس دن سے دل کہیں ہے ہمارا نظر کہیں

ملتے نہیں رفیق جو ہم سے بچھڑ گئے
ڈھونڈا کئے ہیں ہم اُنھیں جا جا کے ہر کہیں

خط سے زیادہ اپنے مجھے اُسکا ہے خیال
گم ہو گیا ہے راہ سے پیغام بر کہیں

گردش رہی ہمارے نصیبوں کے ساتھ ساتھ
بیٹھے نہ ہائے چین سے ہم عمر بھر کہیں

پھر دیکھو صبح عید ہے اور شب برات
ہو جائے جو دُعا کا ہماری اثر کہیں

کچھ ہو مہیں خبر تو بتا دو تمہیں ہیں
پہلو سے گر گیا ہے دل بے خبر کہیں

آئی جب اُن کی یاد تو آنسو نکل پڑے
تو آبرو۔ ڈبوئے نہ اے چشم تر کہیں

کب ہم ہوائے دہر میں رہتے تھے ایک جا
کرتے بسر ہیں شام کہیں۔ اور سحر کہیں

قربان اُس کو دیکھ کے حیران ہم ہوئے
دیکھا نہیں تھا آنکھوں نے ایسا بشر کہیں

یہ رکھتے ہیں جو آہیں بھی تو بے تاثیر رکھتے ہیں
ترے عاشق بہت بگڑی ہوئی تقدیر رکھتے ہیں

ترازو جیسے وہ فتراک میں نخچیر رکھتے ہیں
کلیجے میں یونہی نخچیر اپنے تیر رکھتے ہیں

یہاں صنوبر کوئی اور جلوہ ہو نہیں سکتا
مرے دل میں ہمیشہ اپنی وہ تنویر رکھتے ہیں

اُمیدیں اُنسے دلجوئی کی رہتی ہیں سدا اُن کو
ستم ہے عاشقوں کو اپنے وہ دلگیر رکھتے ہیں

نہیں ممکن جدا ہو ایک لمحہ کو تری صورت
لگائے اپنی آنکھوں سے تری تصویر رکھتے ہیں

نہ آجائے تکبر عاشقوں کو وہ سمجھتے ہیں
دکھانے کے لئے دُنیا کو بے توقیر رکھتے ہیں

ہمیں معلوم ہے اُن کی نگاہیں کام کرتی ہیں
نہ کوئی تیر۔ رکھتے ہیں نہ وہ شمشیر رکھتے ہیں

ہمیں یہ دیکھنا ہے کس طرح اُن کو بھا لینگے
مریضوں کے لئے کیا چارہ گر تدبیر رکھتے ہیں

اکیلا ہو نہیں اے قربان اُنکے جاں نثار و نہیں
گلے پر میرے کیوں خنجر وہ بے تقصیر رکھتے ہیں

کیا کہا تو نے خدا ملتا نہیں
خود ہی اس سے دل ترا ملتا نہیں

دل فریب و دل نواز و دل فروز
تجھ سا کوئی دوسرا ملتا نہیں

ڈھونڈنے میں ہے فقط تیرا قصور
ورنہ کیا حاجت روا ملتا نہیں

آرزو کی دیر سا مانی نہ پوچھ
مدعی کو مدعا ملتا نہیں

دل دہی میں تو نہ کی میں نے کمی
کیا کروں دل ہی ترا ملتا نہیں

ہے نتیجہ یوں تو ہر ایک کام کا
تیری اُلفت کا صلا ملتا نہیں

آپ ہوں جس کا علاج آخری
درد ایسا لا دوا ملتا نہیں

جانے اُسکے دل میں ہیں کیا کیا گماں
مجھ سے وہ نازک ادا ملتا نہیں

رہتا ہے قربان کیا جانے کہاں
ہم کو وہ مردِ خدا ملتا نہیں

جُھکا کے تیری گردن اپنی صورت دیکھ لیتے ہیں
تجھے ہم دل میں اپنے بے مروت دیکھ لیتے ہیں

ہزاروں فتنے دبتے ہیں ہزاروں فتنے اُٹھتے ہیں
تری جو چال میں رنگِ قیامت دیکھ لیتے ہیں

جُھکا لیتے ہیں جب سر کو بصیرت جاگ اُٹھتی ہے
مجازی آنکھ سے رُوئے حقیقت دیکھ لیتے ہیں

جنوں تشخیص کرتے ہیں بجائے دردِ الفت کے
ہماری آکے چارہ گر جو اُلفت دیکھ لیتے ہیں

کوئی جو چال چلتا ہے سمجھ لیتے ہیں ہم فوراً
فقط اک بات میں رنگِ طبیعت دیکھ لیتے ہیں

وہ وعدہ وصل کا کرتے ہیں لیکن پہلے عاشق کی
مروت دیکھ لیتے ہیں محبت دیکھ لیتے ہیں

پسِ مُردن شکایت کیوں عزیزوں کی تو کرتا ہے
یہ تھوڑا ہے کہ تیری آکے تربت دیکھ لیتے ہیں

عیادت کو نہیں آتے علالت میں وہ عاشق کی
فقط آکر جنازے پر ہی صورت دیکھ لیتے ہیں

خدا کا مظہرِ اتم سمجھتے ہیں بتوں کو ہم
نظر آتا نہیں وہ اسکی قدرت دیکھ لیتے ہیں

قفس سے جب اسیرانِ قفس آزاد ہوتے ہیں
تو مصروفِ طوافِ خانۂ صیاد ہوتے ہیں

عجب دنیا کی حالت ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے
کہیں آباد ہوتے ہیں کہیں برباد ہوتے ہیں

تمہاری دیکھکر صورت وہ سب ہم بھول جاتے ہیں
گلے شکوے تمہارے جتنے ہم کو یاد ہوتے ہیں

یہاں ہر آج رونق تو وہاں ہوتی ہر کل زینت
اگر گلشن اُجڑتا ہے تو بن آباد ہوتے ہیں

عدم کی رونقیں بڑھتی ہیں کیا کیا مرنے والوں سے
جنھیں برباد کرتے ہو وہ ہی آباد ہوتے ہیں

مجھے خوکردہ اک غم کا کبھی ہونے نہیں دیتے
وہاں تو روز ہی تازہ ستم ایجاد ہوتے ہیں

وہی کچھ سیکھتا ہے جس کو مل جاتا ہے اک رہبر
وہی گمراہ ہوتے ہیں جو بے اُستاد ہوتے ہیں

جو آتے ہیں تمہاری بزم میں نظارہ کرنے کو
دبائے اپنے پہلو میں دلِ ناشاد ہوتے ہیں

قضا ہوتی ہے جن پر مہرباں کنجِ مصیبت میں
غمِ دُنیا سے وہ قربانؔ سب آزاد ہوتے ہیں

رہ گئی ہو کے فنا میری تمنا دل میں
تو تو کیا تیرا تصور بھی نہ ٹھہرا دل میں

بیٹھا بیٹھا سا عجب درد ہے رہتا دل میں
جب سے اک تیر لگا تیری ادا کا دل میں

اُن کو ارمان کی حسرت کی رُسائی ہے پسند
دیکھتے روز ہیں وہ آ کے تماشا دل میں

بد دُعا غیر کو بھی تیرے سبب دیتے ہیں
تیری مرضی کا نہیں پاس ہے کتنا دل میں

تو نے عشاق سے وعدہ جو قیامت کا کیا
لے گئے دید کی آخر وہ تمنا دل میں

وصل سے اُس کے جو یُوسف نے کیا ہوگا گریز
کیسی شرمندہ ہوئی ہوگی زلیخا دل میں

آ گیا تیرا تصور جو شبِ غم اے دوست
کھنچ گیا عالمِ تصویر کا نقشہ دل میں

طُور پر حضرتِ موسیٰ تھی نہیں جس کی تلاش
دیکھتا ہوں میں ہمیشہ وہی جلوہ دل میں

یاد پھر اُن کی ستانے مجھے آئی شاید
آج قربانؔ جو اک درد سا اُٹھا دل میں

مٹیں گی اُن کی دُنیا سے قیامت خیزیاں کب تک
کسی کے حال پہ آخر وہ ہونگے مہرباں کس دن

تمہیں بیتاب کر دیگی مری بے تابیاں کس دن
تمہیں مجبور کر دیں گی مری آہ و فغاں کس دن

عدُو کی جان پر ٹوٹے گا آخر آسماں کس دن
اُٹھائیگا وہ میری طرح اسکی سختیاں کس دن

نشاطِ زندگی لوٹیگی جانِ ناتواں کس دن
مرے پہلو میں ہونگے آپ آکر مہماں کس دن

ہزاروں چاہنے والے اُٹھے جاتے ہیں دُنیا سے
اُٹھیگا اُن کے در والے سے آخر پاسباں کس دن

جلایا دل کو میرے یار کی برقِ تبسم نے
جلائیں گی عدُو کی جان کو یہ بجلیاں کس دن

الٰہی قید سے صیاد کے چھوٹیں گے کب آخر
میسّر ہوگا ہم کو دیکھنا پھر آشیاں کس دن

مرے نالوں سے جب صیاد کی ہی آگ لگتی ہے
جلیں گی میری آہوں سے قفس کی تیلیاں کس دن

یہ اب الزام کیوں ہے رازِ اُلفت فاش ہونیکا
بنایا آپ نے تھا مجکو اپنا رازداں کس دن

اگر یہ داورِ محشر کے آگے بھی نہیں کھلتی
تو آخر کام آئیگی ہمارے پھر زباں کس دن

بھلائی کی تری قربان جب دُنیا نہیں قائل
پھر آخر کام آئیں گی یہ تیری نیکیاں کس دن

شیخ اُس نے تجھکو مسجد دی تو بُت خانہ ہمیں
تجھ کو کعبہ دے دیا اور کوئے جانانہ ہمیں

میکدہ میں تو نہیں ساقی بُلاتا اس لئے
ہچکیاں لے کر ہے کرتا یاد پیمانہ ہمیں

ہاں محبت ہے محبت اور وہ بھی آپ سے
چاہے سودائی کہیں یا آپ دیوانہ ہمیں

بس سمجھ لو باغ جنت میں تباہی آگئی
یاد جس دن آگیا دُنیا کا افسانہ ہمیں

دل نہیں لگتا کہیں وحشت میں اسکا کیا علاج
اب نہ بستی راس آتی ہے نہ ویرانہ ہمیں

روز اُن کی بزم میں اسواسطے جاتے ہیں ہم
تاکہ جلنے کا سبق دے آکے پروانہ ہمیں

شاید اس ترکیب سے بہلائے کچھ دل کا پتہ
ہم سنواریں آج گیسو دیجئے شانہ ہمیں

ہم وہ میکش ہیں کہ پھر بھی تشنگی باقی رہے
تو اگر ساقی پلا دے سارا میخانہ ہمیں

وہ اُڑاتا ہے جو اے قربان ہمارا مضحکہ
کیا سمجھ رکھا ہے اُس نے کوئی دیوانہ ہمیں

یاد آتی ہے جو صیاد کی بیداد ہمیں
خوں رُلاتی ہے بہت فطرت آزاد ہمیں

جب خزاں آئیگی آجائینگے پھر سوئے قفس
چھوڑ دے فصل بہاری میں تو صیاد ہمیں

اور تو یاد نہیں ہم کو عدم کی باتیں
ہے وطن کوئی ہمارا بھی یہ ہے یاد ہمیں

شکوہ کرتے ہیں تو اظہار محبت کی طرح
یعنی آتا ہی نہیں شکوۂ بیداد ہمیں

دیکھ لیں ہم رُخ رنگیں کی بہار آخر
قبل سے پہلے اگر اذن دے جلاد ہمیں

اب تو اُن کی ہمیں تصویر بنا لینے ہیں
اے تصور نہیں اب حاجت بہزاد ہمیں

پھل نہ محنت کا ملا۔ تو گیا حسرت لے کر
رنج آتا ہے ترے حال پہ شداد ہمیں

شوق سے نذر کریں ہم اُنھیں جان شیریں
کاش مل جائے کہیں تیشہ فرہاد ہمیں

وہ تو کیا یاد بھلا ہم کو کریں گے قربان
موت نے بھی نہ کیا ہائے کبھی یاد ہمیں

تیری اُلفت کا نتیجہ کچھ نہیں
کچھ نہیں اے جان لیوا کچھ نہیں

چارہ گر بیمار غم کا تیرے پاس
ہم سمجھتے ہیں دوا کچھ نہیں

چار دن کے سب یہ جھوٹے کھیل ہیں
عیش دُنیا رنج دُنیا کچھ نہیں

اپنے مجنوں کا نہیں رکھتی خیال
بوئے الفت تجھ میں لیلیٰ کچھ نہیں

خواب کے آگے مرے سب ہیچ ہیں
سن لیا خواب زلیخا کچھ نہیں

دینے کو تیار ہر دم ہے خدا
تجھ میں جذبہ ہی طلب کا کچھ نہیں

آپ سے ہیں مجھکو شکوے سیکڑوں
آپ کہتے ہیں تو اچھا کچھ نہیں

ہے فقط یہ اک طلسم دلفریب
یہ جہاں اس سے زیادہ کچھ نہیں

ان بتوں کی کر کے اے قربان چاہ
کھویا ہے کھویا ہے پایا کچھ نہیں

ہو نہ حسرت جس میں بیشک وہ نظر اچھی نہیں
جو نہ روئے عشق میں وہ چشم تر اچھی نہیں

غیرت الفت کو جوش آجائے ایسا بھی نہ ہو
ہر گھڑی کی چھیڑ تیری فتنہ گر اچھی نہیں

خواب میں ہیں وہ۔ مگر تو کھیلتی ہے زلف سے
تیری یہ بے باکیاں باد سحر اچھی نہیں

دلمیں آکے رک گیا پہنچا جگر تک بھی نہیں
دیکھ لی تیزی تری تیر نظر اچھی نہیں

بالکل ایسا ہی ہے پیری میں ہمارا رنگ سوز
شمع کی صورت جس طرح وقت سحر اچھی نہیں

تیرے خوش کرنیکو کہدوں میری حالت ٹھیک ہے
ورنہ ویسے تو طبیعت چارہ گر اچھی نہیں

جو بھی لاتا ہے وہی لاتا ہے غم کی داستان
کان میں پڑتی کوئی اپنے خبر اچھی نہیں

بات تو جب ہے فلک بھی ٹوٹ کر نیچے گرے
جائے گردوں پر جو آہ بے اثر اچھی نہیں

کوچۂ قاتل میں جاکر اپنے ڈیرے ڈالدے
تیری صحت آجکل قربان اگر اچھی نہیں

ہم اپنے ہاتھ سے وا عقدۂ تقدیر کرتے ہیں
خدا سے التجائے بخشش تقصیر کرتے ہیں

عدو کا قتل ان کو جب کبھی منظور ہوتا ہے
گلے پر پہلے میرے تیز وہ شمشیر کرتے ہیں

خبر لیتے نہیں بیمار غم کی چارہ گر پہلے
یہ جب مرنے کو ہوتا ہے تو کچھ تدبیر کرتے ہیں

سمجھتے ہیں نہ پہنچے انکو کچھ تکلیف کچھ صدمہ
شب غم ہم تو خود ہی آہ بے تاثیر کرتے ہیں

تصور بے ثباتی کا اسے ڈھاتا ہے فوراً ہی
عمارت جب خیالی ہم کوئی تعمیر کرتے ہیں

جنہیں حیرت کدے میں عشق کے رہنا نہیں آتا
تصور کو وہ کیوں دیوانۂ تصویر کرتے ہیں

دل موسیٰ سے کہتی تھی تجلی برق سینا کی
جلاتے ہم نہیں تجھ کو مگر تسخیر کرتے ہیں

اجتا سے کوئی کہدے وہ مرنے میں نہ آئینگے
ہمارے دفن کرنے میں عبث تاخیر کرتے ہیں

وہ جھوٹے ہو نہیں سکتے تو بھولا بھی نہیں سکتے
دبیرانِ عمل قربان جو تحریر کرتے ہیں

آیا نہ مسیحا ہم بیمار رہے برسوں
پینے کو دوا۔ اسکی تیار رہے برسوں

گو آنیکا وعدہ تھا۔ لیکن وہ نہیں آئے
امید میں ہم اُن کی بیدار رہے برسوں

وعدہ نہ کیا پورا۔ ایکدن بھی کبھی آکر
ہوتے ہی ترے مجھسے اقرار رہے برسوں

دشمن کا کبھی اس سے تم نے نہ گلا کاٹا
ہاتھوں میں لئے اپنے تلوار رہے برسوں

اُلفت میں کبھی تیری عزت نہ ملی ہم کو
بدنام رہے برسوں ہم خوار رہے برسوں

کچھ بھی نہ صلا ہم کو افسوس دیا تم نے
خدمتیں تمہاری ہم سرکار رہے برسوں

گو روح سدا اُنکی پیاسی ہی رہی پھر بھی
بھٹی پہ تری ساقی میخوار رہے برسوں

فرقت میں اجل نے دی آکر نہ کبھی تسکیں
مرنیکے لئے گرچہ تیار رہے برسوں

ہے شکر خدا آئے وہ نزع میں ملنے کو
قربان کی جو صورت سے بیزار رہے برسوں

دردِ دل کی بھی ہمارے کچھ خبر اُن کو نہیں
ہے قتل سارے زمانے کو مگر اُن کو نہیں

کور باطن جو ہیں کیا دیکھیں گے وہ جلوہ ترا
تو نظر کے پاس ہے حاصل نظر اُن کو نہیں

کس طرح وہ آئیں قبضہ میں کسی کے اے ندیم
قدرِ دل اُن کو نہیں قدرِ جگر اُن کو نہیں

اپنے جانے کی پڑی ہے اور ہے فکرِ عدو
فکر مرنے کی مرے وقتِ سحر اُن کو نہیں

عیش سے اور دوستی جو دنیا میں جلتے ہی رہے
چین سے دیکھا کسی نے عمر بھر اُن کو نہیں

سُن لیا ہے تیرہ کاروں نے کہ تو رحمٰن ہے
معصیت سے کوئی لب دنیا میں قرآن کو نہیں

کیا مریضانِ محبت کی نہیں آتی دوا
دیکھنے آتا کبھی تو چارہ گر اُن کو نہیں

جو ہنر کو بے ہنر دنیا میں کہتے عیب ہیں
آج اے قربان حاصل کچھ ہنر اُن کو نہیں

رہا وہ عمر بھر محبوس ہو کر غم کے زنداں میں
پھینا جب کوئی دل آکر تری زلفِ پریشاں میں

اُنہیں ہمان کر لیتے ہیں کچھ کانٹے بیاباں میں
اُونجھکر پاؤں بچاتا ہے جو خارِ مغیلاں میں

ہمارے شورِ الفت سے تو لیلے قرض اے قاتل
اگر باقی نہیں ہے کچھ نمک تیرے نمکداں میں

عدو کو ہے اگر اب بھی گھمنڈ اپنی شجاعت پر
تو دو دو ہاتھ ہو جائیں ہیں محشر کے میداں میں

سیہ بختی کو تنہا چھوڑ دینا کیا ضرورت ہے
اسے بھی ساتھ لے لو اے مرے داماں ہجراں میں

ارے نادان وہ تو دل کے اندر تیرے رہتی ہے
تو مجنوں ڈھونڈتا پھرتا ہے لیلیٰ کو بیاباں میں

رفوگر بھی ہوا حیران۔ کرتا پاس کس کس کا
رہا جھگڑا ہمیشہ جیب و داماں اور گریباں میں

میں اپنی سانس میں بھی اک تپش محسوس کرتا ہوں
کسی نے بھر دیئے ہیں اس قدر شعلے رگِ جاں میں

بتوں سے تیری یاد اللہ ہر دم بڑھتی جاتی ہے
نہ آجائے کہیں قربانؔ کوئی نقص ایماں میں

کچھ نہ آیا مزہ محبت میں
عمر کھوئی تمام غفلت میں

مجھ سے ملنے کو وہ چلے آئے
جب کبھی آگیا طبیعت میں

ایک دن بھی نہ آنکھ اپنی کھلی
کٹ گئی عمر خوابِ غفلت میں

آبرو رہ گئی گناہوں کی
مل گیا امن ابرِ رحمت میں

تیرے وحشی کو کیا چمن بھائے
دل بہلتا ہے دشت و وحشت میں

واں بھی تیرا ہمیں خیال رہا
چین پایا نہ ہم نے تربت میں

من و عن پیش وہ مرے آیا
جو کہ لکھا تھا میری قسمت میں

نزع کا وقت ہے خدا حافظ
پھر ملیں گے کبھی قیامت میں

ہنس نہ صورت پہ غیر کی قربانؔ
دخل کیا ہے خدا کی قدرت میں

وہ پتھر دل پہ ہمارے لگا کے بیٹھے ہیں
عدو کے کہنے سے سبل بنا کے بیٹھے ہیں

وہ اپنی بزم میں فتنے اٹھا کے بیٹھے ہیں
رُلا کے اٹھے ہیں مجھ کو ہنسا کے بیٹھے ہیں

ہمارے ضبط کا حال اپنی انجمن میں نہ پوچھ
کہ جب بھی بیٹھے ہیں دل کو دبا کے بیٹھے ہیں

وہ برقِ حسن گرائیں گے میری خرمن پر
جو آج پردے کو رُخ سے اٹھا کے بیٹھے ہیں

رُکا ہے کام جو اغیار کا مرے باعث
تو انتظار میں میری قضا کے بیٹھے ہیں

ہیں جام مے کے مقدر پہ کیوں نہ رشک کروں
کہ آج پہلو میں اک پارسا کے بیٹھے ہیں

وہ مجھ سے کہتے ہیں اب حشر اٹھ نہیں سکتا
ہم اپنی چال کے فتنے دبا کے بیٹھے ہیں

اٹھا نہ در سے تو اپنے کہ ناتواں ہیں ہم
پناہ لینے یہاں تھک تھکا کے بیٹھے ہیں

یہ کہنا اس سے تو قربانؔ گر مسیح ملے

مریض سیکڑوں طالب شفا کے بیٹھے ہیں

رہونگا حشر کے دن بھی حسینوں کے مقدر میں
کہ ہے سب سے یہی وعدہ ملینگے تجھ سے محشر میں

کوئی رُویا کرے یا التجا اُن سے کرے ہمدم
اثر ہوتا نہیں ہرگز مگر قلبِ ستمگر میں

خزانے حکم سے مُرغِ ہوا ہونگے یہ سب جاکر
پٹ کے چلدے مُرغِ چمن دامانِ عرعر میں

عدم سے آئے دُنیا میں عدم کو ہم چلے واپس
ہمارا پاؤں الفقہ رہا ہر وقت چکر میں

سُنے جو داستاں دل کی وہی بیتاب ہو جائے
الٰہی ورد دے تو اس طرح کا قلبِ مُضطر میں

یہ کچھ تو مشق کا ہے نقص اور کچھ سخت جانی کا
روانی جو نہیں باقی رہی ہے تیرے خنجر میں

ہماری ناتوانی تکیہ پہلو سمجھتی ہے
کبھی سلوٹ جو رہجاتی ہے کوئی اپنے بستر میں

جو افسانہ سُنا کرتے تھے اب اُسپر یقیں آیا
تماشا نوح کے طوفاں کا دیکھا دیدۂ تر میں

یہ دُشواری رہِ الفت کی اے قربانؔ معاذاللہ
سُنا ہے ہم نے جھٹکا آگیا ہے پائے رہبر میں

سزائیں دل کو میرے آپ بے تقصیر دیتے ہیں
سزا کوئی نہیں ہوتی مگر تعذیر دیتے ہیں

ہیں جو وعدہ کروں اُلٹا سمجھنا چاہیے اُسکو
وہ اپنے قول کی خود ہی بتا تفسیر دیتے ہیں

ندامت پہلے گو ہوگی مگر انجام اچھا ہے
زلیخا خواب کی یہ ہم ترے تعبیر دیتے ہیں

ہماری بد دعا سے بھی بگڑتا کچھ نہیں تیرا
ہمیشہ کوسنے ہم تجھ کو چرخِ پیر دیتے ہیں

نہ کر غصہ تجھے اب شوق کے نامے نہ لکھیں گے
زباں سے گر نہیں تسکیں تو لے تحریر دیتے ہیں

تصوّر بھی نہ تھا ان شوخیوں کا خواب میں مجھ کو
وہ اپنی کہہ کے مجھکو غیر کی تصویر دیتے ہیں

دکھا کر آئینہ اُس کو ملا کر آئینہ اُس سے
ملا تصویر سے ہم اُس کی اک تصویر دیتے ہیں

ستمگر تیرے ہاتھوں میں وہ آکر پھول بنتی ہے
دمِ کشتن چھری کی داد سب تجویز دیتے ہیں

تمہیں قربانؔ دیکھا ہے فقط ثابت قدم ہم نے
بالآخر ڈال کاندھا عشق کے رہگیر دیتے ہیں

کامل بنا دیا ہے مستوں کو اک نظر میں
کیا میکدے بھرے تھے اُس چشمِ فتنہ گر میں

عبرت ہو اس سے حاصل کہتے ہیں وہ عدو سے
لاشے کو دفن کرنا تو اُس کے رہ گذر میں

میری تباہ حالی تڑپا رہی تھی اسکو
لیکن نہ کوئی آنسو تھا چشمِ نوحہ گر میں

تکلیف اے عزیزو دینگے نہ ہم تمہیں کچھ
گھبرا ؤ تم نہ دل میں مرجائیں گے سفر میں

ہم نے جہاں بھی دیکھا موجود تجھکو پایا
ظاہر ہے حسن تیرا ہر برگ ہر شجر میں

کوچہ سے اُن کے واپس آیا نہ خط ہی لایا
اب میں پڑا ہوا ہوں نقشِ نامہ بر میں

فرہاد کی طرح کیوں تیشے سے سر کو پھوڑوں
دیوانہ ہوں میں لیکن سودا نہیں ہے سر میں

بیمار دیکھتا ہے حسرت سے اُس کو ناحق
رکھی ہوئی شفا ہے کیا دستِ چارہ گر میں

ہم زندگی کا حاصل سمجھیں گے اُسکو اپنی
مل جاؤ ہم سے آکر اکبار عمر بھر میں

کہتے ہیں جسکو دنیا سمجھی حقیقت اُس کی
تھی خواب ایک وہ بھی قربان کی نظر میں

اُن کی ناراضی قضا سے کم نہیں
خشمگیں نظریں بلا سے کم نہیں

چھوڑ دے اے چارہ گر میرا علاج
درد۔ دُرّہ بھر دوا سے کم نہیں

دیکھئے تو مل کے دستِ نازمیں
خون میرا کچھ حنا سے کم نہیں

کیا پڑے پتھر ہیں اُن کی عقل پر
کہتے ہیں بت ہم خدا سے کم نہیں

آرہے ہیں وہ عیادت کے لئے
اُن کا آنا بھی دوا سے کم نہیں

ہے اندھیرا شامِ غم چھایا ہوا
آہ بھی کالی گھٹا سے کم نہیں

مٹ گئے پھر بھی ہمارا فخر دیکھ
اب بھی تیری خاکِ پا سے کم نہیں

اس کی بھی قربان ہے رسّی دراز
شامِ غم زلفِ رسا سے کم نہیں

مرے آنسو بھلا کب آنکھ سے باہر نکلتے ہیں
نکلتے ہیں تو کچھ مجبور ہی ہو کر نکلتے ہیں

اُنھیں جب دیکھ کر آنسو کبھی باہر نکلتے ہیں
وہ کہتے ہیں تری آنکھوں سے کیا گوہر نکلتے ہیں

بھنور میں سیکڑوں ہیں مبتلا بحرِ محبت کے
جو اسمیں ڈوبتے ہیں وہ کہیں باہر نکلتے ہیں

قفس میں رنگ پھر لانے کو ہے نشو و نما اُنکی
اسیروں کے پھر اے صیاد بال و پر نکلتے ہیں

میں جانوں کچھ اثر ہونے لگا میری محبت کا
کہ وہ رکھے ہوئے ہاتھ نکواب دلپر نکلتے ہیں

وطن کی چھوڑنے کی کیا نہیں معلوم تکلیفیں
صدف سے کس لئے باہر دُرو گوہر نکلتے ہیں

وہ کہتے ہیں لگا کر ایک ٹھوکر میری تربت پر
کہ یوں محشر میں مُردے قبر سے باہر نکلتے ہیں

جلاتے ہیں جو اوروں کو اُنہیں راحت نہیں ملتی
چراغِ بزم وقتِ صبح گل ہو کر نکلتے ہیں

فرشتوں سے کہو کچھ انتظامِ حشر کر رکھیں
کہ ہم فریاد کرنے کو سرِ محشر نکلتے ہیں

قیامت میں کہاں ہے آج تیری شانِ ستاری
گناہوں کے ہمارے سامنے دفتر نکلتے ہیں

وہ ہرگز بھی نہیں ڈرتے کسی سے راہِ اُلفت میں
کہ عاشق لے کے سر اپنا ہتیلی پر نکلتے ہیں

بیاباں کا جو وحشت جائزہ لیتی ہے غربت میں
ہر اک ذرّے میں میرے پاؤں کے چکر نکلتے ہیں

نتیجہ شادمانی کا ہوا کرتا ہے غم اکثر
جو خوش آتے ہیں محفل میں وہی مضطر نکلتے ہیں

تمنائے شہادت کیا مری بر آئے گی ہمدم
وہ لیکر آج گھر سے ہاتھ میں خنجر نکلتے ہیں

بُتانِ سنگدل قربانؔ پتھر کے کھلونے ہیں
سمجھتا موم ہوں جنکو وہی پتھر نکلتے ہیں

حاصلِ فرقت بجز دردِ نہاں کچھ بھی نہیں
اب لبِ خاموش پر آہ و فغاں کچھ بھی نہیں

فصلِ گل کا کیف یارِ بخ خزاں کچھ بھی نہیں
تجھکو تو رنج و خوشی اے باغباں کچھ بھی نہیں

یہ بھی مٹجاتا ہے آخر ایک دن مثلِ بہار
ہم نے دیکھا غور سے دورِ خزاں کچھ بھی نہیں

اُنکے عارض سے زیادہ اُنمیں کب ہے رنگ و رُپ
دیکھے دیکھے پھول تیرے باغباں کچھ بھی نہیں

اسمیں لاکھوں داغ ہیں جنکو نہیں خود دیدۂ خواں
گلشنِ دل کے مقابل بوستاں کچھ بھی نہیں

مسکراتے ہو مگر چہرہ ہے مجبورِ حجاب
اس حیا کے سامنے یہ شوخیاں کچھ بھی نہیں

ہم ازل میں جس کے متوالے تھے اُسکے سامنے
یہ شرابِ ناب اے پیرِ مُغاں کچھ بھی نہیں

جیسی جیسی ہم کو تکلیفیں کسی ظالم نے دیں
اُن کے آگے چرخِ تیری سختیاں کچھ بھی نہیں

کچھ نہیں سطحِ زمیں ہے خاکِ دل کی منجمد
صرف دودِ آہ ہے اور آسماں کچھ بھی نہیں

داد کیا نادک کو دوں تحسین کہتا ہوں تمہیں
ہاتھ ہوں کمزور تو زورِ کماں کچھ بھی نہیں

ہو گیا واپس سکندر بے پیئے آبِ حیات
ہائے دیکھا لطفِ عمرِ جاوداں کچھ بھی نہیں

گھل گئے ہم خاک میں ملتے ہی سوزِ ہجر سے
دیکھ لو آکر سوائے استخواں کچھ بھی نہیں

عیب اے قربانؔ اپنے خود نہیں آتے نظر
ہے تکبر جن کو اُن میں خوبیاں کچھ بھی نہیں

اثرِ آہ و فغاں میں نہیں
تو یارا دلِ ناتواں میں نہیں

ہیں ساتھ کیوں کوئی لیتا نہیں
جگہ کیا کسی کارواں میں نہیں

نہیں آتی نغموں کی کوئی صدا
تو کیا عندلیبِ خزاں میں نہیں

دعا یوں ہے ناکام شامِ فراق
کہ تاثیر باقی زباں میں نہیں

جو چکر مرے پائے وحشت میں ہے
وہ گردش کبھی آسماں میں نہیں

ستائے نہ للّٰہ کوئی اسے
کہ طاقت دلِ ناتواں میں نہیں

خدا کے لئے کر دعا برہمن
مجھے چین عشقِ بتاں میں نہیں

کوئی پھول بلبل ترے دل سے کم
مرے گلشنِ بے خزاں میں نہیں

کر دو تم نہ قربان دل کی تلاش
وفا کا نشاں ہی جہاں میں نہیں

سوزِ دردِ دل جو کبھی بزم میں آجاتا ہوں
آگ پروانوں کے پیکر میں لگا جاتا ہوں

سوزِ الفت سے ترے اب تو جلا جاتا ہوں
بے خبر جلد مری غم سے گھلا جاتا ہوں

شمعِ محفل ہوں مرے سوز سے دل کو نہ جلا
صبح ہوتی ہے گھڑی بھر میں بجھا جاتا ہوں

جسنے یہ درد دیا ہے اُسی بیدرد کے پاس
درد کی اپنے میں لینے کو دوا جاتا ہوں

بوجھ سے مجھکو تو اے رحمتِ حق کر دے سبک
بارِ عصیاں کا ہے اتنا کہ دبا جاتا ہوں

جب میں جانوں تو یونہی آئے جفائیں کر کے
جس طرح کر کے جہاں سے میں وفا جاتا ہوں

ٹھہرو اے راہ رو و۔ ساتھ نبھاؤ میرا
ٹھہرو ٹھہرو۔ میں بہت دور رہا جاتا ہوں

مجھسے وہ کہتے ہیں کیا اور کروں تیرا خیال
آ کے تربت پہ تری اشک بہا جاتا ہوں

روز دیتا ہوں حسینوں کو جہاں میں اک دل
اس سخاوت سے میں قربان لٹا جاتا ہوں

تم کرو گے جو نازکی باتیں
ہم کریں گے نیاز کی باتیں

روحِ محمود کہتی پھرتی ہے
کچھ سنا دو ایاز کی باتیں

توبہ کر جلد توبہ کر واعظ
میکدے میں نماز کی باتیں

سن کے آخر کرے گا کیا ہمدم
تو مرے دل نواز کی باتیں

مختصر ایک لمحۂ فرصت
اور عمرِ دراز کی باتیں

مجھکو چھیڑا جو تو نے اے زاہد
کھولدوں گا میں راز کی باتیں

ایک پل میں وہ بخش دیتا ہے
واہ عاجز نواز کی باتیں

دل کو چھوڑا نہ اُس نے کر کے اسیر
دیکھو زلفِ دراز کی باتیں

آج قربان ہیں وہ مائلِ رحم

کرو راز و نیاز کی باتیں

کون ہے آکے جو دُنیا میں پریشان نہیں
ہے پریشانی کا مجموعہ یہ انسان نہیں

حیف ہے آپ کو پھر بھی مری پہچان نہیں
آپ انجان نہیں میں کوئی انجان نہیں

سُن لیا ہم نے کہ ملتا نہیں تو غیر سے بھی
تیرے ملنے کا نہیں اب کوئی ارمان نہیں

مذہبِ عشق سے جس کو نہیں اُلفت زاہد
ہم سمجھتے ہیں کہ حاصل اُسے ایمان نہیں

مر کے بھی تیرے ہی کوچہ میں پڑے رہتے ہیں
جان دے دیتے ہیں عشاق مگر آن نہیں

ہم نے خود غیر کے پہلو میں بجتے دیکھا ہے
افترا یہ نہیں تہمت نہیں بُہتان نہیں

کوئی پہچان بھی سکتا نہیں اب عاشق کو
کیا ترے عشق کی کافی یہ ہی پہچان نہیں

غیر سے کہتے ہیں محفل میں نہیں لگتا دل
آج محفل میں جو آیا مری قربان نہیں

خود اپنی زیست کی ہم قطع راہ کرتے ہیں
مُراد والوں سے کہدو جوان مرتے ہیں

جو کرنا ہوتا ہے ہمکو وہ کر گذرتے ہیں
بتوں سے خوف نہیں۔ ہاں خدا سے ڈرتے ہیں

کوئی جو آتا ہے دُنیا میں لوٹ جاتا ہے
یہ ساکنانِ عدم کب یہاں ٹھہرتے ہیں

خود اپنی موت سے رہتے ہیں بے خبر شاید
جب ان اسیروں کے صیاد پر کترتے ہیں

نگاہِ یار کے جو تیر آتے ہیں ہمدم
وہ دل سے ہو کے کلیجے میں جا اُترتے ہیں

مٹائے سے نہیں مٹتے مثالِ حسرتِ دل
ہمارے داغِ محبت سدا۔ ابھرتے ہیں

بھٹکنے دیتے نہیں غیر کے خیال کو بھی
جو پاسباں سے نہ ہو کام ہم وہ کرتے ہیں

سُوئے حرم نہیں جاتے ہیں تبکدے سے کبھی
خدا معاف کرے ہم بتوں سے ڈرتے ہیں

ہم اُن سے دل کبھی اپنا طلب نہیں کرتے
تو دل کو لیکے وہ قربان کیوں مُکرتے ہیں

ستم سہ سہ کے ہم چرخِ کہن کو آزماتے ہیں
کمالِ ضبط سے رنج و محن کو آزماتے ہیں

کسے ہے فکرِ آزادی ہمیں معلوم کرنا ہے
چمن میں ہم ہر اک مرغِ چمن کو آزماتے ہیں

ہماری سخت جانی سے وہ برہم تو نہیں ہوتا
سرِ مقتل مزاجِ تیغ زن کو آزماتے ہیں

دلِ پُر داغ سے بُوئے وفا آتی ہے کیا اُسکو
شبِ وعدہ دماغِ گلبدن کو آزماتے ہیں

چلے جائیں گے جب موج آئیگی سوئے وطن واپس
ابھی ہم الفتِ اہلِ وطن کو آزما

وہ کہتے ہیں کہ دیتا کون ہے جاں مثلِ پروانہ
جلا کر شمعِ اہلِ انجمن کو آزماتے ہیں

کبھی کعبے میں جا کر اور کبھی بتخانے میں جا کر
ہم اکثر وضعِ شیخ و برہمن کو آزماتے ہیں

اندھیرا۔ اس طرح شاید ہو کم ظلماتِ ہستی کا
جلا کر شمعِ ہستی تن بدن کو آزماتے ہیں

خدا بھی عیب جب قربان چھپا لیتا ہے بندوں کے
تو پھر کیوں عیب جو اہلِ سخن کو آزماتے ہیں

تری اُلفت میں جتنے ولولے بھی دل سے اُٹھتے ہیں
اسی منزل میں رہتے ہیں اسی منزل سے اُٹھتے ہیں

نقاہت ہو گئی ایسی مریضانِ محبت کو
بمشکل بیٹھتے ہیں اور بڑی مشکل سے اُٹھتے ہیں

ستارے آسماں پہ جا کے بنجاتے ہیں وہ اکثر
شبِ فرقت میں جو شعلے ہمارے دل سے اُٹھتے ہیں

جو آتے ہیں تمنا دل میں کر تیرے جلو دل کی
بہت مایوس ہو کے وہ تری محفل سے اُٹھتے ہیں

نہیں وہ قتل میں بے وجہ کرتا سختیاں مجھ پر
کہیں یہ بارِ نازک خنجرِ قاتل سے اُٹھتے ہیں

خطا محرا میں کچھ لیلیٰ نہیں مجنوں کی وحشت کی
بگولے جتنے اُٹھتے ہیں تری محمل سے اُٹھتے ہیں

اندھیرے میں خدا جانے کدھر ہوتے ہیں وہ غائب
شبِ فرقت ہمارے ولولے جو دل سے اُٹھتے ہیں

خراب آبادِ عالم میں ترے دم سے خرابی ہے
یہ جتنے فتنے اٹھتے ہیں اسی محفل سے اُٹھتے ہیں

کبھی قربان وہ قسمت سے پورے ہی نہیں ہوتے
بہت سے ولولے دن رات میرے دل سے اُٹھتے ہیں

جان لینے کے لئے یہ آفتِ جاں ہو گئیں
اُن کی مژگاں تیز چھریاں ہو گئیں

لوگ یہ سمجھے گہن میں آ گیا ہے ماہتاب
اُن کے چہرے پر اگر زلفیں پریشاں ہو گئیں

بادہ خواروں نے جو ساقی سے کہا دیدے کباب
شیخ پر فوراً بطانِ بادہ بریاں ہو گئیں

کیا کروں زاہد کہ اک انداز ساقی دیکھکر
نیتیں۔ توبہ کی ساری عہد نسیاں ہو گئیں

تم نے وعدہ کر لیا۔ اور اُس کو پورا کر دیا
سب شگفتہ میری امیدوں کی کلیاں ہو گئیں

آبرو یہ دیدۂ تر۔ کی بدولت ہو گئی
آنکھ کی بوندیں مری مشہور طوفاں ہو گئیں

کس قدر بازیچۂ دنیا بنایا دل فریب
اس تماشے گاہ میں آنکھیں بھی حیراں ہو گئیں

جس کو سمجھی تھی نشیمن عندلیب تفتہ دل
تیلیاں سب اُسکی خاطر برقِ ساماں ہو گئیں

جب نگاہِ التفات انکی ہوئی پرسانِ حال
مشکلیں قربان جتنی تھیں سب آساں ہو گئیں

نہیں پھولوں کا خیال اور چمن یاد نہیں
ہم ہیں مجبورِ قفس ہم کو وطن یاد نہیں

آج خاموش ہو کیوں دورِ خزاں آتے ہی
کیا چہکنا تمہیں مرغانِ چمن یاد نہیں

آ گئے آپ تو سب بھول گئے تکلیفیں
شاد۔ یوں ہیں۔ کہ ہمیں رنج و محن یاد نہیں

آج میخانے میں پھر ہے وہی شغلِ مے و جام
توبہ کی تھی۔ کبھی اے توبہ شکن یاد نہیں

جیتے جی بار تھی سب پر مری بے سامانی
بعد مرنے کے ملا ہو گا کفن یاد نہیں

جو تجھے سارے زمانے میں لئے پھرتا تھا
تجھے اے روح وہ کیا محملِ تن یاد نہیں

یہ قفس کیا ہے چمن لیکے تو اڑ سکتا ہے
طرزِ پرواز ہی اے مرغِ چمن یاد نہیں

اے مسافر اسے کہتے ہیں فریبِ ہستی
اپنا اصلی مجھے افسوس وطن یاد نہیں

دیکھئے کیسے ہو قربان بسر عمرِ عزیز
کہ بجز عشق ہمیں کوئی بھی فن یاد نہیں

اے صبا تو بوئے گل مجھ تک کبھی لاتی نہیں
ایک مجبورِ قفس پر رحم فرماتی نہیں

یاد اُن کو میری تنہائی کبھی آتی نہیں
میری حسرت بھی انہیں کچھ جا کے بہلاتی نہیں

ننگِ ہستی تھا تو اب ہیں خاک کو بھی حسرتیں
گور کی مٹی کفن کو بھی مرے کھاتی نہیں

دل شگفتہ ہو تو ہوں چہرے پر آثارِ خوشی
جو کلی کھلتی نہیں وہ بو کبھی پاتی نہیں

بال کھولے تم نے چھوڑا جب سے آنا بام پر
آسماں پر اب کبھی کالی گھٹا چھاتی نہیں

یہ تری دیدہ دلیری۔ یہ تری بے باکیاں
دیکھ کر کیوں اُن کو اے نرگس تو شرماتی نہیں

ضبط کی عادت جو مجھکو پڑ گئی ہے ہم نفس
میرے لاشے پر مری حسرت بھی چلاتی نہیں

دیکھ کر بلبل کا گل سے اختلاطِ باہمی
آنکھ نرگس کی کبھی گلشن میں شرماتی نہیں

تیرا دیوانہ ہے اے لیلیٰ بہت وحشت پسند
زلف کی زنجیر کیوں تو اس کو پہناتی نہیں

ہو گئے دیوانے شاید قیدِ ہستی سے رہا
آج زنداں سے صدائے زنجیر کی آتی نہیں

دیکھ اے قربان اپنی زندگی کی قدر کر
جو گذرتی ہے گھڑی وہ ہاتھ پھر آتی نہیں

درد کا اپنے یہ سوچا ہے مداوا نکریں
چاہے مر جائیں مگر منتِ عیسیٰ نہ کریں

نکلے پڑتے ہیں مرے اشک مری آنکھ سے
ڈر ہے محفل میں تری یہ مجھے رسوا نہ کریں

جن کو بیمارِ محبت کا نہ ہو یاد علاج
وہ مسیحائی کا ہرگز کبھی دعوےٰ نہ کریں

وہ یہ کہتے ہیں تڑپنا نہیں آئینِ وفا
کیا کریں ترک اگر اپنا تڑپنا نہ کریں

چاہنے والوں کو آیا ہے یہ اُن کا پیغام
عشق کرنا ہے کریں مجھ کو تو رسوا نہ کریں

حسرتِ قلب ابھی دل میں ہے میرے باقی
حلق پر غیر کے تلوار کو جھوٹا نہ کریں

گر یقیں ہو کہ وہ آجائیں گے شامِ فرقت
موت کی بھول کے ہرگز بھی تمنا نہ کریں

جان دینا مجھے قربان بہت آساں ہے
نہیں کرتے وہ مداوا۔ مرا اچھا نہ کریں

ملحد تجھے نصیب ہے نورِ نظر کہاں
پھر یہ تلاش کیا کہ خدا کا ہے گھر کہاں

ہے اُس کے اختیار میں مجھ کو خبر نہیں
گذرے گی میری شام کہاں اور سحر کہاں

کرنا علاج پھر تپِ فرقت کا چارہ گر
پہلے بتا دو اس میں ہے تیری اثر کہاں

دل میں ہر ایک ذرے کے مسکن ہے آجکل
وحشی نے تیرے آج بنایا ہے گھر کہاں

اب تک جو میرے خط کا نہیں لا سکا جواب
گم ہو گیا ہے جا کے مرا نامہ بر کہاں

صیاد سن کے مژدۂ آزادیٔ قفس
پرواز کی ہے فکر مگر بال و پر کہاں

دوزخ سے کیا مرے تپِ غم کو ہیں نسبتیں
اُس کی تپش کہاں مرا سوز و جگر کہاں

رکھا ہے بیقرار یونہی اُس نے تا بہ زیست
دل نے دیا ہے چین ہمیں عمر بھر کہاں

قربان بیٹھ چین سے ہے وقتِ آخری
پھرتا ہے مارا مارا۔ اِدھر اُدھر کہاں

کسی صورت خیالِ یار اگر رہنے لگے دل میں
مزہ آجائے اس ارمان اور حسرت کی محفل میں

تمنا قتل کی رہ جائے گی پھر قلبِ بسمل میں
غضب آیا کہ رحم آگیا پھر چشمِ قاتل میں

جنہیں آباد دل کو گھر بنانے میں تامل تھا
خدا کا شکر وہ رہنے لگے ٹوٹے ہوئے دل میں

تری لیلیٰ تو تیرے دل میں آبیٹھی ہے اے غافل
پڑا پردہ ہے خالی وہ نہیں ہے قیس محمل میں

تکلف ہے لحد پر شمع لانے سے تو رہنے دو
چراغِ داغ ہی کافی ہے جلنے کو مرے دل میں

مری بیتابیٔ دل دیکھکر کہتا ہے وہ قاتل
نہیں دیکھی ہے ایسی بیقراری ہم نے بسمل میں

کہیں جا بیٹھے رکتی ہے بہارِ باغ اے گلچیں
پھریں گو لاکھ آنسو خون کے چشمِ عنادل میں

کہاں نجد۔ اور کہاں ناقہ۔ کہاں نازک بدن لیلیٰ
اسے کہہ سُنکے اے مجنوں بٹھائے دلکے محمل میں

چراغِ بزم اے قربان دیکھو ٹمٹماتا ہے

کسی کی یاد میں یہ ہچکیاں لیتا ہے محفل میں

ساقی بہت ہیں کوئی مدح خوار رہی نہیں
کیف شراب غم کا طلبگار رہی نہیں

زلفوں میں تیری قید مقید نگاہ ہیں
آزاد بھی ہیں صرف گرفتار رہی نہیں

جب چاہو آزمالو ہماری سرشت کو
ہم جاں نثار بھی ہیں وفادار رہی نہیں

اللہ رے تمازت خورشید روز حشر
زاہد بھی خوف میں ہیں گرفتار رہی نہیں

جن کو نہیں ملی ہے بصیرت کی روشنی
وہ دیکھتے کبھی تیرا دیدار رہی نہیں

وہ پوچھتے ہیں مجھ سے مرا حال نزع میں
کیا دوں جواب طاقت گفتار رہی نہیں

بگڑا ہوا ہے اب تو نظام حیات بھی
بگڑے ترے مریض کے آثار رہی نہیں

شکوہ فضول سا ہے خدائے کریم کا
دیتا ہے وہ تو کوئی طلبگار رہی نہیں

اللہ کے کرم کی نوازش تو دیکھئے
قربان آج کوئی گنہگار رہی نہیں

اپنا ٹھکانا جب دو جہاں میں نہ پاؤں میں
جوش جنوں بتائے کہاں پھر سماؤں میں

مجھ کو یقین ہے کہ رہوں میں ترا جلیس
غیروں کی طرح جھوٹی جو باتیں بناؤں میں

اکبار چھپ کے دیکھ لیا ہے ترا کمال
سو بار کس لئے تجھے پھر آزماؤں میں

ٹھنڈک ملے ہے دل کو مرے اور رقیب کے
کہتے ہیں کس لئے نہ تجھے پھر جلاؤں میں

ایسا نہیں ہوں ہاتھ سے جو دوں کبھی وقار
ممکن نہیں کہ غیر کی محفل میں جاؤں میں

کس طرح منع عشق سے تیرے کروں اسے
سوتے ہوئے رقیب کو کیونکر جگاؤں میں

اوڑھوں غلاف کعبہ تو تجھ کو یقین نہ ہو
سینے کے داغ کھول کے ناحق دکھاؤں میں

لیلیٰ مری جو غیر کو پتھروں سے چھید دے
مجنوں کی جا کے قبر پہ چلے چڑھاؤں میں

روٹھے نہیں جو دیتے بتا دو بدل کوئی
کس چیز سے پھر آگ یہ دل کی بجھاؤں میں

قربان اپنے وعدے پر آئے جو وہ کبھی
آنکھوں کا فرش راہ نہیں اسکی بچھاؤں میں

مری پرسش نہیں دربار قاتل میں وہ بسمل ہوں
لئے پہلو میں اپنے ایک مایوسی بھرا دل ہوں

میں راز حسن پردے میں چھپا لینے کے قابل ہوں
نگاہ قیس کہتی ہے کہ میں لیلیٰ کا محمل ہوں

مرا سر بھی مجھے بار گراں معلوم ہوتا ہے
اگر اس کو جدا کر دے تو میں مشکور قاتل ہوں

تمہارے عشق نے کیسی امید و بیم میں ڈالا
نہ میں مُردوں میں داخل ہوں نہ میں زندوں میں داخل ہوں

خدا کا شکر ہے میری بسر ہوتی ہے راحت سے
نہ دنیا مجھ پہ مائل ہے نہ میں دنیا پہ مائل ہوں

کسی پہلو نہیں ہے چین مجھ کو تیری الفت میں
تڑپتا تیری فرقت میں بساں مرغِ بسمل ہوں

جسے کہتے ہیں دل اب وہ کہاں ہے میرے پہلو میں
کبھی آباد تھے پہلو بھی لیکن اب تو بیدل ہوں

مری کشتی بھنور میں ناخدا مایوس سب حیراں
مگر میری تمنا دیکھئے مشتاقِ ساحل ہوں

کہاں جانا ہے مجھکو اور کہاں سے میں یہاں آیا
خبر اس کی نہیں مجھکو ازل سے میں تو غافل ہوں

مجھے قربان دی حق نے بڑی نا آشنا قسمت
لگائے کوئی منہ مجھکو۔ کہاں میں اسکے قابل ہوں

وائے قسمت کیسی گلشن میں مرے آئی خزاں
میری بربادی کے ساماں ساتھ ہی لائی خزاں

اللہ اللہ باغ ہستی کو مرے کر کے خراب
پھر رہی ہے سیر کرتی کیسی اترائی خزاں

ہمے جن آنکھوں نے دیکھی تھی کبھی فصلِ بہار
اب انہیں آنکھوں نے ہے تصویر رسوائی خزاں

آگئی گلشن پہ آفت پھول سب مرجھا گئے
کیوں نہ پھولوں کے عوض گلشن میں مہمائی خزاں

دیکھئے کب تک رہے محفوظ یہ کیفِ بہار
بے رہی ہے آج پھر گلشن میں انگڑائی خزاں

باغباں اپنی نکالے گی یہ ساری حسرتیں
ہوگئی ہے تیرے گل بوٹوں کی شیدائی خزاں

کر دیا گلزار کو آتے ہی تو نے دشت ہو
کیوں ہوئی واقف طبیعت تیری صحرائی خزاں

ہوگئی رخصت ہر اک زاغ و زغن کیساتھ ساتھ
فصلِ گل کو دیکھ کر کسدرجہ گھبرائی خزاں

ہم سے دیکھا بھی نہیں جاتا ہے گلشن کی طرف
باغ میں قربان جسدن سے کہ آئی خزاں

اب اس کے بعد محو وعدہ فردا نہیں ہوتیں
کہ اس نے کہدیا قائل قیامت کا نہیں ہوتیں

اٹھاتا ہے جو تو تکلیف ناحق رہنمائی کی
تو اے جوشِ جنوں کیا واقفِ صحرا نہیں ہوتیں

شفا در دمحبت سے نہ پاتا میں تو اچھا تھا
کہ اچھا ہوں مگر اب واقعی اچھا نہیں ہوتیں

ہزاروں مجھسے پہلے بھی اسیرِ عشق گیسو ہیں
تمہارے دامِ الفت میں کوئی عنقا نہیں ہوتیں

وہ کہتے ہیں مجھے کیا کام تیرے دیس رہنے سے
رہوں پردے میں محمل کے کوئی لیلیٰ نہیں ہوتیں

پلا دو اپنے ہونٹوں سے تو میں سرشار ہو جاؤں
تمہارا بادہ کش ہوں تشنہ صہبا نہیں ہوتیں

امیدیں ساتھ آئیں اور ارماں ساتھ جاتے ہیں
غلط سمجھا مجھے احباب نے تنہا نہیں ہوتیں

جو فقرے ہیں تو ژولیدہ عبارت ہے تو پیچیدہ
سمجھتا کچھ بھی مطلب یار کے خط کا نہیں ہو میں

مجھے قربان دنیا میں غم و شادی برابر ہیں
کبھی ہنستا نہیں ہو میں کبھی روتا نہیں ہو میں

تمہاری آرزو ہے اور میں ہوں
تمہاری جستجو ہے اور میں ہوں

گذرتی ہے بس اب یوں کنج غم میں
کہ دل سے گفتگو ہے اور میں ہوں

قیامت میں پڑی ہے کیسی مشکل
وہ مجھ سے دو بدو ہے اور میں ہوں

مری حسرت ہے اور دندانِ وعدہ
وہ شوخ حیلہ جو ہے اور میں ہوں

خیالِ یار سے دل کہہ رہا ہے
یہاں بس ایک تو ہے اور میں ہوں

کرو اب طے مرا۔ اور اسکا قصہ
یہاں حاضر عدو ہے اور میں ہوں

گذرتے اب ہیں میرے رات دن یوں
کہ ساغر ہے سبو ہے اور میں ہوں

فلک پر ماہ اور خورشید انجم
چمن میں آب جو ہے اور میں ہوں

یہ قربان کہہ رہی ہے تیغ قاتل
کہ اب تیرا گلو ہے اور میں ہوں

کہانی عشق ہے وہ جس کا اختتام نہیں
ہمارا قصہ فرقت ابھی تمام نہیں

نہ دیدوں جان تو قربان میرا نام نہیں
حسینو جھوٹ جو بولوں یہ میرا کام نہیں

حرام شیخ اسے کہتا ہے کہنے دے ساقی
کہیں ہمارے تو مشرب میں مے حرام نہیں

اٹھاؤں ناز۔ رقیبوں کے سامنے تو بہ
حضور آپ کا عاشق ہوں میں غلام نہیں

نہ آئے شیخ ترے میکدے میں عید کے دن
یہ کہدے ساقی یہاں آج اذن عام نہیں

رہا نہ ہونے کو کیا قتل۔ اب کوئی باقی
تمہاری تیغ ادا۔ آج بے نیام نہیں

شراب پینے سے ناصح ہے اجتناب فضول
ملے جو مفت تو قاضی کو بھی حرام نہیں

وہ بزم بزم عزا۔ سے نہیں ہے کم قربان
جہاں شراب نہیں اور دور جام نہیں

یہ بت پامال کر نیکو کسی کے دل میں رہتے ہیں
مٹا دیتے ہیں اور خود پردہ محمل میں رہتے ہیں

تلاش خضر ہے جنکو نہیں رہبر کی خواہش ہے
وہی تو سب سے پیچھے عشق کی منزل میں رہتے ہیں

زمانہ پتلیوں کی طرح سے یاں رقص کرتا ہے
تماشے سو طرح کے آنکھ کے اک تل میں رہتے ہیں

چلا جاتا ہے قاتل ذبح کر کے کسقدر جلدی
بہت ارماں یونہی باقی دلِ بسمل میں رہتے ہیں

ہماری حسرتیں ہیں صرف باقی حسنِ جاناں تک
کہ پروانے فروغِ شمع تک محفل میں رہتے ہیں

ہیں خود انکا مکاں ہیں خود نشاں ہیں انکی منزل ہوں
مری آنکھوں میں رہتے ہیں وہ میرے دل میں رہتے ہیں

خدا کا شکر کر مجنوں - بہت سے عیب لیلیٰ کے
چھپے تیری نظر سے پردۂ محمل میں رہتے ہیں

نہ پوچھو حال ہم سے سختیٔ شہائے فرقت کا
بڑی مشکل سے کٹتی ہے بڑی مشکل میں رہتے ہیں

صدائیں انکی پچھلی رات کچھ کانوں میں آئی ہیں
ہدایت کو ہمیشہ وہ دلِ غافل میں رہتے ہیں

ہمیں تو ڈوب جانا ہجرِ الفت میں ہے تر جانا
وہ کوئی اور ہیں جو حسرتِ ساحل میں رہتے ہیں

نہیں معلوم کیا دل میں ہے اُنکے کیا ارادے ہیں
کہ اب قربان اکثر کوچۂ قاتل میں رہتے ہیں

بدنظر تم نہیں میری حقارتیں
دشمن نے یہ سکھائی ہیں ساری شرارتیں

جتنی طبیب دیگا دوائیں بڑھے گی آگ
کم سوزِ عاشقی کی نہ ہوں گی حرارتیں

تربت پہ آکے میری وہ کہتے ہیں ناز سے
دیکھی ہیں میں نے سیکڑوں ایسی زیارتیں

ملتا نہیں نشاں بھی مکینوں کا ہائے ہائے
روتی ہیں اُن کے حال پہ سنگیں عمارتیں

بدفون جس جگہ ترے اہلِ وفا ہوئے
دنیا کے واسطے وہ بنی ہیں زیارتیں

پہچان میری نبض سے مشکل ہے درد کی
دل کی جگر کی اس میں ہیں شامل حرارتیں

رہتی ہے سب تمیز انہیں صدق و کذب کی
حق ہیں خدا نے جن کو عطا کیں بصارتیں

میں کیا کروں ندیم کہ رہتی نہیں ہے یاد
ہوتی ہیں روز خواب میں مجھکو بشارتیں

قربان جس میں درج ہوا سرِ عشق و حسن
مشکل ہیں پڑھنی ایسے متن کی عبارتیں

آساں ابھی ہو جائیں یہ تعذیر کے مضموں
گر آپ سمجھ لیں مری تقصیر کے مضموں

جاتے ہیں فلک تک مری تحریر کے مضموں
بھاتے ہیں جہاں کو مری تقریر کے مضموں

کر دیتے ہیں اُلٹے مری تدبیر کے مضموں
ظالم ہیں بہت یہ مری تقدیر کے مضموں

اُلجھن میں رہوں عمر گذر جائے یونہی سب
لکھوں میں اگر زلفِ گرہ گیر کے مضموں

حیرت ہے کہ طاری ہے دماغ اور قلم پر
بیٹھا ہوں میں لکھنے کو جو گلگیر کے مضموں

ٹکڑے کرے پہلے جگر و دل کے ہزاروں
تحریر میں لائے جو ترے تیر کے مضموں

یوں دستِ دعا لکھنے کو ہوتا نہیں تیار | ناکام رہا کرتے ہیں تاثیر کے مضموں
مشکل ہیں بہت یہ جو ملیں ایک لڑی ہیں | بکھرے ہوئے وحشی کی ہیں زنجیر کے مضموں
جو دیکھتا ہوں جانتا ہوں اُس کا نتیجہ | آتے ہیں نکل خواب سے تعبیر کے مضموں

قرباں بڑے شوق سے مقتل کی زمیں پر
لکھے نئے خوں سے شمشیر کے مضموں

عجب طرح کے عذاب میں ہوں۔ جو آج دورِ شباب میں ہوں
کبھی کسی اضطراب میں ہوں۔ کبھی کسی اضطراب میں ہوں
نہ میرے مرنے کا کچھ ٹھکانا۔ نہ میرے جینے کا کچھ تعین
ہوں عارضی عالمِ فنا میں۔ کہ اک جہانِ حباب میں ہوں
جہاں میں آنا جہاں سے جانا۔ یہ مختصر ہے مرا فسانہ
ہے میرا ہونا بھی اک نہ ہونا۔ کہ بند فاضل کتاب میں ہوں
ابھی کہاں فکرِ حشر و دوزخ۔ عذاب کیسا ثواب کیسا
ابھی تو میں مست شیخ صاحب شراب میں ہوں کباب میں ہوں
وہ آج آئے ہیں میرے گھر پر۔ وہ آج مہماں بنے ہیں میرے
ذرا بتا دے میں جاگتا ہوں۔ کہ ہمدم اسوقت خواب میں ہوں
بتوں کا ہوں یا خدا کا بندہ۔ جواب انہیں دفعتاً میں دوں کیا
فرشتے ناحق جھگڑ رہے ہیں۔ الٰہی میں کس عذاب میں ہوں
شراب پی کر ہوں مست دبے خود۔ نہ چھیڑ مجھ کو تو آج واعظ
گناہ کی مجھ کو کیا خبر ہو۔ کہ محوِ کارِ ثواب میں ہوں
کسی سے جھگڑا کسی سے۔ کسی سے برہم۔ کسی سے بدظن
یہ کہہ رہی ہے کسی کی چتون۔ کہ آج کل میں عتاب میں ہوں
مرے گناہوں کی کیا ہو پرسش۔ ابھی تو باقی ہیں شیخ و زاہد
گناہگار اور ہیں ہزاروں۔ تو میں بھلا کس حساب میں ہوں
وہ جلوہ معنی نظر ہے قرباں۔ کہ سب کی اُس پر نظر ہے قرباں
فقط اوروں نے بھی کیا ہے۔ تو میں فقط کیوں عذاب میں ہوں

جانتی کیا قیس کے دل کو وہ اپنا دل نہیں
بیٹھتی پھر کیوں نہیں اس میں اگر محمل نہیں

جس میں کنجائش محبت کی نہ ہو پتھر ہے وہ
لاکھ دل کوئی کہے لیکن وہ ہرگز دل نہیں

راہگیروں کیلئے منزل ہے وہ جو راست ہو
جسمیں بھٹکے جائے کوئی ٹھیک وہ منزل نہیں

شمع بھی خاموش ہے پروانہ عنقا کیا سبب
پہلی سی رونق نہیں وہ پہلی سی محفل نہیں

رسم ہے مجرم سے پہلے پوچھتے ہیں آرزو
پوچھنا ارمال سبل کا تو کیوں قاتل نہیں

شیخ جب حق نے بتا دی ہے صراطِ مستقیم
پوچھنا کیا اس کا پھر تفصیل لا حاصل نہیں

یاد میں اُس کی اُگلتے لال ہیں ہم چارہ گر
ہے غلط تشخیص تیری ہم کو ہرگز سل نہیں

چھیڑ کوئی زخمِ دل میں اور تازہ لگ گئی
ضبط کرنے سے بھی کیوں کم آج دردِ دل نہیں

سخت یہ بھی سنگ دل کے جور سہ کر ہو گیا
اب مرے پہلو میں اے قربان نازک دل نہیں

جینے کا مزہ پھر شہدا دیکھ رہے ہیں
یہ ہو کے فنا لطفِ بقا دیکھ رہے ہیں

ابھرے ہوئے جوبن کی ادا دیکھ رہے ہیں
کچھ اور بھی ہم اسکے سوا دیکھ رہے ہیں

زخموں کو محبت کے نہیں ربط رفو سے
ٹانکوں کو جراحت سے جدا دیکھ رہے ہیں

ہے پائے نظر بستۂ زنجیر تحیر
ہم پیچ خم زلف رسا دیکھ رہے ہیں

یوں کرتے ہیں خورشید قیامت کا نظارہ
بے پردہ ترے رخ کی ضیا دیکھ رہے ہیں

احسان فراموش نہیں باغ کے غنچے
الطاف ترے بادِ صبا دیکھ رہے ہیں

محشر میں خلاصی کا نہیں اور سہارا
رحمت کی طرف اہلِ خطا دیکھ رہے ہیں

لائی ہے ہمیں وادیٔ پُرخار میں وحشت
بہتا ہوا خونِ کفِ پا دیکھ رہے ہیں

اللہ تڑپنے کی بھی جاتی رہی تاثیر
ہنس ہنس کے وہ رقصِ شہدا دیکھ رہے ہیں

اٹھکھیلیاں کرتے ہیں وہ ایسی دمِ رفتار
ہر گام پہ اک حشر بپا دیکھ رہے ہیں

تسکین تو کچھ دیکھ کے ہو جائے تمہاری
ظالم ابھی پردہ نہ گرا دیکھ رہے ہیں

ہم جتنا مناتے ہیں بگڑتے ہیں حسیں اور
الفت کا کرشمہ یہ نیا دیکھ رہے ہیں

گردوں کی نگاہ غضب آلود ہے ہم پر
ہم تیری طرف آہ رسا دیکھ رہے ہیں

جس روز سے آیا ہے جہاں میں مرضِ عشق
پھیلی ہوئی دنیا میں وبا دیکھ رہے ہیں

ٹوٹا ہے خزاں نے چمنِ دہر کو قرباں

ہر نخل کو بے برگ و نوا دیکھ رہے ہیں

ردیف - و

جس شاخ پہ گلشن میں مرا ہائے گذر ہو
بدبختی سے میری وہی اک خشک شجر ہو

کسطرح یہ بُت پھر کریں عشاق کی شکیں
جب انکے دلوں میں کہ خدا کا بھی نہ ڈر ہو

غیروں پہ تو رہتے ہیں کرم آپ کے ہر دم
مجھ پر بھی تو الفت کی کبھی وقت نظر ہو

بدبختی کی باتیں تو ترے دل میں بھری ہیں
پھر کیسے زباں میں تری کمبخت اثر ہو

جب آتے ہیں وہ سامنے کہتا نہیں کچھ بھی
کس طرح مرے حال کی پھر اُن کو خبر ہو

منزل مری کٹ جائے میں تکلیف نہ جھیلوں
قسمت سے اگر تو مرے ہمسفر ہو

اے ضبط تو دینا مری ہمت کو سہارا
آمادہ جو رسوائی پہ یہ دیدۂ تر ہو

کس طرح خبر اُس کو ہو آپنے کی تمہارے
فرقت میں جسے حال کی اپنے نہ خبر ہو

قربان تجھے پھل کیا شجر عشق سے ملتا
قسمت میں یہ لکھا تھا کہ محروم ثمر ہو

پھر دل ہمارا تجھ سے کبھی بدگماں نہ ہو
میرے ترے رقیب اگر درمیاں نہ ہو

ایسی بہار اپنے لئے کیوں خزاں ہو
سامان سب چمن میں ہوں اور باغباں نہ ہو

بلبل بہار ہو کے [illegible]
ایسی بہار ہو جسے خوف خزاں نہ ہو

آتی ہوا ہے گرم بے گھن کی سمت سے
جلتا کہیں چمن میں مرا آشیاں نہ ہو

چھپ کر نگاہ کیوں ہیں کروں جانتا ہوں میں
ایسی جگہ کہاں ہے خدا کہ جہاں نہ ہو

کہتے ہیں لوگ کعبہ جسے سوچتا ہوں میں
عاشق ہوں جس کا اس کا کہیں آستاں نہ ہو

کھلتے ہی تیری آنکھ ضعیفی بھی آگئی
قربان تجھ سا کوئی جہاں میں جواں نہ ہو

کیونکر بھری نہ آگ بھلا تن بدن میں ہو
بلبل قفس میں فصل بہاری چمن میں ہو

دلمیں ہے آگ سینہ میں آگ اور زباں میں آگ
گرمی بتوں نہ کیسے ہمارے سخن میں ہو

پروا نہیں کفن کی اگر چاہتا ہوں
خوشبو بسی تمہاری مرے پیرہن میں ہو

دیوانے ترے آتے ہیں مشتاق بادید
پھر کیوں نہ حشر آج تری انجمن میں ہو

وحشت اگر یہی رہی باقی تو کیا عجب
باقی نہ ایک تار بھی میرے کفن میں ہو

سامان کچھ تو دل کے بہلنے کا چاہیئے
تصویر اک تمہاری ہمارے کفن میں ہو

گرمی تمہارے عشق کی پوری اگر پڑے
خورشید روزِ حشر ہر اک موئے تن میں ہو

صیاد کیا تجھے ہے گوارا یہ اختلاف
بلبل قفس میں فصلِ بہاری چمن میں ہو

قربان تیرے شعرِ قیامت کے شعر ہیں
پھر کیوں نہ آج دھوم تری انجمن میں ہو

ذرا تم اپنی بے مہری کا حاصل دیکھتے جاؤ
بنا ہے مرقدِ حسرت مرا دل دیکھتے جاؤ

پڑے ہیں ہر ورق پر سرخ دھبے آج پھولوں کے
ذرا رنگینیٔ خونِ عنادل دیکھتے جاؤ

جلاتی ہے جو پروانوں کو خوش ہو کر سرِ محفل
ابھی خود بھی جلے گی شمعِ محفل دیکھتے جاؤ

تڑپتا ہے پھڑکتا ہے تمہارا نام لے لیکر
ادھر آؤ۔ خدارا۔ رقصِ بسمل دیکھتے جاؤ

فلک پہ جاکے ہر داغِ محبت رات میں غم کی
چمک جاتا ہے شکلِ ماہِ کامل دیکھتے جاؤ

بجاتے ہیں وہ اپنی ہیڑیاں یا ساز بجتے ہیں
کبھی دیوانوں کی آکر یہ محفل دیکھتے جاؤ

تمنا شوق و حسرت آرزو۔ ارمان ہیں دلمیں
تم اپنے عشق کی آباد محفل دیکھتے جاؤ

خبر دو جاکے مرگِ قیس کی ایوانِ لیلیٰ میں
مگر پہلے ذرا لیلیٰ کا محمل دیکھتے جاؤ

نہ جاؤ اپنے گھر میت نہ جبتک دفن ہو جائے
تم اپنے مرمٹوں کی پہلی منزل دیکھتے جاؤ

مرے سینے میں پہلو میں جگر میں یا مرے دلمیں
کہاں رکتی ہے جاکر تیغِ قاتل دیکھتے جاؤ

میں تم پر آزماؤں گا یہ نقشِ سحر نظارہ
مجھے یہ دے گیا ہے ایک عامل دیکھتے جاؤ

ہوئے ہیں جمع شیدائی ہزاروں آج آ آکر
ذرا پروانوں کی محفل میں محفل دیکھتے جاؤ

کہیں داغِ جگر ظاہر کہیں ہیں داغِ دل ظاہر
ہمارے عشق کی تحصیل حاصل دیکھتے جاؤ

رقیبوں سے وہ کہتے ہیں کہ اسنے خط اگر لکھا
کتر ڈالیں گے ہم اسکی انامل دیکھتے جاؤ

سنبھالو تیغ اپنی اور لے لو ہاتھ میں خنجر
ہے کتنے ہاتھ کا قربان کا دل دیکھتے جاؤ

ذرا سوزِ جگر سوزِ محبت دیکھتے جاؤ
تم اپنے کشتۂ فرقت کی حالت دیکھتے جاؤ

وہ کہتے ہیں حرامِ ناز ہم تم کو دکھائیں گے
اٹھا دیتے ہیں ہم کیونکر قیامت دیکھتے جاؤ

بہادیں گے مرے عصیاں کریں گے سرخرو مجھ کو
قیامت میں مرے اشکِ ندامت دیکھتے جاؤ

یہ پیوندِ زمیں ہوگی ترس جاؤ گے پھر اس کو
مرے لاشہ پہ آؤ میری صورت دیکھتے جاؤ

ہماری عاجزی بیچارگی اور خانہ ویرانی
عوض میں اس تمکنت کی یہ نخوت دیکھتے جاؤ

تماشہ گاہِ عالم ہے جسے کہتے ہیں سب دنیا
یہاں ہیں سیکڑوں سامانِ عبرت دیکھتے جاؤ

غم واندوہ وحسرت پیچھے پیچھے روتے آتے ہیں
ذرا کشتے کی اپنے شانِ رحمت دیکھتے جاؤ

ہمارا داغِ دل بجلی کی صورت آج چمکا ہے
ابھی ہے صبح کیا شامِ مفرقت دیکھتے جاؤ

وہ کیا تھا۔ اور اس عشق نہاں نے کر دیا کیسا
ہے عبرت ذرا قربانؔ کی حالت دیکھتے جاؤ

آپ کو مدِ نظر۔ گر خاطرِ ناشاد ہو
روز کیوں اُس پر ستم ہو۔ روز کیوں اُفتاد ہو

دار۔ اک جلدی سے گردن پر مری جلاّد ہو
تاکہ میری رُوح قیدِ زیست سے آزاد ہو

ڈالدیں صحرا میں ڈیرے یاس ارمان والم
تیرے وحشی سے نیا۔ ویرانہ اک آباد ہو

ہچکیاں جب آئیں تیرا نام لیتے ہی رُکیں
اُسکا کیا کہنا ہے جس کے دل میں تیری یاد ہو

سوچئے یہ دل ہے میرا یا کوئی ہے سنگ و خشت
روز اک افتاد ہو۔ اور روز اک بیداد ہو

اپنی تیرے واسطے آئیں کہاں سے بلبلیں
روز کا پھیرا ترا گلشن میں جب صیاد ہو

سب ہیں ناکام تمنا سب ہیں ناکام مراد
قیس ہو دنیا میں کوئی یا کوئی فرہاد ہو

وہ کبھی سیلِ حوادث میں ٹھہر سکتی نہیں
خام جس تعمیر کی پہلے ہی سے بنیاد ہو

میں عدو کی طرح بھاگوں گا نہ وقتِ امتحان
جان دیدوں سر کٹا دوں اور جو ارشاد ہو

عاشقی میں ہمنے دیکھا ہے یہ سب ناکام ہیں
نالہ ہو۔ سسکیوں ہو۔ یا ہو آہ۔ یا فریاد ہو

کیوں نہ پھر رنگ اپنا بدلے یہ زمانہ صبح و شام
نام تیرا جبکہ دنیا عالمِ ایجاد ہو

اتو یوں دشمن ترے ہمراہ ہے آٹھوں پہر
جس طرح کوئی کسی کے ساتھ میں ہمزاد ہو

دل میں رکھ۔ ظاہر نہ کر۔ گر لطف لینا ہی سمجھے
ہر کسی سے کیوں بیاں یہ عشق کی رُوداد ہو

ہو گئے عشقِ مجازی سے حقیقت آشنا
قیس تم مطلب کے اپنے خوب ہی اُستاد ہو

آفتیں جھیلیں مگر اُف تک نہ کی قربانؔ کبھی
خوگرِ جورِ ستم ہو۔ خوگرِ بیداد ہو

سُنادیں کس طرح سوزِ دروں کی داستاں تم کو
بتائیں کس طرح ہم اپنے اسرارِ نہاں تم کو

خدا جانے سکھائی ہیں یہ کس نے شوخیاں تم کو
بنانا آگیا کیوں عاشقوں کو نیم جاں تم کو

تمہاری جتنی باتیں ہیں وہ منہ دیکھے کی باتیں ہیں
بتوں کا رہتا نہیں ہرگز ذرا پاس زباں تم کو

تمہارا دل نہیں سوز آشنا۔ کس طرح سمجھو گے
جتا دوں کس طرح اپنا بھلا سوز نہاں تم کو

قفس سے اب ذرا نکلو۔ بہار آئی اسے دیکھو
اسیرو۔ رو رہا ہے یاد کر کے باغباں تم کو

ستانے میں بالآخر ہو گئیں دونوں برابر کی
تری مجبوریاں مجھ کو۔ مری بے تابیاں تم کو

یہ کیسی ہے نگہبانی یہ کیسی پاسبانی ہے
نہیں آتا بچانا بلبلوں کا باغباں تم کو

مری بے تابیوں کا حال خود کھل جائے گا تم پر
سناؤں گا میں جب دن اپنے دل کی داستاں تم کو

خزاں کا جس جگہ کھٹکا نہ کچھ تھا برق کا کھٹکا
بیاباں میں عنادل باندھتا تھا آشیاں تم کو

ستانا عاشقوں کا تم کو پہلے تو نہ آتا تھا
سکھاتا ہے جفائیں غالباً یہ آسماں تم کو

قریب سنگ کعبہ اے تو۔ پابوس ہونے کو
بنانا چاہیے تھا اپنا سنگ آستاں تم کو

مرے دل میں نہیں رہتے مرے دل میں نہیں آتے
بتاؤ پھر دکھاؤں کس طرح درد نہاں تم کو

نکلنا کی قربان روح مثل بو کبھی تن سے
سبک ساری ملے گی یوں مثال بوستاں تم کو

سادہ پن میں بھی ذرا اس کے ہنر کو دیکھو
دل لئے جاتی ہے دزدیدہ نظر کو دیکھو

ہمت قیس ہے اور کوچۂ لیلیٰ کا طواف
منزل دور کو اور عزم سفر کو دیکھو

ظلم سہتا ہوں۔ مگر اف نہیں کرتا ہرگز
قلب کو دیکھو مرے اور جگر کو دیکھو

بار عصیاں سے بری طرح دبا جاتا ہوں
دیکھو اس بوجھ کو اور میری کمر کو دیکھو

میری کشتی کی طرح اور بھی لاکھوں ہیں تباہ
قلزم عشق کے پر شور بھنور کو دیکھو

گو ہے بندہ۔ ہے مگر زعم خدائی اس کو
حوصلہ کیسا دیا حق نے بشر کو دیکھو

کون کہتا ہے اثر جذب محبت میں نہیں
لو۔ وہ تھامے ہوئے آتے ہیں جگر کو دیکھو

پھوڑتا پھرتا ہے سر واہ رے سودائے جنوں
سختیٔ کوہ کو دیوانے کے سر کو دیکھو

نہ ہیں نور۔ نہ ظلمت وہی یکساں عالم
کنج خلوت میں مری شام و سحر کو دیکھو

طور موسیٰ کا وہ انجام سنو اے قربان
جلوۂ یار کو اور میری نظر کو دیکھو

کیوں بہار رخ گلستاں کا وہ قاتل پوچھو
آج صیاد سے تم مل کے عنادل پوچھو

قیس کے دل میں ہے اور قیس کی نظر میں ہے وہ
ڈالا لیلیٰ نے ہے کیوں پردۂ محمل پوچھو

وہ بھی میرا ہی بتا دیں گے پتہ رہرو کو
خضر سے جا کے ذرا عشق کی منزل پوچھو

قتل گاہوں میں یہ دستور ہے دستور قدیم
قتل سے پہلے ذرا خواہش بسمل پوچھو

آنکھ ہے ابروئے خمدار ہے یا غمزۂ ناز
میں بتاؤنگا تمہیں کون ہے قاتل پوچھو

ہم بتا دینگے تمہیں سوز کا یا ساز کا حال
اپنے پروانوں سے کیفیت محفل پوچھو

کس کا دیوانہ ہے یہ قیدیٔ زنداں کیوں ہے
نو گرفتار سے اسرار سلاسل پوچھو

عشق کے ہم نے کئے بحر ہزاروں ہیں عبور
ہم شناور ہیں کسی بحر کا ساحل پوچھو

چارہ گر حال سے واقف ہیں بتائیں گے تمہیں
آج بیمار ہے کیوں دیر سے غافل پوچھو

قربان سوز اندوز ہے قربان پھڑک اٹھے گا
اس سے للہ نہ وجہ تپش دل پوچھو

سوجھی تھی آج کیا یہ کسی پردہ دار کو
تڑپا دیا ہے طور پہ اک بے قرار کو

منصور کو چھڑا دیا۔ لوگوں نے دار پر
ناحق خموش کر دیا اک راز دار کو

کشتہ ہے کس کا اور یہ کس کا مزار ہے
خود پڑھ کے دیکھ لیجئے لوح مزار کو

بوئے وفا جو پھیلی انھیں آ گئی پسند
آتے ہیں دیکھنے وہ دل داغدار کو

ہر بات کا جواب ہیں دیتے نہیں نہیں
لاتے ہیں خوب کام میں وہ اختصار کو

برباد ایک لمحہ میں سارا چمن ہوا
بس ہو مرا تو آگ لگا دوں بہار کو

اس نے جگہ بنائی ہے دامن پر آپ کے
کچھ داد دیجئے مرے مشت غبار کو

اٹھتے ہیں بیٹھتے ہیں تڑپتے ہیں صبح تک
یوں تیار کر رہے ہیں شہید انتظار کو

زاہد کا کام کیا ہے یہاں میکدہ میں آج
بنت عنب حرام ہے پرہیزگار کو

گھر میں ہے مجھ کو چین نہ باہر سکون ہے
کیا ہو گیا ہے آج دل بے قرار کو

کیا داغ دل کی اس میں ہے خوشبو ملی ہوئی
رکھتے ہیں کیوں عزیز وہ پھولوں کے ہار کو

قربان آئے دن ہے اسے غم کا سامنا
راحت نہیں نصیب دل سوگوار کو

جب ایک لمحے پر بھی کچھ اختیار ہو
کس طرح زندگی کا نہیں اعتبار ہو

داغ کہن جگر کا کبھی آشکار ہو
ظاہر برنگ سوزش لالہ زار ہو

رحمت جو تیری آ کے بچائے وہاں ہمیں
کچھ بھی نہ پھر تو گور کے اندر فشار ہو

سب بیچ ہیں نہ پہلو میں جبتک وہ یار ہو
بزم شراب ہو۔ کہ وہ فصل بہار ہو

سمجھے ہیں تم کو شیخ بڑے سیرہ کار ہو
مشہور گو جہان میں پرہیزگار ہو

کوئی یہاں نہ نام محبت کا لے کوئی
دنیا یہ حال غم جو مرا۔ آشکار ہو

پہلو میں رہ نہ جائے انی ٹوٹ کر کہیں
ایسا لگاؤ تیر جو سینے کے پار ہو

کیوں اس کو اختیار نہ تجھ پر ملے
جب ناوک ادا سے مرا دل شکار ہو

دل میں ہو روشنی تو ہمیں کچھ بھی غم نہیں
گو شہ لحد کا لاکھ اگر تیرہ تار ہو

رہتا ہے جس زمیں تو صرف خرام روز
مدفون اس جگہ پہ دل بے قرار ہو

رندوں کے منہ نہ آؤ چلو جاؤ شیخ جی
سب جانتے ہیں جیسے بھی پرہیزگار ہو

دل لیکے کہتے ہو کہ ہمیں دل کی کیا خبر
تم ہو عجیب چور بڑے ہوشیار ہو

کیا جانے اس پہ کیا ہو تباہی ہمارے بعد
رخصت ہمارے ساتھ چمن سے بہار ہو

کچھ تو بتاؤ کیا یہ کئی دن سے حال ہے
قربان آج کل سے سوا بے قرار ہو

جو درد۔ دل میں ہے دل بیدادگر میں ہو
یارب نہ آج دیر دعا کے اثر میں ہو

آنکھوں میں ہو سرور تجلی نظر میں ہو
آجاؤ تم تو عید ہمارے بھی گھر میں ہو

کیا لطف زندگی اسے جسکے نصیب میں
اک لمحہ بھی خوشی کا نہ شام و سحر میں ہو

کیونکر بچائیں اس کی نظر سے ہم اپنا دل
چالاک ہوشیار جو اپنے ہنر میں ہو

جوبن پھلا ہے اس کے مزے لیجئے
کس کام کا ثمر جو نہ لذت ثمر میں ہو

شاید جلا دے پھر تری ٹھوکر مجھے کبھی
ظالم مرا مزار تری رہ گذر میں ہو

تیرے سوا میں نام کسی کا نہ لوں کبھی
سودا ترا ہی آٹھ پہر میرے سر میں ہو

جب اس کی کائنات فقط مشت خاک ہے
پھر کیوں غرور اور تکبر بشر میں ہو

سوز غم فراق نے جب آنسوؤں کو چوس
باقی کہاں سے اشک کوئی چشم تر میں ہو

ہر روز آنے جانے کی تیاریاں رہیں
قربان تم تو روز ازل سے سفر میں ہو

بیمار ترے ہاتھ سے اچھا ضرور ہو
رشک مسیح دل کا مداوا ضرور ہو

میں منتظر ہوں اُس کا خدایا ضرور ہو
تقدیر میں لکھا ہے جو ہونا ضرور ہو

اُس کے ہیں ہم تو وہ بھی ہمارا ضرور ہو
قسمت کا اپنی حل یہ معما ضرور ہو

ایسا نہ ہو وہ کہدیں کہ تو نے کہا نہیں
اُن سے بیانِ عرضِ تمنا ضرور ہو

کھلتے نہ باغِ حسن کے نخلِ مُراد یوں
تم آرزو کا میری نتیجہ ضرور ہو

معشوق کی صفت سے نکل جاؤ گے سنو
معشوق ہو تو عشق کا کہنا ضرور ہو

میرا اگر نہیں ہے عدو کا بھی وہ نہیں
دُنیا میں ہے اگر تو کسی کا ضرور ہو

ظالم ترا خیال اندھیرے میں کیوں رہے
قلبِ حزیں میں داغِ تمنا ضرور ہو

آتی ہے لیلیٰ مانگ لے بختِ سیاہ قیس
تو پردہ پوش دامنِ صحرا ضرور ہو

تصدیقِ طور چاہیے تجدیدِ جلوہ کر
دُنیا میں اور کوئی بھی موسیٰ ضرور ہو

دل کا عوض ہے وصل تو انکار کیوں کرو
ایسا جو لازمی ہے۔ تو ایسا ضرور ہو

قربانؔ کے مُنہ کو رکھنا صنم خانے کی طرف
مرنے کے بعد کوئی تو قبلہ ضرور ہو

میرا منت کشِ مضراب کبھی ساز نہ ہو
اِس طرح جائے نکل رُوح کہ آواز نہ ہو

جائے حیرت ہے جو اچھا ترا ناساز نہ ہو
تو مسیحا ہو۔ مگر صاحبِ اعجاز نہ ہو

پردۂ تارِ نفس سے ترے نکلے فریاد
سوز بیکار رہے اُس سے جو عیاں ساز نہ ہو

یا الٰہی جو عدو نے بھی دُعا ہے مانگی
در اجابت کا۔ رہے بند۔ کبھی باز نہ ہو

وہ بھی معشوق تو نہیں معشوق ہے دُنیا میں کوئی
جس میں شوخی نہ ہو انداز نہ ہو ناز نہ ہو

حسرتِ باغ تو ہے بعد اسیری قفس
عزم کیا کیجیے جب قدرتِ پرواز نہ ہو

اپنی چالوں کو سکھایا ہے جو تم نے انداز
یہ قیامت کا اُڑایا ہوا۔ انداز نہ ہو

آپ گھبرائیں نہیں میں کوئی منصور نہیں
میں وہ محرم ہوں عیاں جس سے کبھی راز نہ ہو

ساز گلشن ہیں نغموں کی وہ آواز نہیں
آج بلبل کی طبیعت کہیں ناساز نہ ہو

شکوۂ فصلِ بہار اور قفس میں توبہ
دیکھ بلبل کوئی گل گوش برآواز نہ ہو

اِس طرح چاہیے قربانؔ جہاں میں رہنا
کہ ترے دل میں کوئی حرص نہ ہو آز نہ ہو

ہو کیوں حسنِ رعنا۔ اور چشمِ عشوہ گر کیوں ہو
مرا دل چھین لینے کو وہ دُزدیدہ نظر کیوں ہو

کوئی نخلِ تمنا کو لگا کر بے ثمر کیوں ہو
اگر تم اپنے دیوانے سے ہمدردی روا رکھو
اندھیرا دل میں ہو تو پھر تجلی کیا نظر آئے
جواب خط نہیں دیتا کبھی لا کر مجھے اُن سے
کسی کے ہجر میں کیوں سختیاں کوئی سہے ہمدم
ہم اُن کے سامنے رونا نشاطِ غم سمجھتے ہیں
ہماری داستاں اور طولِ شامِ غم برابر ہے
رہے جو میرے دل میں کیوں نہاں ہو میری نظروں سے
رفیقانِ چمن پھرتے ہیں جب اُسکے کھلے بندوں
ہنرمندوں کی محفل میں ہنر کی قدر ہوتی ہے
زباں ہی میں نہو جب طاقتِ تاثیر خود اپنی
جہاں سے غیر کو پیغام آتے اور جاتے ہیں
اگر اے ضبطِ دل تو اُن کی فرقت میں سہارا دی
ذرا سا بھی اگر صیاد دل میں رحم ہو تیرے
عدم کے جانے والو کیوں ہو نامحرم تہی دستی
ہزاروں بُت ہیں لاکھوں آستانے ہیں خدائی میں

اُٹھائیں غیر کیوں پھل دوست کی غم میں سبر کیوں ہو
تو پھر وہ دادِ وحشت میں یوں شوریدہ سر کیوں ہو
خیالِ زلفِ جاناں میں شبِ غم کی سحر کیوں ہو
تو پھر احسان تیرا سر پہ میرے نامہ بر کیوں ہو
اگر کچھ رحم ہو دل میں تو پتھر کا جگر کیوں ہو
مگر جب غیر بیٹھے ہوں ہماری آنکھ تر کیوں ہو
اگر منظور ہے سُننا تو حکمِ مختصر کیوں ہو
جو آنکھوں میں رہے میری وہ محجوبِ نظر کیوں ہو
فقس میں عندلیبِ غمزدہ بے بال و پر کیوں ہو
ہو جب قدرداں کوئی تو پھر قدرِ ہنر کیوں ہو
ہماری آہ میں نالے میں پیدا پھر اثر کیوں ہو
وہاں سے پھر مرا محروم ہمدم نامہ بر کیوں ہو
مری رسوائی کا باعث جہاں میں چشمِ تر کیوں ہو
تو فصلِ گل میں بلبل اسطرح بے بال و پر کیوں ہو
کہ خالی ہاتھ آئی تھی تو اب زادِ سفر کیوں ہو
جبیں سائی کی خاطر ایک تیرا سنگ در کیوں ہو

اگر قربان نگاہِ دوست مجھ پر رحم فرمائے
مرا مجروح دل کیوں ہو مرا اچھلنی جگر کیوں ہو

یارب وہ روزِ حشر مرے روبرو نہ ہو
وہ دل نہیں ہے جس کو تری جستجو نہ ہو
تیغِ نگاہِ یار میں کیسا کمال ہے
کرتی ہے یوں بھی ذبح کہ جاری لہو نہ ہو
کس طرح داد دیں تجھے اے سوزنِ نگاہ
اے بخیہ اسقدر ہے تجھے مے کا احترام
آنکھوں سے پی تم جو پلا دو شرابِ ناب
آتا نہیں مزہ تری باتوں میں نامہ بر

انصاف ہو ضرور مگر دو بدو نہ ہو
وہ آنکھ کیا ہے جس کو تری آرزو نہ ہو
کرتی ہے یوں بھی ذبح کہ جاری لہو نہ ہو
جب ایک زخمِ دل بھی ہمارا رفو نہ ہو
پیتا نہیں شراب میں جبتک وضو نہ ہو
تا حشر مجھ کو حسرتِ جام و سبو نہ ہو
جبتک کہ ان سے آپ مری گفتگو نہ ہو

زاہد اگر نہ چوٹ ہو دل پر لگی ہوئی
جاری زباں سے تیری کبھی ذکر ہو نہ ہو

جو دل جلا ہوا ہو ترے سوزِ عشق سے
ممکن نہیں کہ اس میں محبت کی بو نہ ہو

تو قیر اپنی چاہے تو مل سب سے بے غرض
عزت ہے اس کی جس کی کوئی آرزو نہ ہو

جس زلف سے ہے عشق تو رہ۔ اس سے ہوشیار
قربان ایک دن یہی طوقِ گلو نہ ہو

کر دو تم رحم۔ تو چشمِ تمنا خوں فشاں کیوں ہو
ہمارے چاک دامن پر لہو کا یہ نشاں کیوں ہو

ہو جب سوز بھی دل میں تو پیدا پھر دھواں کیوں ہو
دھواں ہی جب نہ ہو تو پھر بنائے آسماں کیوں ہو

نہ ہو گر آگ باقی آپ کی سوزِ محبت کی
مرادم گھونٹنے کو دل میں پیدا پھر دھواں کیوں ہو

مجھے جلوہ دکھانا جب نہیں مدِ نظر تم کو
بتا دو پھر تمہیں کو نکے پردے میں نہاں کیوں ہو

ستاتے ہو۔ رلاتے ہو۔ مٹاتے ہو۔ جلاتے ہو
پھر اس پر یہ شکایت ہے مرے لب پر فغاں کیوں ہو

جو اوروں کیلئے کوئی یہاں قدغن نہیں لازم
ہمارے ہی لئے پھر تیرہ و تر پر پاسباں کیوں ہو

تمہارے عشق میں ملجائے لطفِ زندگی جس کو
بسانِ خضر وہ محوِ حیاتِ جاوداں کیوں ہو

صلہ کچھ تو مجھے ملجائے میری جاں فشانی کا
کیا جو کچھ محبت میں وہ ظالم رائگاں کیوں ہو

مقدر میں لکھا ہے خود ہی جب رنج و الم میرے
تو پھر میرے لئے پیدا کوئی ایذا رساں کیوں ہو

عدو کیا دوست بھی اب دیکھکر آنکھیں چراتے ہیں
زمانہ منقلب جب ہو کوئی پھر مہرباں کیوں ہو

ہماری داستاں سننے سے کیوں انکار کرتے ہو
ضرورت ہو نہ کہنے کی تو پھر منہ میں زباں کیوں ہو

اجاڑا گل کو بلبل کو خزاں نے جبکہ گلشن میں
تعجب ہے وہاں باقی یہ ظالم باغباں کیوں ہو

یقیں کیا آئیگا کچھ آج میرے عشقِ صادق کا
جفا سے اپنی تائب آج تم اے جانِ جاں کیوں ہو

وفا کا اعتبار ان کو اگر آجائے اے ہمدم
تو میدانِ محبت میں ہمارا امتحاں کیوں ہو

ہمیشہ مفت کی قربان تم جاتے ہو پینے کو
بھلا پھر مہرباں میخانہ میں پیرِ مغاں کیوں ہو

نگاہِ قہر سے تیری گلستاں بھی بیاباں ہو
نگاہِ لطف سے تیری بیاباں بھی گلستاں ہو

نہ ہو جس گل میں خوشبو یار کی زلفِ معنبر کی
نہ کیوں میرے لئے وہ پھول بھی خارِ مغیلاں ہو

جنونِ عشق میں اے چارہ ساز دیکھا تعجب ہے
گریباں میرا دامن ہو۔ میرا دامن گریباں ہو

نمک پاشی وہ زخموں پر کریں جب راتدن پیہم
تعجب ہے نہ خالی پھر اگر انکا نمکداں ہو

مُصفا آئینہ ہو جب ہمارے قلبِ روشن کا
وہ صورت اپنی اسمیں دیکھکر پھر کیوں نہ حیراں ہو

ضرورت پھر نہ کچھ باقی رہے یارب مسیحا کی
کلیجے کا ہو دل درماں۔ کلیجہ دل کا درماں ہو

عنادل نے بہایا خون اپنا یاد میں اُن کی
گلوں کے حال پہ کیوں شبنم گلشن نہ گریاں ہو

ہمیں نے تو اُسے تعریف کرکے سر پہ چڑھایا ہے
حسیں چہرے پہ اپنے پھر نہ کیوں وہ شوخ حیراں ہو

کبابِ دل کی صورت دے اٹھی ساقی یہ بُو اپنی
بطِ مے بیچ پر گر میکدہ میں آج بریاں ہو

نگاہِ یار جو گردن اُڑا کے دے بیکساری
تو قربان جی اُٹھے اور سر پہ اُسکے بار احساں ہو

تیز بُت کرتے ہیں عشاق پہ تلواروں کو
خوف آتا نہیں زنہار ستمگاروں کو

لے مسیحا نہ کبھی نام مسیحائی کا
دیکھ لے آکے اگر عشق کے بیماروں کو

تیرے میخانہ میں ساقی یہ پڑے رہتے ہیں
اور ملتا ہی نہیں در کوئی میخواروں کو

رحمتِ حق کی۔ ذرا شان تو کوئی دیکھے
اپنے دامن میں چھپایا ہے گنہگاروں کو

جو طلب کرتا ہے اُس کو وہی دیتا ہے خدا
ٹالتا ہی نہیں وہ اپنے طلب گاروں کو

چاند کے ساتھ تو اکثر ہیں ملاتے لیکن
مجھسے رہتے ہیں چھپائے ہوئے رخساروں کو

خم کے خم ہیں ترے میخانے میں ساقی لیکن
کبھی تلچھٹ بھی تو ملتی نہیں میخواروں کو

چاندنی میں نہ کہیں جاؤ مکاں سے باہر
کرے میلا۔ نہ کبھی چاند سے رخساروں کو

غمِ فرقت سے کیا پہلے تو کشتہ اور اب
ڈھونڈتے پھرتے ہیں قربان وہ میخواروں کو

پاس آتا بھی ہے میرے وہ مسیحا دیکھو
نہیں کرتا ہے کہ کرتا ہے مداوا دیکھو

باغِ دنیا میں ابھی پھول لگے ہیں کھلنے
کچھ دنوں اور یہاں کا ابھی جلوہ دیکھو

یوں بھٹکتے نہ پھرو جانِ جہاں چار طرف
دل میں تم بیٹھے ہوئے دل ہی کا نقشہ دیکھو

چاہیئے اس کی حفاظت بھی جوانی میں نہیں
اپنے جوبن کی طرح میری تمنا دیکھو

طور پر جانے کے تکلیف کرو کیوں موسیٰ
اپنے دل ہی میں نہ کیوں یار کا جلوہ دیکھو

دوستو نعش کے دفنانے میں جلدی نہ کرو
میرے قاتل کا ذرا۔ اور ابھی رستہ دیکھو

دلِ مجروح نہیں دید کے قابل کوئی شے
دیکھنے ہی کی تمنا ہے تو اچھا دیکھو

جان لو نیم نگاہی نے کیا آوارہ
تم اگر مست کو اپنے کبھی بہکا دیکھو

گو ہونا کام مگر تھک کے نہ بیٹھو اب بھی
اور قربانؔ کوئی عشق کا رستہ دیکھو

عشق کی دیکھنی منظور ہے منزل مجکو
چاہیے اس وادی میں کچھ بھی ہو حاصل مجکو

اللہ اللہ تری آنکھوں کی فسوں سامانی
اک نظر ڈالتے ہی کر دیا بسمل مجکو

آہ یہ خنجر خونخوار یہ نازک پہونچے
پیار آتا ہے تجھے دیکھ کے قاتل مجکو

کب مری کشتیٔ امید ہوئی ہے غرقاب
جب نظر آنے لگا دور سے ساحل مجکو

شاید آئے مرے کانوں میں صدا صور کی بھی
کچھ تصور نے کیا ہے مرے غافل مجکو

ننگ محفل ہی یقیں کر کے مجھے بیٹھنے دو
تم سمجھتے جو نہیں رونق محفل مجکو

وہ نہیں ہیں تو میں۔ بے چین ہوا جاتا ہوں
تیر ہیں تیر نوا ہائے عنادل مجکو

خوب دل تیرے تصرف کو دعائیں ہیں دوں
کاش سینے سے لگا لے مرا قاتل مجکو

لوگ کہتے ہیں تجھے راہبر بادۂ عشق
تو ہی قربانؔ بتا عشق کی منزل مجکو

اپنے سینے سے لگاتا نہیں کیوں تو مجکو
چین پڑتا نہیں ہرگز کسی پہلو مجکو

نشہ کا توڑ ہے اب اور پلا دے ساقی
کافی ہو جائے گی اب ایک ہی چلو مجکو

ہے غنیمت مجھے بے ہوش سمجھ کے اپنا
وہ سنگھانے کے لئے آئے ہیں کیسو مجکو

آبرو دل کی سب خاک میں ضبط غم کی
کر گئے بزم میں رسوا مرے آنسو مجکو

قبر میں ہے کوئی غمخوار نہ ہمدم نہ رفیق
کس پر اے پیک اجل چھوڑ گیا تو مجکو

میں نے قسمت ہی زمانے سے نرالی پائی
ملا معشوق تو وہ بھی ملا بدخو مجکو

بات اپنی کبھی نیچی نہیں ہونے دیتے
مات دے دیتے ہیں آخر کسی پہلو مجکو

میری آنکھوں نے اٹھایا ہے یہ کیسا طوفاں
کیا ڈبونے کے لئے نکلے ہیں آنسو مجکو

پہلے عادت پہ وہ اپنی نظر غور کریں
مدعی کہتے ہیں قربانؔ جو بدخو مجکو

چاہتا دل سے میری طرح جو دلبر مجکو
دیکھنا پڑتا۔ نہ ناکامی کا منظر مجکو

پھر جلا ئیگی مجھے تیرے قدم کی برکت
کم نہیں ہے لب اعجاز سے ٹھوکر مجکو

راہ الفت میں بہت ٹھوکریں کھائی میں نے
نہ ملا کوئی بھی اس راہ کا رہبر مجکو

نامہ بر نے نہ دیا اور تو کچھ مجھکو جواب
دے دیا صرف مرے قتل کا محضر مجھکو

تجھ سے پہلے وہ مری بات سُنے گا ظالم
جانتا پہلے سے ہے وادیٔ محشر مجھکو

بُت یہ پتھر کے بنا کر ترے کیا ہاتھ آیا
پوچھوں میں اُن سے ملے گر کہیں آذر مجھکو

اسی تشویش میں رہتی ہیں نم آنکھیں
دیکھنا اپنے گناہوں کا ہے دفتر مجھکو

تجھے بے چین کیا دارِ فنا نے ایسا
کہ ٹھہرنا یہاں مشکل ہوا دم بھر مجھکو

یہ بھی قربان بڑا اُن کا کرم ہے مجھ پر
ایک غم کا کبھی کرتے نہیں خوگر مجھکو

خوب تڑپائے گا آخر ترا قاتل مجھکو
مرنے بھی چین سے دیگا نہ وہ بسمل تجھکو

مت چھپا خضر کہ ہے راہبری فرض ترا
کہدے گر عشق کی معلوم ہے منزل تجھکو

اپنی جنت پہ بہت ناز ہے آج اے زاہد
چل دکھا لاؤں میں اُس شوخ کی محفل تجھکو

حسبِ وعدہ وہ یہاں آئے بھی اور چل بھی دئے
کچھ خبر بھی نہ ہوئی اے دلِ غافل تجھکو

کشتی امید کی رکھتا ہے تلاطم میں یونہی
ڈوبنے دیتا نہیں عشق کا ساحل تجھکو

حشر کے روز یہی فیصلہ ہوگا اے قیس
دشتِ لیلیٰ کو دیا جائے گا محمل تجھکو

دم نکل جائے گا راحت تجھے مل جائے گی
کبھی مل جائے گا آرام بھی بسمل تجھکو

تو ہی دے کر مجھے آواز بلا لے اے کاش
پوچھتا پھرتا ہوں اے عشق کی منزل تجھکو

رائگاں عشق میں قربان ہوئی عمر تمام
کچھ بھی الفت میں ہوا ہائے نہ حاصل تجھ کو

دیکھے دُنیا میں جلوہ گر تجھکو
چاہتی ہے مری نظر تجھ کو

لاکھ کوئی وفا کرے لیکن
کبھی ہوتی نہیں خبر تجھ کو

ہو گئے فکرِ زیست سے فارغ
دے کے اپنا دل و جگر تجھ کو

کی ہے کس کس طرح بسر میں نے
کچھ بھی میری نہیں خبر تجھ کو

دی رہائی قفس نے اے بلبل
کون دے لاکے بال و پر تجھ کو

میرا نخلِ مُراد سینچ دیا
اسکا اللہ دے مُثمر تجھ کو

ظلم کرتا ہے بے خطا مجھپر
کیا خُدا کا نہیں ہے ڈر تجھ کو

دل چُرایا ہے آنکھ سے تو نے
مُلکہ ہے یہ فتنہ گر تجھ کو

آج سُنتے ہیں مر گیا قُربان
کیا ابھی تک نہیں خبر تجھ کو

مُطرب بھی ہو شراب بھی ہو۔ دلربا بھی ہو — ساقی بھی ہو۔ بہار بھی۔ ٹھنڈی ہوا بھی ہو
پھر یہ نصیب ہیں جو نہ اچھا ہوا ہے مسیح — پہلے مریضِ غم کی ترے کچھ دوا بھی ہو
ہاں دلمیں آپ کے کوئی ارمان رہ نہ جائے — غمزہ بھی ہو۔ ادا بھی ہو۔ ستم بھی جفا بھی ہو
کہنے سے تیرے کرلوں میں توبہ شراب سے — لیکن نگاہِ مست کی زاہد رضا بھی ہو
امید ہے کہ پھر نہ ستائیں مجھے کبھی — شوخی کے ساتھ ساتھ اگر کچھ حیا بھی ہو
اے پاک بے نیاز مری بات جب بنے — راضی میں تجھکو سمجھوں اگر تو خفا بھی ہو
ظلم و ستم کا اُن کے کرے پھر ہی کچھ گلہ — پہلے کسی سے فرضِ محبت ادا بھی ہو
عاشق تری زبان کا اُلٹا ہے یہ اثر — ہو جاتی ہے دُعا جو کوئی بد دُعا بھی ہو

پھر خواب دیکھ لونگا نشاطِ حیات کے
قربان پہلے مجھکو مرض سے شفا بھی ہو

بے حس وہ دل ہے جسکو تری جستجو نہ ہو — وہ گل ہے خاک جس میں ترا رنگ و بُو نہ ہو
ہوتے ہوئے ہمارے عدو سرخرو نہ ہو — اے دوستو حسرتوں کا ہماری لہو نہ ہو
قاتل چرا کے آنکھ جدا مجھ سے تو نہ ہو — جب تک الگ بدن سے یہ میرا گلو نہ ہو
ہے منہ مرا لحد میں۔ اِدھر ہی پھرا ہوا — کوچہ بھی اِن بتوں کا کہیں قبلہ رُو نہ ہو
وہ زندگی بھی کوئی ہے دُنیا میں زندگی — جب دل ہو اور دل میں کوئی آرزو نہ ہو
قاصد خفا ہیں مجھسے نہ مانوں گا میں کبھی — جبتک کہ میری اُن سے کوئی گفتگو نہ ہو
مشہور ہوں وہ سارے زمانے میں بخیہ گر — اور پھر ہمارا زخمِ جگر بھی رفو نہ ہو
چھپ کر کروں نگاہ تو آخر کہاں کروں — یعنی جگہ ہے کونسی جس جا کہ تو نہ ہو
دشمن پہ اور دوست پہ نظریں ہیں تیری تیز — مشہور کیوں زمانے میں تو تند خو نہ ہو
پڑھتے نہیں نماز کبھی کشتگانِ عشق — جب تک کہ خونِ دل سے مکمل وضو نہ ہو
اس بُت کو رام کرلیں یہ مشکل نہیں ہے کچھ — حائل ہماری راہ میں لیکن عدو نہ ہو
تو ہو نگاہِ مست ہو تیری بہار ہو — ساقی مری بلا سے جو جام و سبو نہ ہو
میخانہ میں حساب کو آتا ہے محتسب — لیکن یہ پہلے دیکھ لو وہ بے وضو نہ ہو

اس شرط پر وہ کرتے ہیں اقرار وصل کا ہم سے شب وصال کوئی گفتگو ہو
قربان تجھ پہ کتنی ہی بیداد ہو مگر
جاری کبھی زباں سے تری ہاؤ ہو نہ ہو
ہو کاش دن وہ شتاب ہو۔ کہ پڑا نہ منہ پہ نقاب ہو
نہ تو تم کو مجھ سے حجاب ہو۔ نہ مجھے خیال حجاب ہو
نہ کسی کے دل کو جلاؤ تم۔ نہ کسی کے دل کو ستاؤ تم
یہ جو بات دل کی بناؤ تم۔ تو بڑا ہی کار ثواب ہو
کروں اپنا شکوہ وہاں بیاں۔ کروں درد اپنا وہاں عیاں
مرے دلنشیں جو کہ ہے غم نہاں۔ وہ جو پیش روز حساب ہو
نہ ہوں زخم دل کے کبھی ہرے۔ جو نہ ساتھ غیر کی وہ پھرے
نہ تو آگ دل میں کبھی لگے۔ نہ یہ جل کے مثل کباب ہو
یہی ایک میری ہے گفتگو۔ یہی ایک میری ہے جستجو
یہی دل کی مرے ہے آرزو۔ کہ جو ہونا ہے وہ شتاب ہو
لئے دل میں اپنے ہوں آبلے۔ نہ ذرا سی ٹھیس کہیں لگے
یہ بڑا وہ مجھ پہ کرم کرے جو سلوک مثل حباب ہو
میں شہید عجز و نیاز ہوں۔ میں امین و محرم راز ہوں
یہ سمجھ کے شتہ ناز ہوں۔ تو نہ کوئی مجھ پہ عذاب ہو
جو بیاں کرو خلش دروں۔ جو کبھی ہیں خط بھی انہیں لکھوں
مجھے کیا کہ میرا کہا کروں۔ یہی آتا اُن کا جواب ہو
ہمیں قربان تجھ پہ ہے یقیں۔ کہ تو اک شریف ہے بہتریں
ترے نیک ہونے میں شک نہیں۔ جو نہ شغل جام و شراب ہو

خاموش کیوں ہو رشک مسیحا جواب دو
دل کا کرے گا کون مداوا جواب دو
قاصد کو اذن شرکت محفل اگر نہیں
پھر تجھ سے حال کون کہے گا جواب دو
ہیں حکمتیں مٹانے کی تم کو بہت ہی یاد
کیونکر مٹے گی دل کی تمنا جواب دو
انجام اس سے کیا کہوں اقرار وصل کا
دل کر رہا ہے مجھ سے تقاضا جواب دو

دشمن نے جا لگائی ہے کیا تم سے کوئی بات
ناراض کیوں ہوئے مجھے اسکا جواب دو

مجنوں سے بڑھ گیا مرا افسانہ یا نہیں
مجکو یہ آج عزتِ لیلےٰ جواب دو

مقتل میں اب تڑپنے کو بسمل ہے مستعد
کیا دیکھنا ہے اس کا تماشا جواب دو

دیکھا ہے مجھسا آبلہ پا تم نے کیا کوئی
اے ساکنانِ وسعتِ صحرا جواب دو

تم نے نہیں لگایا ہے دل پر جو میرے تیر
کیونکر ہوا ہے داغ یہ پیدا جواب دو

بے تابیوں کا میری مرے دردِ دل کے کرب کا
کیا تم نہیں ہو آج ذریعہ جواب دو

منظور گر یہ ہے کہ قیامت ابھی نہ آئے
کیوں چال سے اُٹھاتے ہو فتنہ جواب دو

کس کی طرف گیا ہے وہ مستِ خرامِ ناز
اے دیدہ ہائے نقشِ کفِ پا جواب دو

غیروں کی عرضِ حال کا تم دیچکے جواب
قرباںؔ کی بات کا بھی خدارا جواب دو

ضبطِ دل آنے نہیں دیتا ہے باہر آنسو
جذب ہوجاتے ہیں سب آنکھ کے اندر آنسو

یم خوبی کے تصوّر کا اثر تو دیکھو
بن کے گرتے ہیں مری آنکھ سے گوہر آنسو

نقطۂ پار یہ ہے اک نوح کا طوفاں ہمدم
اور اک محشر تازہ ہے میرا ہر آنسو

دیکھنے والے سمجھ جائیں مجھے کشتۂ چشم
لکھتے ہیں غم کا مرے چہرے پہ دفتر آنسو

شکر ہے بعد فنا آبروئے عشق رہی
غسل تربت کو دیا اُس نے گرا کر آنسو

اُنھیں دامن پہ دکھانے کو کمالِ حسرت
کھینچ لیتے ہیں مری آنکھ کا جوہر آنسو

دیکھے ہم نے بھی بہت تجھسے تو رونے والے
کہتے ہیں ہم کو ڈراتا ہے بہا کر آنسو

اے عدو گریہ کو ہم ضبط کیا کرتے ہیں
تو بہاتا ہے اُنھیں دیکھ کے اکثر آنسو

ہم کو ہوتا ہے تجھے دیکھ کے قرباںؔ افسوس
بند آنکھوں سے ذرا بند ے خدا کر آنسو

سمجھ لے کہ نذرِ جفا ہو گیا تو
اگر جا کے وقفِ ادا ہو گیا تو

جو کلیوں میں رنگیں ادا بن گیا تو
تو پھولوں میں بوئے وفا ہو گیا تو

مری آنکھ میں پھر گیا نورِ تیرا
مرے دل میں جلوہ نما ہو گیا تو

تجھے دیکھ کر ہو گئی مجھکو صحت
مرے دردِ دل کی دوا ہو گیا تو

جہاں میں ہو پھر کون اب مجھسے راضی
اگر مجھ سے ظالم خفا ہو گیا تو

عدو کی مٹا دوں گا ساری شرارت
کبھی جو میرا ہمنوا ہو گیا تو

رہِ عشق سیکھینگے اے خضر تجھ سے
کسی دن اگر رہنما ہو گیا تو

کچھ اب اور ہیں تیرے انداز ایدل
انھیں دیکھ کر جانے کیا ہو گیا تو

تجھے کچھ ملے گا تو کچھ پا ہی لے گا
جو کوچہ کا اُن کے گدا ہو گیا تو

نہ میری رفاقت نہ غم خواریاں ہیں
یہ کیا اے دلِ مبتلا ہو گیا تو

کسی کی محبت میں اے تیس بجدی
فنا ہو گیا تو فنا ہو گیا تو

قناعت کا انعام قدرت ہی دے گی
جو قربان وقفِ رضا ہو گیا تو

کسی کے اُٹھتے جوبن کا تماشا دیکھتے جاؤ
مرے دل کی دعاؤں کا نتیجہ دیکھتے جاؤ

کسی ظالم کا ہنس ہنس کر مٹانا دیکھتے جاؤ
مری حسرت کا اے لوگو جنازہ دیکھتے جاؤ

تڑپتا کس طرح ہے اور کیونکر آہ کرتا ہے
ذرا بسمل کا اپنے تم تماشہ دیکھتے جاؤ

مزے کی کر رہے ہیں آج میرے دلمیں تقریریں
ذرا ارمان و حسرت کا یہ جلسہ دیکھتے جاؤ

تمہارا ہی وہ کشتہ ہے تمہیں پر ہے نظر اُسکی
مریضِ ہجر کو اچھے مسیحا دیکھتے جاؤ

وہ کہتے ہیں کہ اس سے راستہ میں اک رکاوٹ ہے
کسی کا میری تربت کو مٹانا دیکھتے جاؤ

لگاتے ٹھوکریں اعجاز سے ہیں میری تربت پر
نہ دیکھا ہو تو یوں مُردے جلانا دیکھتے جاؤ

ابھی کیا ہے ابھی تو سیکڑوں طوفاں اُٹھیں گے
مری آنکھوں کا تم آنسو بہانا دیکھتے جاؤ

میں اپنی جان دینا حسن کی قیمت سمجھتا ہوں
ترقی پر ہے میرے دل کا سودا دیکھتے جاؤ

وہ کہتے ہیں کہ تیرا دردِ دل ہم آج دیکھینگے
ذرا سی بات پر اُن کا اُلجھنا دیکھتے جاؤ

ابھی دلچوئی اُنکی صرف دل لینے کے قابل ہے
ابھی قربان کرتے ہیں وہ کیا کیا دیکھتے جاؤ

ہے جگانا آج شب بھر ایک بُت بے پیر کو
آزمانا چاہتا ہوں نالۂ شب گیر کو

اک گرہ کھلتی ہے پڑ جاتی ہیں گرہیں سیکڑوں
ناخنِ تدبیر سے ضد ہے مری تقدیر کو

تو بھی آزمداں میں نغمہ سن کبھی جھنکار کا
ہے بنایا ساز وحشی نے تری زنجیر کو

تو نے جو پروانوں کے کاٹے تھے پرے شمع بزم
منتقم قدرت نے اُس کا کر دیا گل گیر کو

اسقدر دشواریوں نے اپنے کانٹے ہیں بچھائے
راستہ ملتا نہیں ہے عشق کے رہگیر کو

شیخ صاحب شوق سے پھر کیجئے صہبا کو حرام
پہلے پڑھئے تو سہی کرآیہ تطہیر کو

حشر تک قائم رہیگی تیری صورت ساتھ ساتھ
آنکھ میں کس نے رکھا ہے تری تصویر کو

لاجگہ دیدوں میں اپنے دل میں سبکو بیدھڑک
تیغ کو خنجر کو برچھی کو سناں کو تیر کو

تم جو کہتے ہو عدو کو میں نے حظ لکھا نہیں
میں سمجھتا ہوں تمہاری شوخیٔ تحریر کو

خیر جو تقدیر میں لکھا ہے بہتر ہے وہی
کون اب سمجھا نے جائے کاتب تقدیر کو

پھر اسے زندہ نہ کردے اُسکے دلکا اضطراب
دیکھتے جاؤ ذرا فتراک میں نخچیر کو

نامے میں لکھا ہے اس نے میری قسمت کا لکھا
لائے کاش سے لگا لوں نامہ بر تحریر کو

درد ہوجاتا ہے سر میں نیند آتی ہی نہیں
کوستے ہیں وہ ہمارے نالۂ شب گیر کو

راہ پر کیا آئے گا۔ کیوں رحم مجھ پر کھائیگا
مجھ سے تو قربان ضد ہے آسمان پیر کو

لایا ہوں اپنے ساتھ دل داغدار کو
دوں گا یہ نذر جاکے عروس بہار کو

تو نے صبا اُڑایا ہمارے غبار کو
رکھا تھا اُن کے واسطے خاک مزار کو

آئے گا رحم حال پہ پروردگار کو
امید مغفرت ہے کسی تیرہ کار کو

دل میں اُٹھا کے رکھ لو دل داغدار کو
آنکھوں سے دیکھ لو جو تم اُس کی بہار کو

کہتے ہیں بعد مرگ یہ بدعت کی بات ہے
گل آکے کرگئے وہ چراغ مزار کو

جب میں ہوں تو خزاں ہی نہیں میں تو ہی بہار
ضد ہوگئی ہے مجھ سے خزان و بہار کو

اشکوں سے اک حصار بنا جلد بیکسی
آئے ہیں وہ مٹانے مری یادگار کو

پردے سے اپنا جلوہ دکھا کر بصد ادا
بیتاب کردیا ہے دل بے قرار کو

پوئے وفا جب اس چمن نو سے آئیگی
دوگے بہت دعائیں دل داغدار کو

کسطرح کھولدے کہ ہی پاس وفائے عہد
معلوم ورنہ بھید ہیں سب راز دار کو

وہ دیکھ صنف قلب ہے بیہوش ہوگئی
صیاد جلد دے عرق گل ہزار کو

قربان اپنے رنج سے گھبرا نہ اس قدر
مولا کرے گا دور ترے انتشار کو

دیکر شگفتگی مرے دل کو چمن کرو
گلزار داغ عشق سے سارا بدن کرو

چارہ گرو دوا و دعا کا نہیں ہے وقت
بیمار عشق ختم ہے فکر کفن کرو

ہے اختیار تم کو تمہاری ہے سیر گاہ
گلزار میرے دل کو کرو یا کہ بن کرو

کیا بوجھ اُٹھ سکے گا بہت ہی نحیف ہے
کشتے کا اپنے اور ابھی ہلکا کفن کرو

اے اہلِ دشت یہ ابھی دیدینگے اپنی جان
غربت میں بیکسو نسے نہ ذکرِ وطن کرو

اُسمیں نہیں ہے تاب اُٹھائے جو نخیاں
عاشق سے سخت اپنے نہ اتنا سخن کرو

آنکھوں میں میری آکے رہو دل میں بیٹھ جاؤ
جاؤ نہ سوئے غیر نہ سیرِ چمن کرو

طعنے وہ تم کو دیں گے جو اہلِ سلوک ہیں
قرباں جنوں میں چاک نہ یوں پیرہن کرو

نکل آئے ٹپک کر آج باہر آنکھ کے آنسو
کریں گے دیکھنا سامانِ محشر آنکھ کے آنسو

الٰہی آبرو رکھ لے مجھے دے ضبط کی قوت
مجھے رسوا کریں گے اب نکل کر آنکھ کے آنسو

اُٹھیں شاید نہیں رکتا ہے رستہ میں گریباں کی
کہ آئے میرے دامن تک ہیں ہیکر آنکھ کے آنسو

غبارِ کوئے جاناں جذب کرنے کا ارادہ تھا
مرے دامن کو آکر کر گئے تر آنکھ کے آنسو

نہیں دیکھی گئی جب بیقراری قلبِ مضطر کی
گرے ہیں آنکھ سے نیچے تڑپ کر آنکھ کے آنسو

غنیمت میں سمجھتا ہوں نکلنا ان کا آنکھوں سے
مرے عصیاں کا دھو دینگے یہ دفتر آنکھ کے آنسو

عدو کو دیکھکر ہمراہ اُن کے غیرت آئی ہے
رُکے ہیں آنکھ کے اندر ہی اندر آنکھ کے آنسو

زمانے والے آنکھوں کی قسم کھا کر بتا دیں گے
دکھاتے ہیں زمانہ کو جو منظر آنکھ کے آنسو

ذرا آنکھیں دکھانا ان کو قرباں رُوکنا اُن کو
لئے جاتے ہیں لختِ دل بہا کر آنکھ کے آنسو

اُمت عاصی کی بخشایش کے ذمہ دار ہو
خلق کے مشکل کشا ہو۔ احمد مختار ہو

کی امامت مسجدِ اقصیٰ میں سب کی آپ نے
انبیا و مرسلیں کے قافلہ سالار ہو

بعد نام پاک جو پڑھتا نہیں صلِ علی
کیوں نہ اُس سے روحِ پاک مصطفےٰ بیزار ہو

یاد رکھنا اپنے اس مداح کو بھی یا نبی
بہرِ عفو جرم جسدم آپ کا دربار ہو

مرغ کا جب وقت مجھ پر آپڑے یا شاہ دیں
یا محمدؐ یا محمدؐ لب پہ لاکھوں بار ہو

خاتمہ بالخیر ہو جا کر مدینہ میں مرا
واں نثار روضۂ اقدس پہ جانِ زار ہو

تم ہی قرباں کی کروگے آکے مشکل میں مدد
تم ہی ایسے غمزدوں کے حامی و غمخوار ہو

پردے میں دونوں ایک تھے گو تھے برائے نام دو
مطلب مدعا تھا ایک گرچہ تھے ہم کلام دو

شمس و قمر بھی رات دن خادم بارگاہ ہیں
کرتے ہیں صبح و شام کا مل کے یہ انتظام دو

رہتے زمیں پہ خضر ہیں اور فلک پہ ہیں مسیح
ارض و سما کے رات دن کرتے ہیں سارے کام دو

تشنہ دہن بہت رہا۔ ابتو مجھے ملے صلا
دیجئے حشر میں ذرا۔ ہاتھ سے اپنے جام دو

ایک سلام شوق ہو۔ ایک سلام آرزو
لے جا صبا مرے وہاں صبح و مسا سلام دو

بادہ صبا سے عرض ہے نالۂ دل سے التماس
میری طرف سے روضۂ شاہ پہ دو سلام دو

روضۂ پاک ہو کہ عرش دونوں ہیں مرکز ادب
ان کے مقیم ایک ہیں ظاہر میں ہیں مقام دو

قربان ہوں تجھ پہ یا نبی میں ہوں تمہارا شیفتہ
طاعت و خدمت حضور آتے ہیں مجھ کو کام دو

جس شخص پر عنایت پروردگار ہو
وہ دل سے مدح خوان شہ ذی وقار ہو

میں مر گیا ہوں آتش سوز فراق سے
میرا چراغ گور دل داغدار ہو

دیکھوں میں جا کے گنبد خضرا جو آنکھ سے
بے تاب دل کو میرے یقیناً قرار ہو

منجدھار میں پڑی ہے مری کشتی امید
اے فخر نوح تیرے اشارے سے پار ہو

قربان اس کو یاس سے پھر کیا ہو واسطہ
فضل و کرم کا ان کے جو امیدوار ہو

بت کافر جو مجھ پر مہرباں ہو
وفا کا کیوں مسلسل امتحاں ہو

زباں پہلے ہی میری کاٹ ڈالی
بیاں کس طرح دل کی داستاں ہو

اسے کیوں ذبح تو کرتا ہے صیاد
جو روح باغ و جان آشیاں ہو

قیامت کے اگر دن ہوں ہزاروں
نہ پھر بھی ختم میری داستاں ہو

کریں کیوں منت صہبا و ساغر
جو ہم پر مہرباں پیر مغاں ہو

مرا پیغام لے جائے وہاں تک
رواں سوئے عدم جو کارواں ہو

عدو کو ساتھ لے کر جب میں آؤں
مجھے وہ خواب اک خواب گراں ہو

پریشاں دشت غربت میں ہے قربان
کہاں ہو۔ اے وطن والو کہاں ہو

اگر منظور دنیا میں اٹھانا ان کو محشر ہو
تو کافی کل زمانے کے لئے بس ایک ٹھوکر ہو

وہ آتے ہیں عدو کو ساتھ لیکر آج گھر میرے
آہی سامنے سے آنکھ کے یہ دور منظر ہو

مری دلکی تپش اُس سے بھی بازی جیت لیجائے
سوا نیزے پہ جب آیا ہوا خورشید محشر ہو

مری ہمراہ گم ہو جائے اپنا راستہ بھولے
خضر بھی راہ الفت میں جو آکر میرا رہبر ہو

تری ابروِ مژگاں ہی جو میرا کام کر جائے
نہ کیوں بدنام دُنیا میں ترا اے یار خنجر ہو

ہنوا حساس تم کو ہم صفیران چمن کچھ بھی
قفس میں ایک ساتھی اسطرح بے بال و پر ہو

تپش سوزِ دروں کی جب اُسے اُٹھ اُٹھکے تڑپائے
تڑپ پھر کس طرح سے بند تیری قلبِ مضطر ہو

نہ نکلے گھر سے جو اپنے اُسے عزت نہیں ملتی
نہ وہ مشہور گوہر ہو۔ صدف سے جو نہ باہر ہو

ہزاروں سختیاں قربان پر دن رات کرتے ہو
بڑی حیرت تو یہ ہے آدمی ہو کر بھی پتھر ہو

مجھ سے مرا حالِ دلِ ناشاد نہ پوچھو
فرقت کی زباں سے مری روداد نہ پوچھو

معلوم نہیں ہو گا مرا راز محبت
تم لاکھ بھی حالِ دلِ ناشاد نہ پوچھو

ہستی مری مبنی رہی سیلابِ فنا پر
رکھی مری کس چیز پہ بنیاد نہ پوچھو

ڈر ہے کہ جہاں میں کہیں بدنام نہ ہو جاؤ
کیوں کرتا ہوں میں نالہ و فریاد نہ پوچھو

ہستی طلب حسن میں کیوں میں نے مٹا دی
کیوں غم میں تمہارے ہوا برباد نہ پوچھو

آج آیا تھا گل گشتِ چمن کو وہ سہی قد
محجوب ہے کیوں باغ میں شمشاد نہ پوچھو

ایسا نہ ہو تقلید پہ شیریں کہ اُتر آؤ
تم قصۂ ناکامیٔ فرہاد نہ پوچھو

پروائے نشیمن نہیں اب مجھ کو قفس میں
حالِ کرم والفتِ صیاد نہ پوچھو

جو سر پہ پڑی جھیل لی اب ذکر کریں کیا
قربان رہِ عشق کی افتاد نہ پوچھو

بیمارِ غم کو فائدہ اکسیر سے نہ ہو
اچھا وہ چارہ گر تری تدبیر سے نہ ہو

بگڑے ہوئے جو کام ہوں بنجائیں اسکے سب
مجبور کوئی اپنی جو تقدیر سے نہ ہو

لیلو وہ تم نگاہ سے میں اپنی آہ سے
جو کام تیر سے نہ ہو شمشیر سے نہ ہو

مجبور کر رہا ہے مرا نالۂ فراق
ڈر ہے مقابلہ فلک پیر سے نہ ہو

لکھے ہیں میں نے غیر کو نامہ میں سخت لفظ
ڈر ہے کہ بدگمان وہ تحریر سے نہ ہو

جو دل کے ساتھ ساتھ جگر کو بھی چھید دے
افسوس اتنا کام بھی اک تیر سے نہ ہو

اِس کو بنا کے دیکھ رہا ہے جو بار بار
مانی کو عشق آپکی تصویر سے نہ ہو
آگ اپنے دِل میں ہم نہ لگائیں تو کیا کریں
جب دِل میں روشنی تری تنویر سے نہ ہو

ہم سے جو پوچھتا ہے تو قسمت پہ چھوڑ اسے
قربان تیرا کام جو تدبیر سے نہ ہو

تیز کرتے ہیں یہ عشاق پہ تلواروں کو
خوف آتا نہیں زنہار تمکگاروں کو
اے مسیحا ہو بھلا تیری مسیحائی کا
دیکھ لے آ کے کبھی عشق کے بیماروں کو
میکدے ہی میں رہا۔ اُن کا ٹھکانا ساقی
راس آیا نہ کوئی در ترے میخواروں کو
تیری رحمت کے اِس انداز کرم پہ قربان
اپنے دامن میں چھپایا ہے گنہگاروں کو
جو طلب کرتا ہے اُسکو وہی مِل جاتا ہے
نہیں کرتا کبھی مایوس طلبگاروں کو
جب تو بے پردہ مرے سامنے آیا اے شوخ
شعلۂ طور میں سمجھا ترے رُخساروں کو
کس لئے رکھے ہیں خم تو نے یہ ساقی بھر کر
ہائے تلچھٹ بھی تو ملتی نہیں میخواروں کو
چاندنی میں نہ خدا کے لئے بے پردہ پھرو
میلا کر دے نہ کہیں چاند سے رخساروں کو

کیا نیا غم کوئی قسمت سے ملا ہے تم کو
ڈھونڈتے پھرتے ہو قربان جو غمخواروں کو

تُو دوا بنے تو میں درد ہوں۔ میں نیاز ہوں جو تُو ناز ہو
تو سرور ہو تو میں غم بنوں۔ کہ میں سوز ہوں جو تُو ساز ہو
ترے دل میں بن کے وفا رہوں۔ کبھی تجھ سے پھر نہ جدا رہوں
بنوں راز حسن کا میں ترے۔ جو نگاہ راز نواز ہو
ترا عشق ایسا اثر کرے۔ کبھی زخم دل کا نہ بھر سکے
مرے دل میں درد بھرا رہے۔ مرے دل میں سوز و گداز ہو
مری دل دہی کے لئے تو آ۔ مجھے اپنی شکل حسیں دکھا
مجھے غزنوی جو بنا دیا۔ تو آپ جواب ایاز ہو
ہوئیں ختم وہم کی ظلمتیں۔ نظر آ رہا ہے وہ اب ہمیں
کھلیں اُس پہ کیوں نہ حقیقتیں۔ جو اسیر عشق مجاز ہو
اُنھیں ڈھب پسند ہے عجز کا۔ اُنھیں پاس عجز کا ہے بڑا

نہیں اس میں شک کہ ملے خدا۔ جو خیال محو نیاز ہو
سرِ راہ ذکرِ صنم نہ ہو۔ کہ عیاں حقیقتِ غم نہ ہو
کہیں قربان ایسا ستم نہ ہو۔ دلِ راز بھولے سے باز ہو

ہے آیا آج وہ دلبر اہا ہا ہا۔ اُوہو ہو ہو
خدا کی شان میرے گھر پر آہا ہا ہا۔ اُوہو ہو ہو
مرے پہلو میں ہے دلبر اہا ہا ہا۔ اُوہو ہو ہو
ہے کیسا جاں فزا منظر اہا ہا ہا۔ اُوہو ہو ہو
شرابِ عشق سے بھر کر اہا ہا ہا اُوہو ہو ہو
دیا ساقی نے پھر ساغر اہا ہا ہا اُوہو ہو ہو
وہ آئیگا مرے گھر پر اہا ہا ہا اُوہو ہو ہو
بچھا دوں پلکوں کا بستر اہا ہا ہا اُوہو ہو ہو
ہوا ختمِ رسل پیدا مٹانے دورِ ظلمت کو
خوشی کیسی ہوئی گھر گھر اہا ہا ہا اُوہو ہو ہو
مرے دل پر نگاہوں نے تمہاری اپنی مژگاں سے
لگائے تیر بڑھ بڑھ کر اہا ہا ہا اُوہو ہو ہو
مٹائیگا مری حسرت اُڑا کر میری گردن کو
ہے اُن کے ہاتھ میں خنجر اہا ہا ہا اُوہو ہو ہو
لحد میں اب تو سوتے ہیں ملینگے پھر قیامت کو
اُٹھیں گے جب صنم سو کر اہا ہا ہا اُوہو ہو ہو

کہاں تو پھر کہاں محفل سنا دے سب کو اے قربان
غزل تو اک نئی لکھ کر۔ اہا ہا ہا۔ اُوہو ہو ہو

منفعل عشق سے میں ہوں دلِ بیمار کہ تو
اب بتا میں ہوں محبت میں گرانبار کہ تو
تو وفا اپنی جفاؤں کو سمجھتا ہے مگر
ہم ہیں مشہور زمانے میں وفادار کہ تو
کر کے چرچا مری الفت کا ہوا خود رسوا
میں ہوں بدنام بتا اب سرِ بازار کہ تو
پاس آیا ہوں ترے دل کی کشش لائی ہے
اب بتا میں دلِ وحشی پہ ہوں مختار کہ تو
کہتا پھرتا ہے زمانے میں فسانہ میرا
لوگ کرتے ہیں مرے عشق کا اظہار کہ تو
قتل سے پہلے ہمیں آنا بتا دے قاتل
جان لیوا ہے یہ ظالم تری تلوار کہ تو
ہم نہ کہتے تھے نہ کر عشق بتوں سے ایدل
دیکھ اب عشق میں ہم ہو گئے ناچار کہ تو

اس لئے کہتے تھے اُنسے نہ محبت کرنا
وہ ہوئے عشق میں قربان ترے بیمار کہ تو

مناجات

ردیف ۵

مجھے بھی فخر ہو حاصل یوں زوّار یا اللہ
محمد مصطفےٰ کا تو دکھا دربار یا اللہ

زمانے بھر میں مجھسا کون ہے بدکار یا اللہ
گناہوں سے مجھے آتی ہے خود ہی عار یا اللہ

ترے بندے کو جو سمجھے ذلیل و خوار یا اللہ
تکبّر کا تو اس کا قلعہ کر مسمار یا اللہ

رہوں سکرات میں بھی اسقدر ہشیار یا اللہ
زباں سے میری نکلے ہر گھڑی ہر بار یا اللہ

زمانے میں نہیں جن کا کوئی غمخوار یا اللہ
تو ہی بس ایک ہے اُنکا کفیل کار یا اللہ

مرا قصدِ حرم پورا ہو کچھ سامان ایسا کر
کہ میں جانیکو اک مدت سے ہوں تیار یا اللہ

رہائی کر عطا اُن کو۔ انھیں آزاد پھر کر دے
جو ہیں محبوسِ زنداں بے گنہ ناچار یا اللہ

خلیل اللہ کے قصّے سے ہم کو یہ ہوا حاصل
جو تو چاہے تو کر دے آگ کو گلزار یا اللہ

نہیں اولاد جنکے گر۔ عطا اولاد اُن کو کر
کمی ہرگز نہیں تجھکو تو ہے غفار یا اللہ

انھیں بھی ابنِ مریم کی طرح سے دے رہائی تو
جو ہونے والے ہوں بےجرم زیبِ دار یا اللہ

زباں کو میں کروں گندہ نہ اپنی گندی باتوں سے
ترے ہی نام کی کرتا رہوں تکرار یا اللہ

پھنسی ہو جس کی کشتی آ کے گرداب حوادث میں
عنایت سے تو اس کا کر دے بیڑا پار یا اللہ

تو وہ ہے کُن کے کہنے سے کرے جو خلق پیدا
تجھے آسان ہے جو ہم کو ہے دشوار یا اللہ

مرے اعمال ایسے ہیں شکایت کر نہیں سکتا
مجھے چاہے تو جیسا رکھ تو ہے مختار یا اللہ

نہ باقی زیست ہو جن کی انھیں پھر زندگی دیدے
اُسے تو دے شفا جو کوئی ہو بیمار یا اللہ

تمنا ہے یہی دل کی ترے جلووں پہ صدقے ہو
دکھا دے اپنی رحمت سے اُسے دیدار یا اللہ

قیامت میں اٹھیں اُنمیں جو تیرے خاص بندے ہیں
ہمارا حشر اُن میں ہو۔ جو ہیں ابرار یا اللہ

میں بندہ ہو کے تیرا غیر سے اپنی طلب رکھوں
میں ایسی زیست سے دنیا میں ہوں بیزار یا اللہ

سپر رحمت کی تیری ہم پہ گر سایہ رکھے اپنا
عدُو کی کام کر سکتی نہیں تلوار یا اللہ

زباں گو میں نے پائی تھی ثنا تیری نہیں کچھ کی
زمانے میں نہ ہوگا مجھسا تیرہ کار یا اللہ

کسی کی ہو کوئی حاجت۔ ہوا خیری نہ اُس کی ہو
کریں سے رُکے اُس کا نہ کوئی کار یا اللہ

عطا کی ہو جنھیں عزت گذاریں عمر عزت میں
ہمیشہ سر پہ عزت کی رہے دستار یا اللہ

اُٹھا مجھسے نہیں جاتا۔ مخجل ہوں میں گناہوں سے
مرے سر پر گناہوں کا ہے اتنا بار یا اللہ

اگر بے گناہی کر دے ظاہر اُن کی دُنیا میں
کسی نے گر کسی پر ہو رکھا طومار یا اللہ

تو ہی ہے وہ جو رکھیگا مری عزت کو اب قائم
ہوا خیزی کو دشمن ہیں بہت تیار یا اللہ

گناہ ہیں گو مرے بیحد۔ تری رحمت بھی بیحد ہے
تو ہے رحمٰن بھی جتنا تو ہے غفار یا اللہ

کروں خم سر کو میں اپنے۔ کروں ہرگز نہ میں شکوہ
مجھے جنت میں بھیجے یا تو سوئے نار یا اللہ

سُبک کر دے انھیں دیکر مدد غیبی خزانوں سے
ہو دام و قرض کا جن کے سروں پر بار یا اللہ

بچایا بطنِ ماہی میں تھا مولا تو نے یونس کو
خلیل اللہ پہ کی آگ تھی گلزار یا اللہ

عطا یعقوب کو بینائی مولا تو نے ہی کی تھی
زلیخا کو جوانی تو نے دی دو بار یا اللہ

نکالے گا تو نکلوں گا میں اس غارِ مصیبت سے
وگرنہ ہے بہت دُنیا کا گہرا غار یا اللہ

تو اپنے دشمنوں تک کو کبھی بھوکا نہیں رکھتا
نہیں عالم میں تجھ جیسی کوئی سرکار یا اللہ

عدم میں دوستوں کو بھی یونہی مولا عطا کرنا
جہاں میں عیش جیسے کرتے ہیں اغیار یا اللہ

میں تجھ تک کس طرح پہونچوں کوئی رستہ نہیں ملتا
معاصی کی ہے حائل بیچ میں دیوار یا اللہ

مجھے دے ظرف ایسا۔ اور دل ایسا عنایت کر
لٹا دوں راہ میں تیری میں سب گھر بار یا اللہ

وہ کیا دے راہ میں تیری کرے خدمت کسی کی کیا
نہ جس کے پاس جب ہو ایک بھی دینار یا اللہ

شفا کر تو عطا اُس کو مسیحا ہے تو ہی اُسکا
ترا قربان اک مُدت سے ہے بیمار یا اللہ

وفا کی بن گیا اک ہو بہو تصویر پروانہ
وہ جل کر شمع پر ٹھنڈا ہوا۔ دلگیر پروانہ

کیا اے شمع محفل خاک تو نے اُسکو دھوکے سے
یہاں آیا تھا۔ ظالم دیکھکر تنویر پروانہ

بیک لمحہ ہزاروں آفتیں ہیں شمع کے جی کو
ہوائے سرد محفل سوز دل گلگیر پروانہ

رکھا دابستہ تنویر تجھکو صبح ہونے تک
کہ تجھکو شمع نے سمجھا تھا اک تجویز پروانہ

تری دل کی لگی نے پھونک ڈالا مجھ کو محفل میں
ہے شمع بزم بھی تیرے لئے دل گیر پروانہ

جسے کہتے ہیں شمع انجمن یہ انجمن والے
ہے تیرے ہی صنائے دلکی اک تنویر پروانہ

نہ کرتا جان اپنی تجھپہ وہ اے شمع کیوں قرباں
کہ تھا اک عاشق صادق ترا دل گیر پروانہ

فقط اک رات بھر کی عمر تھی وہ کاٹ دی جل کر
عجب لایا تھا اک سوز آشنا تقدیر پروانہ

میں سوزِ عشق سے بچنے کے سو رستے بتا دیتا

اگر قربان مجھ سے پوچھتا تدبیر پروانہ

اک یہی تھا تیرے جلووں کے سفر کا راستہ
گرچہ تھا بال سے باریک نظر کا راستہ

عید کی چاند کی مانند شب وعدہ ہم
رات بھر دیکھا کئے رشک قمر کا راستہ

منزل دل میں ٹھہرنے کا کوئی کام نہیں
آپ کے تیر نے دیکھا ہے جگر کا راستہ

آہ نے اپنی ہمیں کچھ نہ دکھائی تاثیر
عمر بھر دیکھا کئے آہ اثر کا راستہ

ہم نہ کہتے تھے نہیں اس کو محبت تجھ سے
کام ہوتے ہی لیا غیر نے گھر کا راستہ

نخل امید میں پھل اپنے نہ پایا کوئی
دیکھتے ہی رہے تا عمر اثر کا راستہ

غیر کے گھر کبھی جاتی نہیں جو راہ میں ہے
شام غم دیکھ لیا اک مرے گھر کا راستہ

وہ جو بھر جائے تو رسنے کی یہ کچھ فکر کرے
زخم دل دیکھتا ہے زخم جگر کا راستہ

مل ہی جاتا ہے کوئی راہ کا قربان رفیق
ریل میں خوب گذرتا ہے سفر کا راستہ

مرے دم سے بڑھی ہے ساقیا توقیر میخانہ
اسی باعث تو مجھ پر مہرباں ہے پیر میخانہ

الٰہی کیوں ہوا ناراض ہم سے پیر میخانہ
لگا دیتا ہے ہم کو دیکھکر زنجیر میخانہ

کبھی کیف تصور ہے کبھی جان تخیل ہے
مری آنکھوں میں رہتی ہے سدا تصویر میخانہ

اسی کے مست نظارہ سے شاید دل بہلجائے
کفن میں میرے رکھنا میکشو تصویر میخانہ

مری پیکر میں ترکیب سرور کیف و مستی ہے
مری خاک لحد سے چاہیئے تعمیر میخانہ

وفور نشہ سے یہ کیا نظر آتا ہے مستوں کو
ہوا پر اڑ رہی ہے ہر طرف تعمیر میخانہ

مئے گل رنگ پی لی شیخ نے کیا اس کے کہنے سے
نظر آنے لگا کیوں آج خوش خوش پیر میخانہ

بہت سے لوگ میخانے میں تقلیداً چلے آئے
بڑھا دی شیخ نے آکر بڑی توقیر میخانہ

سدا سرشار رہتے ہیں ہمیشہ مست رہتے ہیں
عطا کرتا ہے جنکو فیض اپنا پیر میخانہ

مزہ آجائے تجھ کو زندگی کا کیف آجائے
جو تو اے خشک زاہد ہو مرید پیر میخانہ

جو تلچھٹ شیشہ میں باقی رہے اعرت وہ بخشائے
جو خم میں گاد رہجائے بنے اکسیر میخانہ

کھڑے تھے منتظر سب رند مشرب دیر سے ساقی
گرے بے تاب ہو کر جب کھلی زنجیر میخانہ

اسیر میکدہ ہوتی ہے اس کو دیکھ کر دنیا
نہ جانے گیسوئے ساقی ہے یا زنجیر میخانہ

یہاں اکبر جو آیا بیں کا ہو گیا قربان

ہنیں قربان دیکھی شیخ نے تاثیر میخانہ

مجھ سے بے جرم کیوں خفا ہے وہ
ظلم ناحق جو کر رہا ہے وہ

صحبت جام و مے نہیں مرغوب
میرے پہلو سے جب جدا ہے وہ

اُس سے میں کیوں گلہ کروں غم کا
جب مرے غم سے آشنا ہے وہ

دیکھ لو حال اپنے وحشی کا
خاک گھل گھل کے ہو گیا ہے وہ

اپنے جاں باز کو بُرا نہ کہو
ہے بھلا کون۔ اگر بُرا ہے وہ

مجکو اے عشق کیوں نصیب ہوا
درد ایسا کہ لا دوا ہے وہ

جس کو دُنیا سمجھ رہا ہے جہاں
بُت کافر کی اک ادا ہے وہ

اُس کی عادت میں ہے جفا شامل
باوفا ہے نہ بے وفا ہے وہ

دوست ہو اُس کا یا کوئی دشمن
سُنتا سب ہی کی التجا ہے وہ

جس کو بیمار آپ سمجھے ہیں
دردِ اُلفت میں مبتلا ہے وہ

جس کو قربان لوگ کہتے ہیں
تیرے کوچہ کا اک گدا ہے وہ

مٹے گا یہ میرا نقش مزار آہستہ آہستہ
اُڑائے گی صبا مشت غبار آہستہ آہستہ

کرے گا فکر میرے دل کی یار آہستہ آہستہ
یہ غم کا دور ہو گا انتشار آہستہ آہستہ

نہ گھبراؤ اُنھیں عادت سے واقف اپنی ہونے دو
ملے گا تم کو اس پر اختیار آہستہ آہستہ

خزاں بھی رفتہ رفتہ جائیگی گلشن سے اے بلبل
نہ گھبرا آئے گی فصل بہار آہستہ آہستہ

ذرا دردِ الم کا دل کو خوگر اپنے ہونے دو
کہ خود آجائے گا صبر و قرار آہستہ آہستہ

ہوا ہوں۔ یہ ضعیف و ناتواں اُس کی محبت میں
لحد بھی مجھ پہ کرتی ہے فشار آہستہ آہستہ

اسے یہ خوف رہتا ہے نہ ظاہر راز ہو اُسکا
کیا کرتا ہے آہیں بے قرار آہستہ آہستہ

یہ کس کا نام لیتا ہے ذرا اے چارہ گر سُن لے
ہے کیا بیمار کہتا بار بار آہستہ آہستہ

کبھی دل آپ کو دونگا کبھی دوں گا جگر اپنا
کروں گا آپ پر میں جاں نثار آہستہ آہستہ

مجھے لذت کش خنجر سمجھ کر آج اے قربان
چلاتا ہے وہ تیغ آب دار آہستہ آہستہ

دیکھا نہیں کیا تم نے ستمگار کا کوچہ
مقتل ہے جسے کہتے ہیں اُس یار کا کوچہ

افسانہ ہوا میرا مرض سارے جہاں میں
گھر کو مرے کہنے لگے بیمار کا کوچہ

نرگس کے ہر اک سمت تمہیں پھول ملیں گے
دیکھو تو کبھی طالب دیدار کا کوچہ

نالوں کی رعایت سے مرے خط کے پتہ میں
لکھ دیتے ہیں وہ عاشق بیدار کا کوچہ

دُنیا میں ہر اک جا ہیں دشمن ملے اپنے
ہم کو نہ ملا کوئی بھی غمخوار کا کوچہ

اقرار تو کرتا ہے بہت اپنی گلی میں
کوچہ کا ترے نام ہوا اقرار کا کوچہ

جاتے ہوئے ڈرتے ہیں گلی میں تری انساں
مشہور زمانہ یہ ہے خوں خوار کا کوچہ

ہر ذرہ مئے عشق کا پیمانۂ نو ہے
میخانہ بنا ہے ترے سرشار کا کوچہ

دیکھا نہیں قربان کسی کو بھی یہاں خوش
کیا ہے یہ دُنیائے ستمگار کا کوچہ

شیشہ ہے تری گردن آنکھیں تری پیمانہ
سرشار تجلی ہے ساقی ترا مستانہ

ہر ایک حسیں پر میں ہوتا ہوں فدا ایسے
ہو شمع کا دیوانہ جیسے کوئی پروانہ

پھر ہوش اُڑا دینا۔ پھر جلوہ دکھا دینا
حسرت یہ مٹا دینا اے جلوۂ جانانہ

تسکین ہو کیا دل کو جھوٹے ترے وعدوں سے
پیمانِ وفا اب ہے ٹوٹا ہوا پیمانہ

جو دَرد میں لذت ہے دل والوں سے وہ پوچھو
کیا جانے وہ اس کو جو۔ ہو دَرد سے بیگانہ

حُوریں بھی ہیں پَریاں بھی۔ غلماں بھی فرشتے بھی
کہتے ہیں جسے دُنیا ہے ایک پری خانہ

آتی ہے یہ بُو تیرے کر۔ زلفوں کی مجھے شک ہے
گانٹھا ہے صبا نے بھی کیا آپ سے یارانہ

دل میرا یونہی ٹوٹا۔ ساقی تری باتوں سے
گرتا ہے کوئی تارا۔ یا ٹوٹ کے پیمانہ

وحدت کے یہاں آکر پی لیتے ہیں ہم ساغر
مسجد کو بھی سمجھے ہیں ساقی ترا میخانہ

سب اپنی نگاہوں میں جلوے ہیں اسی بُت کے
آنکھوں میں لئے اپنی ہم پھرتے ہیں بُتخانہ

جلوؤں کا میں طالب ہوں تو مظہر جلوہ ہے
تو شمع محبت ہے میں ہوں ترا پروانہ

کھینچی ہے تری اے بُت تصویر تصوّر میں
آنکھوں کو بنایا ہے اس شکل سے بُتخانہ

بھولیں نہ ہم ہرگز۔ اے عشق تیری باتیں
صفحات پہ دل کے ہے منقوش یہ افسانہ

تدبیر یہ سوچی ہے ملنے کی ستمگر سے
دَرباں سے کرینگے اب اُس یار کے یارانہ

رُوداد سُنا اُن کو۔ اے ذہن تو کر یاری
سُننے کو وہ آئے ہیں قربان کا افسانہ

مراغم میں دل مبتلا کر چکے وہ
جو ہتا فرض اُنکا ادا کر چکے وہ

رہا اور کیا ہے کریں گے وہ اب کیا
ستم کر چکے وہ جفا کر چکے وہ

تجھے ہوش اے دل نہیں پھر بھی آتا
تجھے گو اسیر بلا کر چکے وہ

کوئی کر چکا کچھ کوئی کر چکا کچھ
وفا کر چکے ہم جفا کر چکے وہ

مرے آج ارمان کیا پوچھتے ہو
ہوا اک زمانہ قضا کر چکے وہ

نشانہ نگہ کا عدو پر لگا کر
ہیں اک تیر اپنا خطا کر چکے وہ

جنہیں لوگ دنیا میں کہتے ہیں عاشق
ابھی جان تم پر فدا کر چکے وہ

نہیں پاس اب کچھ ترے عاشقوں کے
کہ پہلے ہی دل کو فدا کر چکے وہ

کریں چارہ گر صبر بیمارِ غم پر
دعا کر چکے تم دوا کر چکے وہ

تھا عشاق کا دل جو غرقابِ الفت
اُسے نذرِ سیلِ فنا کر چکے وہ

مرے دل کو بیکار کیوں چھیڑتی ہے
مجھے یاد باد صبا کر چکے وہ

اُڑائے گی اک دن وہ خاک اسکی قرباں
مقرر یہ دل کی سزا کر چکے وہ

مستی لالہ زار میں توبہ
توبہ توبہ بہار میں توبہ

کر رہا ہوں مزار میں توبہ
پڑ گیا ہوں فشار میں توبہ

توبہ کرنا مجھے جو ہو منظور
کر لوں ساقی ہزار میں توبہ

مے بھی ہو اور ابرِ باراں بھی
ایسے لیل و نہار میں توبہ

ہائے افسوس بعد مرنے کے
مل گئی ہے غبار میں توبہ

نزع کے وقت ایسا گھبرایا
کر گیا انتشار میں توبہ

پاک دوزخ میں ہو گیا جل کر
کی جو عصیاں نے نار میں توبہ

اُس کی رفتار سے یہ ظاہر ہے
ہر نفس کے ہے تار میں توبہ

مے کو ہرگز نہ میں چھوؤں زاہد
ہو اگر اختیار میں توبہ

دیکھ کر قبر میں فرشتوں کو
کر رہا ہوں مزار میں توبہ

جورِ صیاد دیکھ کر بلبل
کر رہی ہے بہار میں توبہ

میں تو ہوں انتظارِ ساقی میں
اور مرے انتظار میں توبہ

جل گئی آج دیکھ اے زاہد
میرے دل کے شرار میں توبہ

آخری وقت آگیا قربان
کیا کروگے مزار میں تو یہ

مرے سوزِ اُلفت کی حدت نہ پوچھ — مرے دل کی تو مجھسے حالت نہ پوچھ
پتہ دے گی خود شمع تربت تجھے — زمانے سے تو میری تربت نہ پوچھ
وہاں بھی وہی کل کا وعدہ رہا — ہوا کیا بروزِ قیامت نہ پوچھ
خفا ہوگا تیور بدل جائیں گے — خدا کے لئے میری حسرت نہ پوچھ
اگر دیکھنا ہے گنہ کرکے دیکھ — گنہگار سے شانِ رحمت نہ پوچھ
نہ کاٹے کٹے ہے نہ ٹالے ٹلے — شبِ ہجر ہے کیا مصیبت نہ پوچھ
تو یہ دیکھ کیا حال ہے اب مرا — گذشتہ زمانے کی حالت نہ پوچھ
نکل آئے آنکھوں سے اشکِ نشاط — شبِ وصل دل کی مسرت نہ پوچھ
گئے تیرے ہمراہ صبر و قرار — ہوا حال کیا وقتِ رخصت نہ پوچھ
تری ہر ادا سے ترے حسن سے — ہے کس کس سے مجکو شکایت نہ پوچھ
گناہوں سے اپنے پشیمان ہوں — مجھے ہے کہانتک ندامت نہ پوچھ

گذرتی ہے کیونکر ترے ہجر میں
تو قربان کی اپنے حالت نہ پوچھ

جان نکلی شبِ فرقت مری فریاد کے ساتھ — موت کی ہچکی مجھے آئی تری یاد کے ساتھ
حاصلِ وصل سمجھتا ہوں میں انجامِ وصال — آئیگا میرا مسیحا مرے جلاد کے ساتھ
کتنے مانوس قفس سے ہیں اسیرانِ چمن — آپسے آپ چلے جاتے ہیں صیاد کے ساتھ
ایک ہنگامے سے تسکین دلِ مضطر ہے — ہے مزہ عشق کا کچھ نالہ و فریاد کے ساتھ
سخت جانی نے مری دن یہ دکھایا آخر — واسطہ مجھ کو پڑا خنجرِ فولاد کے ساتھ
جادۂ عشق میں ہر گام پہ ہے لغزشِ نو — ہے نئی روز اک افتاد ہر افتاد کے ساتھ
بے ستوں پر جسے خسرو نے کیا تھا ناکام — خلد میں پھرتی ہے شیریں اسی فرہاد کے ساتھ
ہمنوا۔ میری اسیری نہ ہو کیوں شور افگن — میرا دل نوحہ سرا ہے مری فریاد کے ساتھ
باطنی حسن ملا تجھ کو نہ ظالم افسوس — یہ ضروری تھا ترے حسنِ خداداد کے ساتھ

رنج و غم قبر میں قربان کا پیچھا چھوڑیں

اُن کا کیا کام ہے اک خستہ و برباد کے ساتھ

چلنے لگے ہیں دل پہ تمہاری جفا کے ہاتھ
بس آبرو ہے اب تو ہماری خدا کے ہاتھ

ہوگا عیاں حجاب اثر میں زوالِ حُسن
عاشق نے گر اُٹھائے کبھی بددعا کے ہاتھ

بے مانگے جب خدا مجھے دیتا ہے رات دن
اُٹھیں کسی کے سامنے کیوں التجا کے ہاتھ

مٹی اُڑائی گور کی اُس نے جو بعد مرگ
جز خاک کے نہ اور کچھ آیا صبا کے ہاتھ

مہندی لگا کے آؤ تو رنگِ حنا بڑھے
ہے سرخروئی شب وعدہ حنا کے ہاتھ

دُنیا میں شرم عشق کی اور لاج حُسن کی
میری وفا کے ہاتھ ہے تیری جفا کے ہاتھ

گردن جھکائے بیٹھے ہیں ہم تیرے سامنے
ہیں دیکھنے ہمیں تری تیغِ ادا کے ہاتھ

دل نے کیا ہے مجھکو اسیر ہوائے زُلف
زلفوں سے اپنی باندھے اُن نے خطا کے ہاتھ

ہوتی شفا نہ مجھ کو نہ مرتا فراق میں
دینی پڑی ہے جان بالآخر شفا کے ہاتھ

بھر جائے گا اُمید سے دامن مُراد کا
اخلاص سے تو مانگ تو اکبر اُٹھا کے ہاتھ

دُوزخ میں اُس کے قہر نے پھینکا تو کو مجھے
رحمت نے قربان کھینچ لیا پر بڑھا کے ہاتھ

حشر تک پھر نہ مٹے میرے بھرم کا سایہ
میرے سر پر جو رہے ابرِ کرم کا سایہ

ہم نے دیکھا نہ کبھی اُن کے کرم کا سایہ
روز ہم پر رہا دامانِ ستم کا سایہ

سانس لینا اُسے دشوار ہے پھر دنیا میں
جس پہ پڑ جائے تری تیغ دو دم کا سایہ

صبح اُمید نے ہم کو نہ دکھائی صورت
پڑ کے دل پر نہ گیا پھر شبِ غم کا سایہ

تیری تنویر کا اے شمع میں پروانہ ہوں
تیری محفل میں فقط ہے مرے دم کا سایہ

سنتے آتے ہیں عدم بھی کوئی دُنیا ہے کہیں
خواب میں بھی نہیں دیکھا ہے عدم کا سایہ

مُردے جی اُٹھیں۔ بنیا عالم دُنیا ہو اگر
گور پر اُن کی پڑے تیرے قدم کا سایہ

غیر پر ہوتی ہے الطاف کی بارش ہر دم
ہم پہ بھی آپ کریں لطف و کرم کا سایہ

خوب قربان مضامین چمک اُٹھے ہیں
جب بھی قرطاس پہ پڑتا ہے قلم کا سایہ

زمیں بھی اُٹھتی ہے گویا مرے غبار کے ساتھ
ہزار زلزلے آتے ہیں اضطرار کے ساتھ

بہارِ باغ پر اتنا غرور اے بلبل
یہ غور کر کہ خزاں بھی تو ہے بہار کے ساتھ

نشاط و غم کا زمانے میں ساتھ ہے ہمدم
شگفتِ گل بھی تو ہے نالۂ ہزار کے ساتھ

چھپیں گے کیسے کہاں خار و خشتِ اُلفت کے
ہمارے پاؤں کو وابستگی ہے خار کے ساتھ

بتاؤ اُس کو۔ سکوں جسکو ہو یہاں حاصل
ہے چھیڑ کیوں دلِ بے صبر و بیقرار کے ساتھ

گئی جو آہ فلک پر عجیب عالم تھا
کہ خونِ دل بھی ٹپکتا رہا شرار کے ساتھ

بس اب غبارِ وفا کا پتہ کہاں ہمدم
ہوا ہے رائگاں وہ بھی مرے مزار کے ساتھ

جب اُنکو دیکھئے **قربان** ہیں رقیبوں میں
کبھی وہ رہتے نہیں اپنے جاں نثار کے ساتھ

ممنون ترے ہوتے ہیں ہم اور زیادہ
کرتا ہے جو تو جور و ستم اور زیادہ

گھٹتا ہے تنفس تری فرقت میں ہمارا
بڑھتا ہے تجھے دیکھ کے دم اور زیادہ

حسرت کہیں رہجائے جنازے سے نہ پیچھے
احباب بڑھائیں نہ قدم اور زیادہ

جس درجہ بڑھا شوق۔ بڑھی اور مصیبت
غم اور زیادہ ہے۔ الم اور زیادہ

کیا بعد فنا بھی کوئی اُفتاد ہے باقی
کیا ہو گی کڑی راہِ عدم اور زیادہ

جتنا مجھے بدنام کیا اہلِ غرض نے
مولا نے کیا میرا بھرم اور زیادہ

وہ خواب میں میرے شبِ فرقت اگر آئے
سینے میں بڑھی آتشِ غم اور زیادہ

جب سے یہ سُنا ہے کوئی کافر میرا صیاد
بے تاب ہوا مرغِ حرم اور زیادہ

جتنا کیا مجبور مجھے عجز و وفا نے
اُتنا ہوا مسرور ستم اور زیادہ

یہ سُن کے کہ سر اپنا کٹانے کو ہوں تیار
وہ کھانے لگے سر کی قسم اور زیادہ

اب کھینچ لے منزل ہمیں خود ہاتھ بڑھا کر
آگے نہیں بڑھتے ہیں قدم اور زیادہ

جب ہونے لگیں کچھ نئی دشواریاں پیدا
بڑھنے لگے وحشت میں قدم اور زیادہ

جب اور زیادہ ہوا عصیاں میں مرے جوش
مولا کا ہوا مجھ پہ کرم اور زیادہ

راحت نے کہا غم بہت ہے مری تھوڑی
قربان یہ سُن کر ہوا غم اور زیادہ

جتنی ہے عندلیب کو الفت چمن کے ساتھ
اُتنی ہی رُوح کو ہے محبت بدن کے ساتھ

باقی نہ پیرہن میں رکھا میرے کوئی تار
ناخن کو دشمنی تھی مری پیرہن کے ساتھ

کتنی کشش ہے اُن کی تبسم میں اے ندیم
ہنستے ہیں زخم بھی مرے غنچہ دہن کے ساتھ

آخر اُسے بھی خاک کے ہمرنگ کر لیا
مٹی کو دشمنی تھی ہمارے کفن کے ساتھ

جورِ گرانِ حسن سے ہے تلخ کامِ عشق
شیریں نے کیا سلوک کیا کوہکن کے ساتھ

اے آفتاب تجھ کو اگر کچھ غرور ہے
کر لے مقابلہ مرے زخمِ کہن کے ساتھ

اب شمع میری قبر پہ جلنا ہے رات دن
وہ بات انجمن کی گئی انجمن کے ساتھ

رہگیر رہگذارِ فنا شوخیاں نہ کر
اس راستے میں چاہیئے چلنا چلن کے ساتھ

قربانؔ ان سے کیجئے کیوں فکرِ دشمنی
وابستہ مرگ و زیست ہے اہلِ وطن کیساتھ

ترے غم نے توڑا مرے دل کا شیشہ
کسی سے نہ ٹوٹا مرے دل کا شیشہ

کبھی پھر کدورت نہ تم دل میں رکھتے
نہیں تم نے دیکھا مرے دل کا شیشہ

مزہ اس میں دے گی مئے عشق ساقی
بنا لا بنا لا مرے دل کا شیشہ

دکھاتا ہے اہلِ نظر کو ہمیشہ
زمانے کا نقشہ مرے دل کا شیشہ

جسے آپ خورشید سمجھے ہوئے ہیں
یہ ہے تاب افزا مرے دل کا شیشہ

مناسب نہیں مجھ سے غیروں کی باتیں
کرو تم نہ میلا مرے دل کا شیشہ

بنایا تھا مضبوط قدرت نے اسکو
نہ ٹوٹا۔ نہ ٹوٹا مرے دل کا شیشہ

محبت سے اس کو اگر آپ دیکھیں
دکھائے تماشہ مرے دل کا شیشہ

نہیں اس میں قربانؔ ذرا بھی کدورت
کہ ہے صاف ستھرا مرے دل کا شیشہ

نہ کر مجھ سے اے دل کسی کا گلہ
بُرا ہے بُرا ہے یہ کرنا گلہ

بڑے سنگدل ہیں بڑے تند خو
سُنیں گے نہ ہرگز وہ تیرا گلہ

ہمیں شکوہ اپنے مقدر سے ہے
عدو کا گلہ ہے نہ تیرا گلہ

وہ کہتے ہیں ہم کاٹ لیں گے گلا
کیا بزم میں کیوں ہمارا گلہ

تو ہی کرتا رہتا ہے شکوے فضول
نہیں اور تو کوئی کرتا گلہ

کیا میرے خط کو عدو کے سپرد
مجھے تو یہ ہے نامہ بر کا گلہ

میں اُس کی چھری سے نکالوں زباں
کرے جو تمہاری جفا کا گلہ

کہا کیوں مرے دوست کو بیوفا
کسی کا ہے کیسا مزے کا گلہ

کہا مجھ کو بھی تجھ سے شکوہ ہے کچھ
سُنا جو کبھی اُس نے میرا گلہ

گلے کرنے لگتے ہیں اُلٹے مرے
دکھاتا ہے کیسا تماشا گلہ

ہوئی کیوں تو پیدا ہمارے لئے
ہے تجھ سے بھی ہم کو تمنا گلہ

ستمگر ہے کیسا وہ چلتا ہوا
وہ کرتا ہے ہم سے گلے کا گلہ

یہ کہتا ہے قربان نہ ہو ناخفا
مجھے اب تو ازرو ہے چھوڑا گلہ

ردیف ۔ ی

بہ پاسِ عشق سُن لیتے ہیں ہم سرکار کا ایما
اگرچہ اُس میں رہتا ہے نہاں اغیار کا ایما

میں حاضر ہوں اُڑانے شوق سے گردن مری ظالم
اگر ہے قتل کرنے کو تیری تلوار کا ایما

کبھی نرمی برتتے ہو۔ کبھی سختی برتتے ہو
نہیں معلوم ہوتا آپ کی گفتار کا ایما

قدم تیرے جو پڑتے ہیں تو وہ کروٹ بدلتے ہیں
سمجھ لیتے ہیں مُردے بھی تری رفتار کا ایما

مرے گھر پر نہیں آتے وہ جھوٹوں بھی کبھی ہمدم
اگر اس باب میں پاتے نہیں اغیار کا ایما

نہیں جب بھید مجھ پر منکشف تسبیح کا اس کی
برہمن شیخ کیا جانے تری زنار کا ایما

بہت مشکل سے آتا ہے سمجھ میں اُسکا مطلب کچھ
کھُلا ہے کس پہ دُنیا میں نفس کے تار کا ایما

کلیجہ سے لگائے اس کے دل کا یہ ارادہ ہے
عبث ہو پوچھتے مجھ سے کسی ناچار کا ایما

لُبھانا ہے تجھے منظور دُنیا میں حسینوں کو
سمجھتے ہیں ترے قربان ہم اشعار کا ایما

ردیف ۔ لا

دُنیا میں ملا ہم کو ہے مطلوب نرالا
شوخی میں حیا میں ہے وہ محبوب نرالا

گرتے ہیں حسیں ٹوٹ کے سب مصر کے اُسپر
ہے نورِ نظر بھی تیرا یعقوب نرالا

لیتے ہیں سبق تجھ سے وفا کیش جہاں میں
ہے صبر جہاں میں تیرا ایوب نرالا

خود اپنی وفاؤں سے بھی آتی ہے اُسے شرم
دُنیا سے مگر ہے ترا محبوب نرالا

دیدار پسر سے تری کھُل جاتی ہیں آنکھیں
بالکل ہے مداوا۔ ترا یعقوب نرالا

منظور ہے تجھے اُس کا ہے سودا سرِ بازار
کیسا ہے زلیخا ترا محبوب نرالا

تھوڑا ہے کرے جتنا بھی وہ ناز جہاں میں
دُنیا سے کسی کا جو ہو۔ مطلوب نرالا

اک بوسے کے بدلے میں طلب کرتا ہے سودل
کرتا ہے ستم مجھ پہ وہ محبوب نرالا

الفاظ ہیں کچھ اور تو مفہوم ہے کچھ اور
قربان ہے اُس شوخ کا مکتوب نرالا

تو اٹھا دے جو کبھی پردۂ محمل لیلا
دُور ہو جائے ہر اک قیس کی مشکل لیلا

تیرا ناقہ یہیں آ۔ آ کے سدا رُکتا ہے
نجد کا دشت بنا عشق کی منزل لیلا

کیوں ترے دل پہ نہ قیس کی منزل کا اثر
عشق صادق ہے ترے حسن میں شامل لیلا

ترک محمل کو کرے اُس میں رہے جلوہ فروز
دیکھ لے تو جو دلِ قیس کا محمل لیلا

پاک تھا عشق ترا۔ خوب نتیجہ نکلا
تیری اُلفت میں ہوا قیس بھی کامل لیلا

ہو گیا قیس ترا عشق میں تیرے مجنوں
اپنی اُلفت کا ذرا دیکھ تو حاصل لیلا

حسرت و یاس و الم کا ہے عجب ہنگامہ
دیکھ لے آ کے ذرا قیس کی منزل لیلا

کشتیٔ عشق نہ مجنوں کی کبھی پار لگی
بحرِ اُلفت کا بہت دُور تھا ساحل لیلا

عاشق اک لیلیٰ ہندی پہ یونہی ہے **قربان**
جیسے صورت کا تری قیس ہے بسمل لیلا

جب تک کہ ہو نہ پہلو میں وہ یار چلبُلا
رہتا ہے بے قرار دلِ زار چلبُلا

سر کاٹنے کو آیا ہے اک جاں نثار کا
لے کر وہ آج ہاتھ میں تلوار چلبُلا

ہر بات میں ہے اُس کے شرارت بھری ہوئی
کرتا عجب طرح کی ہے گفتار چلبُلا

فتنے ہزاروں اُٹھتے ہیں سوتے ہوئے ندیم
رکھتا ہے حشر خیز وہ رفتار چلبُلا

سو سو طرح کے دیتا ہے عشاق کو فریب
آتا نہیں ہے قابو میں زنہار چلبُلا

ٹھوکر سے میری قبر کو کرتا ہے پائمال
آتا ہے گر مزار پہ وہ یار چلبُلا

عاشق تھے جتنے موت کے سب گھاٹ اُتر چکے
کیوں اب اُٹھائے پھرتا ہے تلوار چلبُلا

افسانہ ہائے عشق سے اُس کو جو شوق ہے
پڑھتا ہے روز روز وہ اخبار چلبُلا

اہلِ خطا کی صف میں بھی رہتا ہے پیش پیش
قرباںؔ تو ہے کیا گنہگار چلبلا

ساقی تری آنکھوں نے بے ہوش بنا ڈالا
مے سے بھی سرور اپنا کچھ بڑھکے دکھا ڈالا

اس تیرے تکلم نے اس تیرے تبسم نے
جب چاہا رُلا ڈالا۔ جب چاہا ہنسا ڈالا

ہو گا وہ کوئی جس کی اُمید ہوئی پوری
اس چرخِ ستمگر نے ہمکو تو مٹا ڈالا

دیکھی جو مری تُربت وہ شوخ لگا رونے
مٹی میں مری اُس نے یوں آب بقا ڈالا

سمجھا میں اُسے محشر ہشیار رہو ا۔ اٹھ کر
تُربت کو جو اُس بُت نے ٹھوکر سے ہلا ڈالا

میں نے جو کہا رو کر۔ رحمت نے کیا پردہ
عصیاں کو مرے اپنے سایہ میں چھپا ڈالا

گلچیں نے جو پھولوں پر کل دست درازی کی
بلبل نے گلستاں میں اک شور مچا ڈالا

دشمن کو نہ کچھ بھائے جب ہاتھ ترے سونگھے
کیا تیل مرے خوں کا تھا دُزدہ حنا ڈالا

سوزِ تپِ فرقت نے سوزِ غمِ اُلفت نے
تجھکو تو جلا ڈالا مجھکو تو گھلا ڈالا

دل میں نہ رہی باقی اک بوند بھی اب خوں کی
ان آنکھوں کے رستے سے سب ہمنے بہا ڈالا

دل جان و جگر اپنے سب تجھ پہ کئے صدقے
قدرت سے جو پایا تھا سب ہم نے لٹا ڈالا

تقدیر کی خوبی ہے۔ تقدیر کو کیا کہئے
قرباںؔ کو خرافاتِ دُنیا میں ہے لا ڈالا

ردیف ۔ ی

آج تیرے دم سے ہے دُنیا میں گھر گھر چاندنی
میرے دل میں بھی تو ہو۔ اے ماہ پیکر چاندنی

روشنی سے دل کے میرے بڑھ نہیں سکتی کبھی
یوں تو ہے پھیلی ہوئی سارے جہاں پر چاندنی

خانۂ دل تک نہ پہونچی روشنی کی اک کرن
رہ گئی دُنیا میں لاکھوں بار کھلکر چاندنی

ہم نے دیکھا ہے کھلا کر روز فرقت اے ندیم
چاند کی ہرگز نہیں ہے دل سے بڑھ کر چاندنی

بزمِ عالم میں ہے کافی اُن کی تنویرِ جمال
کر کے تہ اے چاند رکھ اپنی منور چاندنی

سب کے دلمیں جلوہ گر ہے روشنی اک نور کی
چاند تاروں سے ہوئی ہے آج گھر گھر چاندنی

اللہ اللہ ذرہ ہائے روشنی کا انتشار
نور کے ذرّوں سے ہے دامانِ محشر چاندنی

سوزِ اُلفت دل میں کرتا ہے ہمارے رُوشنی | شمع پھیلاتی ہے اُس محفل میں جل کر چاندنی
آج وہ پھر بے نقاب آئے ہیں شب کو بام پر
آج اے قربانؔ پھر چٹکے گی گھر گھر چاندنی

طبیعت نہیں ہے سنبھل جانے والی | مصیبت نہیں ہے یہ ٹل جانے والی
شرارت تری دیکھ کر روزِ محشر | قیامت ہے پہلو بدل جانے والی
رہیں گی کھُلی بعدِ مُردن بھی آنکھیں | نہیں دل کی حسرت نکل جانے والی
مجھے تم نہ صورت دکھاؤ حسینوں | طبیعت ہے میری پھسل جانے والی
ترے سوزِ فرقت سے اک دن ستمگر | یہ ہستی کی بستی ہے جل جانے والی
تلوں کو ہے ہم سے بھلا واسطہ کیا | طبیعت نہیں ہے بدل جانے والی
زمانے سے کہدو زمانے کی صورت | نظر ہے کسی کی بدل جانے والی
یہ امید یہ آرزو ہے یہ حسرت | مرے دل سے اک دن نکلجانے والی
وہ اک شمع خاموش لبریز سوزش | وہ محفل میں تا صبح جل جانے والی

بچاتا نہ قربانؔ اگر آج جاتی
تو زاہد سے اپنی بھی چل جانے والی

تو نے نہ کبھی بھول کے کی ذوق نوازی | بیکار رہی میری یہ رہی سینہ گدازی
وہ خوب ہے جسمیں ہو محبت کی جھلک کچھ | وہ عشقِ حقیقی ہو کہ ہو عشقِ مجازی
اُلفت میں فنا ہو کے بقا پاتا ہے جو شخص | لے جاتا ہے وہ عشق کے چوگان میں بازی
ہے شانِ حقیقت مری ہر شان میں مضمر | ملبوس ہے میرا عجمی شکل حجازی
محفل میں اُنھیں عشق کا میں سحر دکھاؤں | دکھلائیں مجھے حُسن کی وہ شعبدہ بازی
خوگر ہیں شبِ وصل کی کوتاہی کے ایدل | دیکھی نہیں جاتی شبِ فرقت کی درازی
ڈر ہے ترے رہگیر کہیں تھک کے نہ بیٹھیں | اے رہبرِ اُلفت نہ بتا رہ کی درازی
مر کر بھی شہیدانِ محبت رہے زندہ | ہر دور میں کہتی رہی دُنیا انھیں غازی

الزام نمازوں کا قیامت میں ہے کیسا
دُنیا میں تو قربانؔ تجھے دیکھا تھا نازی

مقتل گاہِ عاشقاں تھی وہ تری محفل نہ تھی | روح پروانوں کی کس کس طور سے بسمل نہ تھی

تھا جو دل میں وہ کبھی ارماں نہ پورا ہو سکا
وہ ہوئی پوری مگر جو آرزوئے دل نہ تھی

تو نے لیلیٰ کو چھپا کر قیس کو برہم کیا
ورنہ کچھ تجھ سے شکایت اسکو اے محمل نہ تھی

حرکتیں وہ دیکھتے تھے ترچھی نظروں سے مری
آنکھ اُن کی وصل کی شب بھی ذرا غافل نہ تھی

کیوں ہوائے عشق کے جھونکے نہ دل کو پھونکتے
کیا مری فطرت میں بادِ شوق جز و کل نہ تھی

گرمیاں جتنی تھیں شاید صرف پروانے تھیں
شمع کے اُٹھتے ہی باقی رونقِ محفل نہ تھی

یاد میں تیری سدا ہم خونِ دل اُگلا کئے
عشق کی اک مہربانی تھی ہمارے سِل نہ تھی

مجھ کو ہر شے میں ترا جلوہ نظر آتا رہا
کوئی شے دُنیا کی نظروں میں مری باطل نہ تھی

بُوجھ ہلکا کس طرح قربان ہوتا قلب کا
ایک دم کو بھی جُدا پہلو سے غم کی سِل نہ تھی

سُنی ہے جب سے گلشن میں نوا بنجی عنادل کی
ہوئی جاتی ہے حالت خود بخود ابتر مرے دل کی

فدا سر بھی کیا۔ قربان کر دی جان بھی اپنی
نہ نکلی ہائے اس پر بھی کوئی حسرت مرے دل کی

پھرا گو قیس جویا۔ کوہ و صحرا و بیاباں میں
نہ پائی کچھ خبر لیکن کہیں لیلیٰ کے محمل کی

نہ بھونکر خون تھوکوں دی گلوری غیر نے اُنکو
ہوا دِق اسقدر پیدا شکایت ہوگئی سِل کی

نہ نکلی حسرتِ نظارہ وقتِ مرگ بھی دلسے
کھُلی ہے مثلِ نرگس آنکھ قاتل تیرے بسمل کی

فلک کیا مرتبہ تیرا بڑھا میرے گھٹانے سے
ہلال ایسا کیا فرقت میں محکو ماہِ کامل کی

چلاتا ہے چھری کس کس ادا سے حلق پر میرے
جو بس ہوتا تو لیتا بلائیں اپنے قاتل کی

نہ دے قربان دل اپنا بتانِ عربدہ جو کو
کہ دل کو چین کرتے ہیں کافر دل لگی دل کی

مکدر رنگ کرنے کے لئے محفل میں دلبر کی
اُڑاتے ہیں رقیب روسیہ ہر روز بے پر کی

تلاطم حشر کا ہو۔ درہم و برہم زمانہ ہو
حکایت گر بیاں ہو جائے میرے قلبِ مضطر کی

خدا جانے یہ کس بیداد گر پر ہو گیا مائل
بُری حالت ہے ان روزوں ہمارے قلبِ مضطر کی

جبیں رگڑا کرونگا میں جو سنگِ در پر اُس بت کے
بدل جائے گی شاید یوں کوئی صورت مقدر کی

برائے غارتِ عشاق کافی تیغ ابرو ہے
مرے قاتل نے کیوں برداشت کی تکلیف خنجر کی

جہاں کے میکدہ میں ہم وہ رندِ خوش عقیدت ہیں
کبھی جھوٹی قسم کھاتے نہیں مینا و ساغر کی

کسی دن بلبلِ ناشاد کا برباد گھر ہوگا
چمن میں شوخیاں باقی رہیں گر بادِ صرصر کی

چھپا لیتا ہوں اکثر دل میں اپنے رازِ الفت کو
ہو رسوائی مبادا عشق میں اُس ماہ پیکر کی
وہ رسوائی کے ڈر سے وصل کی شب چونک اٹھتے ہیں
ہوا بھی چھیڑ دیتی ہے اگر زنجیرِ در کی

نزاکت ہیچ ہے گہوارۂ تر کی اپنی نظروں میں
بسی ہے جب سے قربانؔ یاد دلبر اُس صنوبر کی

سب تمنا دل کے دل میں رہ گئی نخچیر کی
کہہ دیا صیاد نے حاجت نہیں تکبیر کی
ہیں گرہ کس طرح کھولوں عقدۂ تقدیر کی
پیش چلتی ہی نہیں کچھ ناخنِ تدبیر کی
روز یہ دل کو جلاتا ہے چراغ آفتاب
محفل تیرہ ہو گئی یہ آسمانِ پیر کی
پردۂ محمل نے پردہ فاش تیرا کر دیا
تیری روپوشی نے لیلیٰ حسن کی تشہیر کی
دخترِ رز کی کیا نہیں حرمت خدا کے سامنے
پڑھ ذرا تفسیر واعظ آیۂ تطہیر کی
ہو کے رہتا ہے جو کچھ قسمت میں ہوتا ہے لکھا
مٹ نہیں سکتی لکیریں نامۂ تقدیر کی
دیکھ کر بہزاد و مانی حسن حیراں رہ گئے
ہم نے وہ تصویر کھینچی اُس بتِ بے پیر کی
دل مرا ہاتھوں اُچھلتا ہے الٰہی خیر ہو
نامہ بر نے اس قدر آنے میں کیوں تاخیر کی
کیا عجب دیوارِ زنداں کی جو بنیادیں ہلیں
عرش تک پہونچیں صدائیں نالۂ زنجیر کی
عمر یوں انسان کی دنیا میں ہوتی ہے بسر
شب گذرتی ہے سرا میں جس طرح رہگیر کی
جائینگے جنت میں روزِ حشر وہ بے ریب و شک
جن کے دل میں ہے محبت حضرتِ شبیر کی
ہیں اشارے ابروئے خمگاں کے کافی قتل کو
کیا ضرورت تیر کی حاجت ہے کیا شمشیر کی
زلف کے سودایوں کا جوشِ وحشت دیکھکر
دیدۂ حیرت بنی ہے ہر گھڑی زنجیر کی
رنگ اُڑتا ہے حسینوں کا تمہارے سامنے
دمبدم رنگت بدلتی ہے ہر اک تصویر کی

اب تو وہ بے رحم بھی بھرنے لگا الفت کا دم
نالہ ہائے دل نے اے قربانؔ کچھ تاثیر کی

کیا کرے اُن سے شکایت ظلم کی بیداد کی
بات ہی سنتے نہیں وہ عاشقِ ناشاد کی
اس کے انداز و ادا کی کس طرح کھینچیں شبیہ
عقل حیرت میں پڑی ہے مانی و بہزاد کی
عین فصلِ گل میں ظالم نے کیا گل سے جدا
کر رہی ہیں یہ شکایت بلبلیں صیاد کی
ہو مبارک فصلِ گل اے عندلیبانِ چمن
باغباں نے آمد و شد بند کی صیاد کی
دے دیا تشہیر کا میت کی اس ظالم نے حکم
ہائے بعدِ مرگ بھی مٹی میری برباد کی

حکم ہے خاموش تم بیٹھے رہو جب تک رہو
کاٹ ڈالوں گا زباں جڑ سے اگر فریاد کی

سخت جانی کو مرے وہ دیکھ کر کہنے لگے
مُڑ نہ جائے دھار میرے خنجرِ فولاد کی

ٹکڑے ٹکڑے دستِ وحشت کر کے چھوڑیگا اسی
تم نے کیوں پہنائی مجھ کو ہتکڑی فولاد کی

جب سے تم نے کر دیا جور و جفا کا ابتدا
پیش کچھ چلتی نہیں چرخِ ستم ایجاد کی

دیکھتی ہے جب مری حالت تو آجاتا ہے رحم
میری گردن پر نہیں چلتی چھری جلاد کی

فاتحہ خوانی کو شیریں آرہی ہے قبر پر
جان پڑ جائے عجب کیا خاک میں فرہاد کی

دل ہی قابو میں نہیں ہے ناصحِ مشفق مرا
کیا کروں تعمیل حضرت آپ کے ارشاد کی

کیمیا کرتی ہے قرباں خاک کو اُن کی نگاہ
کم نہیں اکسیر سے صحبت مرے اُستاد کی

جب جانوں مرے دل کا مداوا کرے کوئی
ہے وہ مسیح جو اسے اچھا کرے کوئی

رہتا نہیں ہے بزم میں اُن کو کسی کا ہوش
آیا کرے بلا سے کہ جایا کرے کوئی

کہتے ہیں وہ کہ کچھ مرے دل پر اثر نہیں
بیکار ہیں خطوط جو لکھا کرے کوئی

میرا مریض رہنا ہی کچھ مجھکو راس ہے
اچھا نہ گر کرے بہت اچھا کرے کوئی

عادت ہے یہ بھی غیر سے کہتے ہیں رازِ دل
یہ بھی گلہ ہے کیوں مجھے رسوا کرے کوئی

اظہارِ بے دلی پہ وہ کہتے ہیں ناز سے
پہلو میں دل نہیں ہے تو پیدا کرے کوئی

اُن کا غبارِ دل کبھی دھویا نہ جائے گا
دامن کو آنسوؤں سے نہ دریا کرے کوئی

ہے حسن تیرا اہمیتِ کونین سے گراں
کس طرح تیرے حسن کا سودا کرے کوئی

تم بزم میں مآلِ تمنا جو کھول دو
قرباں پھر نہ اُنکی تمنا کرے کوئی

میری وجہ سے ترک اگر دوستی ہوئی
میری خوشی سے غیر کو کیوں بیکلی ہوئی

راحت تجھے ملی جو صنم وہ مجھے ملی
تیری خوشی ہوئی میرے دل کی خوشی ہوئی

تقدیر میں لکھا تھا جو بندے نے وہ کیا
سرزد تمہارے حکم سے نیکی بدی ہوئی

ہستی سے ہے رہائی ہی تکمیلِ زندگی
اس قید سے جو روح چھٹی چھٹ گئی ہوئی

اے ہمنشیں یہ درد یہ ٹیسیں نہ جائینگی
ہے نوکِ خارِ غم مرے دل میں چبھی ہوئی

رونق جہاں کی خوب بڑھائی بہار نے
چادر ہے سبزہ زار کی ہر سُو بچھی ہوئی

آئی بہار پھول ہر اک باغ میں کھلے | لیکن نہ میرے دل کی شگفتہ کلی ہوئی
وحشت جو مجھ کو لے گئی صد چاک پیرہن
قربانؔ ان کی بزم میں کیسی ہنسی ہوئی

خدمت جو تھی وہ حسبِ ضرورت ادا ہوئی | مجھ سے ہوا قصور نہ مجھ سے خطا ہوئی
مرنے کے بعد بھی رہا بے چین دل میرا | مجھ کو نصیب نیند نہ بعدِ فنا ہوئی
کچھ جیتے جی تو موت کا ہم پر کھلا نہ راز | بعدِ فنا بھی روح نہ واقف ذرا ہوئی
میں نے خلافِ حکم کیا تیرے عمر بھر | تعمیلِ حکم مجھ سے نہ اے کبریا ہوئی
اے کاش ہوتی تیرے محبت میں وہ بسر | تھی جتنی زندگی مجھے مولا عطا ہوئی
تاریکیٔ فراق سے اللہ کی پناہ | شام آئی اور مجھ پہ یہ نازل بلا ہوئی
سب اُنکے یہ سکھائے ہوئے پاسبان ہیں | شوخی ہوئی۔ حجاب ہوا۔ یا حیا ہوئی
چاہا کہ تم کو۔ لاکھ بُرا اور بھلا کہوں | لیکن زبان سے نہ ادا۔ بد دُعا ہوئی

قربانؔ شکوہ اُس کا نہ میں نے کبھی کیا
راضی ہوا۔ اسی پہ جو اس کی رضا ہوئی

مجھ سے راضی گر قضا ہو جائے گی | موت ہی میری دوا ہو جائیگی
وصل اس کا ہو گیا جس دن نصیب | زندگی کیف آشنا ہو جائیگی
اعتبار اے روح تجھ پر کیا کریں | تو بھی آخر کو جدا ہو جائیگی
گر قیامت آئی دنیا میں کبھی | وہ بھی اک تیری ادا ہو جائیگی
ایک دن آئے گی اس کو بھی قضا | موت بھی آخر فنا ہو جائیگی
آپ ہی ملنے لگیں گے مجھ سے وہ | اُن پہ جب ظاہر وفا ہو جائیگی
ایک دن تن سے روانہ میری روح | صورتِ بوئے وفا ہو جائیگی

دل بتوں کو دے دیا قربانؔ اور
جان اب نظرِ خدا ہو جائے گی

جس نے بھی پی لی اسکی طبیعت بحال کی | نزہت ہے ایک جرعۂ مے میں کمال کی
پانی سے کیا غرض ہے تصور نے کھینچ دی | تصویرِ دل میں آپ کے حسن و جمال کی
اُسنے کہوں گا حشر میں کس طرح حالِ دل | تاریخ مختصر ہے بہت انفصال کی

رحمت ضرور حال پہ میرے کرے گی رحم
صورت یہی رہی جو مرے انفعال کی

انسان کو بصیرتِ قدسی کہاں نصیب
کیونکر وہ تاب لائے گا تیرے جمال کی

پہلے ہی اس نے کر دیا انکار وصل صاف
آئی نہ تھی زبان سے نوبت سوال کی

آئی نہ اس میں صورتِ بہتر کوئی نظر
ہستی کی اپنی ہم نے بہت دیکھ بھال کی

گھر بیٹھے ہے ارادۂ نظارۂ دو کون
وسعت نہیں ہے دیکھنی اپنے خیال کی

قدرت نے جب دیا نہیں کوئی بجز کمال
قربان تجکو فکر ہے پھر کیوں زوال کی

اُسے ساتھ اپنے لگا لیگئی
مری روح آخر قضا لے گئی

اُڑا کر کہاں سے کہاں بعدِ مرگ
مری خاک کو تو صبا لے گئی

مجھے آگئی تھی جو فرقت میں نیند
وہ ہی خواب میں جا بجا لے گئی

فسردہ رہی دہر میں میری زیست
یہ کیا لینے آئی تھی کیا لے گئی

تہ و بالا سارا جہاں کر دیا
قیامت سے سبقت ادا لے گئی

نتیجہ یہ درمانِ دل کا ہوا
درِ گور تک خود دوا لے گئی

قضا و قدر کے تھے پابند ہم
قضا لائی تھی اور قضا لے گئی

تعجب ہے قربان اُن کی ادا
ترے دل کو کیوں کر اُڑا لے گئی

الٰہی آبرو رکھ لے مرے اشکِ ندامت کی
کہ اس سے شان کم ہوتی نہیں کچھ تیری رحمت کی

کفن سے منہ نکالا نام تیرا لے کے اُٹھ بیٹھا
اذاں جب کانمیں آئی مرے صبح قیامت کی

کیا ہے ان لبوں نے تلخ میری زیست کو ساقی
پلا دے جام اک مجکو صراحی بھر کے وحدت کی

کیا ہے اس کو روشن میرے دلکے سوزِ فطری نے
بجھائے سے بھی بجھ سکتی نہیں اب شمع تربت کی

عزیزو گر نہ ہو دو گز کفن کا انتظام آساں
مرے لاشے پہ لا کر ڈال دینا خاک عبرت کی

رُلاتی ہے اُسے جو فاتحہ پڑھنے کو آتا ہے
سُناتی ہے وہ عبرت کا فسانہ لوحِ تربت کی

یہ میری فردِ عصیاں صاف ہو جائیگی اے واعظ
اگر اک بوند بھی اس پر پڑے گی ابرِ رحمت کی

عدو کی دشمنی کا حال اُن سے کس طرح کہدوں
مجھے قربان ویسے بھی نہیں عادت شکایت کی

پھر تصور میں تری تصویر لہرانے لگی
یاد تیری دل کو میرے آہ تڑپانے لگی

باغباں تجھ کو مبارک ہو خزاں جانے لگی
تیلیاں منقار میں بلبل نئی لانے لگی

پھر خزاں آتے ہی گلشن میں ستم ڈھانے لگی
جو کلی کھلنے کو تھی گلشن میں مرجھانے لگی

آپنے تلوار کیوں ناحق اٹھالی ہاتھ میں
حسرتِ قتل اور دلمیں پاؤں پھیلانے لگی

میں جو رویا تیری فرقت میں تمگر رات بھر
مہربان ہو کر تری تصویر سمجھانے لگی

عاشقِ ناکام جاگا ہے شبِ فرقت میں تو
موت کی اب نیند آنکھوں میں ترے آنے لگی

تیری فرقت میں کفِ افسوس ملتا تھا مگر
دیکھ کر تجھ کو ستم پاؤں پھیلانے لگی

اُن کی عبرت کیلئے اوروں کی عبرت کیلئے
خود مری تقدیر بھی تصویر کھنچوانے لگی

یا الٰہی خیر ہو میرے جگر کی خیر ہو
آنکھ دل پر تیر اُن کی آج برسانے لگی

شمع پر جل کر شہادت ہو گئی تجھ کو نصیب
سب ٹھکانے تیری محنت آج پروانے لگی

اس فنا آباد میں میں نے کئے اتنے گناہ
آہ میری معصیت خود مجھ سے شرمانے لگی

میکشو جام و سبو کی قدر کرنا چاہئے
پھر کہاں یہ دولتِ سرجوش ہاتھ آنے لگی

ہم بھی جاتے ہیں خدا حافظ ترے گلزار کا
باغ سے فصلِ بہاری باغباں جانے لگی

دفعتاً عقدے مری تقدیر کے کھلنے لگے
آرزو اُلجھی ہوئی زلفوں کو سلجھانے لگی

کیا کریں قرباں کیونکر اپنے آنسو روک لیں
یاد اُن کی پھر ہمارے دل کو تڑپانے لگی

بنائے عشق اُسکے دلمیں غم نے بالیقیں رکھدی
مری آنکھوں پر اس نے آج اپنی آستیں رکھدی

تمہارے خنجرِ الفت کا تھا مارا ہوا عاشق
یہ کیا تم نے کیا گردن پہ کیوں شمشیر کیں رکھدی

بنایا کعبہ کی صورت تو بتخانے کو تم نے
کہ دھوکے میں یہاں ایمان والوں کے جبیں رکھدی

عزیز و اپنی آنکھوں پر بٹھاتے تھے جسے ہر دم
اسی کی نعش تم نے آج خود زیرِ زمیں رکھدی

نکل کر سامنے اغیار کے آیا سرِ محفل
کہاں تو نے حیا تہ کر کے اے پردہ نشیں رکھدی

کیا تھا کاتبِ تقدیر کو مجبور کب میں نے
کہ اُلٹی سیدھی لکھ کر اُسنے تحریر جبیں رکھدی

کہیں عاشق سے چھپنا رسم دنیا کی نہ ہو جائے
نئی بنیاد یہ کیوں تو نے اے پردہ نشیں رکھدی

غضب دلمیں کیا تیر نظر نے تیرے اے ظالم
اگر حسرت کہیں رکھدی کوئی حسرت کہیں رکھدی

لحد میں کسطرح قرباں بھلیں گے یہ پوچھا تھا

تو میرے سامنے اک اُسنے تصویر حسیں رکھدی

دشمنی ہم سے کی نہیں جاتی
عادتِ دوستی نہیں جاتی

بات ہم سے کہی نہیں جاتی
اور تیری سُنی نہیں جاتی

بخشنے والے نے تو بخش دیا
اپنی شرمندگی نہیں جاتی

بعد مرُدن بھی تیرے بسمل کی
بے کسی بے بسی نہیں جاتی

نور آنکھوں میں جبکہ اُسکا ہے
دلمیں کیوں روشنی نہیں جاتی

کیا شگفتہ ہے میری فطرت بھی
رنج میں بھی ہنسی نہیں جاتی

کر چکا ہے وہ وصل کا وعدہ
اور مری بے کلی نہیں جاتی

ایسی تحریر خط میں لکھتے ہیں
جو کسی سے پڑھی نہیں جاتی

دل پہ قربان چوٹ لگتی ہے
مے صفیں میں پی نہیں جاتی

بہت سہے عدالت سنکے میرے دادگستر کی
خبر اُن کو نہیں تھی آج تک انصاف محشر کی

خدا سے کر دعا وہ اس کے دل میں رحم ڈالیگا
خوشامد کیوں دل بے تاب کرتا ہے ستمگر کی

وہ اُٹھ کر بیٹھ جائینگے وہ زندہ ہو کے اُٹھینگے
ضرورت ہے فقط مردونکو تیرے ایک ٹھوکر کی

تہ و بالا کیا اس نے زمانے کو شبِ فرقت
قیامت بنگئی گویا تڑپ بھی قلبِ مضطر کی

زمانہ ہے بھنور میں اور نہیں تھمتے مرے آنسو
لڑائی ابر تر سے ہو گئی ہے دیدۂ تر کی

اب اے صیاد کیا روشن رہیگی آتش گلشن
غم بلبل میں پھیکی پڑ گئی رنگت گل تر کی

کسی کے عشق میں گذری ہے اپنی عمر مرمر کے
یہ ہے تعبیر تعمیر لحد میں سنگ مرمر کی

ہوئے ہیں زندہ جو مرکر ترے ادنیٰ اشارونسے
وہی کچھ جانتے ہیں قدر ظالم تیری ٹھوکر کی

وہ مژگاں خود ہی اے قرباں کریں گی کام سوزن کا
نہیں چاکِ جگر کو میرے کچھ حاجت رفوگر کی

ظالم ہے مرے حال کی کچھ تجھ کو خبر بھی
ہے شام بھی تاریک نگاہوں میں سحر بھی

دُنیا میں کسی وقت مجھے چین نہیں ہے
دشمن ہے مری شام مخالف ہے سحر بھی

کیسا یہ ستم تو نے کیا اے نگہ ناز
غربال بنا دل ہے مرا۔ اور جگر بھی

مژگاں کے لئے بھی تیری ابرو کے لئے بھی
حاضر ہے مریجان۔ مرا دل بھی جگر بھی

جینے کو کہا تھا تو رہے زندہ بھی برسوں
مرنے کو کہا تھا تو گئے دیکھ لو مر بھی

آتی ہے شبِ غم مجھے کیوں روز ستانے
میرا ہی نہیں غیر کا دنیا میں ہے گھر بھی

ساقی کہیں محشر میں یہ مے رنگ نہ لائے
پینے کو تو پیتا ہوں مگر دل میں ہے ڈر بھی

رُکتے نہیں ہوتے ہی چلے جاتے ہیں عصیاں
اعمال پہ رہتی ہے مری گرچہ نظر بھی

محروم رہے باغِ محبت میں سدا ہم
گل دیکھے ہیں گو ہم نے بہت اور ثمر بھی

اک میں ہی نہیں کرتا ہوں جاں تجھ پہ تصدق
تارے بھی فدا تجھ پہ ہیں اور شش و قمر بھی

قربان میں پیتا ہوں مگر چھپ کے جہاں سے
یعنی ہے مرے عیب کے ساتھ ایک ہنر بھی

ساقی بھی جانتا ہے صراحی بھی جام بھی
بیٹھا ہے اس کی بزم میں اک تشنہ کام بھی

کرتا ہے نالہ بے جگری سے دلِ نزار
لیتے ہیں ہم تو اپنے کلیجے کو تھام بھی

دعویٰ اگر کریں تو کریں کس پہ خون کا
معلوم تک نہیں ہمیں قاتل کا نام بھی

آیا وہ میکدے میں مرے بعد انقلاب
چکر میں تھی صراحی تو گردش میں جام بھی

گر غم نہ ہو شریک تو بے کیف ہے سرور
برتا ہے ہم نے بادہ بھی ساقی بھی جام بھی

دیکھے کوئی غرور بتوں کا خدا کی شان
لیتے نہیں کسی کا یہ ظالم سلام بھی

مدت ہوئی کہ اُن سے نہیں کوئی رسم و راہ
نامہ بھی اب تو بند ہے اُن کا پیام بھی

یہ تو بتاؤ آنکھ سے دیکھا بھی ہے کبھی
موسیٰ اگرچہ اس سے رہے ہم کلام بھی

قربان میں کسی کو سمجھتا نہیں حقیر
بدنام بھی اُسی کے ہیں اور نیک نام بھی

روح جسدِ جسم سے میرے فنا ہو جائیگی
آپ کو معلوم دنیا کی ہوا ہو جائیگی

شکل جو پیدا ہوئی آخر فنا ہو جائیگی
ایک دن یہ بے کہے نذرِ قضا ہو جائیگی

جا کے گلشن میں کرونگا جب میں اظہارِ ستم
باغ میں بلبل بھی میرے ہمنوا ہو جائیگی

مل گئی مجھ کو بقا ہو کر فنائے چارہ گر
موت بھی میرے لئے اب تو دوا ہو جائیگی

دیکھتے ہی شکل تیری جھک گئی میری نظر
کیا خبر تھی آنکھ بھی یوں بے وفا ہو جائیگی

آج تو وہ بن بلائے آگئے ہیں میرے گھر
آج تو منظور میری التجا ہو جائیگی

بے تعلق غیر سے ہو جاؤ پھر ہے سب روا
تم کرو گے جو جفا وہ بھی وفا ہو جائیگی

دل کو اے قربان اپنے تو ذرا مضبوط رکھ
جان تیری غم میں ورنہ مبتلا ہو جائیگی

اُن کو سنا رہے ہیں تقدیر اپنی اپنی
وحشی بجا رہے ہیں زنجیر اپنی اپنی

مجھ سے ہے انکو نفرت اغیار سے محبت
تقدیر اپنی اپنی تدبیر اپنی اپنی

فراق میں بھی ہوگا اک شور حشر برپا
سب داستاں کہیں گے تحریر اپنی اپنی

انکی نگاہ بھی جب ان سے ملی ہوئی ہے
تیزی نہ کیوں دکھائیں پھر تیر اپنی اپنی

ناکامیاب آہیں۔ نالے ہیں کارفرما
اب اس کی کیا شکایت تاثیر اپنی اپنی

کرنے کو ذبح میرے قلب و جگر کو دونوں
ابرو چلا رہے ہیں شمشیر اپنی اپنی

اُن کو سُنا سُنا کر عاشق ہیں اُن سے لیتے
تقصیر اپنی اپنی تعزیر اپنی اپنی

مہمانوں سے تو اپنے کیوں ہے کبیدہ خاطر
لائے ہیں ساتھ یہ سب تقدیر اپنی اپنی

بازار میں نظر کے ہے امتحانِ صورت
کھچوائیں حسن والے تصویر اپنی اپنی

قربان تو بھی جلدی سامان کر فراہم
منزل کو جا رہے ہیں رہگیر اپنی اپنی

خدا کا شکر صورت سامنے وہ بے حجاب آئی
نظارہ کامیاب آیا۔ نظر بھی کامیاب آئی

خدا جانے یہ کب سے جل رہا تھا سوز فرقت سے
مرے دل سے جو نکلی ہو تو وہ مثل کباب آئی

مری آنکھوں نے گویا دفعتاً نیند اُڑ گئی ہمدم
کبھی مجھ کو جو یاد اُنکی ادائے نیم خواب آئی

ہمارا روسیہ کرنے کو وقت شیب دنیا میں
کبھی فکر شباب آئی کبھی فکر خضاب آئی

کسی میکش پہ شاید تیز نظریں ہو گئیں تیری
یہ کیوں شیشوں میں ساقی جوش پر اتنی شراب آئی

بڑھاپے نے جھکائی جب کمر مثل کمان اپنی
ہمیں اسوقت کیا کیا یاد تیری اے شباب آئی

شب فرقت کے پردے میں نہ دیکھا نور آنکھوں نے
یہ جب آئی سیہ ڈالے ہوئے منہ پر نقاب آئی

سُنا ہے دلکو ہو جاتی ہے تسکیں نام سے اسکے
خدا کی یاد مجھ کو کیوں نہ وقت اضطراب آئی

گنہ ہم نے کئے تھے بیشمار اسواسطے قربان
ہمارے واسطے رحمت جو آئی بے حساب آئی

شوخی نہیں اچھی ہے شرارت نہیں اچھی
دو طرح کی عاشق پہ قیامت نہیں اچھی

وعدے پہ عدو کے تو ہوں بیمار بھی اچھے
وعدے پہ مرے تیری طبیعت نہیں اچھی

بے وجہ نہ لے دل کا مرے خون تو سر پر
اے چشم ستمگر یہ شرارت نہیں اچھی

غیروں کو سناتے ہو مرا حال جو جا کر
واللہ یہ غمازی کی عادت نہیں اچھی

انسان اُسے کہتے ہیں دل جسکا رہے صاف
دنیا میں کسی سے بھی کدورت نہیں اچھی

کیوں کھاتا ہے آنکھوں کی قسم میری تو ظالم
آنکھوں سے یہاں میں کوئی نعمت نہیں اچھی

ملنا ہے اسی کا جو ملے بے غرض اکثر
سچ کہتے ہیں مطلب کی محبت نہیں اچھی

اچھا وہ حسیں ہے جو نہ ہو حسن پہ مغرور
نخوت کا ہو سامان تو دولت نہیں اچھی

چلتے ہیں ذرا اس کی عیادت کے لئے ہم
سنتے ہیں کہ قربان کی صحت نہیں اچھی

سب شاخ غم کی آج ہمارے ہری ہوئی
سنتے ہیں پھر چمن میں کہیں ابتری ہوئی

ساقی ہمارا حصہ نہیں اس میں کیا بتا
رکھی ہے تیرے پاس جو بوتل بھری ہوئی

اتنا نہیں ہے کوئی زمیں میں جو داب دے
پڑی ہے لاش ہائے ہماری دھری ہوئی

جب سے کہ ہم صفیر کو صیاد لے گیا
بیٹھی ہے کیسی باغ میں بلبل ڈری ہوئی

کس کام کا جو تم نہ ہمارا بتاؤ تو
جلوہ گری ہوئی نہ کبھی دلبری ہوئی

منت کرے کوئی تو لگاؤں نہ منہ کبھی
ہے اس قدر شراب سے نیت بھری ہوئی

پی لی تھی میں نے روزِ ازل اسکا ہے خمار
ساقی تو دے نہ دے کہ ہے نیت بھری ہوئی

قربان ڈوب جائے نہ لے کر کہیں ہمیں
کشتی گناہ کی ہے بہت کچھ بھری ہوئی

دیکھ لی ہم نے بہارِ زندگی
چند روزہ تھا خمارِ زندگی

موت کا پینا ہے تجھ کو جام بھی
ہوش میں آ بادہ خوارِ زندگی

دشتِ غربت میں ہوں محتاجِ کفن
دیکھ لو انجام کارِ زندگی

اس نے ہی کھولا ہمارا بھید آہ
جو بنا تھا رازدارِ زندگی

تم نہ دو گے لطف کا پانی اگر
خشک ہوگا سبزہ زارِ زندگی

موجِ صہبا تھی کہ تھی بوئے گلاب
عشرتِ ناپائدارِ زندگی

زندگی نے خوار مجھکو کر دیا
میں نہیں امیدوارِ زندگی

جانے دے قربان اس کا غم نہ کر

ہو نہ ہرگز اشکبارِ زندگی

ہم نے دیکھا لے کے آخر امتحانِ زندگی
خواب سے زیادہ نہ نکلی داستانِ زندگی

عمر ساری رنج و غم ہی میں ہماری کٹ گئی
مختصر یہ ہے بیانِ داستانِ زندگی

ایکدم کیوں اسطے بھی یہ نہ جیتے جی رُکی
موت نے کی بند آخر کو زبانِ زندگی

مل گیا اس کو عدم کا ایک سیدھا راستہ
اب نہ ٹھہرے کا کہیں یہ کاروانِ زندگی

اک ذرا سی ٹھیس لگنے سے یہ ہو جاتا ہے گم
بلبلے کی طرح ہوتا ہے نشانِ زندگی

اُسکے دم سے زندگی کے تھے یہ سب نقش و نگار
تھا خیالِ عیش و عشرت باغبانِ زندگی

بھید کچھ معلوم کرلیں اس کے کہنے پر چلیں
کون ہے آخر ہمارا رازدانِ زندگی

میرا مرغِ روح آخر اُڑ گیا دے کر فریب
ہو گیا دم بھر میں خالی آشیانِ زندگی

میری ہستی کا چمن قربان اُجڑا ہی رہا
بے وفا نکلی بہارِ گلستانِ زندگی

تھی کچھ ایسی ہی بلا اُن سے بھی ٹالی نہ گئی
آہ جو نکلی مرے دل سے وہ خالی نہ گئی

تو نے دھو دھو کے بہت داغ مٹانے چاہے
تیرے دامن سے مرے خون کی لالی نہ گئی

تم گریزاں ہی رہے بات نہ پوچھی میری
تم سے الفت کی بنا خود کبھی ڈالی نہ گئی

تیرِ مژگاں نے ترے ہائے کیا کیا عضب
نوک جو دل میں چبھی پھر وہ نکالی نہ گئی

کیا سنبھالو گے مرا حال مسیحا جاؤ
تم سے تو میری طبیعت بھی سنبھالی نہ گئی

ڈالتے آہ کبھی سایۂ دامن کیا خاک
تجھ سے میت پہ مری خاک بھی ڈالی نہ گئی

تجھ سے قربان محبت وہ روا رکھتے ہیں
آج تک تیری یہی خام خیالی نہ گئی

رہ گئی صرف زمانے میں عداوت باقی
اب نہ الفت ہی رہی اور نہ محبت باقی

کوئی ارمان رہا اور نہ حسرت باقی
موت کی چکھنی مگر رہ گئی لذت باقی

کچھ مروت نہ رہی سب کے ہوئے خونِ سفید
اہلِ عالم کے رہی دل میں نہ الفت باقی

میکدہ دیکھا ہے اور دیکھا ہے بتخانہ بھی
اب فقط دیکھنا ہے گلشنِ جنت باقی

حشر جو تو نے اُٹھائے وہ بہت دیکھ چکے
دیکھنی ہم کو رہی صرف قیامت باقی

بادِ صرصر نے گلستاں کا لہو چوس لیا
اُس نے چھوڑی نہ کسی پھول میں رنگت باقی

چھوڑ کر جسم مرا روح چلی جائے گی
جسطرح پھولوں میں رہتی نہیں نکہت باقی
ساتھ لیجاتے نہیں کیوں اسے دنیا سے بخیل
قبضۂ غیر میں رہ جاتی ہے دولت باقی

لطف آئے ہیں جینے میں تو کیونکر قرباں
اب نہ باقی ہے جوانی۔ نہ ہے صحت باقی

پیچھے پیچھے اُن کے پھرتی ہے مری تقدیر بھی
میں بھی گردش میں ہوں میرے پاؤں کی زنجیر بھی
داورِ محشر کے آگے مجھ کو کر دے گی کھڑا
کام دیجائے گی اکدن یہ مری تقصیر بھی
غل مچا رکھا ہے زنداں میں بڑا جھنکار سے
بن گئی دیوانے کیا وحشی تری زنجیر بھی
چہرے پر پردہ لئے آتے ہیں وہ کس شان سے
ناز کرتی آتی ہے رخسار کی تنویر بھی
کھینچے ہیں تیرا نقشہ بیٹھ کے بے عیب جب
بولنے لگتی ہے خود منہ سے تری تصویر بھی
راستہ پوچھا نہیں اور چل دیا ہے بیدھڑک
کیا دیوانہ ہے راہِ عشق کا رہگیر بھی
جتنے حربے ہیں ترے تابع ہیں تیرے حکم کے
تیر بھی پیکان بھی خنجر بھی اور شمشیر بھی
دل ہی کیا بیٹھا شبِ فرقت دنو ریاس سے
بن کے ناامید بیٹھی آہ کی تاثیر بھی
گھر گیا ہوں اپنے دو دو دشمنوں میں ایک میں
مدعی تو بھی ہے میرا۔ آسمان پیر بھی
اس نے محفل میں بٹھایا تو مگر غیروں کے بعد
وائے قسمت مجکو ذلت ہو گئی توقیر بھی
وہ سمجھتے ہیں کہ دیوانہ ہے یا مجذوب ہی
رائگاں جاتا ہے اپنا نالۂ شبگیر بھی
ظلمت و تنہائی میں یہ کام میرے آئیگی
دستور رکھنا لحد میں یار کی تصویر بھی
بولتی ہرگز نہیں دیتی نہیں ہرگز جواب
ہے تکبر میں بھری ظالم تری تصویر بھی

بولتے برسوں نہیں ناراض وہ ہوتے ہیں جب
ہے نرالی اُن کی اے قربان یہ تعذیر بھی

محبت ایکدم تم نے جو بے تقصیر کم کر دی
میں سمجھا غیر کی خاطر مری توقیر کم کر دی
کمالِ جذب دلسے اسکو کھینچا آنکھ کے تل میں
کہ طول و عرض میں ہم نے تری تصویر کم کر دی
بجھی شمع دلِ سوزاں ہوا جب سوز مرکر کم
چراغِ زندگی کی تو نے یوں تنویر کم کر دی
مریضِ عشق کو اب یوں خدا پر چھوڑ بیٹھے ہیں
کہ خوش تقدیر کے کرنے کو ہے تدبیر کم کر دی
عجب اپنا اثر ڈالا۔ ترے رعب نزاکت نے
کہ میرے نالۂ شب گیر کی تاثیر کم کر دی
نہ کی کچھ منصفی تم نے خطا دونوں کی یکساں تھی
سزا میری بڑھا دی غیر کی تعذیر کم کر دی

عدو پر بعد مردن خاک ڈالی اپنے ہاتھوں نے
نہ آئے میرے لاشہ پر مری توقیر کم کردی

سُنا ہے اُنکے تو تابع ہے چلتا ہے اشارہ پر
شکایت اس لئے ہمنے بھی چرخ پیر کم کردی

نہ دی اسکو جگہ پہلو میں فتراکِ محبت کے
غضب تمنے کیا اک خواہش نخچیر کم کردی

سمجھکر پاؤں پھیلائے نہ یہ دیوانۂ الفت
مرے چارہ گروں نے خود مری زنجیر کم کردی

نہ گردن کٹ سکی اُنسے ہوئے بے حد وہ شرمندہ
برا ہو سخت جانی قوتِ شمشیر کم کردی

اگر ہے عزم اپنی منزلِ مقصود لینے کا
تو کیوں رفتار اپنی عشق کے رہگیر کم کردی

ہم اے قربان جو کرنا چاہتے ہیں کر نہیں سکتے
عمل جب سے ہوا مدِ نظر تقریر کم کردی

ہم سمجھتے ہیں کہ یوں اسکی قضا آنے کو تھی
سرفروشی کی تمنا خاک پروانے کو تھی

رنج و غم سے تھا بہت لبریز کر دیتے سبک
اتنا چھلکانے کی حاجت دلکے پیمانے کو تھی

تونے اے گلچیں لیا الزام ناحق اپنے سر
یہ مرے دلکی کلی تو خود ہی مرجھانے کو تھی

کب کیا صیاد نے بلبل کو پھولوں سے جدا
ہائے جب باغ تمنا میں بہار آنے کو تھی

کیوں خیالِ یار جاتا ہے ٹھہر کچھ اور دیر
تیرے ہی دم سے تو رونق دلکے کاشانے کو تھی

حشر میں بھی اس نے کھولی ایک لمحے کو نہ آنکھ
بیخودی کس درجہ ساقی تیرے مستانے کو تھی

بادِ صرصر تو نے کیوں زحمت اٹھائی اسقدر
میرے مدفن کی نشانی خود ہی مٹجانے کو تھی

جس نے افسانہ سنا میرا وہ مجھ پر رو دیا
حق نے دی تاثیر کتنی میرے افسانے کو تھی

اسمیں بُت پتھر کے تھے اور دخترِ رز نطق ریز
اسلئے ترجیح بتخانے پہ میخانے کو تھی

اب تجھے اے نجد کوئی جانتا بھی تو نہیں
قیس ہی کے دم سے رونق تیرے ویرانے کو تھی

یہ غنیمت ہے کہ تم نے اپنے دلمیں دی پناہ
بو کی صورت ورنہ میری روح اڑجانے کو تھی

چٹکیاں لے کر کیا بے چین یادِ دوست نے
میری آنکھیں بند تھیں قربان نیند آنے کو تھی

ہوتا ہے ستم دل پہ مرے اور جفا بھی
لیکن یہ بتاؤ ہے کوئی اس کی خطا بھی

آتی نہیں کہنے سے ہمارے شبِ فرقت
بیٹھی ہے چھپائے ہوئے منہ اپنا قضا بھی

سامان ہیں عاشق کے فنا کرنے کے کیا کیا
غمزہ بھی ہے شوخی بھی حیا بھی ہے ادا بھی

الٹی ہے نقاب اس نے مجھے چہرہ دکھا کر
شوخی بھی ہے انداز بھی ہے اور حیا بھی

آخر مرضِ غم سے نہ صحت ہوئی مجھکو
بے کار دوا بھی ہوئی ناکام دعا بھی

بکواس پہ واعظ کی نہ جا بکنے دے اسکو
مے ڈال کے ساقی تو ہمیں جام پلا بھی

دل رکھتے ہیں اور ساتھ ہی رکھتے ہیں بال ہم
ہے تجھسے محبت بھی ہمیں اور گلا بھی

تجھ کو تو نہ آتا تھا۔ نہ آیا مگر افسوس
فرقت میں تری آئی نہ کمبخت قضا بھی

تم نے تو جفا کر کے ادا۔ اپنی دکھا دی
اب دیکھ لو تم آکے ذرا میری وفا بھی

دیکھو جسے مطلب سے وہ ملتا ہے ہمیشہ
معدوم ہوئی جاتی ہے دنیا سے وفا بھی

کرتے ہیں ستم ہو کے نڈر اہلِ وفا پر
بُت یہ بھی نہیں جانتے ہے کوئی خطا بھی

افسوس ہمیں ایک بھی چلو نہیں ملتی
ہے جام بھی ساقی بھی ہے اور مے بھی گھٹا بھی

مشہور تو دنیا میں ہوئے آپ رفوگر
یہ کہیئے کوئی زخم مرے دل کا سیا بھی

یارانِ چمن بھول گئے اہلِ قفس کو
قربان نہیں آتی ادھر اب بادِ صبا بھی

وہ ولولے کہاں کہ طبیعت بدل گئی
پیری جو آئی زیست کی صورت بدل گئی

قاتل کی آج قتل سے نیت بدل گئی
کیا آکے میری موت کی ساعت بدل گئی

کرتے نہیں حسین زمانے کے کچھ لحاظ
خوں ہو گئے سفید حمیت بدل گئی

کہنے سے تیرے توبہ تو کر لی تھی میں نے شیخ
جامِ شراب دیکھ کے نیت بدل گئی

پہلے انہیں فریب نہ آتے تھے اسقدر
رہ کر عدو کے ساتھ میں سیرت بدل گئی

میرے بجائے غیر کے گھر ہو گئی بپا
پہلو کچھ اپنا آج قیامت بدل گئی

باقی ہیں سانس اب بھی اُسے آکے دیکھ لے
تیرے مریض ہجر کی حالت بدل گئی

جب کھل گئی حقیقتِ دنیائے بے ثبات
قربان نفرتوں سے محبت بدل گئی

حسرت تمہاری دید کی دل سے نکل گئی
تصویر سے تمہاری طبیعت بہل گئی

رخسار کی صفائی پہ شاید پھسل گئی
حسرت ہماری دیکھ کے اُن کو مچل گئی

جا کر کسی حسین کا تڑپا دیا ہے دل
فرقت میں منہ سے آہ جو میرے نکل گئی

غصہ مرا اُتارا ہے دربان پر تمام
آئی بلا تھی مجھ پہ مگر اسپہ ٹل گئی

اپنے قدم سے چل کے ہوئے خود اسیر ہم
کوچہ میں تیرے لے کے ہماری اجل گئی

قربان تیری آہ جو نکلی شبِ فراق
کانپا جو آسمان زمیں بھی دہل گئی

حسرت لپٹ کے ناوکِ قاتل میں رہ گئی
باقی جو جان کچھ تنِ بسمل میں رہ گئی

حسرت اٹھی جو دل سے وہی دل میں رہ گئی
جب مل سکی نہ راہ تو منزل میں رہ گئی

قاتل نظر نہ پھیر کہ آنکھیں ابھی ہیں وا
امید دید دیدۂ بسمل میں رہ گئی

بسمل کا کام خنجرِ ابرو نے کر دیا
رکھی ہی تیغ قبضۂ قاتل میں رہ گئی

پروانے جل کے خاک ہوئے سوزِ حسن سے
اور شمع بجھ کے یار کی محفل میں رہ گئی

کشتی ہماری آئی نہ میدان تک کبھی
نکلی بھنور سے دامنِ ساحل میں رہ گئی

نکلی جو آہ دشت میں لب ہائے قیس سے
لیلیٰ لرز کے پردۂ محمل میں رہ گئی

امید میں وصال کی اُلجھے رہے سدا
پڑ کر ہماری جان بھی مشکل میں رہ گئی

طعنے جو میرے ذکر پہ اغیار کو دئے
کچھ بات اس سے آپ کی محفل میں رہ گئی

آنسو نہ نکلے آنکھ سے اے ضبط آفریں
عزت ہماری یار کی محفل میں رہ گئی

کچھ صبر کے سوا نہیں قربان چارہ اور
ہم کیا کریں جو حسرت دل دل میں رہ گئی

دیکھ کر اُن کو محبت آ گئی
کام آخر اچھی صورت آ گئی

میری تربت کو وہ ٹھکرانے لگے
میں تو سمجھا قیامت آ گئی

دیکھ کر خالی مکانِ دل مرا
آج تو ان کو بھی غیرت آ گئی

جانے والے چاہئے کچھ احتیاط
زیرِ پا عاشق کی تربت آ گئی

روزِ محشر کیا کروں شکوہ ترا
دیکھ کر صورت مروت آ گئی

حشر میں اُن کے گنہ بخشے گئے
جن کی آنکھوں میں ندامت آ گئی

جب لگا دی اُسنے میرے منہ پہ مُہر
پھر زباں پر کیوں شکایت آ گئی

غیر کے سینے سے فوراً جا لگے
دیکھ کر مجھکو شرارت آ گئی

غیر کے کیوں قتل سے کھینچا ہے ہاتھ
کیوں یہ آنکھوں میں مروت آ گئی

جس جگہ قربان جانا ہے محال
اس جگہ میری طبیعت آ گئی

نگہ کام اُن کی یہ کر جائے گی
کہ دل سے اُترتا جگر جائے گی

صفایا دلوں کا وہ کر جائے گی
جدھر کو بھی ان کی نظر جائے گی

مرے خواب میں بھی جو آجاؤ گے
مری بگڑی قسمت سنور جائے گی

دعائیں نہ لیں میرے دل سے اگر
مری بد دعا کام کر جائے گی

ندے ساتھ اے شمع تیری خوشی
کہ ہے رات تھوڑی گذر جائیگی

خطا سے بنا ہے کرے گا خطا
نہ عادت تری یہ بشر جائے گی

کہو آسمانوں سے دیں راستہ
دعا لینے میری اثر جائے گی

مجھے نشۂ بادۂ عشق ہے
غلط ہے کہ مستی اتر جائے گی

تری موت ہے تیرے سر پر سوار
یہ لے کر تجھے بے خبر جائے گی

خزاں کی جو مقراض چلنے لگی
تو بلبل ترے پر کتر جائے گی

بہار آئی بلبل چمن میں اگر
گلوں میں وہ رنگ آکے بھر جائے گی

کروں گا اگر دل جُدا نے کا ذکر
نظر ان کی فوراً مکر جائیگی

ابھی ہے طبیعت بہت بے قرار
ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جائے گی

کریں گے وہ قربان پر وہ اگر
تو حسرت مرے دل میں مر جائے گی

قتل کرکے بھی مجھے وہ آنکھ شرمائی نہ تھی
یہ ڈھٹائی تو کوئی دیکھے حیا آئی نہ تھی

وہ شب وعدہ بھلا کیسے چلے آتے یہاں
میرے کہنے سے قضا تک بھی مری آئی نہ تھی

اے عدو کیونکر سکونِ قلب تجھ کو مل گیا
عشق کی دنیا میں تشکیں ہم نے تو پائی نہ تھی

جس طرح یہ تیری الفت میں ہوئی ذلت نصیب
اس طرح کی ہم نے دیکھی پہلے رسوائی نہ تھی

صبح ہوتے ہی پڑی ہے منہ پہ جو بکھری ہوئی
کیا نسیم صبحدم نے زلف سلجھائی نہ تھی

داورِ محشر کے آگے حشر میں کہتا میں کیا
جب میسر ہی زبان کو میرے گویائی نہ تھی

دیکھتا کس طرح تو جلوہ کسی کا اے بشر
سامنے کیا تیرے آتا تجھکو بینائی نہ تھی

میں اکیلا بھی رہا تو ساتھ تھا تیرا خیال
میری تنہائی بھی کوئی عام تنہائی نہ تھی

جب گیا قرباں کے پہلو سے تو ٹھکر صبح وصل
وہ قیامت کی تھی کروٹ تیری انگڑائی نہ تھی

زباں سے میری سن لیتے اگر تم داستاں میری
بہت ہی کام کر تیں پھر تو رنگ آمیزیاں میری

گرائے اشکِ خوں آلودہ چشمِ خونفشاں میری
مرے دامن پہ دیکھو پھر ذرا گلکاریاں میری

مرا صیاد بھی کرتا ہے کتنی میری دلداری
نشیمن سے سب آئی ہیں قفس کی تیلیاں میری

کروں گا خاک اب شکوہ قیامت میں ستم کا میں
کہ پہلے ہی کسی نے کاٹ ڈالی ہے زباں میری

ترے گلشن میں جو برباد اک میرا نشیمن ہے
نشانی تو سمجھ لینا اُسی کو باغباں میری

میں یہ سمجھوں شہادت کا مجھے درجہ ہوا حاصل
اگر نکلے تری الفت میں جانِ ناتواں میری

تہ و بالا کیا ہستی کو میری شامِ تنہائی
قیامت کا نمونہ بن گئیں بے چینیاں میری

وہ کہتے ہیں کہ تیرے سوز میں بھی ساز ہے پنہاں
بہت ہی شوق سے سنتے ہیں اب آہ و فغاں میری

خزاں اس کو اڑا کر لے گئی تو ہائے کس جانب
خدا جانے کہاں ہوگی وہ شاخِ آشیاں میری

فسانہ عشقِ گل کا سب اُسے رو کر سناؤں میں
سمجھنے گر لگے یارب زباں یہ باغباں میری

حق و ناحق پہ جو دل چاہتا ہے بول اٹھتی ہے
نہیں رہتی ہے چپ **قربان** یہ ظالم زباں میری

یہ کہہ رہے ہو کہ ہم فتنہ گر نہیں نہ سہی
نہیں یقین مری بات پر نہیں نہ سہی

ہزاروں اور بھی بندے جہاں میں ہیں محروم
مری دعاؤں میں کچھ بھی اثر نہیں نہ سہی

شبِ فراق ہی سے اپنا دل لگا لیں گے
ہمارے غم کی جو ہوتی سحر نہیں نہ سہی

ہمیں تو اس کی خبر ہے کہ بے خبر ہو تم
ہمارے حال کی تم کو خبر نہیں نہ سہی

ہیں جتنے آپ بس اتنے ہی اک قیامت ہیں
دہن نہیں نہ سہی۔ اور کمر نہیں نہ سہی

تمہاری پہلی محبت کا ہے اثر اب تک
تمہاری پہلی سی مجھ پر نظر نہیں نہ سہی

تجھے اسیرِ قفس کیوں ہے حسرتِ پرواز
نکل ہی آئیں گے کل آج پر نہیں نہ سہی

کسی طرح تو ہوں مہمان میرے دلمیں آپ
گھر آپ کا ہی میرا یہ گھر نہیں نہ سہی

خدا کو تو میری حالت کا علم ہے **قربان**
بتوں کو حال کی تیرے خبر نہیں نہ سہی

لگاوٹ سے وہ دل ستانی تمہاری
وہ پہلے پہل مہربانی تمہاری

ہماری بھی مانو گے پھر یا نہیں تم
کوئی بات ہم نے نہ مانی تمہاری

ہماری جوانی پہ بھی رحم کھاؤ
رہے یوں ہی برسوں جوانی تمہاری

نہیں دیکھی خلد آج تک ہم نے زاہد
سنی خوبیاں ہیں زبانی تمہاری

مرے دل میں ہے عشق کا داغ روشن
یہ ہی اک دیا ہے نشانی تمہاری

جو سنتا ہے ہوتا ہے وہ شاد دل میں
لطیفہ ہے گویا کہانی تمہاری

یہ رکھدے گی اک دن جہاں کو الٹ کر
بھبوکا سی اٹھتی جوانی تمہاری

کبھی محو دنیا کے دل سے نہ ہوگا
ہمارا فسانہ کہانی تمہاری

گھلایا تمہیں غم نے قربان ایسا
بڑھاپے میں گذری جوانی تمہاری

فیضان نور حق ہے جمال محمدی
وصل خدا ہے عین وصال محمدی

سینہ ہو پاک منکر احکام شرع کا
دیکھے جو اک نظر وہ جمال محمدی

پھیکا پڑے ابھی تو ندامت سے آفتاب
دیکھے جو آب و تاب جمال محمدی

معراج میں بھی یاد رہی امت آپ کو
امت کے واسطے تھا سوال محمدی

ہرگز نہ مجھکو کوثر و تسنیم کی ہو چاہ
مل جائے ایک قطرہ زلال محمدی

یاں ہے ہجوم جرم و خطا سے زبان تلخ
واں زیر لب ہے آب زلال محمدی

قدسی ثنا گذار ملائک ہیں مدح خواں
کس درجہ ہے حمیدہ خصال محمدی

قربان اسی نشان کے سایہ میں ہے اماں
تاباں ہو جس نشاں پہ ہلال محمدی

صرف مطلب کا کرے کیسے اعادہ کوئی
بات کر سکتا نہیں ان سے زیادہ کوئی

جتنا مقسوم میں ہے سبکو خدا دیتا ہے
پاتا تھوڑا ہے کوئی اور زیادہ کوئی

آخرش وہ ہی ہوا جو کہ خدا نے چاہا
پورا اپنا نہ ہوا ہائے ارادہ کوئی

وہی بربادی کا رکھتا ہے ارادہ دلمیں
سبزہ گلشن کی زمیں پر ہے فتادہ کوئی

دیکھ لے پھیر کے منہ اپنا ذرا بانکے سوار
پیچھے آتا ہے ترے ساتھ پیادہ کوئی

کیوں نہ پھر تجھ سے کرے دل سے محبت دنیا
تجھ سا قربان نہیں عاشق سادہ کوئی

تو نے ان کو جو دی پلا ساقی
رند دیں گے تجھے دعا ساقی

بس اب انکار کر چکا ساقی
ہو چکی عہد پلا پلا ساقی

رُوح کو بوئے کوثر آجائے
ایسی ہلکی ہوئی پلاساقی

تیرے صدقے نہ ہم کو تو ترسا
ہیں ترے در کے اک گداساقی

غم کے پیتے ہیں گھونٹ مے کے عوض
جب سے ہم سے ہوا خفاساقی

میں سبو پی کے بھی نہ بہکوں گا
دیکھ میرا بھی حوصلہ ساقی

غم بھی کچھ ہو سرور کے ہمراہ
خونِ دل مے میں دے ملاساقی

بابِ میخانہ اُن پہ کر کے بند
کر نہ رندوں پہ تو جفاساقی

نام جس سے ہو کل زمانے میں
یوں بنامِ خدا لٹاساقی

بعد مدت ملا ہے یہ موقع
یہ گھٹا اور یہ ہوا ساقی

شیخ پر دے چڑھا بطے کو
بد مزہ ہوں کباب لاساقی

الفتِ بادہ میں تڑپتا ہوں
کلفتِ دل میری مٹاساقی

گو ہے بے کیف پھر بھی ہے پر لطف
سُن لے میرا بھی ماجراساقی

حشر تک بھی نہ جو کبھی چھوٹے
رنگ ایسا تو دے چڑھاساقی

میں ہوں حقدار بادۂ کوثر
کر زباں پر ہے میری یا ساقی

رنگ ہے دیکھنا تو صہبا میں
میری توبہ کو لے ملاساقی

درد و غم اس سے دور ہوتے ہیں
اے مرے دل کی ہے دواساقی

بھاگا بھاگا یہ تجھ سے پھرتا ہے
آج قرباں کو کیا ہوا ساقی

رہتی ہے دل میں پنہاں حسرت بھی آرزو بھی
دونوں ہیں ان کی جویاں حسرت بھی آرزو بھی

جب سے سمائی دل میں راحت کبھی نہ پائی
رہتی ہیں دل میں گریاں حسرت بھی آرزو بھی

مشکل ہے جان بچنا ان سے بروزِ محشر
پکڑے ہوئے ہیں داماں حسرت بھی آرزو بھی

بیٹھی ہوئی ہیں تکیہ امید پر لگا کر
کیسی ہیں دونوں ناداں حسرت بھی آرزو بھی

اقرارِ وصل کر کے آتے نہیں کبھی وہ
کرتی ہیں روز ساماں حسرت بھی آرزو بھی

پہلو میں ان کے بیٹھیں دیکھیں جمال اُن کا
رکھتے ہیں ہم یہ ارماں حسرت بھی آرزو بھی

تو نے فلک ستایا۔ تو نے فلک رُلایا
ہیں شکوہ سنج نالاں حسرت بھی آرزو بھی

کیا ہے تصور میرا طالب وصال کا ہوں
دلمیں لئے ہے انساں حسرت بھی آرزو بھی

وہ آئے شام وعدہ اور ان کی شامت آئی
ہیں کوئی دم کی یہاں حسرت بھی آرزو بھی

اپنی امید سے تم دونوں میں جان ڈالو
ہیں میرے دل میں بیجاں حسرت بھی آرزو بھی

اُس در پہ کر کے مجھکو محروم بار یابی
کرتا ہے خاک درباں حسرت بھی آرزو بھی

ہو معصیت سے مملو انساں کی کیا خطا ہے
ہے آدمی کی شیطاں حسرت بھی آرزو بھی

رستہ بتاؤ تم ہی کیسے ملوں میں تم سے
رکھتی ہیں مجھ کو حیراں حسرت بھی آرزو بھی

قرباں ہے نام میرا۔ آجاؤ تم جو اکدن
کردوں میں تجھ پہ قرباں حسرت بھی آرزو بھی

بدلتی ہے ہر لحظہ حالت کسی کی
کبھی دیکھ لو آکے صورت کسی کی

دبا دیں گے مٹی میں مرتے ہی ہمدم
نہ کام آئے گی کچھ محبت کسی کی

ہمارے لئے تو برابر ہیں دونوں
محبت کسی کی عداوت کسی کی

کٹا دی ہے گردن رہ عاشقی میں
ہمیں ختم کرنی تھی حجت کسی کی

وہاں فاتحہ تم کو پڑھنی ہی لازم
جو مل جائے رستہ میں تربت کسی کی

تبسم نے زخموں کے ٹانکے اکھاڑے
نہ دی تم نے داد جراحت کسی کی

سلاسل کی جھنکار زنداں سے آئی
ہے زوروں پہ پھر آج وحشت کسی کی

کوئی آج آیا ہے سیر چمن کو
اڑائی ہے پھولوں نے رنگت کسی کی

مرے گھر پہ دشمن کے کہنے سے آئے
تو اسمیں بھی تھی کچھ شرارت کسی کی

عدو کے جو ہمراہ پھرتا ہے ہر سو
گئی وہ کہاں آج غیرت کسی کی

مری موت نے خود کیا میرا درماں
نہ کرنی پڑی مجھکو منت کسی کی

مریضان الفت نے دی جان اپنی
نہ کی تم نے آکر عیادت کسی کی

چلو آج قربان تم میکدے کو
سنا ہے کہ وہ بھی ہے جنت کسی کی

پھر کوئی نہ دنیا میں تدبیر نظر آئی
پلٹی ہوئی جب اپنی تقدیر نظر آئی

جب یاد تری آئی جب دھیان ترا آیا
موجود تری دل میں تصویر نظر آئی

جب ساتھ دیا اپنا ہموار ئ قسمت نے
باکار ہمیں اپنی تدبیر نظر آئی

دی اس نے سزا مجکو ناشاد کیا مجھ کو
دشمن کی بھی گر کوئی تقصیر نظر آئی

اُس در کی جبیں سائی۔ آخر مرے کام آئی
مٹتی ہوئی قسمت کی تحریر نظر آئی

خود دل کو جلا ڈالا۔ خود مجکو مٹا ڈالا
اے آہ نہ کچھ تن میں تاثیر نظر آئی

تعمیر جہاں پر ہم تنقید ہی کیا کرتے
خود خام ہمیں اپنی تعمیر نظر آئی

اس راہ میں رہ رو کو آرام کہاں ملتا
منزل بھی محبت میں رہگیر نظر آئی

وحشت ہی کو ہم اپنا سامانِ بقا سمجھے
وحشت ہی ہمیں اپنی جاگیر نظر آئی

جب غور کیا ہم نے تھا نور تراتاباں
ہر چیز میں تیری ہی تنویر نظر آئی

جب ترکِ تعلق کا اس بت سے سبب پوچھا
قربان ہمیں اپنی تقصیر نظر آئی

عندلیبِ خستہ جاں کیوں گل کی شیدا بن گئی
سوچ خود ہی پہلے کیا تھی اور اب کیا بن گئی

جب مجھے دیکھا کسی نے محوِ حیرت ہو گیا
میری صورت بھی جہاں میں اک تماشا بن گئی

لیلیٰ اور فرہاد کے قصّہ دے سب نے بھلا
میری الفت تازہ دنیا میں فسانہ بن گئی

شوخیوں نے ان کو چاہا تھا کریں رسوا مگر
آ کے آنکھوں میں حیا نورِ الٰہی پردہ بن گئی

روتے روتے کیف آیا اسقدر غم میں ترے
آنکھ میری بادۂ الفت کا شیشہ بن گئی

آبلے میں دل کے کھٹکی اور جگر کے داغ میں
میری حسرت بھی آہی خارِ صحرا بن گئی

ہر بشر کو موت نے آخر دیا درسِ فنا
جائے عبرت ہستیٔ فانی سے دُنیا بن گئی

خیر یہ اچھا کیا وعدہ کیا بیمار سے
وصل کی امید ہی اُسکا مداوا بن گئی

اس سے پہلے عشق کا یہ روپ یہ نقشہ نہ تھا
میری حسرت چہرۂ الفت کا غازہ بن گئی

مے مجھے دے یا ندے ساقی اڑایا اسنے رنگ
آنکھ میری دیکھ لے خود جام و صہبا بن گئی

کیا کریں قربان آخر ہم سوائے شکر کے
غیر کی تقدیر جب اپنی تمنا بن گئی

ڈالی بھی اگر تم نے کلفت کی بنا ڈالی
ہرگز نہ کبھی دل میں راحت کی بنا ڈالی

جب ہم نے ستمگر سے الفت کی بنا ڈالی
بولی یہ قضا ظالم آفت کی بنا ڈالی

افسوس مرے دل میں اے یار ترے غم نے
عنوانِ محبت سے حسرت کی بنا ڈالی

کہتے ہیں دکھایا کیوں آئینہ مجھے ناداں
کیوں تو نے مرے دل میں حیرت کی بنا ڈالی

اس عالمِ ہستی میں مجبورِ فنا تھے ہم
ہوتے ہی یہاں پیدا تربت کی بنا ڈالی

تجویز نہ کیوں درماں الفت کا کیا کوئی
جس نے یہ زمانے میں حکمت بنا ڈالی

حق اس کو ملا فوراً۔ افضل وہ ہوا سب سے
بندے نے اگر دل میں طاعت کی بنا ڈالی

تو دور ہوا حق سے۔ معذور حقیقت سے
دل بت سے لگا بیٹھا۔ بدعت کی بنا ڈالی

قربانؔ زباں شاید تھی منہ میں نہ انساں کے
جب کاتب قسمت نے قسمت کی بنا ڈالی

مری تدبیر بن بن کر مٹا کی
یہ سب خوبی ہے بخت نارسا کی

کینہ میں ہیں یہ سب اُس بے وفا کی
حقیقت کھل گئی ناز و ادا کی

نہیں حد جس طرح اپنی وفا کی
نہیں کچھ انتہا اُن کی جفا کی

یہ عادت چھوڑ دو کذب و دغا کی
بنو تصویر تم صدق و صفا کی

ہمیں بیگانہ کر دے گی جہاں سے
محبت اک بت نا آشنا کی

کوئی کیا دخل دے قدرت میں اسکی
ہوا جو کچھ وہ مرضی تھی خدا کی

یہ سمجھا قیس لیلےٰ آرہی ہے
سنی آواز جب بانگ درا کی

وفا کے نام سے نا آشنا ہیں
عبث امید ہے ان سے وفا کی

کوئی پہچان لے راہیں نہ ان کی
مٹاتے ہیں نشانی نقش پا کی

مجھے دیکھا تو لے لی غیر کی اوٹ
خدا کا شکر اتنی تو حیا کی

ہمارے وہم سے اونچا چلا جائے
بھلا اتنی کہاں طاقت ہما کی

نہ ان کو دیکھتے ہوتے نہ رسوا
نگاہوں نے یہ اک پہلی خطا کی

لگا کر مرہم تسکین اس نے
مرے درد محبت کی دوا کی

شرابیں چھپکے پینا روز قربانؔ
یہ عادت اور تجھ سے پارسا کی

ردیف ے

مجھے تجھ سے بوئے وفا آرہی ہے
کہاں سے تو ہو کر صبا آرہی ہے

شفا سے نہ مایوس بیمار غم ہو
اثر ساتھ لے کر دوا آرہی ہے

متانت سکھاتی ہے ان کو جوانی
مٹانے کو شوخی حیا آرہی ہے

تجلی ترے رخ کی میں نے سُنا ہے
مرے دل کو دینے جلا آرہی ہے

قضا سے بھی پہلے کسی پر جفا کی
مری جان لینے ادا آرہی ہے

یہ کیوں بے طلب آج وہ آرہے ہیں
یہ کیوں بن بلائے قضا آرہی ہے

ابھی اپنے چہرہ پہ برقعہ نہ ڈالو
ابھی میرے دل میں ضیا آرہی ہے

وہ **قربان** اب رات دن رو رہے ہیں
انھیں یاد میری وفا آرہی ہے

ہمیں اپنا بنا کر دیکھ لیتے
وہ دل سے دل ملا کر دیکھ لیتے

اگر دُنیا مٹانا چاہتے تھے
مری حسرت مٹا کر دیکھ لیتے

جہاں میں کس طرح ہوتی ہے ٹھنڈک
لگی دل کی بجھا کر دیکھ لیتے

کھڑا ہے منتظر جلوؤں کا عالم
ذرا پردہ اٹھا کر دیکھ لیتے

بھروسہ غیر پر ہرگز نہ کرتے
مجھے گر آزما کر دیکھ لیتے

مرے دل میں فقط یہ آرزو تھی
وہ میرا حال آکر دیکھ لیتے

مرا اور حضرت موسیٰ کا انجام
جمال اپنا دکھا کر دیکھ لیتے

کمی کیا آپ کے جلوؤں میں ہوتی
اگر چلمن اٹھا کر دیکھ لیتے

جو دی تھی برہمن نے دعوت دیر
ذرا **قربان** جا کر دیکھ لیتے

نسیم خلد کا جھونکا جو آنکلتا ہے
قمیص ناز میں عطر سہاگ ملتا ہے

جو راہ راست سے گمراہ ہو کے چلتا ہے
وہ انقلاب زمانے سے کب سنبھلتا ہے

کبھی جو میرے تصور میں آنکلتا ہے
تو یوں گلے نہیں ملتا کہ جی دہلتا ہے

قضا کے جھونکوں سے کب تک بچائیگا اسکو
ہوا میں تیرا چراغ حیات ملتا ہے

ہماری قبر پہ ٹھوکر جو تم لگاتے ہو
زمیں لرزتی ہے گردوں کا دل دہلتا ہے

کبھی خموش بھی ہوتا ہے تیرے حسن کا ساز
ہمارے عشق کا ہر دم چراغ جلتا ہے

جو تم نہیں ہو تو یہ ہے کرم محبت کا
کہ اب تمہارے تصور سے دل بہلتا ہے

مجھے بھی قید سے جوش جنوں کرے آزاد
بہار آئی ہے رنگ جہاں بدلتا ہے

ہیں سوزِ دل ہی سے آنسو نصیب چشمِ جہاں
یہی وہ چشمہ ہے جو رات دن اُبلتا ہے

غضب ہے کچھ نہیں ہوتا اثر ترے دل پر
ہماری آہ سے پتھر کا دل پگھلتا ہے

وہ گھر سے نکلے ہیں ملنے کو تجھ سے اے قرباں
نوید باد۔ کہ ارمانِ دل نکلتا ہے

کیوں نہ پھر خوش میکدے میں تیرا مستانہ رہے
ہاتھ میں ساقی اگر لبریز پیمانہ رہے

حشر تک اترے نہ اے ساقی خمارِ بیخودی
میکشوں کے لب پہ گر ہر وقت پیمانہ رہے

محتسب کا خوف اُسے زنہار ہو سکتا نہیں
مہرباں جب تک کسی پر پیرِ میخانہ رہے

ہے مرا حسنِ طلب گویا کلیدِ میکدہ
میں نہ ہوں تو بند ساقی تیرا میخانہ رہے

حیف اے صیاد تیری سیر چشمی کیا ہوئی
قید میں مرغِ قفس بے آب اور دانہ رہے

قصۂ اغیار دنیا میں نہ کوئی بھی سُنے
حشر تک مشہور میرا یوں ہی افسانہ رہے

جام بھر بھر کر دئے جائیں تری آنکھیں اسے
جھومتا پی پی کے ساقی تیرا مستانہ رہے

یہ ہوئے رخصت تو تنہائی سے گھبراؤنگا
حسرت و غم سے مرا آباد ویرانہ رہے

ہم سے اے قرباں گلشن میں رہا مانوس کون!
باغِ ہستی میں بہ مشکل مرغِ ویرانہ رہے

نکل کر آنکھ سے میری اگر لختِ جگر تڑپے
تو دامن تک گریباں سے گہر چمکے گہر تڑپے

جو ہو محروم تقدیر آکنارِ آرزو میری
تو آغوشِ دعا کی آرزو میں کیوں اثر تڑپے

دکھادے تو جسے اک بار اپنا دلربا چہرہ
دوبارہ دیکھنے کو عمر بھر اس کی نظر تڑپے

نہ کیوں بنجائے جا کر بجلیاں اس بت کے کاشانے
لگا تھا کس گھڑی نخلِ وفا گلزارِ ہستی میں

مرے دل سے نکل کر آہ کیوں مثلِ شرر تڑپے
کہ ہم تا عمر اس گلشن میں چکھنے کو ثمر تڑپے

تڑپ کر سامنے قاتل کے جب ہم ہو گئے ٹھنڈے
تو مقتل کے ہماری یاد میں دیوار و در تڑپے

نہ آیا تو۔ نہ آیا تو خبر لینے مریضوں کی
تجسس میں تری وہ عمر بھر اے چارہ گر تڑپے

مزہ آئے جو قاتل رقص یوں ہو تیری محفل میں
کہیں پر دل مرا تڑپے کہیں میرا جگر تڑپے

رہا ہے جسم سے میرے تعلق عمر بھر اس کو
نہ کیوں قرباں میری روح لوحِ قبر پر تڑپے

ٹوٹ کر ٹکڑے زمیں پر چرخ کے آنے لگے
میرے نالے تیر بن کر شامِ غم جانے لگے

اب جفاؤں سے نہ ہو تو دست کش بحرِ خدا
اب ہمیں تیری جفاؤں کے مزے آنے لگے

یہ ہمیں کیونکر مرے ہوتے گوارا ہو گیا
غیر کے پہلو میں جا کر مجھکو تڑپانے لگے

غیر کی خاطر تو ہاں ہاں ہو گیا منہ سے رواں
اور مری خاطر نہیں وہ منہ سے فرمانے لگے

عاشقوں کے سوز کا ان کو یقیں آ ہی گیا
صورتِ پروانہ جب محفل میں جل جانے لگے

کمسنی میں ان کو کیا ظلم و ستم سے کام تھا
جب جوانی آ گئی تو غیر بہکانے لگے

دیکھئے کس کس کی شامت آج آئی ہے ندیم
وہ قیامت کی طرح پھر رنگ میں لانے لگے

نام و پیغام ان سے شکر ہے ہونے لگا
میرے خط جانے لگے اور انکے خط آنے لگے

پھر دلِ بیتاب نے مجبور قرباں کر دیا
پھر کلیجہ تھام کر اس بزم میں جانے لگے

اٹھ اٹھ کے فتنے راہ میں ٹھوکر کے رہ گئے
سامان کرتے کرتے وہ محشر کے رہ گئے

پورے وہ ہونگے بعد فنا صورتِ غبار
چکر جو باقی میرے مقدر کے رہ گئے

تسکین دینے آج بھی اسکو نہ آئے وہ
ارمان آج پھر دلِ مضطر کے رہ گئے

دفتر بنیں گے اس سے شہادت کے حشر میں
گردن پہ کچھ نشان جو خنجر کے رہ گئے

سو بار تیرے عشق میں زندہ ہوئے ہیں ہم
سو بار تیرے عشق میں ہم مر کے رہ گئے

وہ اور ہوں گے جن کو ملی انبساطِ زیست
ہم زندگی کے ہاتھ سے خود مر کے رہ گئے

رک رک کے مجکو آئی ہیں دو چار ہچکیاں
پھر یاد آج مجھ کو وہ کر کر کے رہ گئے

افسوس ان سے لطف اٹھا یا رقیب نے
سامان اپنی عیش کے ہم کر کے رہ گئے

قرباں ہائے اپنی یہ بے اختیاریاں
جب زندگی پہ بس نہ چلا مر کے رہ گئے

جو میرا دشمن جاں اور دشمن کا مسیحا ہے
مقدر سے اسی کے ہاتھ میں میرا مداوا ہے

دوا میں جتنی دیتا ہے غلط ہوتا نتیجہ ہے
یہ کیسا میرا چارہ ساز ہے کیسا مسیحا ہے

زباں سے کہدے تو اپنی ابھی میں جان دیدونگا
میں تیرا سچا عاشق ہوں نہیں جھوٹا یہ دعویٰ ہے

لگالوں تم کو سینے سے بٹھالوں تمکو آنکھوں میں
یہی بس میری حسرت ہے یہی میری تمنا ہے

وہ جس کو حسن کہتے ہیں خریدا جا نہیں سکتا
اسے سستا سمجھتے ہو بہت مہنگا یہ سودا ہے

نکلنا اس کا مشکل ہے نکلنا جان کا آساں
مرے دل میں وہ وحشت ہے مرے دل میں وہ سودا ہے

الٰہی ہم ہیں وحشی یا جنوں ہے ساری دُنیا کو
ہمیں جو دیکھتا ہے عالم وحشت میں ہنستا ہے
نظر جو آ نہیں سکتا وہی موجود ہے ہر سو
جو پوشیدہ ہے آنکھوں سے اُسیکا سارا جلوہ ہے

ستم ہوں لاکھ لیکن اف نہ منہ سے آپکے نکلے
یہی قربانؔ آداب محبت کا نتیجہ ہے

نہیں ممکن کہ جیتے جی ہمارے دل سے غم نکلے
ہوا ہے دلنشیں ایسا جو غم نکلے تو دم نکلے
ہمارے دل میں خیمہ اسنے کیوں ڈالے ہیں فرقت میں
کہیں اس چھاؤنی سے لشکر اندوہ و غم نکلے
کرے تو وصل کا اقرار لیکن ہو مرے دلکو
مزہ جب ہے کہ دم وعدہ ترے منہ سے ستم نکلے
میانوں سے نہیں ہوتی ہیں تیغیں اسطرح باہر
کہ جیسے آستینوں سے ترے دست ستم نکلے
ہوئی مضمون درد سے اُنکے دل کو بیتابی
ہمارا نامہ پڑھ کر گھر سے وہ با چشم نم نکلے
وہ کہتے ہیں دکھا کر آئینہ تصویر کا اپنی
حسیں ایسا تو ہو جس پر حسینو نکا بھی دم نکلے
جنوں میں ہو کمی تھوڑا بہت جاتا رہے سودا
اگر سر سے ہوائے طرۂ پر پیچ و خم نکلے
ہوا تھا قلب میں پیوست ایسا تیر قاتل کا
جو کھینچا اس نے پہلو سے دل و پیکاں بہم نکلے

مریضانِ محبت کی بُری حالت ہے اے قربانؔ
دُعائیں مانگتے ہیں موت آئے جلد دم نکلے

تصور زلف جاناں کا نہ جائیگا مرے دلسے
کہ اس لیلیٰ کو دلچسپی سی ہے اس خاص محمل سے
کسی صورت نہیں کم صحن گلشن کوئے قاتل سے
بھرا ہے دامن گل باغ میں خون عنادل سے
ہمیں شوق شہادت ہے تمنا قتل کی اس کو
ہے ملتی جلتی میری آرزو ارمان قاتل سے
نہیں اے شیخ میں قائل تری زہد و ریاضت کا
تعلق ہے بت پندار کو اتنا ترے دل سے
اٹھانا پاؤں ہے راہ وفا میں ضعف سے مشکل
نہیں کم دو قدم کا فاصلہ بھی ایک منزل سے
مکدر غیر کی صورت سے بھی ہوتا نہیں عاشق
ہوا ہے زنگ زائل اسقدر آئینۂ دل سے
عدو کے دل کو خوش کرتا ہے تڑپا کر مرے دلکو
ستم بڑھکر کریگا کون یارب میرے قاتل سے
گلوں کے کان پھوٹے سبزۂ خوابیدہ چونک اٹھا
قیامت باغ میں برپا ہوئی شور عنادل سے
ہماری زندگانی سب فراق یار میں گذری
کوئی ارماں نہ نکلا عمر بھر حسرت بھرے دل سے
چلا آہستہ آہستہ چھری حلقوم پر میرے
تمنا دید کی کہتی ہے وقت ذبح قاتل سے
دئے ہیں سامنے اغیار کے ایسے مجھے طعنے
کہ مشکل بیٹھ کر اٹھنا ہوا ہے اُنکی محفل سے

جو دلمیں ہے ترے تو ڈھونڈتا ہی اسکو عالم میں
تجھے حاصل ہے کیا اے شیخ اس تحصیل حاصل سے

تری تعلیم سے مجنوں نہ کچھ حاصل ہوا ہم کو
سبق اب عشق کا لیں گے کسی استاد کامل سے

وہ کیا جانے جو گھائل ہی نہو ترچھی نگاہوں کا
مزہ تیر نظر کا کوئی پوچھے تیرے بسمل سے

خدا کا شکر ہے قربان اس نے کہدیا آخر
خطائیں سب گذشتہ ہمنے تیری محو کیں دل سے

دیدار حق ہے رویت انوار مصطفٰے
دیدار حق ہے اصل میں دیدار مصطفٰے

درماں ہے میرا اور میں اسکا مریض ہوں
ہے مصطفٰے طبیب میں بیمار مصطفٰے

قدسی تھے با ادب شب معراج یوں کھڑے
حاصل کسی طرح سے ہو دیدار مصطفٰے

زنہار اس کو شورش محشر کا ڈر نہیں
دنیا میں جو رہا ہے طلبگار مصطفٰے

منصب اگر ملے تو ملے مجھ کو بس یہ ہی
خادم رہوں میں چاکر دربار مصطفٰے

اے موت تو نہ آنا میں جبتک کہ دو گھڑی
بیٹھوں نہ زیر سایۂ دیوار مصطفٰے

قربان خستہ حال کی ہر دم ہے التجا
یارب نصیب ہو مجھے دیدار مصطفٰے

حق نے پکارا کس کو حبیبی خطاب سے
رتبہ ہے کس کا بڑھ کے رسالت مآب سے

وہ روئے پاک آئینہ ہے روئے ذات کا
دیکھا نہ جائے جس کی طرف آفتاب سے

اللہ رے تیز گامی کہاں سے کہاں گئے
ایکدم میں پہونچے اور پھرآئے شتاب سے

قطعہ

بہر حسینؑ جا کے مدینہ میں اے صبا
کرنا یہ عرض بھا کے رسالت مآب سے

کرتا تھا اک حقیر سا بندہ یہ التماس
باصد ادب و نور غم و اضطراب سے

زخمی کیا ہے تیغ نے فرقت کی سر بسر
واقف حضور ہیں مرے حال خراب سے

سوز فراق سے میں سراپا برشتہ ہوں
قلب و جگر ہیں پہلو میں جلتے کباب سے

سیراب اسکو کیجئے۔ دیدار سے حضور
مسرور کر کے وصل کے جام شراب سے

منکر نکیر کرنے لگیں آکے جب سوال
اور حال مجھ ضعیف کا پوچھیں عتاب سے

میری مدد کے واسطے آئیں وہاں حضور
قاصر نہ ہو زباں مری اسدم جواب سے

بندہ ہوں رب کا اور میں امت نبی کی ہوں
ان سے کہوں جواب میں فوراً شتاب سے

اسلام میرا دین ہے امت نبی کی ہوں | الفت ہے مجکو خاص رسالت مآب سے
مداح دلسے ہے ترا قربان خستہ حال
اس کو ملے نجات لحد کے عذاب سے

بود و جود عالم ذات محمدی ہے | وجہ بنائے آدم فیضان احمدی ہے
باغ ارم کی خواہش یثرب میں مجکو کیا ہو | رشک ریاض جنت دربار احمدی ہے
روح الامیں ہے دربان غلمان غلام اسکے | حلقہ بگوش اسکا خورشید خاوری ہے
ہے دل نشین صورت محبوب کبریا کی | سبزہ لحد کا میری فرش زمردی ہے
سایہ نہ ہوتا قد کا کیا بات ہے ذرا سی | سچ ہے برب کعبہ وہ نور سرمدی ہے
قربان غلام اس کا تو آپ کو سمجھ لے
الفت کا کر نہ دعویٰ یہ تو زیادتی ہے

گریۂ چشم میں یارب اثر اتنا ہو جائے | جو گرے اشک مری آنکھ سے دریا ہو جائے
کام لیں ہم کشش دلسے اگر فرقت میں | تم کو مجبور شب ہجر میں آنا ہو جائے
ہے وہ انسان پڑیں تیری نگاہیں جس پر | دل ہے وہ جو ترے تیر و نکا نشانا ہو جائے
میں رہوں زندۂ جاوید شہادت پا کر | دم شمشیر آلہی دم عیسے ہو جائے
بہر گلگشت گلستاں میں اگر جائے تو | رنگ گل دیکھکے صورت تری پیکا ہو جائے
آج تک حسن کی قیمت نہیں گھٹتے دیکھی | یہ وہ سودا ہی نہیں ہے کہ جو سستا ہو جائے
چاندسی شکل دکھا جائے کسی دن وہ شوخ | ماہ کامل مری قسمت کا ستارا ہو جائے
ہاتھ سے اپنے جو دے غیر کو ساقی یارب | جام مے زہر ہلاہل کا پیالہ ہو جائے
مانگتے ہیں یہ دعا رات کو اٹھکر میکش | آسماں بادۂ گلرنگ کا شیشا ہو جائے
ایسے انداز سے کر عرض تمنا قربان
کہ اُسے رحم محبت میں گوارا ہو جائے

دل میرا ہدف کرتے ہیں دزدیدہ نظر سے | کرتے ہیں جو وہ عیب تو کرتے ہیں ہنر سے
ہم نے بھی لگالی ہے جھڑی دیدۂ تر سے | ہو ابر کو دعویٰ جو برسنے کا تو برسے
دیکھے کبھی وہ شوخ مجھے ترچھی نظر سے | مٹ جائے خلش یار جو ہو تیر جگر سے
اتنا کہے جاکر کوئی اس رشک قمر سے | کبتک ترا شیدائی تری دید کو ترسے

نیچی ہے نظر اور پریشان ہیں گیسو
آتا ہے سراسیمہ کوئی غیر کے گھر سے

للہ کرو ہم سے نہ تم تذکرۂ غیر
اک شعلہ سا رہ رہ کے بھڑکتا ہے جگر سے

آجائے نہ میل ان کی طبیعت پہ مبادا
ہم غیر کا شکوہ نہیں کرتے اسی ڈر سے

یاد آتی ہیں اے شوخ جو فرقت کی جفائیں
اک ٹیس سی اٹھتی ہے مرے زخم جگر سے

اب محفل رنداں میں تجھے پینی پڑے گی
کچھ کام چلے گا نہ ترا شیخ حذر سے

کچھ بات نہ تھی بوسہ جو قربان نے مانگا
بگڑے ہوئے کیوں بیٹھے ہو اے جان بحر سے

فصل گل آئی ہے گلشن میں گھٹا چھائی ہے
میکشو خوب پیو آج بہار آئی ہے

ایسی کیا تجھ میں ادا اے بت ہرجائی ہے
ایک دنیا تری مشتاق ہے شیدائی ہے

کس قیامت کی اندھیری شب تنہائی ہے
صورت شمع بھی مشکل سے نظر آئی ہے

وصل کی رات جو تم بت سے بنے بیٹھے ہو
مجھ سے کیا بات بھی کر نیکی قسم کھائی ہے

مشک کی چار طرف پھیل رہی ہے خوشبو
کس کی اے باد صبا زلف تو چھو آئی ہے

درد دل میں کبھی محسوس کمی کچھ نہ ہوئی
مدتوں میں نے مسیحا کی دوا کھائی ہے

نامہ بر دیکھ خط شوق یہ سمجھا دینا
بھول جانا نہ اسے بات جو سمجھائی ہے

فصل گل پر نہ ہوا بلبل شیدا نازاں
دو گھڑی کو یہ گلستاں میں چلی آئی ہے

قیس و فرہاد کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا
عاشقوں میں کوئی۔ کوہی۔ کوئی صحرائی ہے

بیقراری کی بدولت ہے کبھی دل بیتاب
باعث رنج کبھی فکر شکیبائی ہے

شاخ امید میں کیا خاک شگفتہ ہو دل
جو کلی آئی ہے اس میں وہی مرجھائی ہے

میکشو بھول بھی جاؤ۔ وہ گھٹا کا آنا
اب ادا اسی ہے کہ ہر چار طرف چھائی ہے

لڑ گئی ہے کسی محبوب جفا کار سے آنکھ
آج ہمنے بھی کہیں تیغ نظر کھائی ہے

کوئے جاناں کی طرف دل جو لئے جاتا ہے
شامت آئی ہے مری آج قضا آئی ہے

دل کو دیتا ہے تسلی رخ جاناں کا خیال
اب تو قربان یہی مونس تنہائی ہے

سامان کوئی ایسا اے کارساز کر دے
دنیا کے رنج و غم سے جو بے نیاز کر دے

الفت عطا مجھے کر۔ اپنی تو ایسی مولا
سر کو نہ میں اٹھاؤں محو نیاز کر دے

زاہد کو دم میں چاہے گمراہ تو بنا دے
رندوں کو چاہے دم میں تو پاکباز کر دے

اے عشق تیرے آگے چلتی نہیں کسی کی
محمود کو جو چاہے دم میں ایاز کر دے

بربط مرے نفس کا مضراب غم سے ٹوٹا
اللہ پھر مرتب میرا یہ ساز کر دے

ظلمت کو دور کر دے اٹھے جو رخ سے پردہ
دنیا میں شام ان کی زلف دراز کر دے

اڑ کر جو کوئی آئے پروانۂ حقیقت
خاموش ایک دم میں شمع مجاز کر دے

ہستی کا ذرہ ذرہ خورشید ضو فشاں ہو
ادنیٰ اگر اشارہ ذرہ نواز کر دے

ہرگز نہ کوئی آفت تجکو کبھی ستائے
قرباں اگر تو دل کو محو ناز کر دے

چلدیئے دنیا سے ہم وہ آجتک آیا کئے
جیتے جی رشتہ کسی کا عمر بھر دیکھا کئے

وصل کی شب بھی تو مجھسے ہائے وہ روٹھا کئے
بات سلجھایا کئے ہم اور وہ الجھایا کئے

کچھ سمجھ میں ہی نہ آیا کیا کسی نے لکھ دیا
نامہ بر ہم نامہ کو سو سو دفعہ الٹا کئے

ہائے بے مہری کسی نے انکی دلسوزی نہ کی
لوگ پروانوں کو جلتا بزم میں دیکھا کئے

سیکڑوں پروانے کرتے ہی رہے انکا طواف
اور چلمن میں وہ خود بیٹھے رہے پردا کئے

آج انکی بزم میں جلوؤں کی بھیتیں ارزانیاں
سب انھیں دیکھا کئے اور سبکو وہ دیکھا کئے

روزن دیوار بھی اک آنکھ گویا بن گیا
جسکو تاکا سامنے تھا اس سے ہی وہ دیکھا کئے

جسطرح تڑپے ہے مچھلی دام ماہی گیر میں
ہم یونہی قرباں انکے دام میں تڑپا کئے

کیوں پیر مغاں پھر اُسے دنیا نہ بنا دے
جس کو مئے الفت تری مستانہ بنا دے

سن لے جو کوئی اسکو وہ بیتاب ہو فوراً
پُر درد مرا یوں کوئی افسانہ بنا دے

جو کچھ بھی بنا اپنی ہی الفت میں بنا تو
فرزانہ بنایا مجھے دیوانہ بنا دے

اے عشق کرشمے ترے ایسے ہیں جو چاہے
کاشانۂ شاداب کو ویرانہ بنا دے

اے شمع محبت ہے اگر تجھ میں ذرا سوز
پروانے کے ہر پر کو بھی پروانہ بنا دے

بتخانے کو تو چاہے تو کر دے ابھی کعبہ
کعبہ کو اگر چاہے تو بت خانہ بنا دے

کیف نگۂ ناز سے جھک جائیگا عالم
ساقی نگۂ ناز کو خمخانہ بنا دے

اس بیخودیٔ شوق کا ہوں عشق میں طالب
جو تجھ سے بھی ظالم مجھے بیگانہ بنا دے

وحشت کے ہیں آثار ترے عشق میں قربانؔ
ڈر ہے تجھے یہ شوق نہ دیوانہ بنا دے

جو میرے دلکے زخموں کا کوئی انگور بنتا ہے
تو پھر ناخن سے وحشت سے وہی ناسور بنتا ہے

منور کر دیا ہے یوں جلا کر دل محبت نے
کہ جو شعلہ نکلتا ہے چراغ طور بنتا ہے

اسے پینے کی کیا حاجت اسے شیشوں سے کیا مطلب
تری آنکھوں نے جب ساقی کوئی مخمور بنتا ہے

ہمارا دل دکھانے کو ہماری جان لینے کو
ستم ایجاد ہوتے ہیں نیا دستور بنتا ہے

کوئی بدنام ہوتا ہے جفائیں کر کے دنیا میں
محبت کر کے دنیا میں کوئی مشہور بنتا ہے

غضب سے ترے یارب مانگتا ہے بھیک تقصیر بھی
کریمی سے تری یارب گدا مغفور بنتا ہے

تری ٹھوکر کا جو کھٹکا کسی تربت میں ہوتا ہے
تو مُردے کیلئے وہ ایک بانگ صور بنتا ہے

اسے قربانؔ فطرت عشق کی ترتیب دیتی ہے
بڑی دشواریوں سے ایک دل مجبور بنتا ہے

تری بات آساں بھی گویا کٹھن ہے
تجھے کتنا حاصل کمال سخن ہے

جہاں کوئی تکلیف پہونچے نہ دل کو
وہی اپنا مسکن وہی اک وطن ہے

دلِ داغ داغ آکے دیکھو تو میرا
چمن سے زیادہ یہ دل کا چمن ہے

نہ سمجھو کہ آساں ہوئیں منزلیں سب
عدم کی ابھی ایک منزل کٹھن ہے

نہ پوچھو مرے منہ سے تم میری حسرت
زمانے میں مشہور شمع لگن ہے

نہیں ہے کفن تو تردد ہے بے جا
کہ غربت ہی غربت میں اپنا کفن ہے

خدا جانے کس جا ہمیں موت آئے
بندھا اپنے سر پر تو ہر دم کفن ہے

جہاں خونِ بلبل سے پودے اُگے تھے
ہوا دست بردِ خزاں وہ چمن ہے

غزل ہے جو پھیکی تو رہنے دو قربانؔ
مجھے کب غرور کمال سخن ہے

پتلی کو مری تو لیلیٰ بنا پھر آنکھوں کو محمل کر دے
یوں نیتیں خدا سے کہتا تھا اس دلکو ہی منزل کر دے

ناوک نہ چلا برچھی نہ دکھا خنجر نہ اٹھا تکلیف نہ کر
ان ترچھی ترچھی نظروں نے دلکو میرے بسمل کر دے

اٹھیں نہ خدا یہ دست نظر رکھوں نہ کسی سے کوئی ہوس
جو مشکل کوئی حائل ہو تو حل میری مشکل کر دے

ظلمت نے لیا ہے گھیر جہاں مشکل ہے قیام اب اپنا یہاں
یارب دکھلا کر حق کی جھلک اس ظلمت کو باطل کر دے

دلکو نہ مرے پھر غم ہو کبھی میں ضبط کروں ہر بد مرگی
تو درد محبت میں یارب اک صبر اگر شامل کردے

اے چارہ گر آتدبیر تجھے میں درد کی اپنے بتلا دوں
کچھ ہوش نہ باقی تجکو رہے اس درد سے یوں غافل کردے

عنوان محبت پڑھ لینگے خود ہی اندازہ کرلیں گے
تو سامنے انکے اے قربان یہ اپنی کتاب دل کردے

پہلے تو اپنے ہاتھ سے مالی خود بلبل کو کھوتا ہے
پھر اسکا ماتم کرتا ہے پھر سوگ میں اسکے رہتا ہے

اب تجھسے یا پروانے سے کیا رام کہانی اپنی کہیں
افسانے کا اب لطف نہیں جب سننے والا سوتا ہے

اب ابر کرم مجرم پہ ترے بارش نہیں کرتا تو نہ کرے
وہ اپنے اشک ندامت سے خود اپنے معاصی دھوتا ہے

جو رحم کرے تو رحم ملے جو ظلم کرے تو ظلم ملے
ویسا ہی پھل بھی ملتا ہے جو بیج کہ جیسا بوتا ہے

وہ دونوں جہاں کا مالک ہے وہ مالک ہے وہ قادر ہے
انسان کا چاہا کب ہی ہوا جو چاہے خدا وہ ہوتا ہے

اے شوق نہ عجلت کام میں لا یہ نیند کا منظر ہے طرفہ
دیکھ آنکھ نہ کھلجائے اسکی پہلو میں مرے وہ سوتا ہے

دنیا کا تماشہ ہے طرفہ ہے ساتھ خوشی کے غم بھی لگا
کوئی عشرت سے ہنستا ہے کوئی فرقت میں روتا ہے

تم رونے پر کیوں ہنستے ہو رونا میرا بیکار نہیں
جو آنکھ سے آنسو گرتا ہے وہ زخم کو میرے دھوتا ہے

آنکھوں پر اے قربان جسے لیتے تھے بٹھا احباب کبھی
تربت پر آکر دیکھ ذرا وہ خاک کے نیچے سوتا ہے

کیوں محبت کے پڑے ہیں سب شجر ٹوٹے ہوئے
کیوں نظر آتے ہیں الفت کے ثمر ٹوٹے ہوئے

بنگئے مرغ ہوا سب شوق میں گلزار کے
چار سو پھرتے ہیں اڑتے میرے پر ٹوٹے ہوئے

یہ کھٹکتے ہیں تو تیری یاد آتی ہے مجھے
دل میں رکھ چھوڑے ہیں سینے نیشتر ٹوٹے ہوئے

لیکے اڑجاتا قفس کو میں تو گلشن کی طرف
گر نہ اے صیاد ہوتے میرے پر ٹوٹے ہوئے

خوش تری محفل میں عاشق کس طرح آئیں نظر
انکے دل ہیں ٹکڑے ٹکڑے اور جگر ٹوٹے ہوئے

رکھتے تھے نخوت سے سر اپنا جو دنیا میں بلند
ٹھوکریں اب کھا رہے ہیں اُنکے سر ٹوٹے ہوئے

کسکے ہاتھوں بھیجوں خط شوق یارب کیا کروں
مدتیں گذری ہیں قاصد کی کمر ٹوٹے ہوئے

بیخودی میں ہائے کتنا میں نے نقصان کردیا
سیکڑوں پیمانے ہیں ساقی کے گھر ٹوٹے ہوئے

ہیں کہاں قربان میں اُنکے نہیں ملتا نشاں
آج دنیا میں پڑے ہیں لاکھ گھر ٹوٹے ہوئے

ہاتھوں سے مجھے اپنے جو اک جام پلادے
کیا کیا نہ تجھے تشنہ لبی میری دعا دے

وحشت کی تو چیزیں ہیں سنی میں نے بہت کچھ
عشرت کی صبا کوئی خبر لا کے سُنا دے

اے یار تری چال کے انداز کے صدقے
ٹھوکر سے تو فتنوں کو اٹھا اور دبا دے

حاسد کو مرا حال ہو معلوم یقیناً
عبرت کی جو عینک کوئی آنکھوں پہ لگا دے

ہستی کو مٹایا تو یہ۔ تو وہ بھی عبث ہے
باقی مری تربت کا نشاں آ کے مٹا دے

منظور اگر ہے کہ نہ دیکھوں ترا جلوہ
اے حسن چراغ دلِ پُرسوز بجھا دے

تیرا نہیں مقدور نہ معذور ہو اتنا
انعام ہے یہ حسن جسے میرا خدا دے

مدت سے ترے کشتے پڑے سوتے ہیں ایسا
رفتار سے تو ان کو کبھی آ کے جگا دے

قربان اُسے ہم بھی سمجھ لیں گے مسیحا
تکلیف ترے دل کی اگر کوئی مٹا دے

مجھے ترچھی نگاہوں نے کسی کی مار ڈالا ہے
ستم کو رحم سمجھا ہے وہ کیا بھولا بھالا ہے

برستا تو نہیں اے ابر اور وہ مے نہیں دیتا
ترا بھی جام ساقی کی طرح خالی پیالا ہے

دیا خود غم مجھے اُس پر شکایت میرے شکوے کی
جفا تیری انوکھی ہے ستم تیرا نرالا ہے

تمہاری نوک مژگاں بھی کہیں جھولی ہوئی شاید
کوئی بھی آج تک توڑا ہمارے دل کا چھالا ہے

نہیں پھولو مکاں یہ گجرا۔ تری گردن میں اے گلرو
پرو کر میں نے ارماں کا گلے میں ہار ڈالا ہے

نہیں گویا داب لیکن میں اس رستے سے گذرا ہوں
خدا جانے عدم کتنی دفعہ کا دیکھا بھالا ہے

ستم سہہ سہہ کے دنیا کے نقاہت ہو گئی اتنی
اگر سوزن بھی چبھتی ہے سمجھتا قلب بھالا ہے

یہ کیا میراث پدری تھی کہ تھی میری خطا یارب
عدم سے جانب دنیا مجھے تو نے نکالا ہے

جہاں میں لوگ جتنے ہیں وہ قربان خوف کھاتے ہیں
مگر اک تو نہیں ڈرتا ترا غم بھی نرالا ہے

مری جاں برائی بُری چیز ہے
بھلائی جہاں میں بھلی چیز ہے

ذرا آ کے پہلو میں بیٹھو تو میرے
امانت تمہاری کوئی چیز ہے

گذرتی ہے جن کی سدا رنج میں
وہ کیا جانے کوئی خوشی چیز ہے

خدا جانے کیوں دل ہے ظالم ترا
مرے پاس بھی تو وہی چیز ہے

ہنساتی ہے مجھکو جو روتا ہوں میں
تمہاری ہنسی بھی کوئی چیز ہے

گذرتی ہو جس کی سدا عیش میں
وہ کیا جانے غم بھی کوئی چیز ہے

یہ مجنوں بناتی ہے انسان کو | طبیعت کا آنا بُری چیز ہے
مری چاہ سے آپ واقف نہیں | مری جان یہ تو کھلی چیز ہے

کہاں تو نے قربان دل کھو دیا
نہیں پاس تیرے تری چیز ہے

فصلِ گل آئی ہے گلشن میں گھٹا چھائی ہے | میکشو خوب پیو آج بہار آئی ہے
ایسی کیا تجھ میں ادا اے بُتِ ہرجائی ہے | ایک دنیا تری مشتاق ہے شیدائی ہے
کس قیامت کی اندھیری شبِ تنہائی ہے | صورتِ شمع بھی مشکل سے نظر آئی ہے
دردِ دل میں کبھی محسوس کمی کچھ نہ ہوئی | مدتوں میں نے مسیحا کی دوا کھائی ہے
نامہ بر دے کے خطِ شوق یہ سمجھا دنیا | بھول جانا نہ اسے بات جو سمجھائی ہے
فصلِ گل پر نہ ہو اے بلبلِ شیدا ناداں | دو گھڑی کو یہ گلستاں میں چلی آئی ہے
قیس و فرہاد کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا | عاشقو نہیں کوئی کوہی۔ کوئی صحرائی ہے
بیقراری کی بدولت ہے کبھی دل بیتاب | باعثِ رنج کبھی فکرِ شکیبائی ہے
شاخِ امید میں کیا خاک شگفتہ ہو دل | جو کلی آئی ہے اس میں وہی مرجھائی ہے
میکشو بھول بھی جاؤ وہ گھٹا کا آنا | اب اُداسی ہے کہ ہر چار طرف چھائی ہے
کوئے جاناں کی طرف دل جو لئے جاتا ہے | شامت آئی ہے مری آج قضا آئی ہے

دل کو دیتا ہے تسلی رخِ جاناں کا خیال
اب تو قربان یہی مونسِ تنہائی ہے

کبھی خنجر بکف گھر سے جو وہ آئینہ رو نکلے | دلِ عشاق کی ممکن ہے کوئی آرزو نکلے
ہوا اس شوخ پر مائل جو عیاری میں کامل ہو | خدا ہی ہے جو تیری قلبِ مضطر آرزو نکلے
کبھی اقرار ہے شب کا کبھی وعدہ سحر کا ہے | نہیں دیکھا خدائی میں تم ایسے حیلہ جو نکلے
اثر کرتی نہیں نیکوں کی صحبت بدسرشتوں کو | رہے گو سو برس پانی میں کب مچھلی کی بو نکلے
نہ ہو پنہاں اگر سوزِ محبت اس جفا جو کا | تو کیوں نکہ شرر دے مرے اے آہ تو نکلے
وہ کشتہ کرتے ہیں دل چھین کر لے انتقامی ہے | جفا کی سخت مشکل ہے کہ انکے دل سے خو نکلے
ہزاروں گالیاں کھائیں اٹھائیں جھڑکیاں لاکھوں | بہت ہو کر تری محفل سے ہم بے آبرو نکلے
بیاں کرنا تپِ فرقت کی ساری داستاں میری | صبا اس بت کے کوچہ میں اگر بھولے سے تو نکلے

یہی ہے آرزو قربانؔ سرہانے وہ بیٹھے ہوں
اگر نکلے مرا دم بھی تو ان کے رُو برو نکلے

اُٹھئے نقاب رخ سے خدارا اُٹھائیے
شرم و حیا کو چھوڑئے پردہ اٹھائیے

بکھرے ہوئے ہیں بال پریشان زلف سے
کیجے درست ہاتھ میں شانہ اٹھائیے

جب دے چکے ہو غسل و کفن پڑھ چکے نماز
پھر دیر کیا ہے جلد جنازہ اٹھائیے

جوشِ جنوں پکار کے کانوں میں کہہ گیا
بستی سے پاؤں جانبِ صحرا اٹھائیے

اس میں یہ مستیاں ہیں کہاں چشمِ یار کی
کیا آنکھ سوئے نرگسِ شہلا اٹھائیے

ساقی بغیر یار کے ہے زہر میکشی
آگے سے مرے ساغر و مینا اٹھائیے

بسمل کا رقص آپ نے دیکھا نہیں کبھی
گھر سے نکل کے لطفِ تماشا اٹھائیے

گھبرائیے نہ رنج و مصیبت سے اے ندیم
جو پیش آئے عشق میں ایذا اٹھائیے

ہوتا ہے بعد ہجر کے وصلِ بتاں نصیب
راحت ملیگی عشق میں ایذا اٹھائیے

رہتا ہے نام فیض سے دُنیا میں حشر تک
راہِ خدا میں حاصلِ دُنیا اٹھائیے

ہر چند کوہ سے ہے گراں بارِ عشق کا
ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اُٹھائیے

کیا دیکھتے ہو تیر لگا کر کھڑے ہوئے
اب تو تڑپ چکا ہے کلیجا اُٹھائیے

آتا ہے اس کو کچھ تیری تکرار میں مزا
کہتا ہے دل کہ پھر کوئی جھگڑا اٹھائیے

قربانؔ دردِ عشق سے ممکن نہیں نجات
کچھ آس ہو تو نازِ مسیحا اٹھائیے

گر مرے دل کا نگیں ہو یا محمد مصطفےٰ
دُور یہ دردِ حزیں ہو یا محمد مصطفےٰ

میرا تکیہ ہے تمہاری ہی عنایت پر فقط
دیں کے تم مسند نشیں ہو یا محمد مصطفےٰ

بیت مدحت میں تری کوئی اگر موزوں کرے
اس کا گھر خلد بریں ہو یا محمد مصطفےٰ

روشنی رہتی ہے ہر دم اسکے اندر راتدن
دل کے تم ماہ مبیں ہو یا محمد مصطفےٰ

آرزو اس کی یہ ہے بطحا کی خاکِ پاک میں
دفن قربانِ حزیں ہو یا محمد مصطفےٰ

ہستم بزندانِ بلا فریاد رس یا مصطفےٰ
تا چند باشم مبتلا فریاد رس یا محمد مصطفےٰ

ممتازِ قربِ کبریا مسند نشینِ اصطفا
محبوبِ درگاہِ خدا فریاد رس یا محمد مصطفےٰ

تو سیّدِ خیرُ البشر من مبتلائے خیر و شر
برحالِ من بہر خدا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

اے زینتِ دنیا و دیں اے افتخارِ مرسلیں
رحمے بکن برحالِ ما۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

اے تاجِ فرقِ مرسلاں اے طرۂ تاجِ شہاں
اے شافعِ روزِ جزا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

دیدند فیضِ عام تو کردہ قبول اسلام تو
صد ہا لعین و اشقیا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

نالم زبختِ وارگوں گریم زچرخِ نیلگوں
دارم فغاں صبح و مسا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

من سر بسر آوارہ ام از دستِ غم بیچارہ ام
بیکس غریبم بے نوا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

تو لالِ تاجِ منقبت من زردرُ و از معصیت
شرمندگی دارم بسا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

آنگہ کہ مرغِ روحِ من یابد نجات از قیدِ تن
بر روضہ گوید ایں صدا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

پشت و پناہِ معنوی۔ ملجا توی۔ ماوا توی
دارم بفضلت التجا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

قربانؔ زاخوانِ زماں وارد شکایت بر زباں
برگیرش از چاہِ بلا۔ فریاد رس یا مصطفےٰ

اسی امید پہ پیاسے بسر کرتے ہیں مر مر کے
کہ ختم المرسلیں قاسم بنیں گے آبِ کوثر کے

وہ پہونچا پشت پر رہوار کے اُنجا بصد تمکیں
جہاں جلنے لگے تھے بالِ و پرِ ناموسِ اکبر کے

ہوائے نخلِ طوبیٰ زیبِ جنت پر نہیں امکاں
مقابل ہو جو اسکے باغ کے سرو و صنوبر کے

گئے جب عرش پر تھے حق سے ملنے کیلئے حضرت
امامِ دو جہاں تھے پیشوا ہر اک پیمبر کے

وفاتِ ظاہری نے جب عمل اپنا کیا ظاہر
دعائے امتِ عاصی میں لب ہلتے تھے سرور کے

وہ ہرگز عرض کے قابل نہیں اے سرورِ عالم
جو کچھ بھی آجکل ہیں رنگ میرے حالِ ابتر کے

سوائے ذاتِ والا کس سے ہوں امداد کا خواہاں
تمہیں ملجا تمہیں ماوا۔ ہر اک ہو بے زر و پر کے

نہیں قربانؔ کو کھٹکا ہے کوئی دین و دنیا میں
حوالے کر دئے سب کام اس کے آلِ اطہر کے

دو جہاں کے تم ہو سرور یا محمد مصطفےٰ
ہے رسالت ختم تم پر یا محمد مصطفےٰ

تھا شبِ معراج شہرہ خیر مقدم کا ترے
سب ملایک کے جھکے سر یا محمد مصطفےٰ

حاملانِ عرشِ اعظم قدسیانِ محترم
کہتے ہیں گردن جھکا کر یا محمد مصطفےٰ

کون کر سکتا ہے دعویٰ ہمسری کا آپ کی
کیا رسول اور کیا پیمبر یا محمد مصطفےٰ

اس غریقِ بحرِ عصیاں کو مدینے میں بلا
ساحلِ رحمت عطا کر یا محمد مصطفےٰ

آپ کی فرقت میں ہے بیتاب قربان راتدن
سن لو اس کا حال آکر یا محمد مصطفےٰ

لب پہ کیونکر نہ مرے آہ شرر بار رہے
تجھ بن اے یار میں جب مجمع اغیار رہے

قلب و جاں و جگر و دل کئے سارے قربان
ہائے اس پر بھی نظر میں تری ہم خوار رہے

زندگی جس کی ہوئی ہو شب فرقت میں تمام
طالب دید ترا کیوں نہ وہ بیمار رہے

نہیں ممکن کہ میسر ہو رہائی اُن کو
جو تری زلف مسلسل کے گرفتار رہے

بھول کر نام محبت کا نہ لیتے ہم تو
پر کریں کیا جو نہ قابو میں دل زار رہے

بہر خوشنودیٔ اغیار مرے قتل پہ وہ
دیر تک ہاتھ میں خنجر لئے تیار رہے

جوش وحشت میں گیا جب میں بیابانکی طرف
ٹوٹ کر سیکڑوں تلووں میں مرے خار رہے

سانپ سا لوٹتا ہے سینہ پہ ہر دم ظالم
مار کر مجکو ترے گیسوئے خمدار رہے

سر میں سودا ہے کسی زلف معنبر کا مرے
خوار آنکھوں میں نہ کیوں ناقۂ تاتار رہے

آرزو ہے یہی قربان کی بعد مردن
اپنا مرقد بھی پس خانۂ دیدار رہے

داغ غم جب کبھی پہلو میں جگہ پاتا ہے
بزم حسرت میں نیا رنگ نظر آتا ہے

جب سے ہم نے ہی سنا تم ہو مسیحائے جہاں
دم نکلنے نہیں پاتا کہ دم آجاتا ہے

سرمگیں آنکھوں کا کس کی ہی تصور شب ہجر
خود بخود نور بصر طور سنا جاتا ہے

بے نیازی سے بھی انداز جفا ہے ظاہر
اُنکے چھپنے میں بھی اک لطف نیا آتا ہے

نہیں معلوم یہ کیا مژدہ نیا لائی ہے
دل مرا غنچہ کی مانند کھلا جاتا ہے

ضبط کر ضبط کر اے دل یہ تڑپنا کیسا
ترے رونے سے تو آہوں کا اثر جاتا ہے

یوں تو آتا نہیں وہ اس کا ستم تو دیکھو
خواب میں آکے کبھی شکل دکھا جاتا ہے

وہ لگاتے ہیں نئے اس پہ ہمیشہ مرہم
قلب مضطر کا ہر اک زخم جو ہو جاتا ہے

نہیں تسکین شب غم جو میسر تو نہ ہو
مجھے قربان تڑپنے میں مزہ آتا ہے

تیغ ابرو لگا لگا کے مجھے
کیا بسمل بنا بنا کے مجھے

دیکھنا تھا جو رقص بسمل کا
چھوڑا اچرکے لگا لگا کے مجھے

کتنا چاہا نہ بات کی اُس نے
مار اعم میں کھلا کھلا کے مجھے

چنکے افشاں کو آج ماتھے پر
مار اجلی گرا گرا کے مجھے

لاد وا ہو گئی شب فرقت
وق کیا یوں ستا ستا کے مجھے

رنج دینا نہیں ہے کچھ اچھا
پاؤ گے کیا ستا ستا کے مجھے

میرے دل کو ہے اس نے لوٹ لیا
اپنا جوبن دکھا دکھا کے مجھے

آگ تن میں مرے لگائی ہے
مار ڈالا۔ رُلا رُلا کے مجھے

دل کو غربال کر دیا قربان
تیر مژگاں لگا لگا کے مجھے

چھوڑ کر تنہا گیا ہے جب سے اے بُت تو مجھے
کل نہیں پڑتی کسی کروٹ کسی پہلو مجھے

ہوں بہت تشنہ جگر تشنہ دہن تشنہ زباں
دے خدا کے نام پر ساقی کوئی چلّو مجھے

کیا ہوا جو ناتوانی نے گرایا خاک پر
لیکے اُڑ جائیگا اپنے ساتھ رنگ و بُو مجھے

لطف دیتی ہے اندھیری رات میں سیر چمن
چاندنی کے پھول آتے ہیں نظر ہر سُو مجھے

یہ جہاں بھی جبکہ آئینہ ہے تیرے حسن کا
مجھ کو حیرت ہے نظر آتا نہیں کیوں تو مجھے

مجکو آیا اپنی آہوں کے شرارو لکا خیال
جب اندھیری رات میں آئے نظر جگنو مجھے

کر لیا اس کی نگاہ ناز نے سب کو شکار
اب ختن میں بھی نظر آتے نہیں آہو مجھے

وصل میں جب اس پری پیکر نے لی کروٹ بدل
اضطراب دل نے تڑپایا ہر اک پہلو مجھے

اس سرے سے اُس سرے تک چھان مارا باغ دہر
ایک گل میں بھی نہیں آئی وفا کی بُو مجھے

جب کہا میں نے کہ دکھیں آبلہ ہے عشق کا
ہنس کے فرمایا دکھاؤ چیر کر پہلو مجھے

یاد میں ساقی کے ایسا گونجتا ہے دل مرا
مست رکھتی ہے صدائے نعرۂ یا ہو مجھے

دیدۂ تر کی بدولت آبرو جاتی رہی
کر گئے رسوائے عالم میرے دو آنسو مجھے

کوئے جاناں کی طرف خود منہ میرا پھر جائیگا
دفن کر دیں گے اگر احباب قبلہ رُو مجھے

آ گیا تھا غش مجھے قربان اُن کو دیکھ کر
ہوش آیا جب لگائی زلف کی خوشبو مجھے

فراق یار میں صدمہ سا صدمہ میرے دل پر ہے
یہ ہر دم چاہ غم میں صورت سیماب مضطر ہے

یہ بت پتھر ہیں لیکن شکل و صورت ہے عجب انکی
کہ ان کو آئینہ بھی دیکھکر حیران و ششدر ہے

خدا کا شکر کرتا ہوں بسر ہوتی ہے راحت سے
نہ میں شیدا کسی کا ہوں نہ کوئی میرا دلبر ہے

تصور پر کسی کے منحصر ہے اُس کی آبادی
دلِ ویراں مرا اے خانہ بربادی عجب گھر ہے

گل و ریحاں کا غازہ بن گئی خاکِ قدم تیری
تری زلفوں کی بُو سے طرۂ سنبل معطر ہے

کہاں ساقی کہاں مطرب کہاں رندوں کے وہ جلسے
نہ صہبا ہے نہ مینا ہے نہ بوتل ہے نہ ساغر ہے

جہاں میں آبرو کیا خاک ہو اشکِ چکیدہ کی
جو پہنچے تیری دامن تک حقیقت میں وہ گوہر ہے

جہاں میں ہر طرف غل ہے گہن میں آفتاب آیا
رُخِ پُرنور جاناں زیرِ گیسوئے معنبر ہے

بنا تھا نامہ بر آوارگانِ دشتِ وحشت کا
جو سچ پوچھو اُسی دن سے تباہی میں کبوتر ہے

نشاں جمشید کا دیتا ہے جامِ بادۂ گلگوں
جو آئینہ ہے وہ آئینہ حالِ سکندر ہے

نہیں بیہوش رکھتی ہے نگاہ مست ساقی کی
کہ ہر اک آنکھ اُسکی بادۂ احمر کا ساغر ہے

شبِ فرقت پڑے ہم کروٹیں لیتے ہیں کانٹوں پر
بڑے آرام سے ہے وہ جو ہم آغوشِ دلبر ہے

چلاتا ہے چھری منہ پھیر کر جلاد گردن پر
ہمارا داغِ دل کس درجہ برگشتہ مقدر ہے

لہو کی چھینٹ کم قہر گواہی سے نہیں قاتل
ترا دامان پر خوں قتل کا عاشق کے محضر ہے

رہا کرتے ہیں محفل میں تری آئینہ رُو لاکھوں
تو اے قربانؔ احمد وقت کا اپنے سکندر ہے

مرے ہر اشک سے طوفان سا طوفان برپا ہے
سفینہ آسماں کا غرق ہو جائے عجب کیا ہے

تری تصویر دلکش ہے ترا ہر پیچ ہر نقشہ ہے
نہیں وہ بھولتا ہرگز جو تجکو دیکھ لیتا ہے

نہ پایا عاشقِ بے تاب نے کچھ چین مر کر بھی
وہی ہے دل کی بیتابی لحد میں بھی تڑپتا ہے

سرِ بام آج منہ کھولے ہوئے بیٹھے ہیں بے پردہ
نہ آنکھوں میں لحاظ اُنکی نہ رخ پر اُنکے پردا ہے

جہاں کے بدسرشتوں سے نہ رکھ امید نیکی کی
زمینِ شورِ سنبل بر نیارد تیغ کہتا ہے

برائی کر رہے ہیں داورِ محشر کے آگے سب
جب اعضا تک نہیں اپنے یہاں پر کون اپنا ہے

خدا کا شکریہ کلمہ بتوں کے آگیا لب پر
ہمارے چاہنے والوں میں اک قربانؔ اچھا ہے

آخر یہ چارہ ساز سے سُننا پڑا مجھے
آتی نہیں ہے دردِ جگر کی دوا مجھے

ملنا نصیب پھر نہ ہوا اے خدا مجھے
کمبخت تو نے ان سے کیا تھا جُدا مجھے

پہلے تو آپ میری بتائیں خطا مجھے
پھر دیں ضرور جیسی ہو دینی سزا مجھے

روضہ کی مصطفےٰ کی زیارت نصیب ہو
لے چل مدینے ہند سے بخت رسا مجھے

میں رو رہا ہوں دشت میں تنہا کھڑا ہوا
پیچھے گیا ہے چھوڑ مرا قافلہ مجھے

سبزہ کا رنگ کیا ہے کھلے کیسے کیسے پھول
افسانۂ بہار سنا دے صبا مجھے

اب مجھ کو دامِ زلف سے آزاد کر بھی دو
حسرت سے دیکھتے ہیں اسیرِ بلا مجھے

اے دل بتوں کے عشق نے کیا حال کر دیا
آتا ہے رحم دیکھ کے مردِ خدا مجھے

کیا کیا نہ تجھ کو یاد کروں گا میں بعد مرگ
دیکھا نہ مرتے دم بھی گرے بیوفا مجھے

زنجیر میرے پاؤں میں گیسو کی ڈال دی
تم نے کیا اسیرِ خمِ زلف کا مجھے

بجلی گری تھی دل پہ پر ایسی گری نہ تھی
آفت ہوا ہے خندۂ دنداں نما مجھے

اُو بت نہ جبتک آیا تھا تجھ پر یہ دل مرا
کہتے تھے لوگ نیک مجھے پارسا مجھے

قرباں ترے کلام کے قربان دل مرا
بہرِ خدا غزل تو پھر اپنی سُنا مجھے

بڑے دربار میں پہونچے بڑی سرکار میں آئے
خدا کا شکر ہے ہم بھی حضورِ یار میں آئے

نسیمِ دل کشا باغِ شبابِ یار میں آئے
کھلے غنچہ دہن کا رنگ گل رخسار میں آئے

نظر سے غیر کی چھپ کر ذرا آنسو بہا لینا
خبر جب مرگ عاشق کی کسی اخبار میں آئے

صنوبر سرو قد تعظیم کو بے ساختہ اٹھے
اگر گلگشت کو وہ سرو قد گلزار میں آئے

خدا محفوظ رکھے ان حسینوں کی عنایت سے
سُنائیں بے نقط لاکھوں جہاں آپیار میں آئے

دلِ شیدا پھنسا ہے اسطرح گرداب الفت میں
سفینہ جسطرح کوئی کسی منجدھار میں آئے

دمِ وعدہ عدو کو دیکھ کر تم مسکراتے ہو
مرے دلکو نہ کیوں شک وصل کے اقرار میں آئے

تمنائیں برآئیں آرزوئیں دل کی پوری ہوں
اسی اُمید سے یارب ترے دربار میں آئے

مزا آنے لگے گا آدمِ ثانی کے طوفاں کا
اگر دو چار آنسو چشمِ دریا بار میں آئے

ترے آگے نہ لیگا کوڑیونکے مول بھی کوئی
اگر سو بار یوسف مصر کے بازار میں آئے

انھیں ہے اسقدر مدِ نظر خاطر رقیبوں کی
وہ جب آئے یہاں ہوئی اغیار میں آئے

مرے منہ سے لگائے شیشۂ مے کا دہن ساقی
سبوکش کو مزہ کیا ساغرِ سرشار میں آئے

کسی دیوانے نے پٹکا ہے سر کو رات بھر ایسا
ہزاروں سیکڑوں رخنے تری دیوار میں آئے

حلاوت بخش عاشق ہے اذیت عشق کی قربان

اگر دل میں محبت ہو مزہ آزار میں آئے

زخم دل کا دکھا نہیں سکتے
قصۂ غم سنا نہیں سکتے

ڈالیوں پر گلوں کی بیٹھی ہیں
بلبلوں کو اڑا نہیں سکتے

عشق کا بوجھ ہے بہت بھاری
اسے انسان اٹھا نہیں سکتے

میں نے مانا ہے شوخ چشم رقیب
آنکھ مجھ سے ملا نہیں سکتے

آپ کی یاد اپنے دل سے ہم
بھول کر بھی بھلا نہیں سکتے

آسمانوں کو اختیار رہے کیا
یہ کسی کو مٹا نہیں سکتے

بغض کو کینہ کو کدورت کو
ان کے دل سے مٹا نہیں سکتے

غفلتوں میں پڑے ہیں دانستہ
جاگتوں کو جگا نہیں سکتے

وہ بہت ہوشیار ہیں قرباں
تیری باتوں میں آ نہیں سکتے

زبان دی جو دہن کو مرے بیاں کے لئے
آلہی حمد کی طاقت بھی دے زباں کے لئے

ہے روشنی ترے دم کی یہاں وہاں کے لئے
چراغ تجھ کو بنایا ہے دو جہاں کے لئے

شب وصال میں یارب یہ کیا قیامت ہے
کہ آدھی رات مؤذن اٹھا اذاں کے لئے

ہمارے زخم جو دیکھے تو چارہ گر نے کہا
میں لاؤں پھاہا کہاں سے یہاں وہاں کے لئے

بنا لیا اسے یوں ہم نے مہرباں اپنا
کہ جب ملا تو قدم ہم نے پاسباں کے لئے

جفا و جور تو اہل وفا پہ کرتے ہیں
مگر کسی کو اجازت نہیں فغاں کے لئے

ہمارے دل نے اسی سینہ میں جگہ پائی
جو سینہ وقف تھا بیداد آسماں کے لئے

نقاب چہرۂ انور سے دور کر اے ماہ
کہ آج حاجت تنویر ہے جہاں کے لئے

یہ کہہ رہا تھا سر دار پر لب منصور
کہ ضبط راز کا مشکل ہے رازداں کے لئے

دیا جو نامۂ محبوب لا کے قاصد نے
بنا لیا اسے تعویذ حفظ جاں کے لئے

شراب آب بقا بھر کے جام میں منہ تک
جناب خضر نے پی عمر جاوداں کے لئے

مری فغاں جو شب غم فلک پہ پہنچی ہے
زباں کھلی ہے فرشتوں کی الاماں کے لئے

بہار کا ہو گذر اس میں باغباں کیونکر
کہ باغ دہر لگایا گیا خزاں کے لئے

اجڑ گیا ہے خزاں میں نشیمن بلبل
چنے ہیں بوم نے تنکے اب آشیاں کے لئے

مشاعرہ میں سنائیں گے اسکو اے قربان
غزل لکھی ہے یہ نذرِ خدا نگاں کے لئے

ہمارا رنج بھی راحت اثر ہے
کہ دردِ عشق کا پہلو میں گھر ہے

وہ بُت قایم اسی کی بات پر ہے
عدُو کا قول نقشِ کالحجر ہے

بڑی عیار دزدیدہ نظر ہے
چُرانا دل کا آنکھوں کا ہنر ہے

نہیں مایوس بخشش سے گنہگار
الٰہی تیری رحمت پر نظر ہے

قفس میں چھوڑ دے بیداد صیاد
پریشاں بلبلِ بے بال و پر ہے

یہ گورِ قیس سے آتی ہے آواز
مری لیلےٰ مری لیلےٰ کدھر ہے

یہ دیتا ہے خبر جینے کی ہر دم
مرا تارِ نفس تارِ خبر ہے

تم آؤ یا نہ آؤ کچھ نہیں غم
مری آغوش میں دردِ جگر ہے

لحد کہتے ہیں جسکو اہلِ دُنیا
تھکے ماندے مسافر کا وہ گھر ہے

نہیں بھولا جو دیکھا تھا ازل میں
وہ نقشہ آجتک پیشِ نظر ہے

ترا سایہ ہے جنبک اپنے سر پر
ہمیں کس بات کا خوف و خطر ہے

کٹی رونے میں ساری ہجر کی شب
ابھی تک اشک افشاں چشم تر ہے

بڑھاپے میں لحد کو ڈھونڈتے ہیں
جھکا ہے سر ہمارا خم کمر ہے

جہاں ملنے لگے آرام دل کو
وہی اپنا وطن ہے اپنا گھر ہے

بھٹکتا کیوں پھروں دردر جہاں میں
درِ حاجت روا جب تیرا در ہے

کہاں ہے اور ہے کس حال میں وہ
نہیں قربان احمد کی خبر ہے

میکشو حاصل کہاں وہ لطف مے نوشی میں ہے
کیف جتنا عاشقو نکو خود فراموشی میں ہے

کہہ رہا ہے سب سے میرے زخمِ دل کا ماجرا
اک زباں گویا دہانِ تنگ خاموشی میں ہے

ہوش آنا زہر ہے وارفتگانِ شوق کو
ایک گونہ لطف حاصل خود فراموشی میں ہے

تو نے اے منصور کھویا بول کر لطفِ سکوت
گفتگو میں وہ کہاں جو کیف خاموشی میں ہے

میرا آنا شاق گذرا ہو نہ محفل میں کہیں
مدعی کمبخت کیوں مصروف سرگوشی میں ہے

چپ ہیں منہ سے کچھ نہیں کہتے سوالِ وصل پر
کچھ رضامندی کا پہلو انکی خاموشی میں ہے

چھن رہی ہیں اُنکے پرتو سے شعاعیں حسن کی
رونمائی کی ادا۔ انداز روپوشی میں ہے

خاک ہے تو اے بشر اور خاک میں ملجائیگا
کسلئے نادان مصروف اتنا تن پوشی میں ہے

ان کی بدنامی کا باعث انکی شہرت کا سبب
میری خاموشی سے بڑھ کر انکی روپوشی میں ہے

مسجد و مئیں ڈھونڈتے پھرتے ہو زاہد کو عبث
میکدہ میں جاکے دیکھو بزم مے نوشی میں ہے

جا چھپی ہے وقتِ رزاب خرقۂ سالوس میں
شیخ جی کا خوف شامل اسکی روپوشی میں ہے

باطنی جوہر پہ اے قربانؔ نہیں جاتی نظر
آجکل جو قابلیت ہے وہ تن پوشی میں ہے

چارہ گر اپنے مداوا میں تو ہشیار بھی ہے
کوئی اچھا ہوا ابتک ترا بیمار بھی ہے

بعد میں قتل کو تلوار اٹھا ظالم
دیکھ لے پہلے کہ مظلوم خطاوار بھی ہے

آستیں اپنی بچا کیا نہیں واقف گل چیں
گل کے پہلو ہی میں فطرت نے رکھا خار بھی ہے

دیکھئے آج ہے کس شخص کی شامت آئی
تیر ترکش میں بھی ہے ہاتھ میں تلوار بھی ہے

کیوں ڈراتا ہے ہمیں شیخ تو دوزخ سے سدا
قہر کے ساتھ ہی میں رحمتِ غفار بھی ہے

اب نہیں ایسا کوئی راز جو کہدے نہ بجا
ذکرِ منصور بھی ہے تذکرۂ دار بھی ہے

غیر کو شوق سے پھر مجھ سے سمجھنا بہتر
پوچھ لو جان کے دینے کو وہ تیار بھی ہے

بجلیاں دل پہ گرانے کو مٹانے کو مجھے
تیری گفتار بھی ظالم تری رفتار بھی ہے

صبر کر صبر کہ الفت کے چمن میں قربانؔ
ایک میں ہی تو نہیں نرگس بیمار بھی ہے

کیوں فصلِ گل میں ٹوٹی ہوئی اسکی آس ہے
کیا کہدیا گلوں نے کہ بلبل اُداس ہے

ملنے کی اپنے دوست سے دنیا میں اے عدو
ہم کو نہیں ہے آس مگر تم کو آس ہے

تو نے لیا تھا مجھسے عدو تجھ سے لے گیا
ہے دل نہ میرے پاس نہ اب تیرے پاس ہے

خوش ہے جو میری روح تو عالم ہے شادماں
ہے دل مرا اُداس تو دُنیا اُداس ہے

آئی خزاں تو پھول فسردہ سے ہوگئے
پہلی سی ان میں بُو ہے نہ پہلی سی باس ہے

ناراض تم تو ہو خدا تو نہیں خفا
تم سے نہیں ہے آس خدا سے تو آس ہے

اپنے تو پاس جان ہے وہ بھی ہے عارضی
جو دل تھا اپنے پاس وہ دل تیرے پاس ہے

ہیں آج برق و باد کے آثار پھر کچھ اور
بلبل چمن میں بیٹھی ہوئی پھر اداس ہے

علم و کمال کی نہیں قربان قدر کچھ
قابل وہی ہے رکھتا جو دولت کہ پاس ہے

نکداں لے کے آئے ہو تمہیں کیا آج سوجھا ہے
نہ چھیڑو زخم دل کا اب مرے انگور اچھا ہے

تعلق غیر سے تجکو تعلق مجھ کو ہے تجھ سے
تجھے اس کی تمنا ہے مجھے تیری تمنا ہے

عدم سے بات اچھی اسمیں کوئی بھی نہیں پائی
ترا اے بزم امکاں جو تماشا ہے وہ جھوٹا ہے

تمہیں جس سے عداوت ہو برا تم جسکو کہتے ہو
وہی ناکام الفت ہے وہی الفت میں سُوا ہے

جسے تم نے کبھی دیکھا تھا بام طور پر جاکر
ہمارے دلمیں ہر دم حضرت موسیٰ وہ جلوہ ہے

بتوں کے عشق میں بدمستیاں کی عمر بھر ہمنے
یہاں تو خوب گذری اب فقط محشر کا کھٹکا ہے

عدو کس طرح اے قربان آئیگا مقابل میں
کہ ہم خادم ہیں الفت کے ہمیں الفت کا دعویٰ ہے

شکن بستر کی اب اسکے لئے اک خار بستر ہے
ترا بیمار الفت فی الحقیقت عار بستر ہے

لگے چبھنے نقاہت کے سبب سے شل بھی بستر کے
ہوئی اب استخواں میری بسان خار بستر ہے

نقاہت نے نکھارا رنگ کیسا تیرے عاشق کا
گل بستر سے بھی نازک ہے وہ جو خار بستر ہے

نہ تاب اٹھنے کی ہے ہمکو نہ ہمت بیٹھ جانیکی
ہمارا جسم لاغر چارہ گر اب بار بستر ہے

کوئی تکیہ جو رکھتا ہے ترے عاشق کے پہلو میں
سمجھتا وہ اسے اپنی نظر میں خار بستر ہے

نہ تھا اس کا پتہ صبح شب غم اپنے بستر پر
ترا بیمار بھی مجموعۂ اسرار بستر ہے

میرے ہمراہ سوتا ہے تو زینت اسکی ہوتی ہے
یہ زینت تیرے دم سے ہے تو ہی سرکار بستر ہے

اسی کو اپنے بستر پر لئے بیٹھے ہو خلوت میں
جو نظر و نہیں جہان عیش کی ادبار بستر ہے

عدو جب بیٹھتا ہے میں سمجھ لیتا ہوں اے قربان
نگاہوں میں مری ہر ایک اُن کا تار بستر ہے

آہ اے عاشق نہ کر اور ضبط سے کچھ کام لے
تیر جب پھینکے کوئی ہاتھ سے دل کو تھام لے

خوف ہے افشائے الفت کا دل مجبور میں
دل لرزتا ہے کسی کا کسطرح سے نام لے

دیکھ بیٹھے ہیں ہزاروں رند تیرے منتظر
ہاتھ میں ساقی صراحی لے قدح لے جام لے

پھول وہ کس کام کے بلبل سے نفرت جو کریں
ہے گلو سے خار ہی اچھا جو دامن تھام لے

ابر باراں ہے۔ بہاریں ہیں۔ ہوائیں سرد ہیں
محتسب آئے تو ساقی آج اذن عام لے

میں بھی کچھ تدبیر سوچوں فکر کچھ وہ بھی کریں
ایک دم بھر کو بھی دم جو گردشِ ایام لے

کارنامہ میری الفت کا اگر سُن لے رقیب
پھر کبھی الفت کا تیری وہ نہ ہرگز نام لے

صبح ہوتے اسکے منہ سے آئے خوشبوئے نسیم
نام جو لے خدا کا صبح لے اور شام لے

شکوۂ شامِ درازِ ہجر پر طعنے سُنے
اپنے سر قربانؔ کیوں اتنا بڑا الزام لے

کیوں ملے غیر کہ بے ساتھ اُسے لائے نہ بنے
بات ہی کرتے ہو ایسی جو بنائے نہ بنے

جذبِ الفت میں اثر کچھ بھی جو پیدا ہو جائے
چین پھر تم کو مرے گھر پہ بن آئے نہ بنے

میری آہوں سے جو محفل میں اندھیرا ہو جائے
رُخ پر نور سے بے پردہ اٹھائے نہ بنے

عمر بھر کاتبِ تقدیر کے شاکی ہی رہے
بگڑے تھے جنکے مقدر وہ بنائے نہ بنے

گر نہ جاؤں تو تقاضے ہوں دلِ مضطر کے
اور جاؤں تری محفل میں تو جائے نہ بنے

میری ہی طرح ترا دل بھی جو ظالم ہو جائے
چین بے اپنے کلیجے سے لگائے نہ بنے

آئی ہے جوش میں یوں انکی جوانی کی اُمنگ
نہ دبائے نہ بنے اور دبائے نہ بنے

انکی محفل کا یہ قربانؔ عجب رنگ ہوا
جانا چاہے جو وہاں کوئی تو جائے نہ بنے

راہ چلتوں سے ہمیشہ پوچھتے منزل رہے
تھے جو آگاہِ رہِ الفت وہی غافل رہے

رکھ کے گردن پر چھری تو پھیر دے بیکار و رنج
کوئی ارماں دل میں اب باقی نہ اے قاتل رہے

تیر دونوں کی طرف اک پھینکدے اے چشمِ یار
کیوں جگر مایوس کیوں محروم میرا دل رہے

فتنیں الفت میں تری اک جذب ایسا چاہئے
روح بنکر دل کے اندر لیلیٰ محمل رہے

کیا تعجب ہے نگاہِ مہر ہو جائے تری
ہو کے آساں ایکدن آخر مری مشکل رہے

وہ چھٹے لاعلم ہو کر یہ بھنسے خود علم سے
فائدے میں عالموں سے حشر میں جاہل رہے

اپنی قسمت کا سفینہ پھنس گیا گرداب میں
اور ہم موجوں میں ناحق ڈھونڈتے ساحل رہے

عشق میں بھی اپنی حالت کچھ نمایاں ہی رہی
بنکے محفل میں تری ہم رونقِ محفل رہے

غیر کی صورت جو تجھ پر رحم آجائے اُنھیں
پھر کوئی باقی نہ اے قربانؔ تری مشکل رہے

اللہ کی زمیں سے تمہیں کیوں غبار ہے
ٹھوکر کے واسطے مرا سنگِ مزار ہے

واعظ دکھا نہ خوف دو روزہ حیات سے
کیا اپنی زندگی کا تجھے اعتبار ہے

ساقی جو تیرے ہاتھ سے پی تھی ازل کے دن
اسکا ہی آجتک مرے سر میں خمار ہے

مثل حباب نقش مٹے گا یہ ایک دن
معلوم اپنی زیست کا انجام کار ہے

جس نے کئے تھے حیلۂ رحمت سے سب گناہ
بخشش کا اے رحیم وہ امید وار ہے

داغوں کے رنگ ابھارے موج ہوائے غم
منظور ان کو دیکھنی دل کی بہار ہے

کل تک برس رہی تھی جہاں مستی بہار
افسوس خشک آج وہی لالہ زار ہے

وہ تجکو روند کر بھی نہ شاید ہوں مطمئن
قربان اُن کے دل میں بہت ہی عناد ہے

ہزار بار چمن میں چمن کے پھول کھلے
مگر نہ میرے دل پُر محن کے پھول کھلے

ضرور تو دل پُر داغ دیکھتا میرا
تجھے جو دیکھنے ہوتے چمن کے پھول کھلے

بہت سے کیڑوں نے آسیں ہیں کر دئے روزن
ہزاروں گور کے اندر کفن کے پھول کھلے

زمانہ گذرا عزیزوں میں ہم نہیں پہونچے
انہی دیکھتے پھر بھی وطن کے پھول کھلے

لگا کے مرہم کافور کر دیا منہ بند
کسی نے دیکھے نہ داغ کہن کے پھول کھلے

تمہارے واسطے چاہا کہ توڑ لیں اُن کو
نظر جو آئے کہیں یاسمن کے پھول کھلے

ہمارے دم ہی سے رونق بڑھی ہے محفل کی
ہمارے دم سے تری انجمن کے پھول کھلے

ترے خدنگ محبت نے کر دیا زخمی
تری جفا سے ہمارے بدن کے پھول کھلے

جہاں کے باغ فصاحت میں آج اے قربان
بڑے عجیب یہ تیرے سخن کے پھول کھلے

سخت دل جتنا ہے اتنا ہی جفا کار بھی ہے
جیسا معشوق ہے ویسا ہی دلآزار بھی ہے

حیف ہے ساتھ ہو ایسے میں میرا معشوق
نغمہ ہے ساز بھی ہے رنگ پہ گلزار بھی ہے

پھول توڑے ہے کہیں ہاتھ نہ زخمی ہو جائیں
دیکھ گل چیں انھیں پھولوں میں کہیں خار بھی ہے

ہاتھ میں میرے دکھانے کو ہے ہر دم تسبیح
اور پوشیدہ گلے میں مرے زنار بھی ہے

اس پہ بھی ڈال دے چھینٹے تو ذرا بہر کرم
تیری رحمت کی تمنا میں گنہگار بھی ہے

حسن یوسف نظر آتا نہیں آنکھوں کو کہیں
ہے وہی مصر وہی مصر کا بازار بھی ہے

قتل کا سہرا رہے دیکھئے کس کے سر پر
ہاتھ میں تیر بھی ہے پہلو میں تلوار بھی ہے

عشق میں تیرے نہیں کونسی آفت ہم پر
شکوۂ دوست بھی ہے طعنۂ اغیار بھی ہے
عشق میں تیرے اسیر آج ہے دل بھی میرا
دام میں تیرے یہ قربان گرفتار بھی ہے

میری حالت کی کچھ خبر نہ رہی
مجھ پہ الطاف کی نظر نہ رہی
دیکھی دل نے جو غیر کی تکلیف
میری حالت کی کچھ خبر نہ رہی
اس نے دُنیا میں کر دیا رسوا
اپنے قابو کی چشم تر نہ رہی
غیر کا نخل آرزو سینچا
میری الفت بھی بے ثمر نہ رہی
رکھ دیا کیا کسی نے ہاتھ اپنا
آج کیوں سوزشِ جگر نہ رہی
تو نے ساقی پلائی کیسی مے
ایک ہی جام میں خبر نہ رہی
بے ہنر ہوں یہ ہی ہنر ہے مرا
اب کہیں وقعتِ ہنر نہ رہی
اُن کے آنے کی کیا خبر قربان
مجھکو اپنی بھی کچھ خبر نہ رہی

نہ تو سودائی ہے کوئی نہ یہ دیوانہ ہے
شمع تو ہے - دل سوزاں ترا پروانہ ہے
اب کوئی دم میں چھلکنے کو ہی دل اے ساقی
بادۂ یاس سے لبریز یہ پیمانہ ہے
جسکے منہ سے یہ لگا پھر نہ چھٹا تا بہ حیات
کچھ عجب چیز مئے عشق کا پیمانہ ہے
بات جب ہے کہیں - اب اس سے بجا ؤ باہر
تم نے آباد کیا دل کا جو ویرانہ ہے
صبح محفل کی اُداسی کا یہ عالم توبہ
شمع اب بزم میں باقی ہے نہ پروانہ ہے
دیکھتا ہے جو کوئی ہوش اُڑا دیتی ہے
آنکھ ساقی ہے تری یا کوئی میخانہ ہے
دونوں تھے ایک ہی سو رخ سے دیکھا جو خلیل
تیرا کعبہ ہے وہی جو مرا بُت خانہ ہے
اپنے عاشق سے جو تم کرتے ہو باتیں اُلٹی
کوئی سودائی ہے یہ یا کوئی دیوانہ ہے
نزع کے وقت کسی کی یہ صدا - آتی ہے
ابھی قربان محبت سے تو بیگانہ ہے

ترے دل میں اے شیخ نارِ خودی ہے
نہیں مانتا میں کہ تو حنتی ہے
بجھے گی فقط یہ بجھائے سے تیرے
تری آگ جو دل کے اندر لگی ہے
ترے واسطے ہے فقط اسکی خواہش
نہیں اپنے جینے کی ہم کو خوشی ہے

محبت تو کرتا ہے لیکن غرض کی
عدو تجھ میں اتنی ہی باتی کمی ہے

زمانے میں ہے نام جسکا قیامت
مرے دل کی بڑھتی ہوئی بیکلی ہے

تجھے آپ صیاد چھوڑے گا بلبل
قفسے میں تیرے اگر مخلصی ہے

مرے دل کی کلفت مرے دلکی سوزش
مٹائیگا وہ ہی مجھے جسنے دی ہے

نہیں دونوں در اصل خالی مزے سے
طریقہ کی گر دشمنی دوستی ہے

یہ قربان کیا بچ گئی ہے خزاں سے
کلی جو تمنا کی تیری کھلی ہے

میرا ارماں اور ہے میری تمنا اور ہے
میری حسرت اور ہے میرا تقاضا اور ہے

میرا مطلب وصل سے ہے انکا مطلب بوسے ہے
میری منشا اور ہے اُن کی تمنا اور ہے

کہتے ہیں دُنیا جسے اور کہتے ہیں عقبیٰ جسے
اس کا جلوہ اور ہے اس کا تماشا اور ہے

چارہ گر ہوتا نہیں اچھا دوا سے یہ کبھی
ان کے بیمارِ محبت کا مداوا اور ہے

اُس کی قیمت ہے مگر اس کی کوئی قیمت نہیں
حُسن یوسف اور ہے حُسن زلیخا اور ہے

قیس وہ تو دلنشیں ہے اور یہ محمل نشیں
تیری لیلیٰ اور ہے اور میری لیلیٰ اور ہے

موت سے ڈرتا ہے وہ اور موت کا خوگر ہے یہ
دل عدو کا اور ہے اپنا کلیجہ اور ہے

اس کا ساماں وقت کا ہے اس کا ساماں بیکلی
فکرِ دنیا اور ہے اور فکرِ عقبیٰ اور ہے

مجکو سب دیوانہ کہتے ہیں تجھے دیوانہ گر
میری شہرت اور ہے اور تیرا چرچا اور ہے

مرحلے دُنیا کے طے ہم کر چکے جتنے کہ تھے
موت کا قربان باقی ایک جھگڑا اور ہے

کیا ہے شاد کرکے اسکو پھر ناشاد کیوں تونے
بتا دے اپنے عاشق پر یہ کی بیداد کیوں تونے

نہ ارماں میرا کچھ پوچھا۔ نہ خواہش میری کچھ پوچھی
کی اتنی قتل میں جلدی بتا جلاد کیوں تونے

ڈراہوں جب نزع میں موت سے تو دی صدا اسنے
کہ مجکو شامِ فرقت پھر کیا تھا یاد کیوں تونے

نہیں منظور تجھ کو دل دُکھانا جب کسی کا بھی
کیا بلبل کو پھر پر بند اے صیاد کیوں تونے

نہ حاصل ہو سکی شیریں۔ رہا ناکام دُنیا میں
پھر اپنی جان دیدی عشق میں فرہاد کیوں تونے

کیا اقرار کرکے وصل کا انکار کیوں آخر
مرا دل شاد کرکے کر دیا ناشاد کیوں تونے

وہ صبح شام طعنہ یہ دینے آئے ہیں مجکو
تجھے تھا ضبط کا دعویٰ تو کی فریاد کیوں تونے

یقیں تھا جب تجھے سعیٔ وفا کی نامرادی کا
کی اپنی عمر اے قربانؔ پھر برباد کیوں تو نے

آئیگا کیا ہاتھ تیرے دل پہ نشتر مار کے
مر رہیں گے ایک دن ہم آپ خنجر مار کے

رنج کرتا ہے عبث کشتے کا اپنے اے مسیح
مر گیا ہے تو جلا دے ایک ٹھوکر مار کے

ایک قطرہ بھی کبھی دل سے نہ نکلا خون کا
بارہا فصاد نے دیکھا ہے نشتر مار کے

آہ اے صیاد اک مظلوم سا مرغ چمن
دام میں تیرے پھنسا دو چار ہی پر مار کے

روز کے رنج و الم سے چھوٹ جائے ایکدن
توڑ دو دل کو مرے دو چار پتھر مار کے

میں اگر کمزور دل ہوتا تو مر جاتا یوں ہی
مر گیا فرہاد جیسے تیشہ سر پر مار کے

کون پہونچا کوچۂ دلدار تک میرے سوا
بیٹھ آخر سب گئے دو چار چکر مار کے

راز ہستی کا نہ اب تک عقل انساں سے کھلا
رہ گئے اس راستے میں سیکڑوں سر مار کے

روح مضطر کو تری کچھ چین آیا۔ یا نہیں
مجھسے قربانؔ پوچھتے ہیں تیر دل پر مار کے

تیر جب نظروں کے چل جانے لگے
دل کے کچھ ارماں نکل جانے لگے

اک زمیں کیا شام غم سا توں فلک
میرے نالوں سے دہل جانے لگے

حشر کیا ہوگا اگر ارمان بھی
ساتھ میرے اے اجل جانے لگے

میکدے میں دختِ رز کو دیکھ کر
شیخ صاحب کیوں پھسل جانے لگے

بدنصیبی سے زمانے کی طرح
کر کے وعدہ وہ بدل جانے لگے

نخل الفت بار ور ہونے لگا
اب تو زخم دل بھی پھل جانے لگے

مرہم کافور سے یہ زخم دل
برف کی مانند گل جانے لگے

وصل کا ان سے کیا جب بھی سوال
سن کے وہ قربانؔ مل جانے لگے

بیمار غم کو شربت دیدار چاہئے
اے چارہ گر دوا یہ ہی ناچار چاہئے

سختی سے اس کا شیشۂ دل ٹوٹ جائیگا
عاشق کے ساتھ نرمیٔ گفتار چاہئے

ساقی کلید میکدہ ہے عید چاند کا
کرنا نہ بند خانۂ خمار چاہئے

شاید وہ دیکھنے کبھی آئیں جنوں کی سیر
زنداں میں ایک روزن دیوار چاہئے

دل دیکے وہ رہیں ندامت رہے مدام
عاشق پہ اتنا ظلم نہ دلدار چاہیئے

ساقی نے بے طلب ہی تجھے دیدیا ہی جام
تجھ کو تو شکر رند قدح خوار چاہیئے

کہتے ہیں لے کے میری نگاہوں کا امتحاں
تجھ سا ہی مجھ کو محرم اسرار چاہیئے

فتنوں کے ساتھ ساتھ ہی اتنا رہے خیال
دُنیا کو دیکھنا دم رفتار چاہیئے

قربان ہے جو عشق بتوں کا ترا شعار
تسبیح کے عوض تجھے زُنار چاہیئے

جو صلح و جنگ ہوتی ہے اسی منزل میں ہوتی ہی
عداوت دلمیں ہوتی ہے محبت دلمیں ہوتی ہے

لڑی رہتی ہیں نظریں جلوۂ بیباک قاتل سے
ذرا بھی جان باقی گر دلِ بسمل میں ہوتی ہے

نگاہِ شوق کو وہ دیکھ کر اکثر یہ کہتے ہیں
جو ہوتی ہے زبانِ تیر تیرے میرے دلمیں ہوتی ہے

ہمارے دیکے اک کونے میں رہتی ہے تجلی سے
یہ جتنی روشنی اک شمع سے محفل میں ہوتی ہے

نہیں ہوتی کسی وادی کسی رستے میں دُنیا کے
جو سختی عشق کی صبر آزما منزل میں ہوتی ہے

پھڑک اٹھتے ہیں خنجر دیکھ کر کشتے محبت کے
کہ انکی جانِ محزوں خنجرِ قاتل میں ہوتی ہے

چھپا لیتی ہے اپنا شمع بھی فانوس میں چہرہ
عدو سے جب نظر بازی تری محفل میں ہوتی ہے

مجھی کو آپ اٹھاتے ہیں مجھی پر ظلم ڈھاتے ہیں
مرے ہی دم سے رونق آپکی محفل میں ہوتی ہے

نہ مانگو ترکِ ارماں کی دعا سمجھائے دیتے ہیں
کہ ارمانو نسے اے قربان رونق دلمیں ہوتی ہے

ہو جاتی ہے کیا ہجر میں حالت نہیں کہتے
ہم اُنسے کبھی اپنی مصیبت نہیں کہتے

اسکو بھی سمجھتے ہیں ادا حسن کی عاشق
معشوق کی رنجش کو عداوت نہیں کہتے

اے شیخ قیامت کو لئے پھرتے ہو اپنی
کیوں چال کو تم انکی قیامت نہیں کہتے

گو پرسشِ احوال کو آتے ہیں مسیحا
ہم اُن سے بھی کچھ حال طبیعت نہیں کہتے

ہو دوست میں اخلاص تو ہی لطفِ محبت
مطلب کی کبھی رسم کو الفت نہیں کہتے

وعدوں کے وفا کرنے کو کہتے ہیں مروت
وعدوں میں جھلانے کو مروت نہیں کہتے

ہم جانتے ہیں اسکو بھی اک حسن کی سیرت
شوخی کو تری ہم تو شرارت نہیں کہتے

ہم روح کی صورت اسے رکھتے ہیں چھپائے
ہمراز سے بھی رازِ حقیقت نہیں کہتے

قربان رہِ عشق میں ہے لطف ستم بھی

اُلفت میں مصیبت کو مصیبت نہیں کہتے

جاں دیتے ہیں اور جان کی پروا نہیں کرتے
سب کی طرح ہم کبھی تڑپا نہیں کرتے

کرتے ہو بُرا۔ تم اُسے اچھا نہیں کرتے
عیسیٰ ہو مگر دل کا مداوا نہیں کرتے

ہم تیری محبت کو صدا رکھتے ہیں دل میں
غیروں کی طرح عشق کا دعویٰ نہیں کرتے

کرتے نہیں دُنیا میں کبھی حُسن کا چرچا
کرتے ہیں محبت تمہیں رسوا نہیں کرتے

لیجاتے ہیں الفت تری خاموش لحد میں
مرجاتے ہیں اور عشق کا چرچا نہیں کرتے

گم گشتہ ہوں اے قافلہ والو مجھے ڈھونڈو
کیا گم شدۂ راہ کو ڈھونڈا نہیں کرتے

وعدہ تھا یہی ہم سے یہی شرطِ وفا ہے
آجاؤ کبھی گور پہ اتنا نہیں کرتے

مرضی ہے خدا کی ہیں سب بخشے کہ نہ بخشے
ہم اُس سے کسی شے کا تقاضا نہیں کرتے

دیں نعمتیں کیا کیا تمہیں دنیا میں مگر تم
قربانؔ کبھی شکر خدا کا نہیں کرتے

سرورِ دل مرا تو ہے۔ مرا نورِ نظر تو ہے
برنگِ شمع محفل جان و دل میں جلوہ گر تو ہے

نہ پھر کیوں حُسن پاکیزہ ہو تیرا جب زمانے میں
دُعاؤں کا نتیجہ تو ہے میری اور اثر تو ہے

جسے سینچا ہے خونِ آرزو سے عمر بھر دل نے
اسی نخلِ تمنا کا تو اک تازہ ثمر تو ہے

نہیں تو ہمسے غافل ہم اگرچہ تجھسے غافل ہیں
بہت ہی بے خبر ہم ہیں بہت ہی باخبر تو ہے

وہ سودا دیکھ مجھسے پوچھتے ہیں دشتِ غربت کا
بتا رو پوش رہتا کس طرف شام و سحر تو ہے

کسی کا تجھ میں جلوہ ہے جو روشن تیرا پیکر ہے
ضیا پاتا کسی کے نور سے نورِ قمر تو ہے

خیالِ یار آ آ کر شبِ فرقت اندھیرے میں
کلیجے میں مرے غم کا چھوتا نیشتر تو ہے

خدا کی کس طرح باتیں تجھے معلوم ہو جائیں
کہ اے انسان ہستی تک سے اپنی بیخبر تو ہے

ہمیں افسوس آتا ہے تری حالت پہ عادت پہ
ہنرمندوں میں اے قربانؔ رہکر بے ہنر تو ہے

کہاں ہونے دیا اپنے ستم کو بھی عیاں تو نے
کہ رکھا درد بھی ظالم مرے دل میں نہاں تو نے

مٹا کر مجھ کو پھر میرا۔ مٹانا الفشاں تو نے
کہ اے صیاد گلشن میں جلایا آشیاں تو نے

کبھی غم کی سنی آ کر نہ میرے داستاں تو نے
تغافل سے مجھے رکھا یونہی محوِ فغاں تو نے

مرے مکتوب پر قاصد عدو کو دیکھ کر حاضر
بتا کیا کیا وہاں پر کی تھیں رنگ آمیزیاں تو نے

الٰہی ننگِ عالم جسکو اک عالم سمجھتا ہے
اُسی کو بخشدیں فطرت کی ساری خوبیاں تونے

سُنا ہے آج وہ گلگشت کو گلشن میں آتے ہیں
کیا ہے ساز و ساماں کیا نیا اے باغباں تونے

غضب ہے پھر بھی دلکی قدر و قیمت تو نہیں کرتی
لیا ہے بارہا اے چشمِ جاناں امتحاں تونے

لحد میں کام آئیگی وہ کیڑوں اور مٹی کے
جو چھوڑی تن میں باقی اُستخواں سوزِ نہاں تونے

تڑپ تجلی کی تیرے سامنے بیکار ہو جاتی
جو دل کی دیکھ لی ہوتیں مرے بے چینیاں تونے

بڑی ہی بیوفا۔ بے مہر اور نا آشنا نکلی
نہ منہ ہم کو دکھایا جا کے پھر عمرِ رواں تونے

وفا کا تیری اے قرباں نہ آیا اعتبار ہم کو
فدا کر دی اگرچہ اس پہ جانِ ناتواں تونے

بیٹھے ہیں ترے واسطے ساماں کئے ہوئے
آہوں سے دل کو سرو چراغاں کئے ہوئے

سُنتے ہیں آکے دیکھیں گے وہ زخمِ دل ضرور
بیٹھے ہیں ہم بھی چاک گریباں کئے ہوئے

کہتے ہیں اس پہ خون کسی کا چڑھائیں گے
خنجر کو آج لائے ہیں عریاں کئے ہوئے

مر کر بھی اسکو نیند نہ آئی بہت مزار
جو تھے جمالِ یار کے حیراں کئے ہوئے

رحمت نے خود خطاب کیا کیوں ہو۔ نا اُمید
بیٹھے تھے ہم تو ماتمِ عصیاں کئے ہوئے

دامن سے خاک جھاڑ کے کرتے ہیں غسل وہ
آئے ہیں سیر گنجِ شہیداں کئے ہوئے

سایہ سے میرے جس کو رہا عمر بھر گریز
پھرتے ہیں آج بال پریشاں کئے ہوئے

پھر اے نگاہِ ناز کوئی داغ ہو عطا
مدت ہوئی ہے دلمیں چراغاں کئے ہوئے

ملتی ہے مشکلوں سے گنہگار کو نجات
قرباں پیش آتے ہیں عصیاں کئے ہوئے

وہ کی نہ بات آپ نے اچھا کہیں جسے
اُس کو ترس رہا ہوں مداوا کہیں جسے

بنتا ہے بحر گرتا ہے جو اشک آنکھ سے
قطرہ ہے اُسکے سامنے دریا کہیں جسے

باطن کی آنکھ کھول کے کر امتحاں کبھی
اے کاش دیکھنا ہو تمہیں عشق میں نصیب

اے کاش دیکھنا ہو تمہیں عشق میں نصیب
یارب وہ خواب، خوابِ زلیخا کہیں جسے

اب کون ہو مریضِ محبت کا چارہ گر
وہ بھی تو نا اُمید ہے عیسےٰ کہیں جسے

یہ آرزو ہے تم سے میں ایسی وفا کروں
الفت کا میری لوگ نتیجا کہیں جسے

کہتے ہیں اذن دیکے مجھے عرضِ حال کا
کرنا نہ کوئی بات تقاضا کہیں جسے

اس میں پھنسا جو کوئی وہ کھویا گیا غریب
یہ اک کھلا فریب ہے دُنیا کہیں جسے
دل میں پلی فنا بھی اسی دل میں ہو گئی
قربان بدنصیب تمنا کہیں جسے

کیوں نہ محنت پھر ٹھکانے تیری پروانے لگے
شمع پر جل کر جو تو غم کا مزہ پانے لگے
آ گیا جب وقتِ پیری نا اُمیدی آ گئی
زیست کا اپنی پیالہ آپ چھلکانے لگے
غیر سے آنکھیں لڑانے کا اگر شکوہ کیا
بنکے وہ لاعلم دیدو نکی قسم کھانے لگے
دیکھنے کی چیز تھی ان کی حیا بعدِ وصال
جب چھپا کر منہ مرے دامن میں شرمانے لگے
بنکے فریادی جو میں پیشِ خدا جانے لگا
مجکو محشر میں فرشتے آکے سمجھانے لگے
رند جب بگڑے تو بھاگا میکدہ سے محتسب
بوتلیں دو چار کھا میں چند پیمانے لگے
بات جب ہے جو برابر عشق ہو دونوں طرف
تجکو الفت ہو تو مجکو بھی مزہ آنے لگے
مل گئی اچھی غذا۔ یہ عاشقوں کو عشق میں
خونِ دل پینے لگے لختِ جگر کھانے لگے

اسلئے قربان کہتے تھے نہ تو ان کو بڑھا
سُنکے تعریفیں وہ آخر اپنی شرمانے لگے

آپ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آنیکو ہے
یوں جو کہیئے ایک شے ناپائدار آنیکو ہے
بلبلوں کو بعدِ مستی پھر خمار آنے کو ہے
پھر خزاں جانے کو ہے فصلِ بہار آنیکو ہے
ہمنے تو دیکھا نہ اس کو عمر بھر میں ایکبار
کون کہتا ہے کہ گلشن میں بہار آنیکو ہے
بہہ گیا یہ بھی تو پھر کیا نذر دے گی یار کو
آخری آنسو بھی چشمِ اشک بار آنیکو ہے
اب ضرورت ہے تری تنویر کی اے داغِ دل
وہ بجھانے کو مری شمعِ مزار آنیکو ہے
کام اپنا کر گئے اشکِ ندامت کس قدر
حکمِ بخشش کا تری اے تیرہ کار آنیکو ہے
موت آنیوالی ہے سُن مجھسے مجبورِ فراق
بیقراری حد سے گذری اب قرار آنیکو ہے
آج یہ کیسی پلا دی چشمِ ساقی نے شراب
تھامنا گرنے کو ہوں مجھ کو خمار آنیکو ہے
دیکھ کر صورت مری کیوں ہو گئی غمناک سی
کچھ مروّت تجھ میں کیا اے چشمِ یار آنیکو ہے
تو نہ گھبرا۔ اسقدر طولِ علالت سے مری
جلد میری موت اے تیماردار آنیکو ہے
صورتِ منصور یہ بھی کچھ نہ کہدے دیکھنا
اہلِ عالم دار پر اک رازدار آنیکو ہے
پھول کیا آنکھیں بچھا دے بلبلوں کی فرش پر
باغ میں اے باغباں اک گلعذار آنیکو ہے

دیکھئے ہم کو میسر دیکھنا ہو یا نہیں
سُنتے ہیں قربان اب کے پھر بہار آنیکو ہے

کیوں نہیں اک دوسرے کے ہائے یہ دلمیں رہے
دشت میں قیس۔ اور لیلیٰ قید محمل میں رہے

خون پروانوں کے لاکھوں تیری گردن پر رہیں
اور جلتی صبح تک تو شمع محفل میں رہے

وہ بھی ہوگا کوئی طے جس سے ہوئی ہو راہ عشق
سیکڑوں واماندہ تھک کے بیچ منزل میں رہے

آج تو خنجر بھی ہے مقتل بھی ہے قاتل بھی ہے
آج کیوں ارمان باقی قلب بسمل میں رہے

بعد مُردن ہو نہ رسوائی جفائے دوست کی
میرا مدفن راز بنکر کوئے قاتل میں رہے

میرے دلمیں بھی یونہی رہتا ہے کوئی پردہ دار
جسطرح اے قیس لیلیٰ چھپکے محمل میں رہے

کسطرح پھر کشتۂ حسرت کنارے سے لگے
ایک طوفاں موج کا جب بے زساحل میں رہے

کیا ضرورت ہے مجھے مارا پھروں میں دربدر
دونوں عالم کا تماشا آنکھ کے تل میں رہے

فطرتاً مشکل پسندی جبکہ ہو تیرا شعار
کیوں نہ پھر قربان تیری جان مشکل میں رہے

گلرو وہ ایسا شان گلستاں کہیں جسے
محبوب وہ کہ جان پرستاں کہیں جسے

اب کے تو عندلیب ہے آئی نصیب سے
ایسی بہار جان گلستاں کہیں جسے

گلشن کو دل کے برق گرا کر جلاؤ تو
آئے وہ بوئے شیم گلستاں کہیں جسے

مجھ کو نظر نہ آئے تو تاریک ہے جہاں
وہ روئے صاف مہر درخشاں کہیں جسے

پھینئے بہار سے کیا مجھکو واسطہ
میں تو وہی ہوں خار پہ داماں کہیں جسے

میری ہی آہ دل کے شرارے تمام ہیں
روشن جبین چرخ پہ افشاں کہیں جسے

عشق بتاں میں عمر ہی ساری گذار دی
ہمکو کہاں نصیب ہی ایماں کہیں جسے

دیکھا شب فراق اُٹھیں پہلو میں غیر کے
آیا وہ خواب خواب پریشاں کہیں جسے

قربان کو جہان میں قسمت نے ہے دیا
سینہ بھی وہ کہ گور غریباں کہیں جسے

نہ جھاڑو تم نہ جھاڑو تم ہماری خاک دامن سے
نشانی لیکے آئے ہو یہی تو ایک مدفن سے

محبت نے تمہاری دین و ایماں کر دئے غارت
تعلق کیا رہا باقی مرا شیخ و برہمن سے

بھٹکتے پھرتے ہیں آتے نہیں دلمیں مرے رہنے
تو کیا واقف نہیں ہیں آجتک وہ میرے مدفن سے

بصد نفرت جھٹک کر ہاتھ دل توڑا زلیخا کا
ہنوز گاہ دوریہ دھبہ کبھی یوسف کے دامن سے

یہ ظالم چلتے چلتے اک نظر میں چھین لیتے ہیں
بہت مشکل ہوا دل کا بچانا چشم رہزن سے

وہی جلوہ وہی حیرت وہی آنکھوں میں کیفیت
میں لایا کوئے جاناں سے جو موسیٰ لائے ایمن سے

سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہے جواب لحن داؤدی
خدا کی شان خوش ہیں وہ مرے فریاد و شیون سے

مرا مرنا انھیں تو عید ہے ساماں عشرت ہے
مرے ماتم کا حلیہ ہے گلے ملتے ہیں دشمن سے

اُنھیں قربان آیا یاد شاید واقعہ کوئی
وہ آئے تو بہت روئے لپٹ کر لوح مدفن سے

کہاں رونق چمن میں برق اور باراں سی ہوتی ہے
نقط اک بلبلوں کے دیدۂ گریاں سی ہوتی ہے

خطا پر کیوں خفا ہوں وہ خطا کی کیوں سزا دیں وہ
فرشتوں سے بھی ہوتی ہے اگر انساں سی ہوتی ہے

اسے پہلو میں رکھکر کیوں مجھے پہلو میں ڈالا ہے
جو لغزش ہوتی ہے میرے دل ناداں سی ہوتی ہے

یہی دو سامنے ناقابل برداشت حربے ہیں
رہائی کب کسی کی ابرو مژگاں سی ہوتی ہے

ہمیشہ ختم ہوتی ہے محبت نا امیدی پر
مرتب رسم الفت وعدۂ و پیماں سی ہوتی ہے

فلک پر چاند تارے کان رکھکر اسکو سنتے ہیں
ہماری گفتگو جو کچھ شب ہجراں سی ہوتی ہے

بہت بیتاب ہو کر وہ گرا دیتی ہے کچھ آنسو
ہماری گفتگو جب نرگس حیراں سی ہوتی ہے

اُسے قربان فقط دامان رحمت جذب کرتا ہے
ندامت کی جو بارش دیدۂ گریاں سے ہوتی ہے

کیوں تو مجھکو ستائے جاتا ہے
خون اپنا بہائے جاتا ہے

رنگ سنبل جمائے جاتا ہے
خون اپنا بہائے جاتا ہے

دل میں اس کا خیال آ آکر
درد الفت بڑھائے جاتا ہے

کھوکے محنت کو تیری چارہ گر
آج بیمار رہائے جاتا ہے

دل مضطر میں نشتر غم دوست
کیوں تو چرکے لگائے جاتا ہے

کہہ کے زاہد برا تو کو تو
دل کو میرے دکھائے جاتا ہے

تیرے کہنے سے غیر محفل میں
پھبتیاں کیوں اڑائے جاتا ہے

اس کی رحمت اسی پہ ہوتی ہے
سر جو اپنا جھکائے جاتا ہے

اس کو بھی آزماؤں میں قربان

جو مجھے آزمائے جاتا ہے

لکھے ہوئے الفاظ مٹائے نہیں جاتے
بگڑیں جو نصیبے تو بنائے نہیں جاتے

نغمے اُنھیں نالوں کے سنائے نہیں جاتے
دل ہمسے حسینوں کے دُکھائے نہیں جاتے

للہ اٹھا ہاتھ تو جور اور جفا سے
ہم سے یہ ستم اب تو اٹھائے نہیں جاتے

منت سے سماجت سے بھی چلتا نہیں کچھ کام
یوں رُوٹھے ہیں مجھ سے کہ منائے نہیں جاتے

کر بار سے عصیاں کے سبک اے مرے خالق
ہے بوجھ بہت پاؤں اٹھائے نہیں جاتے

محشر میں جو اب سامنے آتے ہیں یہ اعمال
کیوں پہلے کبھی پڑھ کے سنائے نہیں جاتے

ہاتھوں میں مرے خون کی تم ملتے ہو مہندی
کیوں خون سے دشمن کے رچائے نہیں جاتے

آنکھوں میں ہوئے خشک ترے خوف سے آنسو
اب اشک ندامت بھی بہائے نہیں جاتے

مدت سے اُنھیں بزم میں اُنکی نہیں دیکھا
کیا بات ہے قربان بلائے نہیں جاتے

مژگاں کے تیر جزوِ بدن ہو کے رہ گئے
کانٹے ہمارے دامنِ چمن ہو کے رہ گئے

صیاد آگیا انھیں کیا دور سے نظر
خاموش کیوں یہ مرغِ چمن ہو کے رہ گئے

آیا نہ ایک دن کبھی بن کے سکونِ دل
وعدے ہزار عہد شکن ہو کے رہ گئے

مجرم بنا کے میری زباں کو کیا خموش
اسرار تیرے قفلِ دہن ہو کے رہ گئے

قسمت میں گردِ راہ جو غربت کی تھی لکھی
تیار میرے لاکھوں کفن ہو کے رہ گئے

مٹی نے میرے جسم کی مٹی بنا دیا
سب خاک زیرِ خاکِ کفن ہو کے رہ گئے

میں ان کو دیکھنے بھی نہ پایا نگاہِ شوق
وہ میرے دامنِ جلوہ فگن ہو کے رہ گئے

آئی بہار بھر گئی نغموں سے ہر فضا
کلیاں بھی عندلیبِ چمن ہو کے رہ گئے

قربان کی سُنی جو غزل بزم میں کبھی
حیراں تمام اہلِ سخن ہو کے رہ گئے

ہیں تو شوقِ دل اپنا فقط دلبر سے کہنا ہے
نہ کچھ خنجر سے کہنا ہے نہ کچھ نشتر سے کہنا ہے

ابھی کیوں قطع کرتے ہو زباں سنکر مرا شکوہ
ابھی تو اپنا قصہ داورِ محشر سے کہنا ہے

کبھی دلمیں اگر آئے کلیجے سے بھی ملجائے
فقط اتنا ہی مجھ کو آپکے نشتر سے کہنا ہے

انھیں معلوم ہے جو کچھ مرے دلکی تمنا ہے
نہ کچھ کہنا ہے نادک سے نہ کچھ خنجر سے کہنا ہے

پیونگا ہاتھ سے اُسکے کبھی جس نے پلائی تھی
مجھے تو آج اتنا ساقیٔ کوثر سے کہنا ہے
تمہیں کیوں خوف ہے اتنا تمہارا کچھ نہیں جھگڑا
احد کا ذکر مجھ کو داورِ محشر سے کہنا ہے

سُنے گا کیا وہ بُت قربان تیری داستانِ دل
کہ اس سے حال کہنا اصل میں پتھر سے کہنا ہے

بہت پچتائے اُسنے آج عرضِ مدعا کرکے
اُٹھے آخر وہ محفل سے خفا ہوکے فنا کرکے
بتا کر حالِ دل اپنا جتا کر رنج و غم اپنا
کسی ناآشنا کو ہم نے چھوڑا آشنا کرکے
دوائیں ایسی دیتا ہے اثر کرتی ہیں جو اُلٹا
تو چھوڑیگا مجھے اے چارہ گر آخر فنا کرکے
میں کرتا ہوں جو شکوہ غیر کا اُسنے کہی ہمدم
مجھے خاموش کر دیتے ہیں وہ میرا گلا کرکے
مریضِ غم نے اپنی جان دی اور چارہ سازوں نے
نہ کچھ دیکھا دوا کرکے نہ کچھ پایا دعا کرکے
ہوئے مغرور وہ بیحد۔ خودی میں بھر گئے آخر
بہت پچتائے انکو حالِ دل سے آشنا کرکے
دلِ بیتاب پھر تو اُن کو آزردہ نہ کر دینا
اُنھیں ہم لے تو آئے ہیں مناکے التجا کرکے

نہ دل ہوتا نہ اے قربان یہ رنج و الم ہوتے
مصیبت میں مجھے ڈالا خدا نے دل عطا کرکے

یہاں وہ ہر کسی سے خواہشِ دیدار کرتی ہے
تمہاری یاد اکثر نرگسِ بیمار کرتی ہے
جسے فصلِ بہاری لوگ کہتے ہیں زمانے میں
چمن کے پتہ پتہ کو وہ لالہ زار کرتی ہے
زمانے سے نرالی دی طبیعت ہمکو خالق نے
کہ یہ جو آرزو کرتی ہے وہ دشوار کرتی ہے
اسے محفوظ رکھنا بزم میں دشوار ہوتا ہے
نگاہِ یار دل پر کس بلا کا وار کرتی ہے
طبیعت پوچھتا ہے کیا مریضِ غم کی چارہ گر
عیاں خود اسکی حالت صورتِ بیمار کرتی ہے
تری رحمت کا اے مولا تری رحمت کا اے مولا
یہ دل اقرار کرتا ہے زبان اقرار کرتی ہے
نہیں بھرتا ہے اسکا زخم۔ اُسکا زخم بھرتا ہے
زباں جو کام کرتی ہے کہاں تلوار کرتی ہے
زمانہ جب طمانچہ مارتا ہے ہوش آتا ہے
کہ غفلت خود ہی ہر انسان کو ہشیار کرتی ہے

بھلا قربان نہ ہم کیوں محرمِ اسرار ہو جائیں
وہ قدرت جب ہمیں خود واقفِ اسرار کرتی ہے

چارہ گر نے بھی کہا زیست کے ساماں نہ رہے
شکر ہے آج کہ ہم لائقِ درماں نہ رہے
طرزِ غیروں سے روا تم نے وہی رکھا ہے
سر پہ عشاق کے کچھ آپکے احساں نہ رہے

بعد مرنے کے ملا ہم کو لحد میں بھی کفن
رہ گئی شرم کہ پردیس میں عریاں نہ رہے

جب بہار آئی ہوا۔ رنج و مصائب کو فروغ
غم کے سامان ہوئے عیش کے ساماں نہ رہے

کیا کروں غم کے سبب آنکھ سے آنسو نکلے
میرے قابو میں مرے دیدۂ گریاں نہ رہے

دشت وحشت سے مرا جسم بچیگا کیوں کر
جب یہ محفوظ مرے جیب و گریباں نہ رہے

ہو نہ پروانوں کی گرمی جو ترے دل میں شریک
سوز تجھ میں یہ کبھی شمع سبستاں نہ رہے

پھول گر اس میں شگفتہ رہیں یاس و غم کے
باغ دل باغ جگر پھر کبھی ویراں نہ رہے

آنکھ کھلتے ہی غم مرگ ہوا اے قربان
کونسا ایسا ہوا دن کہ پریشاں نہ رہے

ترچھی بھوئیں کئے ہوئے خنجر لئے ہوئے
نکلے ہیں گھر سے فتنۂ محشر لئے ہوئے

بہکا ہوا ہوں دیکھ کے ابر بہار کو
بیٹھا ہوا ہوں ہاتھ میں ساغر لئے ہوئے

شکر خدا لحد پہ چڑھانے کے واسطے
آئے ہیں آج پھولونکی چادر لئے ہوئے

ہستی کے اور عدم کے تماشہ سے سیر ہوں
آنکھیں ہیں میری سیکڑوں منظر لئے ہوئے

ہو خیر نامہ بر مرا۔ خط کے جواب میں
آیا ہے آج قتل کا محضر لئے ہوئے

چکر رہا فریب طلب سے مجھے نصیب
در در پھرا ہے مجھ کو مقدر لئے ہوئے

گردن کو ایک وار میں اس نے اڑا دیا
تلوار تھی کمال کے جوہر لئے ہوئے

عیباں کا اپنے ساتھ بھی طومار ہے بہت
قربان ہم بھی جائیں گے دفتر لئے ہوئے

مدت ہوئی ہے جام محبت پیئے ہوئے
لیکن خمار اس کا ہے ابتک لئے ہوئے

میں حشر میں ہوا جو گناہوں سے منحرف
اعمال آئے سامنے میرے کئے ہوئے

آتی ہے اُن کے منہ سے محبت کی بو مدام
جنکے ازل سے داغ ہیں دل پر دیئے ہوئے

ممکن نہیں کہ ہم کو قیامت مٹا سکے
ہم تیری ٹھوکروں کے ہیں زندہ کئے ہوئے

یہ اور بات ہے نہ دیا اُسنے کچھ جواب
گردن نے سب سُنے مرے نالے کئے ہوئے

آئے تھے دل میں لیکے امیدیں ہزار ہا
جاتے ہیں دل میں سیکڑوں ارماں لئے ہوئے

میں نے کیا تھا خط میں جو اظہار عشق کا
اُس پر عدو کے سیکڑوں ہی حاشیے ہوئے

ساقی پلا دے جام خصوصی ہمیں بھی آج
مدت ہوئی ہے ہاتھ سے تیرے پیئے ہوئے

قربان کھل کھلا کے ہنسی برق کس قدر
دیکھا جو عندلیب کو تنکے لئے ہوئے

بھلا پھر کس طرح مرہون یہ قلب و جگر ہوتے
جو آئے بھی شب وعدہ تو وہ آئے سحر ہوتے

اٹھا کر وہ کفن گر دیکھ لیتے چشم و لب میرے
تو خنداں روتے روتے لاش پر سب نوحہ گر ہوتے

مرے لاشہ کو حاجت پھر نہ رہتی غسل کی ہرگز
شریک آکر عزا میں تم اگر با چشم تر ہوتے

مسیحا کی خوشامد کیوں میں کرتا کیوں خجل ہوتا
مرے درد محبت کے اگر وہ چارہ گر ہوتے

مریض ہجر کو نیند آگئی اور رک گئے آنسو
کسی جانب سے کچھ آواز آئی تم سحر ہوتے

اگر ناکام یہ رہتی وہ اپنا کام کر جاتے
جو آہیں بے اثر ہوتیں تو نالے با اثر ہوتے

میں سچ کہتا ہوں تم پر ایک دن قربان کر دیتا
اگر سو دل مجھے ملتے۔ جو حاصل سو جگر ہوتے

یقین ہے وہ کبھی کے کھو چکے ہوتے محبت میں
جناب خضر گر راہِ وفا کے راہبر ہوتے

ہنسا کرتے تھے جو میری حیاتِ عشق پر اکثر
مزہ جب تھا کہ میت پر وہ آکر نوحہ گر ہوتے

بغیر مرضیِ حق ہو نہ سکتی تھی شفا حاصل
مسیحا بھی جو لے قربان اپنے چارہ گر ہوتے

میری اسکی ٹھنی ہے پھر تمہیں اس کا گلا کیا ہے
تمہارا واسطہ کیا ہے عدو سے میرا جھگڑا ہے

یوں ہی دل ہے میرا قربان اُن کے شعلۂ رُخ پر
یہ جیسے انجمن میں شمع پر پروانہ جلتا ہے

خدا دیتا ہی جاتا ہے، بشر لیتا ہی جاتا ہے۔
یہ کیسا لینے والا ہے وہ کیسا دینے والا ہے

بہت اچھا کیا تم نے بجھایا شمع تربت کو
ہمارا دل بھی اب مثلِ چراغ گور جلتا ہے

ہیولا ہے ہیولا ہے۔ یہ لیلےٰ کا نہیں محمل
بہت نادان ہے مجنوں جو وہ لیلےٰ سمجھتا ہے

نہ آیا چین جیتے جی، نہ آیا چین مر کر بھی ؛
ہمارا دل لحد میں بھی تری خاطر تڑپتا ہے

ترے بندوں سے کیا لو لگا ترے محتاج ہیں وہ سب
مجھے مولا فقط تیرا ہی اک حاصل سہارا ہے

یہ سب تھے چل چلے جب تک رہے زندہ زمانے میں
نہ باقی آرزو کوئی، نہ اب باقی تمنا ہے

یقیں یوسف سے بڑھ کر کیوں نہ ہو تیری تجلی پر
سُنا تھا اُن کو کانوں سے تجھے آنکھوں نے دیکھا ہے

مٹا کر ٹھوکروں سے زندہ کر کے سب سے کہتے ہیں
وہ اندازِ اجل تھا تو یہ اعجازِ مسیحا ہے

کوئی دنیا کا غم آکر ستاتا اب نہیں تجھ کو
تو کنجِ عافیت میں جب سے اے قربان بیٹھا ہے

تکلیف جس قدر ہے سب اپنی نظر میں ہے
سینہ میں ہے خلش تو تپش بھی جگر میں ہے

نقشہ تمام دہر کا میری نظر میں ہے
کتنا کمال دیکھئے نورِ بصر میں ہے

اس انقلاب دہر نے سب کچھ لیا ہے چھین
اب بُو ہے گل میں اور نہ لذتِ ثمر میں ہے

یہ صبح وصل بول کے کرتا ہے دل کا خون
خنجر کا کاٹ نعرۂ مرغِ سحر میں ہے

جتنی ہے بلبلے کو خدا نے حیات دی
اتنا ہی بس قیام تو عمرِ بشر میں ہے

میں نے لیا تھا نام خدا کا دمِ سحر
پھیلی اُسی کی بو یہ نسیمِ سحر میں ہے

ہوتا ہے اُون کا آج ہدف کون دیکھئے
مژگاں کا تیر۔ تیر کمانِ نظر میں ہے

یہ سوز، یہ تپش، یہ حرارت، یہ التہاب
خورشید میں کہاں ہے جو حدت قمر میں ہے

ہے خوف بحرِ غم میں کہیں ڈوب ہی نہ جائے
قربان تیری عمر کی کشتی بھنور میں ہے

ہمیں وہ کیسا بنا رہا ہے ہمیں وہ کیسا بنا رہا ہے
ہمارا دل جور سے مٹا کر عدو کی ہمت بڑھا رہا ہے

ہے بزمِ ساقی میں دور سے کا جو میرے دل کو بڑھا رہا ہے
میں جام لے لے کے پی رہا ہوں وہ جام بھر بھر پلا رہا ہے

دکھا کے ہم کو وہ اپنا جلوہ کچھ اور بیخود بنا رہا ہے
اوٹھا نہ ہم کو نسیم گلشن کہ خواب آنکھوں میں آرہا ہے

فلک کے نیچے نیا فلک وہ خرام نو سے بنا رہا ہے
وہ آکے تربت پہ آج میری غبار دل کا اُڑا رہا ہے

عدو کا قصہ وہ کہہ رہا تھا۔ ہمارا قصہ لگا سنانے
ہمیں سے باتیں بنا رہا ہے ہمیں سے باتیں چھپا رہا ہے

وہ اپنا تیور، وہ اپنا پہلو، وہ اپنا جلوہ وہ اپنا چہرہ
بنا رہا ہے بچا رہا ہے۔ دکھا رہا ہے چھپا رہا ہے

یہ ہی تو ہیں دلربا ادائیں یہ ہی تو ہیں جانفزا جفائیں
رولا رولا کر ہنسا رہا ہے ہنسا ہنسا کر رولا رہا ہے

کہیں ہے تسکین فزا ٹھہر کر کہیں قیامت ہے اکی ٹھوکر
کہیں وہ فتنے دبا رہا ہے کہیں وہ فتنے اُٹھا رہا ہے

وہ جان و ایمان کھونے والا، وہ غم سے راتوں کو رونے والا
وہ تجھ پہ قربان ہونے والا، جہان سے آج جا رہا ہے

سیکھا ہے گریہ ابر نے چشم پر آب سے
لیتی ہے درس۔ برق مرے اضطراب سے

چہرہ نکالتے نہیں تم جو نقاب سے
پھر لوگے داد کیا، نگہہ انتخاب سے

کوثر کے جام کا جو دلادے مجھے یقیں
توبہ کروں میں آج ہی زاہد شراب سے

عرض وصال پر جو کہو گے سنوں گا میں
لیکن نہ ٹوٹ جائے میرا دل جواب سے

درخواست اس سے جلوہ نمائی کی کیا کروں
جس نے ڈرا دیا ہو نگاہِ عتاب سے

جس کو حساب اپنے گناہوں کا یاد ہو
ناصح اُسے ڈرائیے روزِ حساب سے

آنکھیں بھر آئی تھیں تیرے عارض کی یاد میں
کوثر ٹپک پڑا میری چشمِ پر آب سے

کھولی جو آنکھ شکلِ نظرِ غم کی آگئی!
پیری نصیب ہوگئی پہلے شباب سے

قربان سر پہ سایہ رہے والدین کا
سب کو خدا بچائے برے انقلاب سے

دوا کا جام بھی ثابت قضا کا جام ہوتا ہے
تیرے بیمارِ الفت کو کہاں آرام ہوتا ہے

کسی صورت وہ قابو میں نہ آئے ہیں نہ آئینگے
محبت کرکے ایدل مفت کیوں بدنام ہوتا ہے

قیامت کوچۂ جاناں میں واعظ روز آتی ہے
وہاں ہنگامہ ایسا روز صبح و شام ہوتا ہے

چلے آؤ مسیحائی کو پیغامِ شفا لے کے
ہمارا۔ کام بنتا ہے تمہارا نام ہوتا ہے

ہماری فاقہ مستی بارمے کا کیا اُٹھائیگی
چلے جاتے ہیں ہم پینے جو اذنِ عام ہوتا ہے

قضا کی ایک ہچکی نزع میں لیکر جو جاتا ہے
کسی بیدرد کا وہ آخری پیغام ہوتا ہے

صدا۔ اک شعر بنکر اکثر آجاتی ہے کانوں میں
مگر دعویٰ نہیں اس کا ہمیں الہام ہوتا ہے

مزے سے اب تو اے قربان دنیا میں گذرتی ہے
مگر یہ دیکھنا ہے کس طرح انجام ہوتا ہے

بلائیں لوں جو ابرو کی تیری شمشیر ہنستی ہے
سمجھ کر اپنے قبضہ کا مجھے نخچیر ہنستی ہے

اوڑا دیتا ہے میرا مضحکہ بے جان ایک پیکر
تصور میں جو روتا ہوں تیری تصویر ہنستی ہے

نہ جانے لاگ ہے تدبیر کو تقدیر سے کیسی
کہ جب تدبیر کرتا ہوں میری تقدیر ہنستی ہے

خدا پر چھوڑ دو چارہ گرو للہ اب مجھکو
کہ تم تدبیر کرتے ہو میری تقدیر ہنستی ہے

تیری محفل میں گویا اک تماشہ بن کے آتا ہے
تیرے وحشی کے ہنسنے پر ہر ایک تصویر ہنستی ہے

نصیبہ اپنا اپنا اے عدو کیا اختیار اس پر
میری تقدیر روتی ہے تیری تقدیر ہنستی ہے

جو میرے پاؤں میں تقدیر نے رکھی ہے اک گردش
وہ تیرے چکروں پر آسمانِ پیر ہنستی ہے

قلم میں کتنی شوخی ہے مضامیں کیا شگفتہ ہیں
جو تو قربان لکھتا ہے تیری تحریر ہنستی ہے

طبیعت لڑ ہی جاتی ہے طبیعت آ ہی جاتی ہے
پسند اکثر کسی کی اچھی صورت آ ہی جاتی ہے

تجسس ہم جو کرتے ہیں نہیں وہ رائیگاں جاتا
نظر کوئی نہ کو اچھی صورت آ ہی جاتی ہے

وہ جب تلوار سے سر کو کسی کے کاٹ دیتے ہیں
تو اُس کمبخت کی گویا قیامت آہی جاتی ہے

چھپائے لاکھ گو انساں نہیں چھپتی نہیں چھپتی
اک آنسو بن کے آنکھوں میں محبت آہی جاتی ہے

گنا ہونکا تصور دل کی آنکھیں کھولدیتا ہے
کہ ہو بیباک کتنا ہی ندامت آہی جاتی ہے

وہ میرا حال بیتابی جو آکر دیکھ لیتے ہیں
تو آنکھوں میں کبھی انکی مروت آہی جاتی ہے

حیا کتنی ہی ہو بچپن۔ کبھی شوخی دیکھاتا ہے
تقاضہ سن کا ہوتا ہے شرارت آہی جاتی ہے

رہیں محتاط کتنے ہی مگر ہم نے یہ دیکھا ہے
بری صحبت کی کچھ اچھو نپہ رنگت آہی جاتی ہے

نظر قربان اتنے دیکھتی ہے کیف کے جلوے
کہ تنخانہ میں مجھ کو یاد جنت آہی جاتی ہے

اے مسیحا مشرب بیمار ایسا چاہیئے
بے دوا۔ اچھا جو ہو آزار ایسا چاہیئے

دیکھ کر جلووں کو جو کھو دے نہ اپنے ہوش کو
اُس کو موسیٰ، طالبِ دیدار ایسا چاہیئے

وہ ہمیں دیکھیں نہ دیکھیں ہم اُنہیں دیکھیں ضرور
انجمن میں روزنِ دیوار ایسا چاہیئے

جس جگہ ارمان وحسرت کا نہ ہو کانٹا کوئی
وہ یہ کہتے ہیں ہمیں گلزار ایسا چاہیئے

یا الٰہی اُن کو پہلو میں میرے آجائے نیند
مجھکو ملنا طالع بیدار ایسا چاہیئے

عمر بھر تازہ رہے بھرنا نہ ہو اس کو نصیب
زخم دینا تجھکو اے تلوار ایسا چاہیئے

باغ والوں کو قفس کی سختیاں معلوم ہوں
ایک نغمہ بلبل بیمار ایسا چاہیئے

کہدیا قربان اُس نے کھولکر بند نقاب
جیسا تو ہے طالب دیدار ایسا چاہیئے

دلپہ اک جور ہمیشہ تیرا جلاد رہے
لطف اس میں ہے کہ دل مائل فریاد رہے

کاٹ دے تو جو زباں تیغ سے میری جلاد
پھر نہ شکوہ ہی رہے اور نہ فریاد رہے

آگئی فصل خزاں موت کا لیکر پیغام
گلشن دہر میں کچھ دن بھی نہ آباد رہے

کنج تنہائی میں کی عمر بسر اپنی تمام
فکر دنیا سے ہمیشہ یوں ہی آزاد رہے

کوئی دنیا میں رہے یا نہ رہے اے ظالم
تو رہے اور تیرا حسن خداداد رہے

سامنے تیرے جھکائے ہوئے سر کو میں ہوں
ہاتھ میں تیرے تُلا خنجر فولاد رہے

اسی رستے سے تو ہم آئے تھے دنیا میں کبھی
ہے تعجب نہ اگر راہ عدم یاد رہے

کسطرح آئے مزہ زیست کا دنیا میں اگر
روز کا ربخ رہے روز کی افتاد رہے

میں وہ غم دوست ہوں قربان دعا کرتا ہوں
مرے پہلو میں تڑپتا دلِ ناشاد رہے

خوش ہم کو رکھ یا کہ مٹا ڈال ستا کے
بندے نہ تیرے ہونگے کہ بندے ہیں خدا کے

بخشے اُنہیں خالق نے مراتب شہدا کے
کشتے ہوئے دنیا میں جو شمشیر جفا کے

بیمار محبت جنہیں کہتے ہیں مسیحا !
طالب وہ زمانہ میں نہیں ہوتے دوا کے

ہم دل کو تجلی سے کریں آپ کی روشن
رخسار دکھا دو جو ہمیں پردہ اُٹھا کے

کیا کرتے ہوئے چارہ گرو ہوش میں آؤ
ظاہر میرے چہرے سے ہیں آثار قضا کے

شوخی کبھی بے پردہ اُنہیں کر نہیں سکتی
پردے میں چھپے رہتے ہیں وہ شرم و حیا کے

ناخن سے میرے کھل نہ سکی اس کی گرہ بھی
ممنون ہیں وہ آج بہت بند قبا کے

افسوس محبت ہے یہ احباب کی کیسی
آتے نہیں واپس وہ کبھی قبر سے جا کے

ہم تو یہ ہی سمجھے کہ اوٹھایا ہے بہت دکھ
قربان مزہ خاک ملا دل کو لگا کے

بے درد بے وفا ہیں یہ آن بان والے
رکھتے ہیں مال پھیکا اونچی دوکان والے

کروٹ جو لے زمانہ رہتا نہیں ہے کچھ بھی
برباد ہو چکے ہیں نام و نشان والے

کچھ بول میٹھے میٹھے ہم کو کبھی سنا دے
یوں تلخ ہو نہ ہم سے میٹھی زبان والے

حاضر ہے دل ہمارا۔ اس میں رہو خوشی سے
تم کیوں پھرو بھٹکتے ہو کر مکان والے

تیرے حسین بندے مجھ کو ستا رہے ہیں
کیا دیکھتا نہیں ہے اے آسمان والے

ان سب بتوں کی جھوٹی دنیا میں ہے حکومت
ہنس ہنس کے کہہ رہے ہیں یہ آسمان والے

میں نے عدو سے ملکر مشہور کر دیا ہے
جھوٹی زبان والے، سچی زبان والے

تیرا یہ تیر ہرگز دل کو چھید سکتا !
قوت کمان کی ہے بانکی کمان والے

گو زحمتیں اُٹھائیں ابرو پہ بل نہ آیا
قربان تم غضب کے ہو آن بان والے

اِدھر دیکھا اُدھر دیکھا۔ ادھر تو ہے اُدھر تو ہے
کہ ڈالی ڈالی پتے پتے تک میں جلوہ گر تو ہے

مہِ نو کی طرح سے آج ہر سو جلوہ گر تو ہے
بنا دنیا میں گنجورِ فلک رشکِ قمر تو ہے

کرے دنیا میں تجھ سے دوستی کیا اے بشر کوئی
ہوا جس روز سے پیدا کے عزم سفر تو ہے

اندھیرا اور اُجالا ہے۔ تیری زلف اور عارض سے
تجھے ہم جانتے ہیں مالک شام و سحر تو ہے

نہ تو کعبہ میں جانوں نہ بتخانہ کو پہچانوں
اُدھر ہی میرا قبلہ ہے میرے مولیٰ جدھر تو ہے

تو ثابت تلخ ہو مجھ کو کہ ثابت مجھ کو شیریں ہو
میری نخل تمنا کا بہر صورت ثمر تو ہے

حقیقت کے جو شیدا ہیں نہیں عشق مجازی کو
بتوں سے کیا انہیں مطلب جنہیں مدنظر تو ہے

کہوں میں برق تجلی یا کہوں میں آگ انگارا
میرے پہلو میں ایدل آج مانند شرر تو ہے

خدا کا شکر کر قربان بڑا یہ اس کا احسان ہے
سہارنپور میں اک شاعر عالی نظر تو ہے

اس سے اے دل جو تو وفا نہ کرے
ہے یقین وہ بھی پھر جفا نہ کرے

مجھ سے محبوب ہو جدا میرا
زندگی میں وہ دن خدا نہ کرے

طول الفت کو طے کریں کیونکر!
عمر ہی اپنی جب وفا نہ کرے

اس مسیحا کو کیا کرے کوئی
کہ جو بیمار کی دوا نہ کرے

درد سے جو بھری پڑی نکلے
کیسے منظور وہ دعا نہ کرے

اسکو ملتی نہیں بقا ہرگز
اپنی ہستی کو جو فنا نہ کرے

انکی باندی ہے اُن کی لونڈی ہے
شانہ گیسو میں کیوں صبا نہ کرے

وصل کی شب یہاں تیرا آنا
کہیں ظاہر یہ نقش پا نہ کرے

زندگی کے وہ فرض کیا جانے
فرض اُلفت کے جو ادا نہ کرے

اسکو دنیا میں کیا نظر آئے
چشم خفتہ جو اپنی وا نہ کرے

نگہہ ناز واہ کیا کہنا
وہ ہی ناوک ہے جو خطا نہ کرے

اے فلک پھر نہ ہم کریں شکوہ
دل کو دل سے جو تو جدا نہ کرے

دیکھ قربان خدا تجھے کیا دے
تو بتوں سے جو التجا نہ کرے

نوجوان ہوتے ہی آنکھیں مجھ کو دکھلانے لگے
بادۂ گلگوں کے ساغر آپ چھلکانے لگے

لحن داؤدی کے کچھ ہم کو مزے آنے لگے
مست ہو کر جب کسی دن وہ کہیں گانے لگے

آب و دانہ بند اپنا جب قفس میں ہو گیا
خون دل پینے لگے لخت جگر کھانے لگے

یاد کر کے صحبت اغیار کی بیباکیاں
میرے پہلو میں وہ شام وصل شرمانے لگے

بلبل و گل جب ہوئے صحن چمن میں ہم کنار
ہو گئے سرخوش شگوفے غنچے اترانے لگے

اے نمکدان تبسم جلد لے ان کی خبر
دیکھ اب زخم جگر پھر میرے بھرنے لگے

آگئی پھر عید۔ پھر صہبائے نوڈھلنے لگی
پھر گلے شیشوں کے میخانہ میں پیمانے لگے

یا الٰہی جذب دل میں ہو کچھ ایسا انقلاب
میری الفت کا مزہ اُس شوخ کو آنے لگے

اللہ اللہ باغ میں دورِ خزاں کا یہ اثر
بے کھلے غنچے چمن میں آج مرجھانے لگے

ربط دیکھا ہم سے جب اُن کا بہت بڑھتا ہوا
سو طرح دشمن ہمارے اُنکو بہکانے لگے

وصل کی شب دیکھ کر بڑھتا ہوا قربان کا شوق
پہلے تڑپانے لگے اور پھر وہ گھبرانے لگے

جلایا مار کر مارا جلا کے
دیئے صدمے کسی نے انتہا کے

رقابت کیوں نہ ہو ہم کو بھی اس سے
ہوئے پابند وہ رنگ حنا کے

یہ ہی کرتی ہے بوئے زلف رسوا
یہ سب فتنے ہیں اس بادصبا کے

فلک پر بادلوں کے جھگڑے ہیں
کہ رستے بند ہیں اپنی دعا کے

غضب کی شوخیاں بیباکیاں ہیں
میں صدقہ جاؤں انداز جفا کے

نکل آئے تھے گورستاں کی جانب
پھرے ہیں آج وہ مرقد جلا کے

وہ بندے ہو نہیں سکتے بتوں کے
جو متوالے ہیں دنیا میں خدا کے

شہید ناز سب کہتے ہیں اُن کو
جو کشتے ہیں تیرے تیرِ جفا کے

کہاں تک انتظار اُن کا کہا تک
ہیں اب ہم منتظر اپنی قضا کے

زمانے نے یہ کیسا رنگ بدلا
نشاں تک مٹ گئے اہل وفا کے

خدا محفوظ رکھے ان سے مجھکو
یہ بت قربان ہوتے ہیں بلا کے

کیا سیر گل کروں کہ ہیں دو دن بہار کے
بلبل یہ کہہ رہی ہے چمن میں پکار کے

بیٹھے ہیں گل بھی حسن کو اپنے نکھار کے
ساماں ہیں کیسے کیسے عروس بہار کے

عاشق جو تم ہوئے ہو کسی طرحدار کے
دھوکے میں آئیے ہستی ناپائیدار کے

ہیں خضر راہ اہل وفا اس جہان میں
مٹتے ہوئے نشان ہمارے مزار کے

دل چین نے کے واسطے پیدا کئے حسیں
ہتکنڈے ہیں یہ سب چمن روزگار کے

پل مارتے گذرتے ہیں لمحہ وصال کے
دشواریوں سے کٹتے ہیں دن انتظار کے

کرتا ہے ضبط اُن کی جفا، جور آسماں
اللہ رے حوصلے دل بے اختیار کے

سو طرح چھین لیتے ہیں عاشق کا اپنے دل
جوبن نکھار کے کبھی سینہ ابھار کے

کعبہ میں مل گئی ہے جگہ ہم کو ہو یقین
قرباں بنے مزار جو کوچے میں یار کے

گھر گھر جو یہ ضیا ہے جو گھر گھر یہ نور ہے
ادنیٰ سا حسن یار کا حسن ظہور ہے

دل کھول۔ آنکھ کھول نہ ہو حاسد کلیم
پہلو میں تو بھی اپنے لئے کوہ طور ہے

نیکی بدی کی اُس نے بتادی ہے سب کو راہ
مانیں نہ اُس کا حکم تو کس کا قصور ہے

ایدل بھنور میں پھنس کے نکلنا نہیں ہے سہل
دریائے بے کنار سے مشکل عبور ہے

اُس نے لگائیں ٹھوکریں قبروں میں بیدریغ
مردے یہ سمجھے آج ہی یوم نشور ہے

کیا پوچھتا ہے عشق کی روداد بار بار
کہہ تو دیا کہ تجھ سے محبت ضرور ہے

مدت ہوئی کہ پی تھی کبھی اُن کے ہاتھ سے
باقی ہماری آنکھ میں اب تک سرور ہے

اے گل نہ خون سر پہ تو بلبل کا اپنے لے
کیوں حسن چند روزہ پہ اتنا غرور ہے

اُتنا ہی دل سے اپنے سمجھ اسکو تو قرین
ظاہر میں جتنا تجھ سے کوئی دُور دُور ہے

ہوتے نہیں ہیں مے سے وہ آلودہ دہر میں
قسمت میں جن کی جام شراب طہور ہے

زاہد اگر نہیں ہے تجھے حسن سے غرض
ہر وقت کیوں زباں پہ تیری ذکر حور ہے

قرباں کا حال پوچھ نہ للہ ہم نشین
شیشہ سے نم کے شیشۂ دل چور چور ہے

بے آئی موت اپنے نہ کشتوں کو ماریئے
جوبن کو اس طرح نہ خدارا نکھاریئے

مرنے کے بعد آئے ہیں کیوں آپ قبر پر
اب کیا غرض ہے آپ کو ہم سے سدھاریئے

عاشق ہوں آپکا مجھے اس کا ہے اعتراف
اب مجھکو جینے دیجئے یا آپ ماریئے

افشا کر گئی میری پریشانیوں کا راز
للہ اپنی زلف پریشاں سنواریئے

ایمان اُسپہ لایئے بے غور و فکر کے
کچھ سوچئے نہ دل میں کچھ اپنے بچاریئے

دنیا میں جس طرح تھی گذرنی گذر گئی!
باقی جو رہ گئی ہے اُسے بھی گذاریئے

قرباں حرام موت ہے مرنا بڑا گناہ

جس طرح بھی ہو عمر دو روزہ گذار دیجے

مجھے بھی محرم نور ظہور کر دیجے
دکھا کے جلوہ سیر سینہ دل کو طور کر دیجے

قسم ہے آپ کو اتنا ضرور کر دیجے
وصال کا مرے ارمان دور کر دیجے

نصیب آپ کو صورت کے ساتھ سیرت ہو
کبھی جو دور سیہ دل سے عزور کر دیجے

جو آپ ہیں دل بے صبر سے خفا میرے
تو کچھ علاج دل ناصبور ..... کر دیجے

جناب پیر مغاں میکش قدیم ہوں میں
مجھے بھی آج خراب سرور کر دیجے

اگر ہے آپ کو کشتوں کا دیکھنا منظور
بپا خرام سے شور نشور کر دیجے

اونھیں ہے رشک وہ جنت کو اور کو سینگے
وہاں نہ بھولکے بھی ذکر حور کر دیجے

خدا کا خوف اگر دل میں کچھ بھی ہے قرباں
بتوں کی دل سے محبت کو دور کر دیجے

بتوں میں مہر والفت وہ نہیں ہے
جو پہلے تھی محبت وہ نہیں ہے

جو ظاہر کی تھی تم نے اول اول
تمہیں اب مجھ سے الفت وہ نہیں ہے

پئے ہیں جام ہم نے بے خودی کے
ہماری آج حالت وہ نہیں ہے

جو تھی ۔ دور محبت میں ہمارے
تری محفل کی وہ رنگت نہیں ہے

کیا کرتا تھا جس کا ذکر واعظ
یہ جنت ہے ! یہ جنت وہ نہیں ہے

وہ ہی ہے دل ۔ نہیں وہ سوز باقی
وہ ہی ہوں میں حرارت وہ نہیں ہے

بگاڑی ہے عدو نے تیری عادت
کہ جو پہلے تھی سیرت وہ نہیں ہے

قیامت وہ ہے جو قد میں ہے اُن کے
جو اوٹھیگی قیامت وہ نہیں ہے

لحد وہ ہے جہاں قرباں ہے دل دفن
جسے سمجھے ہو تربت وہ نہیں ہے

زنگ خودی کو شیشۂ دل سے اتار دے
ہاتھوں سے ساقی اپنے مئے خوشگوار دے

دو پھول ہم کو مرکے ہی باد بہار دے
کشتہ سمجھ کے دید کا نذر مزار دے

دل کو سکون اے میرے پروردگار دے
دو دن تو زندگی کے خوشی میں گذار دے

تجھ کو خدا قیام جو فصل بہار دے
کیوں روز روز جان ۔ پھر اپنی ہزار دے

اپنا جو ساتھ یہ چمن روزگار دے
آنکھوں کو کیوں فریب عروس بہار دے

عصیاں سے اپنے ہیں مجھے بے حد ندامتیں
کوئی لحد سے اور بھی نیچے اُتار دے

ٹھہریں کہیں تو وہ ہو عدم یا وجود ہو
جانے قیام کوئی جو لیل و نہار دے

بکھری ہوئی ہیں آج وہ مرگ رقیب پر
زلفوں کو اُن کی کوئی خدا راستوار دے

اس میں کسی کا سوز محبت ہے جلوہ گر
کس طرح ہو نہ میرا دلِ داغدار دے

یارب جوان کے دل پہ ہے دشوار اختیار
قرباں کو اپنے دل پہ ہی کچھ اختیار دے

تیری اُلفت سے اگر دل میرا معمور رہے
پھر زباں پر نہ میری تذکرۂ حور رہے

روز بہتا جو میرے دل کا یہ ناسور رہے
کیوں نہ پھر تازہ سدا زخم کا انگور رہے

ضبط کر۔ راز نہ کہہ۔ واقف اسرار سہی
کیوں ترے لب کو مذاق لب منصور رہے

منقلب وقت نے ہر وقت طمانچے مارے
ایک دم ہم تو زمانہ میں نہ مسرور رہے

غیر کے دوش پہ بکھری نہ ہوں اُن کی زلفیں
ہم اسی غم میں پریشاں شب دیجور رہے

حشر کا روز گیا اُن کو خبر تک نہ . . . ہوئی
ساری دنیا سے نرالے ترے مخمور رہے

کہیں ہو جائے نہ یہ تیرے تغافل کا شکار
عیسیٰ وقت خیالِ دلِ رنجور رہے

عرش سے بھی ہے پرے بام تقرب اُن کا
پاس میں جتنا ہوا۔ اُتنے ہی وہ دور رہے

میرے معشوق کی گر دیکھ لے صورت اے شیخ
طاق نسیاں میں دھرا تذکرۂ حور رہے

غیر کے کہنے سے کرتے ہو جو تم مجھ پہ ستم
میری خاطر سے عدو سے بھی یہ دستور رہے

آ ہی جائے گا کبھی رحم اُنھیں اے **قرباں**
شیوۂ عشق و وفا تیرا بدستور رہے

رہتی ہے چھیڑ چھاڑ عروسِ بہار سے
بلبل جو دیکھ لیتی ہے پھولوں کو پیار سے

میری دعا ہے آج یہ پروردگار سے
گلشن کبھی چھٹے نہ عروسِ بہار سے

اے عندلیب تجھ کو جو پھولوں سے ربط ہے
اپنی بھی دل لگی ہے کسی گلعذار سے

دشمن بھی ہو تو آبرو اُس کی بنی رہے
پیدل نہ ہو جہاں میں الٰہی سوار سے

اک بار اور دے اُنہیں تکلیف بیکسی
وہ جا رہے ہیں لوٹ کے میرے مزار سے

اس کو بھی میری زیست کی صورت نہیں قیام
دل کیا لگاؤں ہستیٔ ناپائدار سے

جس سے خزاں کو لاگ ہو دشمن ہو باغباں
وہ پھول کیا چنے چمنِ روزگار سے

جل جائے بیکسی نہ کہیں سوزِ شمع سے
رہتی ہے دُور دُور چراغِ مزار سے

صیّاد نے سنائیں جو بلبل کی داستاں
روئی خزاں لپٹ کے بہت نوکِ خار سے

کیوں اُن کی بزم میں نہ عدو سے ملا رہوں
مل کے ہمیشہ پھول بھی رہتے ہیں خار سے

قربان باغِ دہر میں دونوں سے کام ہے
اچھا نہیں لگا خزاں و بہار سے

میرے دل کو کباب کیجے
کیجے۔ کیجے۔ شتاب کیجے

تیرِ مژگاں کا ہے ہدف کونسا
اب دل کو ہی انتخاب کیجے

پھر پھری چشمِ مستِ ساقی
پھر دل کا لہو شراب کیجے

آئی شوخی حیا کے بدلے
اس کو مدِّ شباب کیجے

دل توڑئے توڑ کر پیالہ
توبہ مثلِ حباب کیجے

آنا ہے اُنھیں تو آئیں گے وہ
بیکار پھر اضطراب کیجے

اچھا نہ نقاب اُٹھائیے آپ
جلوہ زیرِ نقاب کیجے

کچھ مُنہ کا مزہ بدل جائے
مئے میں شاملِ گلاب کیجے

ہم دیکھ چکے ہیں حسنِ کافر
اب ہم سے نہ یوں حجاب کیجے

اولٹی دینے لگیں گے تعبیر
کیوں اُن سے بیانِ خواب کیجے

لبِ تشنہ لطفِ خاص ہے وہ
قربان پہ کیوں عتاب کیجے

جہاں گل کبھی تھا کھلا ہوا۔ وہاں اب حکومتِ خار ہے
نہ چمن میں اب وہ رہی خزاں نہ چمن میں اب وہ بہار ہے

کیا کیسا چرخ نے یہ ستم کہ دیا فراق کا ہم کو غم
وہ ہوا ہے جب سے جدا صنم۔ تو نہ صبر ہے نہ قرار ہے

یہ ہیں میرے عجز کی رفعتیں یہ مرے نیاز کی سُرخیاں
بنا جا کے قبہ وہ چرخ کا اُٹھا گور سے جو غبار ہے

کبھی تم نے اس کی خبر نہ لی نہیں کوئی دلکی کلی کھلی
میری جاں چلی میری جاں چلی میرا غم سے سینہ فگار ہے

یہیں دفن حسرتِ بے نشاں یہیں دفن عیش کا کارواں
جسے لوگ کہتے ہیں دل یہاں۔ میری حسرتوں کا مزار ہے

ہے اگر تو حُسن کا رازداں، تو یہ رازدل ہی میں رکھ نہاں
کہ جو راز اُس کا کرے عیاں اُسے حکم تیشۂ دار ہے

نہ تو چین زیست ہی میں ملا۔ نہ ہمیں اماں ہے پسِ فنا
جو وہاں بھی ایک فشار تھا۔ تو یہاں بھی ایک فشار ہے

وہ جہانِ الفت و حسن کا۔ ہے نظر نواز بنا ہوا
کوئی اس پہ جان سے ہے فدا کوئی اُس پہ دل سے نثار ہے

ملیں **قربان** راہ میں وہ اگر تو ہم اپنا وار کریں اُدھر
کہ جو اُن کو شوقِ شکار ہے تو ہمیں بھی شوقِ شکار ہے

بلبل وہ بہار آج گئی تیرے چمن سے
جس طرح نکل جائے کوئی اپنے وطن سے

عبرت نے لیا ڈھانپ انہیں خاک سے اپنی
عاشق نہ ہے محروم اگر گور و کفن سے

بل پڑتے تھے خط لکھنے میں کیا انکی جبیں پر
قاصد نظر آتے ہیں جو کاغذ میں شکن سے

ہر قطرۂ خونِ سرِ منصور ہے رقصاں
رُکتا ہے کہیں جوشِ جنوں دار و رسن سے

دل پر نہیں کیوں تیرے اثر شعر کا میرے
پتھر بھی پگھل جاتے ہیں گرمیٔ سخن سے

مادر شکم میں بھی - برہنہ نہ رہے ہم
غنچہ کی طرح لپٹے رہے تارِ کفن سے

خاموش پڑے رہتے ہیں یوں خلوتِ غم میں
ہم نے ہے کیا عشق کسی غنچہ دہن سے

قربان ہیں سب سوز میں ڈوبے ہوئے مضمون
پڑتی ہے الفت کی ہمیں تیرے سخن سے

ہے غرض ہم کو بتوں سے اور نہ مطلب حور سے
تو فقط معمور کر دے دل کو اپنے نور سے

ہم کو آتا دیکھکر کیوں بند میخانہ کیا
آئے ہیں ہم سُن کے ساقی تیری شہرت دور سے

روز اجالی ہے دل کو گیسوئے جاناں کی یاد
کام اپنا روز پڑتا ہے شبِ دیجور سے

مست ہو کر کیفِ دل سے آج اُن کا تیرِ ناز
خوب چھیڑ پن کر رہا ہے زخم کے انگور سے

کس سے رونق ہے بتا میخانہ میں ساقی تیرے
عشق کے مخمور سے یا حسن کے مخمور سے

ایک جلوہ ہم تمہاری بزم سے لے کر چلے
ایک کلیم اللہ لائے تھے تجلی طور سے

پھر میرے ذوق و فا میں دخل کیوں دیتے ہو وہ
اہل عالم جب نہیں واقف میرے دستور سے

اُن سے پوچھو جن کی عشرت میں گذرتی ہے تمام
پوچھتے ہو عیش کے معنیٰ عبث رنجور سے

دیکھنا موسیٰ نہ آئے خرمنِ ہستی میں آنچ
آگ لینے تو چلے ہو آج کوہِ طور سے

عشق میں زاہد نہیں ہیں تجھ سے پیچھے ایک گام
مجھکو الفت ہے صنم سے تجھکو الفت حور سے

کیا کریں وہ ہم سے پہلے فائز منزل ہوا
پوچھتے راز حقیقت ہم بھی کچھ منصور سے

کوہ کاوی اور جانِ ناتواں فرہاد کی
کام اتنا سخت لیتا ہے کوئی مزدور سے

کر لیا ہے دل کو اپنے ہم نے بھی **قربان** سخت
ہم بھی واقف ہو چکے ہیں عشق کے دستور سے

جان ہی اپنی کیوں نہ دوں پھر بھی وہ بت جفا کرے
اُس پہ اثر نہ ہو ذرا لاکھ کوئی وفا کرے

شکرِ خدا۔ ادا کرے اور نہ کچھ گلا کرے
بندہ وہ بے لیا کرے جو کچھ اُسے ملا کرے

خیر کے لعن و طعن پر اپنی تو ہے دعا یہی
جس نے برا کہا ہمیں اُس کا خدا بھلا کرے

پیچھے نہ ایک قدم ہٹوں مرضی پہ تیری میں چلوں
میں وہ ہی سن لیا کروں مجھ سے جو تو کہا کرے

خیر وہ بے وفا سہی۔ اتنی بھی بے وفائی کیا
جس کا وفا شعار ہو اُس سے وہ کیوں دغا کرے

وہ تو جفا حرام ہے ظلم تو اس کا عام ہے
چلنے سے اُسکو کام ہے حشر کہیں اُٹھا کرے

بندہ کا فرض ہے یہ ہی۔ چاہتا ہے جو برتری
بندہ کو غم ہو یا خوشی نامِ خدا لیا کرے

ذلتیں گو ہوں کیسی ہی۔ فرض ہے اُنکی بندگی
ہو غم و رنج یا خوشی فرضِ خدا۔ ادا کرے

قربان میں اٹھ کے گھر سے اب بزم میں اُنکی جاؤں کیوں
اُٹھتا ہے دل میں درد اگر۔ تو مجھے کیا اٹھا کرے

عشق جب سے ہو گیا ہے اک بت بے پیر سے
کھیلتے رہتے ہیں شب بھر نالۂ شب گیر سے

گفتگو کرتے ہیں اس سے اپنی وحشت میں مدام
بولنا سیکھا ہے ہم نے آپ کی تصویر سے

ضعف کے باعث نکلتے منہ سے اپنے نالے ہیں
دشمنی کیونکر نکالیں اپنی چرخِ پیر سے

آئے ہو مقتل میں تو پوری کروں سب حسرتیں
تیغ سے خنجر سے برچھی سے سناں سے تیر سے

کھیلتا رہتا ہے گویا ساز سمجھا ہے اسے
تیرے وحشی کو محبت ہو گئی زنجیر سے

اُن کو بھی معلوم کچھ ہوتا۔ اگر ہوتا اثر
بے خبر ہیں آجتک وہ آہ کی تاثیر سے

پوچھتے ہیں کون ہے میرا۔ یہاں تقصیروار
بات بھی کرتے نہیں محشر میں بے تقصیر سے

قاسمِ قسمت کے تابع ہے قلم اُس کا سدا
کس لئے لڑتا ہے انساں کاتبِ تقدیر سے

اہلیت رکھتے ہیں سب کاموں کی اے **قربان** ہم
ہو گئے لاچار لیکن کیا کریں تقدیر سے

عارضی یہ رنگ و بو پھولوں کے پیراہن میں ہے
یہ بہارِ تازہ تقریبِ خزاں گلشن میں ہے

کیوں تو حسرت بھر رہی ہے بعد میرے چار سو
آ۔ کہ تیرے واسطے کافی جگہ مدفن میں ہے

مانتا کہنا تیرا۔ میں کیا کروں مجبور ہوں
تیرے دل میں ہے جو زاہد وہ ہی میرے من میں ہے

جو ادائیں ہیں لب و گیسوئے جاناں کو نصیب
ہے نہ سنبل میں وہ خوبی اور نہ وہ سوسن میں ہے

اے عروسِ باغِ عالم ڈھونڈتی ہے جسکو تو
وہ شہیدِ رنگ و بو سویا ہوا مدفن میں ہے

اور دو ایک ہاتھ خنجر کے گلے پر پھیر دے — جان کچھ باقی ابھی قاتل رگِ گردن میں ہے
ایک دن یہ آتشِ گلشن بنے گی دیکھنا — دھیمی دھیمی آگ جو سلگی ہوئی خرمن میں ہے
نغمۂ بلبل نہیں۔ نشو و نمائے گل نہیں — پہلی سی وہ باغباں رونق کہاں گلشن میں ہے

کیوں یہ اے **قربان** پھر پیچھے گریباں کے پڑیں
ناخنوں کے واسطے اک مشغلہ دامن میں ہے

وہ ہی رو کر ہستی کی ہے جس رو میں جوانی ہے — جوانی جس کو کہتے ہیں وہ اک بہتا سا پانی ہے
عدم سے میں یہاں آیا۔ یہاں سے پھر عدم پہنچا — نرالا میرا۔ افسانہ نئی میری کہانی ہے
وہ میری خاکِ تربت کو عبث برباد کرتے ہیں — یہ ہی تو ایک باقی میری تربت میں نشانی ہے
میرا سوز دروں ہے سب جسے دوزخ سمجھتے ہیں — جسے خورشید کہتے ہیں میرا سوز نہانی ہے
نہ جب تک دیکھلیں زاہد یقیں ہم کو نہ آئیگا — ابھی تو قصۂ جنت فقط تیری زبانی ہے
عیادت کو جو آئے ساتھ میں اغیار کو لائے — تمہاری دشمنی سے بھی زیادہ مہربانی ہے
پکڑ کے لیگیا۔ صیاد تیرے سامنے بلبل — چمن میں باغباں کیسی یہ تیری باغبانی ہے
پہلے پھولیں گے داغِ دل ہمارے اشکِ پیہم سے — ابھی کیا ہے ابھی تو ابتدائے گلستانی ہے
جہاں میں کس طرح آیا جہاں سے جاؤنگا کیونکر — بتاؤنگا نہیں ہرگز یہ اک رازِ نہانی ہے

غزل سنکر تیری **قربان** خوش ہوتے ہیں دل والے
میسر تجکو دنیا میں نرالی خوش بیانی ہے

زباں سے جو شکرِ خدا ہو رہا ہے — وہ بت اس کو سنکر خفا ہو رہا ہے
شبِ وصل اُسے میں نے کیوں گدگدایا — وہ بے تاب ہو کر خفا ہو رہا ہے
یقیں جیتے جی اُن کو ہرگز نہ آیا — میرے بعد ذکرِ وفا ہو رہا ہے
میرا خون ملتے ہی وہ تیرے ہوتے — تیرا خونِ ناحق حنا ہو رہا ہے
نہیں باز آتے جفاؤں سے یہ بت — قیامت کا عالم بپا ہو رہا ہے
نہیں قدر ہم کو مگر اللہ اللہ — ہمیں حق سے کیا کیا عطا ہو رہا ہے
سنو گے نہ کیا اب بھی میری شکایت — عدو بھی میرا ہم نوا ہو رہا ہے
ذرا۔ باہر آکر تو سُن چھپنے والے — تیرا ذکر کیا جا بجا ہو رہا ہے

ابھی بات مُنہ سے بھی نکلی نہیں ہے

وہ قربان ناحق خفا ہو رہا ہے

مولا طلب فقط ہمیں تیری رضا کی ہے
ہم کو طلب بقا کی نہ حسرت فنا کی ہے

بندہ جو چاہے کام وہ ہوتا نہیں کبھی
ہوتا ہے وہ ہی صرف جو مرضی خدا کی ہے

آتے ہیں میرے گھر تو انہیں روکتا ہے کون
شوخی کی مجھ پہ ہے کہ عنایت حیا کی ہے

احسان تیرا لیں گے نہ بیمارِ غم مسیح
حاجت انہیں کب اپنے علاج و دوا کی ہے

اتنی نہ پھیلتی۔ کبھی کھلتی نہ شامِ غم
جتنی خطا بھی ہے تری زلفِ دوتا کی ہے

سہ سہ کے جور ہم نے بنایا ہے پُر جفا
کیونکر کہیں کہ اس میں خطا دلربا کی ہے

اہلِ وفا کے بعد وہ پچھتائیگا بہت
کرتا نہیں جو قدر کچھ اہلِ وفا کی ہے

ہیں خوگرِ وفا ہوں تو کیوں چھوڑ دوں وفا
تم کیوں وفا کرو تمہیں عادت جفا کی ہے

دیکھا جو شرع میں مجھے یہ کہہ کے اوٹھ گئے
کیا کیجئے کہ ایسی ہی مرضی خدا کی ہے

قربان حال ٹھیک نہیں یوں تو اب تیرا
قدرت سے ہی اُمید ہمیں کچھ شفا کی ہے

حسرت وہ کبھی دل کی مٹانے نہیں دیتے
سینہ مجھے سینے سے لگانے نہیں دیتے

وہ بھیجتے ہیں سر پہ ہی گھر ہجر کی شب کو
گھر غیر کے اُسکو کبھی جانے نہیں دیتے

بچتا ہے بہت شیخ مگر رند غضب ہیں
بے اُس کو پلائے اُسے جانے نہیں دیتے

کہتے ہیں میری آبرو جاتی ہے انہیں سے
آنکھوں سے وہ آنسو بھی بہانے نہیں دیتے

خلوت میں غمِ عشق کی کیا کام دوئی کا
اس واسطے ہم شمع جلانے نہیں دیتے

ہے ایک یہ ہی دل کے بہلنے کا وسیلہ
ہم دل سے تیری یاد کو جانے نہیں دیتے

دیتے نہیں تربت کو جگہ اپنی گلی میں
مٹی بھی ٹھکانے وہ لگانے نہیں دیتے

اللہ۔ وہ کہنا تیرا۔ صبح شب وعدہ
ہم جائیں گے اب کیوں ہمیں جانے نہیں دیتے

غیروں کی تو روداد کو سنتے ہیں بصد شوق
قربان کا قصہ وہ سنانے نہیں دیتے

تجھ پہ مرتا نہیں، تو پھر کیا ہے
تیرا شیدا نہیں تو پھر کیا ہے

وعدہ پورا۔ کبھی نہیں کرتا
یار جھوٹا نہیں تو پھر کیا ہے

جان دیکے بھی تو نہیں ملتا
سودا مہنگا نہیں تو پھر کیا ہے

دل کے اندر ہے روشنی میرے
تیرا جلوہ نہیں تو پھر کیا ہے

تیرا وحشی نہیں تو پھر کیا ہوں
تیرا سودا نہیں تو پھر کیا ہے

در بدر پھر رہا ہے وحشی عشق
اب یہ رسوا نہیں تو پھر کیا ہے

لاکھ منکر سہی مگر انساں
تیرا بندہ نہیں تو پھر کیا ہے

دل کا انگور دیکھکر بولے
زخم اچھا نہیں تو پھر کیا ہے

ساری دنیا میں آج اے **قمر** باں
تیرا چرچا نہیں تو پھر کیا ہے

پاس جو کچھ ہے ہمارے وہ ہے دلبر کیلئے
دل ہے ناوک کیلئے ہے جان خنجر کیلئے

ہم نے گن گن کے تیرے جور و ستم یاد کئے
خوب سامان کئے داور محشر کیلئے

خیر اگر میں نہ رہا عشق میں باقی نہ سہی
میری تربت تو رہی آپ کی ٹھوکر کیلئے

منزل عشق کا واقف نہ ملا کوئی ہمیں
ہم پریشاں ہی رہے عشق کے رہبر کیلئے

یہ تجسس یہ نظر۔ اور یہ حیرت کوشی
آنکھ موزوں تھی میری طور کے منظر کیلئے

شوق تو دیکھئے نیت نہ ہوئی سیر کبھی
ہم نے گو سینکڑوں بوسے رخ دلبر کیلئے

قبر میں ساتھ لئے جاتا ہوں اعمال اپنے
اک لحد اور بنے اس میرے دفتر کیلئے

حسن ہے تجھ کو ملا حسن کی خیرات بھی دے
ہے سخاوت سبب خیر تو نگر کیلئے

تیرے **قربان** ذرا۔ آ کے خبر لے اُن کی
زخم بیٹھے ہیں کھلے منہ تیرے نشتر کیلئے

پاس ظالم وہ بہت اپنے ہنر رکھتا ہے
دل کے لے لینے کو وزدیدہ نظر رکھتا ہے

کون کہتا ہے میرا نالہ اثر رکھتا ہے
جب نہیں یار میرا۔ میری خبر رکھتا ہے

پاس بیمار کے آنا ہے تو آ جا شب کو
اب وہ مشکل ہی سے امید سحر رکھتا ہے

ایک ہنگامہ بپا ہوتا ہے شام فرقت
میرا نالہ بھی قیامت کا اثر رکھتا ہے

لاکھ تو ظلم کرے اُف نہیں کرتا عاشق
سنگ دل وہ بھی تو پتھر کا جگر رکھتا ہے

چھوڑ دے جائیگا صیاد کہاں اُڑ کے اسیر
بال رکھتا ہے یہ کمبخت نہ پر رکھتا ہے

میں نے جب اُن سے کہا غیر کے گھر شب کو رہے
ہنس کے کہنے لگے تو مشق جفر رکھتا ہے

نالۂ عاشق ناشاد سے پگھلے کیونکر
دل وہ لوہے کا تو پتھر کا جگر رکھتا ہے

جس جگہ جاتا ہے تو چپکے اُسے ہے معلوم
تیرا۔ **قربان** تیری روز خبر رکھتا ہے

وہ مہرباں بھی ہے اُسے سبکی خبر بھی ہے
یہ سوچ پہلے تیری دعا میں اثر بھی ہے

رہتا ہے بیقرار تڑپتا ہے رات دن
عاشق کے حال زار پہ ظالم نظر بھی ہے

جس کی طلب ہے مجکو وہ آتا نہیں کبھی
ہوتی اگرچہ شام بھی ہے اور سحر بھی ہے

ہوتا ہے پردے پردے میں رسوائے دہر تو
مرتا ہے تجھ پہ کون تجھے کچھ خبر بھی ہے

تجھکو قفس سے حسرتِ پرواز ہے مگر
اے عندلیب بازوؤں میں کوئی پر بھی ہے

انجام سعیٔ عشق کا کیا اسو چتا ہے تو
نخلِ اُمید میں کہیں آیا ثمر بھی ہے

اے تیر یار کون ہے ان میں تجھے پسند
دل بھی ہمارے پاس ہے لخت جگر بھی ہے

ہم دیکھتے ہیں ظاہر و باطن اُسی کا نور
وہ دل میں پردہ دار بھی ہے جلوہ گر بھی ہے

قربان ابتو فکر کرو آخرت کی کچھ
ہیں جھریاں بھی چہرے پہ اور خم کمر بھی ہے

پہونچے جہاں کہیں ہدفِ جستجو رہے
بدنام تیرے عشق میں ہم کو بکو رہے

تیرا ملا سُراغ نہ ہم کو کہیں کبھی
کرتے سدا جہاں میں تیری جستجو رہے

دیتے ہیں حکم لاش کو میری کہ پھونکدو
منظور ہے کہ پہیلیتی الفت کی بو رہے

آنکھیں کہلیں جو حشر میں مجکو کیا طلب
زیرِ لحد بھی لیکے تیری آرزو رہے

آتا ہے لطف زاہدو۔ رندوں کی بحث میں
کچھ اور تھوڑی دیر ابھی گفتگو رہے

آنے کی تیرے نزع میں بھی تھی ہمیں اُمید
دل میں لئے ہوئے تیری ہم آرزو رہے

دردِ خلش کا لطف نہ آیا ہمیں کبھی
زخموں کے ساتھ ساتھ وہ کرتے رفو رہے

تیرے خیال کو بھی سمجھتے ہیں پاک ہم
وہ دل نہیں ہے کعبہ ہے جس دل میں تو رہے

پیچیدہ راستہ ہے نہیں رہنما کوئی
قربان رائیگاں نہ تیری جستجو رہے

سکون چاہئے بس قلبِ مبتلا کے لئے
مریضِ عشق تڑپتے نہیں دوا کے لئے

اُمیدیں پوری ہوں رندوں کی مینہ برسجائے
اُٹھادے ہاتھ جو پیرِ مغاں دعا کے لئے

تمہارے درد نے دل کو کیا بہت نامک
کرو نہ ظلم و ستم اس پہ تم خدا کے لئے

کبھی نہ دیگی یہ رنگت تمہارے ہاتھوں میں
لہو بھی چاہئے کچھ شوخیٔ حنا کے لئے

کبھی علاج نہ تو نے کیا توجہ سے
تیرے مریض ترستے رہے شفا کے لئے

نہ کی خدائے محبت نے حد کوئی قائم
سزا وفا کے لئے اور تیری جفا کے لئے

ہزار حسن ہوں پر حسن خاص ہے ظالم
ضرور چاہئے شوخی بھی کچھ حیا کے لئے

قبا بھی کہتی ہے رخسار بھی بتاتے ہیں
کسی نے سینہ سے بوسے نہیں لگا کے لئے

وہ چونک پڑتے ہیں **قربان** تیری آہوں سے
شب فراق نہ فریاد، کر خدا کے لئے

عشق چھوڑے گا تجھے دہر میں رسوا کر کے
خوش نہ ہو اے دل ناشاد یہ سودا کر کے

دیکھئے آتی ہے لیلےٰ میری کب پاس مرے
قیس بھی چلتا ہوا ساکن صحرا کر کے

سیر دریا کی اگر آپ کو لہر آجائے
اپنی آنکھیں میں دکھا دوں ابھی دریا کر کے

ہے قیامت جو سر بزم قیامت نہ اٹھے
میرے پہلو سے پہر اٹھتے ہیں وہ حیلہ کر کے

میں نے تو حسن تیرا دل میں چھپایا بے حد
مجھے مشہور کیا غیر نے چرچا کر کے

کیا یہ ہی شرط وفا تھی تمہیں انصاف کرو
کہ بھری بزم میں بیٹھو مجھے تنہا کر کے

بھول کر اب وہ دکھاتے نہیں اپنا جلوہ
اک زمانہ کو فدائے رخ زیبا کر کے

سینہ پہ ہاتھ میرے رکھکے کوئی ذبح کیو قت
چلدیا اور میرا درد زیادہ کر کے

اٹھ گیا بزم سے خاموش کوئی اے **قربان**
ہمیں کچھ بھی نہ ملا عرض تمنا کر کے

جام جو ہاتھ سے ساقی تو پلا دیتا ہے
حق تو یہ ہے کہ ہمیں حق سے ملا دیتا ہے

ہم کسی کے نہیں محتاج کبھی ہوتے ہیں
کون دیتا ہے ہمیں صرف خدا دیتا ہے

اس کا اعجاز مسیحا سے نہیں کچھ کم بخدا
اپنی ٹھوکر سے وہ مردوں کو جلا دیتا ہے

جب کبھی کرتا ہے وہ بات کبھی سنتی کی
ایک لحظہ میں میرے دل کو ہلا دیتا ہے

حسب وعدہ جو شب وصل چلا آتا ہے
دل کی کلفت مرے سب آکے مٹا دیتا ہے

کر میرے درد کو للہ نہ درماں کوئی
چارہ گر درد ہی اب مجھکو مزا دیتا ہے

بات کرتے نہیں ہو جاتے ہیں برہم مجھ سے
جھوٹی سچی جو کوئی غیر لگا دیتا ہے

مرنے والے جو شب و روز چلے جاتے ہیں
کون یہ راہ عدم ان کو بتا دیتا ہے

تو جو آتا ہے بہل جاتا ہے **قربان** کا دل
دیکھ کر تجھ کو وہ غم اپنے بھلا دیتا ہے

میری حالت پہ کچھ نظر بھی ہے
کچھ مرے حال کی خبر بھی ہے

اے دل اتنا ملالِ ناکامی
تیرے نالوں میں کچھ اثر بھی ہے

یہ مسلسل دراز شبِ غم
غم کی اپنے کوئی سحر بھی ہے

کون روتا ہے تیری باتوں پر
مرنے والے تجھے خبر بھی ہے

پھر یہی جلوے کو ڈھونڈتا اس کے
دیکھ پہلے تجھے نظر بھی ہے

مرنے والے نہ ہو ذرا غمگیں
کوئی لاشہ پہ نوحہ گر بھی ہے

خط تو رکھے ہیں لاکھوں لکھ لکھ کر
بھیجوں کس طرح نامہ بر بھی ہے

آبرو ضبط کی مٹانے کو
دلِ نالاں بھی چشمِ تر بھی ہے

تیرا **قربان** ہے بہت غمگیں
بے وفا کچھ تجھے خبر بھی ہے

تہائے ہوئے دل اور وہ زخمی جگر آئے
نالوں میں انہی سرے ایسا اثر آئے

سینچا ہے اسے ہم نے بہت خونِ جگر سے
اس نخلِ تمنا میں نہ کیوں پھر ثمر آئے

کچھ اور بڑھی میری پریشانیٔ دل بھی
گیسو تیرے بڑھتے ہوئے جب تا کمر آئے

بن کر جو شرارے گئے نالوں کے فلک پر
دنیا کو چمکتے ہوئے تارِ نظر آئے

ہے شام ہی سے فکر میں جانے کی پریشاں
ارمان ہے اُن کو کہیں جلدی سحر آئے

تاریکی میں سیہ گور پہ کرتے ہیں چراغاں
تربت میں بڑے کام یہ داغِ جگر آئے

ملنے کے لئے تیرے ملے غیر سے جا کر
جو کام نہ کرنا تھا وہ ہم آج کر آئے

کعبہ کو چلے بھول کے میخانہ میں آئے
جاتے تھے کہاں اور نکل ہم کدھر آئے

اُمنڈے تو مگر نکلے نہ آنسو مرے باہر
ہے ضبط وہی لاکھ اگر آنکھ بھر آئے

ناحق ہی گئے آج کسی شوخ سے ملنے
ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے دل اور جگر آئے

دنیا میں جدھر دیکھتے ہیں حسن کے جلوے
کیا حور و ملک خلد سے یارب اُتر آئے

ارمان و تمنا میں ہے ہنگامۂ ماتم
تربت پہ میری رونے مرے نوحہ گر آئے

جب جیتے جی دنیا میں مری بات نہ پوچھی
کیوں آج میری لاش پہ با چشمِ تر آئے

اے پردہ نشین اور کسی کی نہیں حسرت | ارمان یہ ہی ہے کہ مجھے تو نظر آئے

قربان ہوں اس ناوک انداز کا مشتاق
جو چیر کے دل میرا جگر تک اُتر آئے

اُس کے کوچہ سے اگر کوئی گذر جاتا ہے | لیکے وہ داغ دل و داغ جگر جاتا ہے
خیر ہو آج وہ فتنہ نظر جاتا ہے | دیکھئے۔ تیر نگہ اُس کا کدھر جاتا ہے
عمر کو ساری کٹی باغ محبت میں مگر | آہ عاشق تیرا۔ محروم ثمر جاتا ہے
تو مہکتے دل کو کہلاتی ہے نسیم سحری | شوق میرا تیری چالوں سے نکھر جاتا ہے
لخت دل لخت جگر توشہ ہیں کشتہ کا ترے | اپنی ہمراہ لئے زاد سفر جاتا ہے
آپ تک آنے نہیں دیتا کبھی رنج کا ذکر | جو گذرنا ہے مرے دل پہ گذر جاتا ہے
آہ کا میری اثر اور نگہ یار کا تیر | ایک آتا ہے اِدھر ایک اُدھر جاتا ہے
میں ترے حسن تصور کا بہت ہوں ممنوں | دو گھڑی کیلئے بیخود مجھے کر جاتا ہے
کوئی مرتا ہے یہاں کوئی ہے پیدا ہوتا | کوئی آتا ہے اِدھر کوئی اُدھر جاتا ہے
میری غربت میں پہلو میری تعمیر کے ہیں | جب بگڑتا ہے مرا کام سنور جاتا ہے
کیا بھروسہ ہے تری بات کا مجھ کو ظالم | ابھی کہتا ہے ابھی صاف مکر جاتا ہے

جو صلوں پر تیرے قربان تعجب ہے ہمیں
جو کسی سے نہ ہو وہ کام تو کر جاتا ہے

اگر وہ دل میں ہمارے قیام کر لیں گے | تو اُن سے ہم کبھی جنت تمام کر لیں گے
دکھا کے حسن ہمیں وہ غلام کر لیں گے | اسیر زلف و رخ لالہ فام کر لیں گے
ہمارے نالے اُسے جا کے رام کر لیں گے | کسی حسین کے دل میں قیام کر لیں گے
تو صلح مانگ گئے جو بیخانے سے چلا آیا | تو بھی کو ناصح مشفق سلام کر لیں گے
وہ بت نہ آیا جو ملنے گلے تو سوچا ہے | کہ ہم بھی عید کو ماہ صیام کر لیں گے
شب فراق محبت میں جان دیکر ہم | تمہارے چاہنے والوں میں نام کر لیں گے
وہ کر کے وعدہ شب وصل اگر نہیں آئے | تو نیند آنکھوں میں اپنی حرام کر لیں گے
سُنا ہے آج نکلتے ہیں گھر سے وہ باہر | ملا جو موقعہ تو ہم بھی سلام کر لیں گے
مجھے جو دیکھیں گے میخانہ کی طرف آتا | وہ خالی اپنا صراحی و جام کر لیں گے

نہیں ہے تاب یہ اپنی کہ حسن کو دیکھیں
وہ اور ہوں گے جو اُن سے کلام کرلیں گے

اُنہیں میں اس لئے لکھتا نہیں ہوں خط قاصد
کہ وہ عدو سے پیام و سلام کرلیں گے

اگر حسینوں نے تقلید کی تیری ناصح
ضرور پھر تجھے عاشق امام کرلیں گے

ہزاروں فتنے اُٹھائیں گے چلکے دنیا میں
بپا وہ حشر سا وقتِ خرام کرلیں گے

ہمیں جو زندگی دنیا میں تیر کرنی ہے
کہیں بھی صبح کہیں اپنی شام کرلیں گے

جو اُن کے حسن نے ہمت فزائی کی **قربان**
جو کام ہو نہیں سکتا وہ کام کرلیں گے

شہید ا۔ وہ مجکو اپنا بنا کر چلے گئے
اک اور آگ دل میں لگا کر چلے گئے

پردہ شہید غم کا اُٹھا کر چلے گئے
تربت پہ جو چراغ جلا کر چلے گئے

اعجاز سب کو اپنا دکھا کر چلے گئے
کشتوں کو ٹھوکروں سے جلا کر چلے گئے

بے خود میری نظر کو بنا کر چلے گئے
جلوہ وہ اپنا آج دکھا کر چلے گئے

بیمار مجکو اپنا بنا کر چلے گئے
آنکھیں تجھے وہ اپنی دکھا کر چلے گئے

سینہ سے اپنا سینہ ملا کر چلے گئے
حسرت وہ میرے دل کی مٹا کر چلے گئے

قسمت سے آج گورِ غریباں میں آئے تھے
تربت کے سب نشان مٹا کر چلے گئے

باتیں اُنہیں رقیب کی میرے پسند ہیں
طرفہ وہ بات مجکو سنا کر چلے گئے

جھوٹی سہی وہ دے تو گئے کچھ تسلیاں
روتوں ہوؤں کو اپنے ہنسا کر چلے گئے

جھونکے ہوا کے یاد کے کوچہ سے آئے جب
شمع لحد کو میری بجھا کر چلے گئے

توڑا جو دل کو ساتھ ہی چٹکی جگر میں لی
کس کس ادا سے مجکو ستا کر چلے گئے

رکھتے تھے اپنی جان سے دنیا میں جو عزیز
وہ زیر خاک ہم کو دبا کر چلے گئے

آئے جو باغ میں تو گلوں کو ہنسا دیا
وہ اک اور شگوفہ کھلا کر چلے گئے

دارا رہا نہ کوئی سکندر یہاں رہا
سب اپنی اپنی شان دکھا کر چلے گئے

قربان تیس رات کو تشریف لائے تھے
اسرارِ عشق ہم کو بتا کر چلے گئے

پہلے جفا کے طور تو کچھ جان جائیے
پھر لے کے اپنے ہاتھ میں پیکان جائیے

تم کو تھا مجھ سے ربط کبھی جان جائیے
صورت کو میری دیکھ کے پہچان جائیے

لینے وفا کا اُن سے جو پیمان جائیے
تو ہاتھ میں لئے ہوئے قرآن جائیے

حسب پسند گر نہیں ملتا کوئی حسین
بہتر ہے اس سے آپ پرستان جائیے

ترجیح مجھ پہ غیر کو ہرگز نہ دیجئے
اتنی سی بات آپ میری مان جائیے

آداب یہ ہیں جلوہ گہ حسن و ناز کے
حیران بنکے آئیے حیران جائیے

زخموں کو میرے اسکی ضرورت نہ ہو کہیں
مقتل میں لیکے آپ نمکدان جائیے

رکھی رہی کسی سے تمنا وصال کی
اب لے کے ساتھ گور میں ارمان جائیے

تقلید قیس چاہیئے عاشق کے واسطے
بستی کو چھوڑ سوئے بیابان جائیے

تیغ ادا سے قتل مجھے کیجئے ضرور
گردن پہ میری رکھ کے یہ احسان جائیے

باندھ نہ آنے پاؤں کہ تاکید ہے اُسے
کہتا ہے مجکو دیکھ کے دربان جائیے

کس طرح آج اشک بہاتی ہے چشم تر
آنکھوں کا میری دیکھ طوفان جائیے

میرے سبب سے آپ ہیں بدنام کو بکو
کیوں رکھ کے مجھ پر آپ یہ بہتان جائیے

لاغر بھی ہوں ضعیف بھی ہوں اور نحیف بھی
صورت کو میری دیکھ کے حیران جائیے

بکتے ہیں اب تو کوچہ و بازار میں حسیں
یوسف کو کیوں خریدنے کنعان جائیے

قربان آج اُنسے تو کہدے یہ بیدرلغ
ناز و ادا پہ آپ کی **قربان** جائیے

نہ کوئی تجھ سے کرینگے شکوہ نہ کوئی تیرا گلا کرینگے
جو ہم سے چھوٹے تری محبت تو صرف شکر خدا کرینگے

بڑھائی تو نے جو اُن سے الفت۔ بتاؤں ایدل وہ کیا کرینگے
جفا کرینگے۔ وغا کرینگے۔ حیا کرینگے۔ ادا کرینگے

ہماری اُس نے جو قدر کچھ کی۔ تو فرض الفت کرینگے
اسیکی مالا جپا کرینگے۔ اسی کا کلمہ پڑھا کرینگے

ہمارا شیوہ نہیں ہے شکوہ۔ کہ ہم کو کہتے ہیں لوگ عاشق
وہ لاکھ ہم پر جفائیں کرلیں۔ کبھی نہ ان کا گلا کرینگے

رہ وفا میں کسی طرح بھی قدم نہ اپنے ہٹیں گے پیچھے
اگر وہ نفرت سوا کرینگے تو ہم بھی الفت سوا کرینگے

وہ گھر سے نکلے میں تیغ لیکر چڑھا کے آنکھیں بدلتے تیور
وہ کیا قیامت بپا کرینگے۔ وہ جانے کسکو فنا کرینگے

مریض الفت ذرا سنبھل جا نہ توڑ ہمت تگوں بلیٹھے
وہ بنکے آئے تو ہیں مسیحا۔ تیرے وہ دلکی دوا کرینگے

عدو کے گھر جائے ہیں کبھی بھی۔ نہ انکو عذر و دریغ ہوگا
بلا نیگے ہم جو اپنے گھر پر ضرور عذر رضا کرینگے

دیا محبت نے خوب تحفہ۔ کروں نہ کیوں شکر میں خدا کا
یہ داغ میری لحد میں اکثر چراغ بنکر جلا کرینگے

کسی کو عمر سے دکھا رہے ہیں کسی سے تیور بنا رہے ہیں
کسی کو اب شاد وہ کرینگے۔ کسی کو اب وہ خفا کرینگے

اُٹھا کے رُخ سے نقاب تم نے۔ جو ترچھی نظروں سے ہمکو دیکھا
تو سوچ بیٹھے ہیں آج ہم بھی کہ دلکو نذرِ داد کر دینگے

نہ چھوڑینگے وہ پلک کے چلنا۔ نہ چھوڑینگے اہلِ درد مٹنا
خرامِ انکا رہیگا جاری تو مٹنے والے مٹا کرینگے

ہے موسمِ گل بھی اور گھٹا بھی۔ بھری ہوئی کیف سے ہوا بھی
پلائینگے آج انکو ساقی۔ تو رندِ میکش دعا کرینگے

اگر وہ آئینگے ہو کے مہماں اگر وہ ٹھہرینگے دل میں قرباں
تو روز جلسے ہوا کرینگے۔ تو روز جلوے ہوا کرینگے

آ کے اے یادِ صنم تو کیوں مجھے تڑپائے ہے
میرے تڑپانے سے آخر کیا تجھے مل جائے ہے

دل کے دل ہی میں میرا ارمانِ دل رہ جائے ہے
آ کے پہلو میں جو اے بت تو میرے شرمائے ہے

زندگی وہ ایک نئی فیض وفا سے پائے ہے
جو کوئی راہِ محبت میں قدم مٹ جائے ہے

دل تڑپتا ہے میرا۔ اور روح بھی دُکھ پائے ہے
یوں رُلانے سے میرے کیا ہاتھ تیرے آئے ہے

اہلِ عصمت کی نظر اُٹھتی نہیں ہرگز کبھی
آئے ہے شوخی تو وہ بھی آنکھوں میں شرمائے ہے

میری افسردہ نصیبی کو یہ ہے مجھ سے جلن
جو کلی دلکی کہلاتا ہوں وہ ہی مرجھائے ہے

یہ خبر ہوتی تو دل دیتے نہ ہم ہرگز تجھے
جب سے تجھ سے دل لگا لب پہ ہمارے ہائے ہے

ہائے وہ کہتے ہیں مجھ سے سامنے اغیار کے
بن بلائے کیوں تو محفل میں ہماری آئے ہے

ہے بلا کیسی شبِ فرقت بھی ظالم سنگدل
روز ایک آفت ہمارے سر پہ تازہ لائے ہے

تو ہے کمسن کیا خبر تجکو جفا کیا چیز ہے
تجکو تو دشمن میرا ہر اک طرح بہکائے ہے

جس طرح ناگن کوئی ہو شاخِ گل پر وجد میں
گیسوئے خمدار رُخ پر اس طرح بل کھائے ہے

یہ میری قسمت کہ مجھ میں تاب نظارہ نہیں
تجکو تو جلوہ وہ اپنا ہر طرح دکھلائے ہے

خوب لیتا ہوں مزے اے عشقِ جاناں آجکل
سونہ ہے دل میں مرے اور لب پہ میرے ہائے ہے

صرف اک پلتی۔ نہیں آکر کبھی فرقت کی رات
جو بلا آئے ہے سر پر وہ بلا ٹل جائے ہے

کاش تم ہوں کو یوں ہی تسکین دو ٹھنڈا کرو
جس طرح الفت تمہاری قلب کو گرمائے ہے

حال یہ ہے غیر کے پہلو میں اُن کو دیکھ کر
جس طرح قربان بن آئی کوئی مرجائے ہے

میری حسرتوں کو مٹا جانے والے
مرے دل کو اپنا بنا جانے والے

نئی آگ دل میں لگا جانے والے
مجھے حسن اپنا دکھا جانے والے

بجھا جانے والے سُلا جانے والے
مجھے اپنا شیدا بنا جانے والے

تیرے ناز و انداز پر میں ہوں صدقے
رُلا جانے والے ہنسا جانے والے

تصور میں اکثر بھی مجھ سے خفا ہے
شبِ وعدہ ہو کر خفا جانے والے

ادھر آ کے میں بھی تو کشتہ ہوں تیرا
سرِ راہ مر دے چلا جانے والے

نہ آیا کبھی پھر مرے دل میں اک دن
ہوا ہے تو ایسا خفا جانے والے

ادھر آ وفا تجھ کو اپنی دکھاؤں
میرے دل پہ کر کے جفا جانے والے

فنا ہو کے راہِ وفا میں گیا تو
ہوئی تجھ کو حاصل بقا جانے والے

وفا یاد کر کے وہ تربت پہ بولے
ہمیں اب کے پھر آزما جانے والے

کہاں ہمکو جاتا ہے بسمل بنا کر
نہ چھوڑوں گا دامن تیرا جانے والے

تھا آنے کا وعدہ نہ آیا . . . . نہ آیا
مجھے کیسا دھوکا دیا جانے والے

کبھی پھر بھی قربان کے پاس آنا
تو اے دردِ دل کے مٹا جانے والے

قربان ہو کے قتل کے ارمان رہ گئے
گردن پہ میری آپ کے احسان رہ گئے

دستِ جنوں نے سب کی اڑا دی ہیں دھجیاں
دامن ہی رہ گئے نہ گریبان رہ گئے

فرہاد و قیس نے جنھیں آباد تھا کیا
خالی وہ آج سارے بیابان رہ گئے

غنچہ دہن نے زخموں پہ چھڑکا نمک نہ کچھ
مقتل میں ہائے بندِ نمکدان رہ گئے

کیا جانے اُن کو کیا نظر آیا کہ دفعتاً
آئینہ کو وہ دیکھ کے حیران رہ گئے

مرنے کے بعد میری وفا یاد آ گئی
ہو کر میری لحد پہ پشیمان رہ گئے

ہاتھوں تک اُن کے ہو نہ سکی اُنکی دسترس
تکتے ہی تکتے پنجۂ مرجان رہ گئے

جاتے کہاں ہیں آپ یہ صبحِ شبِ وصال
باقی ابھی تو سینکڑوں ارمان رہ گئے

محشر میں ساتھ اُن کو بھی لے جاؤنگا ضرور
وہ خود گواہی دینگے جو ارمان رہ گئے

بیمارِ غم نے ہائے تڑپکر دی اپنی جاں
سب چارہ گر علاج سے حیران رہ گئے

دستِ ہوس نے وصل میں لیں کتنی چٹکیاں
ہو کر وہ بار بار پریشان رہ گئے

اک حشر ہے تو اسکو بھی کر لیگا عشق طے
باقی اب اور کتنے ہی میدان رہ گئے

سب کو بقدرِ ذوق ملا کیفِ حسن و دوست
محروم صرف بزم میں قربان رہ گئے

محبت کے دل میں شرارے رہیں گے
یوں ہی یہ چمکتے ستارے رہیں گے

کسی دن کرو گفتگو دو بدو بھی
یہ کب تک کنارے اشارے رہیں گے

نہ بھولیں گے ہرگز تیرے وصل کی شب
ان آنکھوں میں وہ ہی نظارے رہیں گے

تمہارے سوا ہم کسی کے نہ ہونگے
تمہارے ہیں اور ہم تمہارے رہیں گے

کرے غیر اُن تیرے بالوں میں شانہ
رواں سر پہ کبتک یہ آرے رہیں گے

رہیں گے نہ ہم اس جہانِ فنا میں
نہ ارمان باقی ہمارے رہیں گے

شبِ غم تری یاد میں رشکِ انجم
سحر تک یوں ہی گنتے تارے رہیں گے

عدو کو نہ اُس نے اگر منہ لگایا
تو اپنے ہی وارے نیارے رہیں گے

غذا غم کی کھانا لہو دل کا پینا
انہیں پر ہمارے گذارے رہیں گے

رہو گے نہ ہو کر اگر تم ہمارے
مگر ہم تو پھر بھی تمہارے رہیں گے

اُٹھو آج قربان چلو اُن کے گھر تک
یہ چپ چپ کے کب تک نظارے رہیں گے

کونسی شب وہ ہوئی۔ بستہ گیسو نہ رہے
کون سا دن وہ ہوا۔ کشتۂ ابرو نہ رہے

تیری محفل میں خجل ہم کسی پہلو نہ رہے
ضبطِ گریاں سے کبھی آنکھ میں آنسو نہ رہے

رندِ میخانہ سے جائینگے دعائیں دیتے
ساقیا آج سبو میں تیرے چلو نہ رہے

اے فلک کوئی مجھے ایسا بتا دے افسوں
میرے معشوق پر اغیار کا جادو نہ رہے

آج اے قلبِ حزیں کوئی دکھا دو نیا
غیر کا اُس بتِ ہرجائی پہ قابو نہ رہے

جب یہ دیکھا کہ ہوا قیس یہاں آکے مقیم
چھوڑ کر دشت گئے نجد میں آہو نہ رہے

آستیں کے یہ بنے سانپ، نہ پیچھا چھوڑا
بے ڈسے اس دلِ مجروح کے گیسو نہ رہے

غیر کے پہلو سے وہ اُٹھ گئے برہم ہو کر
شکر ہے اب میری رسوائی کے پہلو نہ رہے

مجھ کو قربان کیا حق نے عطا ذوقِ خلش
کیوں مرے دل میں کوئی تیر ترازو نہ رہے

اُس نے ڈھونڈا بھی مگر آنکھ میں آنسو نہ ملے
ضبط نے میرے کچھ ایسا کیا جادو نہ ملے

بخت یاور تھا ملے غیر کو بے کوشش و رنج
اور مجھ سے کسی صورت کسی پہلو نہ ملے

حیف صد حیف کریں غیر تو شیشے خالی
میکدہ سے تیرے ساقی ہمیں جادو نہ ملے

ایسی کیا جان کو ہم جہاڑ میں ڈالیں لیکر
چین جس جان کو یارب کسی پہلو نہ ملے

رشک آتا ہے کہ لے لے نہ کہیں بوسۂ زلف
خالِ رخسار سے بھی آپ کا گیسو نہ ملے

رہا دونوں کا الگ کاٹ، جُدا۔ دم خم
تیز مژگاں سے تیرے خنجرِ ابرو نہ ملے

قاسم بخت نے یہ حکم دیا روز ازل
دل پہ اور جان پہ مجکو کبھی قابو نہ ملے

کیا یہ انصاف ہے اے چرخ کہ تڑپوں دن رات
میرے پہلو سے کبھی یار کا پہلو نہ ملے

اُس کی آنکھوں کی جو ہو جائے حکومت قرباں
ڈھونڈنے پر بھی کہیں چین میں آہو نہ ملے

کیا کہیں جلوہ اُسے اپنا دکھا رکھا ہے
آج موسیٰ کو جو بیہوش بنا رکھا ہے

میری محفل میں کوئی آئے تو خاموش رہے
اُس نے پہلے ہی سے یہ مجھ کو سُنا رکھا ہے

غیر اچھا ہی سہی۔ لیجئے میں مان گیا
جانے بھی دیجئے، ان باتوں میں کیا رکھا ہے

جس طرف جائیے کچھ شکوہ تمہارا ہے ضرور
اس طرح تم نے زمانے کو ستا رکھا ہے

تیر مژگان نے تیرے، خنجرِ ابرو نے تیرے
بارِ احساں سے مرے سر کو جھکا رکھا ہے

گھر میں موجود بھی ہوں تو بھی وہ کہدیگا نہیں
اُس نے دربان کو پہلے سے سکھا رکھا ہے

اس پہ اب رحم کرو۔ اب اسے آزاد کرو
کیوں دلِ زار کو زلفوں میں پھنسا رکھا ہے

جز ترے اور کسی سے ہمیں کچھ کام نہیں
اک تیری یاد نے دنیا کو بھلا رکھا ہے

ضبط نے سب کو دکھایا ہے یہ اک اپنا کمال
درد کو آپ کے پہلو میں دبا رکھا ہے

اس سے نفرت ہے مجھے پاس بلائے اپنے
مفت جنجال میں دنیا کو پھنسا رکھا ہے

ہوش آتا نہیں قرباں کی غفلت دیکھو
لخلخۂ زلف کا گو اُس نے سنگھا رکھا ہے

کبھی نہ آئیگی موت تم کو ہمیشہ پھر تم جیا کروگے
جو باغ ہستی میں مٹگئے تم تو حاصل اپنی بقا کروگے

مٹاتے ہمکو رہوگے یوں ہی تو دلکو اکدن فنا کروگے
ملینگی کب تک سزائیں آخر بتاؤ کب تک جفا کروگے

پھرے جو در در یونہی بھٹکتے تو کچھ بھی تم کو نہ پھر ملیگا
نظر وہ آئیگا تم کو فوراً جو چشم غفلت کو وا کروگے

جفائیں جو مجھ پہ کر رہے ہیں۔ کریں گے تم پر بھی آئے قبضہ
میں دل جلا تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم بھی یونہی جلا کروگے

تم اپنے کیا کام آئے ابتک کہ آؤگے میرے کام یعنی
بھلا کچھ اپنا کیا ہے تم نے جو دوسروں کا بھلا کروگے

کبھی تمہاری نہ وہ سنینگے دل اُنکی چتون کو دینے والو
ہمیشہ شکوہ کیا کروگے ہمیشہ یوں ہی گلا کروگے

ادھر بھی آؤ کبھی مسیحا۔ اُمید تم سے ہے ہمکو اب تک
ہمارے دلکی شفا کروگے ہمارے دلکی دوا کروگے

ہے آج وعدہ کی رات **قربان** یہ فیصلہ پہلے دلمیں کرلو
اگر وہ آئے تو کیا کروگے۔ اگر نہ آئے تو کیا کروگے

بہار آئی جہاں میں جب سے شراب رندوں میں چل رہی ہے
الٰہی ٹوٹے نہ میری توبہ کہ آج نیت بدل رہی ہے

کسے وہ مارے کسے جلائے خدا ہی جانے ہو کیا نتیجہ
وہ آج نکلا ہے گھر سے اپنے تمام دنیا دہل رہی ہے

کبھی نہ اب حشر تک بجھیگا۔ کبھی نہ اب حشر تک بجھیگی
جو شعلہ دلمیں بھڑک رہا ہے جو آگ سینہ میں جل رہی ہے

لگا کے بیٹھے ہیں آج مہندی کہیں نہیں جائینگے وہ گھر سے
سنا ہے افسانہ جب سے میرا جفا گری ہاتھ مل رہی ہے

ہماری خود بھی یہی ہے خواہش کہ جلد آئے وہ جلد آئے
جہاں کے جھگڑے تو ہوگئے طے۔ بس اک باقی اجل رہی ہے

نہیں ہے پہلی سی اب تو رونق زمانہ اب تو ہے ناموافق
جدھر بھی دنیا میں دیکھتے ہیں نئی ہی صورت بدل رہی ہے

یہ کہہ رہی ہیں کہ آئیں گے وہ وہ کہہ رہا ہے نہ آئینگے وہ
ہماری آنکھوں کی اور دلکی پھر آج آپس میں چل رہی ہے

ہوا ہے حاصل جو وصل اُنکا۔ یہ حال دونوں کا ہو گیا ہے
ہمارا دامن نکل رہا ہے تو اُنکی چولی نکل رہی ہے

صراحی کہتی ہے مئے نہ دونگی پیالہ کہتا ہے میں تو دونگا
قربان کچھ جو انھوں نے دیکھا تو آج آپس میں چل رہی ہے

میرے لئے ہی تو یہ امتیاز رہنے دے
عدو کو آج سے محروم ناز رہنے دے

کبھی نہ پھر یہ میری بیکسی پھرے در بدر
جو اپنے در ہی پہ عاجز نواز رہنے دے

میں خوب دیکھ لوں قاتل کو اپنے جی بھر کر
اجل یہ آنکھیں ابھی نیم باز رہنے دے

میں خود ہی بزم میں تیری خموش بیٹھا ہوں
سُنا نہ نغمہ مذاب چھیڑ ساز رہنے دے

تجھے جو پینی ہے اے شیخ میکدہ میں آ
نہیں تو اپنا یہ سب احتراز رہنے دے

دکھا کے کرنہ تو مغرور اُن کو آئینہ
یہ اپنی صنعتیں آئینہ ساز رہنے دے

مریض عشق کو دو دوائے وصل کافی ہے
دوا۔ طبیب تو یہ خانہ ساز رہنے دے

حجاب توڑ کے بے باک کر مجھے ساقی
پلا کے مجکو نہ اب پاکباز رہنے دے

تمام عمر نہ **قربان** ان بتوں میں گذار
تو سیکھ۔ عشق حقیقی مجاز رہنے دے

چاہئیں دو دل میرے تن کے لئے
اک جوانی ایک بچپن کے لئے

بلبلو لایا ہوں اپنے استخواں
تیلیاں لے لو نشیمن کے لئے

یار کا کوچہ نہیں جنت سے کم
یہ زمیں اچھی ہے مدفن کے لئے

لگ گئی اُس پہ تھی میری خاکِ گور
خوب لتے اُس نے دامن کے لئے

خشمگیں آنکھیں تیری صیاد اُف
برق بن جاتی ہیں گلشن کے لئے

یاد ہم کو بھی کیا ہوتا . . . . کلیم
جب مزے تھے نورِ ایمن کے لئے

سوزِ الفت ہی جلا دے گا مجھے
شعلہ اک کافی ہے خرمن کے لئے

مر گیا۔ میں اب تو چوڑا کہو لدو ؛
مانگ زیبا ہے سہاگن کے لئے

سب جفائیں تم نے مجھ پر ختم کیں
کچھ نہ رکھا میرے دشمن کے لئے

دل کو رکھنا چیر کر بالائے گور
نوح کافی ہے یہ مدفن کے لئے

کھینچ زخموں کے لئے تارِ نفس
چاہئے دامن کے لئے

نذر دو قربان دل اُس زلف کو
یہ ہے تحفہ خوب ناگن کے لئے

انداز کی چھری سے بہ مشکل تراش کے
دل کو جگر میں کر دیا شامل تراش کے

رکھنا لگن میں پہلے میرا دل تراش کے
پھر رکھنا میرے جسم کو قاتل تراش کے

سر کو الگ کیا ہے جو قاتل تراش کے
کیا ہاتھ آگیا تن بسمل تراش کے

مقراض جب چلیگی خزاں کی تو دیکھنا
رکھدے گی وہ گلوں کو عنادل تراش کے

دیکھے تو کوئی اُس کو وہ کیسا ہے سنگدل
پہلو میں غم کی رکھدی میرے سل تراش کے

کیا دفن اب کریگا انھیں سینکڑوں جگہ
سو ٹکڑے جو کئے تنِ بسمل تراش کے

گلگیر کو دکھانا ہے انجام سوز و ساز
رکھی ہے شمع یوں سرِ محفل تراش کے

کیسی ہی پُر خطر ہو نہیں اس کا مجھکو غم ؛
رکھدوں گا تیرے عشق میں منزل تراش کے

قدرت نے اپنے ہاتھ سے چہرے پر آپ کے
دو ابرو رکھدئے مہ کامل تراش کے

دل پر نظر ہے اور وہ کہتے ہیں بار بار
دیکھا نہیں ہے ہم نے کبھی دل تراش کے

کشتی یہاں ٹھہرنے لگی انتظار کی
رکھا ہے ہم نے آنکھ میں ساحل تراش کے

ہے آرزوئے قیس تو محمل سے باہر آ
لیلیٰ نہ دیکھ پردۂ محمل تراش کے

بسمل کا جسم اس کے لئے کھیل ہو گیا
سو سو طرح سے رکھتا ہے قاتل تراش کے

دیکھا جو اُس نے مجھکو وہ بولا رقیب سے

قرباں کا رکھدو سر۔ سرِ محفل تراش کے

کیا اُتنا ہی ظالم ہے جتنا کہ سیہ رو ہے
کیوں مارِ سیہ بنکر ڈستا تیرا گیسو ہے

تدبیر بہت کچھ کی۔ سلجھا نہ سکا کچھ بھی
دل سے یہ میرے اُلجھا کس شوخ کا گیسو ہے

جنبش جو ہوئی لاکھوں بیمار ہوئے اچھے
تیرا لبِ رنگیں بھی اعجاز ہے جادو ہے

بہ بہ کے نکلتے ہیں یہ لختِ جگر میرے
ٹکڑے کو میرے دل کے کہتے ہیں وہ آنسو ہے

آتی نہیں قبضے میں۔ سو رنگ دکھاتی ہے
ہے شیر جو دل میرا۔ وہ آنکھ بھی آہو ہے

بے بس ہوں نہیں اپنی ہستی پہ میرا قبضہ
جس دن سے میرے دل پر ظالم تیرا قابو ہے

اک گھونٹ جو پیتا ہے۔ پڑھتا ہے تیرا کلمہ
ساغر میں تیرے ساقی یہ مئے ہے کہ جادو ہے

اے شیخ ترے دل پر ہے چوٹ لگی ورنہ
کیوں تیری زباں پر اب یہ نعرۂ ہا ہو ہے

برباد ہوا قرباں ناشاد ہوا قرباں
اب تیری طرح دل پر کچھ بس ہے نہ قابو ہے

میرے اک جینے کا موہوم سا پہلو ہو جائے
مرتے دم سامنے گر شکلِ پری رو ہو جائے

اب مسیحا بھی یہ رو رو کے دعا کرتے ہیں
تیرا بیمار یہ اچھا کسی پہلو ہو جائے

آنکھیں بدلیں۔ جو تری ساری خدائی بدلی
کون راضی ہو اگر مجھ سے خفا تو ہو جائے

اس کے اک ادنیٰ اشارہ سے ہو تن سر سے جدا
نیغ و خنجر سے زیادہ تیرا ابرو ہو جائے

روشنی دن کی ہو وہ مُنہ سے اُلٹ دے جو نقاب
رات دنیا میں ہو گر سایہ گیسو ہو جائے

نظر آجائے کہیں تو جو عدو کی ہمراہ
خشک فوراً ہی میری آنکھ کا آنسو ہو جائے

پھر ہو کچھ۔ تجھ کو میری اس کی محبت میں تمیز
غیر کی طرح میرا تجھ پہ جو قابو ہو جائے

جا کے چمکے وہ سرِ چرخِ مہِ نو کی طرح
پردۂ رخ سے جو یا ہر تیرا ابرو ہو جائے

عقل مختل ہو میری ہوش پراگندہ ہوں
دل اگر دیکھ لے صورت تیری آہو ہو جائے

بات تو جب ہے مری روح بھی نکلے یوں ہی
جس طرح باغ میں پھولوں سے جدا بو ہو جائے

کیسے ممکن ہے یہ قرباں وہ خدا سب کا ہے
تیرا منشا تو یہ ہی ہے کہ تو ہی تو ہو جائے

کیا عجب واعظ اگر دنیا ہمارے دل میں ہے
آسماں کا سارا نقشہ آنکھ کے ایک تل میں ہے

کشمکش ہوتی ہے جس جا موت کی اور زیست کی
تیرا بیمارِ محبت آج اس منزل میں ہے

خاک تھا اور خاک ہے اور خاک میں ملجائیگا
خاصیت تیری یہ اے انسان آب و گل میں ہے

یوں تڑپتا چھوڑ کو جانا تیرا اچھا نہیں
جان کچھ باقی ابھی قاتل تن بسمل میں ہے

بیٹھ جائے عاشقِ ناکام دم لے لے ذرا
کوئی بھی سایہ کی جا اس عشق کی منزل میں ہے

بھر دیئے ہوں جیسے پھولوں میں ہزاروں آفتاب
اے تپ فرقت کچھ ایسی آج سوزش دل میں ہے

آگے آگے دیکھ ایدل کیا تیرا انجام ہو
تو ابھی تو ابتدائی عشق کی منزل میں ہے

فرق ہے عشقِ حقیقی اور مجازی میں بہت
جو حقیقت میں مزہ ہے وہ کہاں باطل میں ہے

سخت جانی کی وجہ سے کیا نہیں گردن کٹی
دم نہیں باقی رہا یا خنجرِ قاتل میں ہے

آگ بنکر مہر انور میں ہے تیرا ہی جلال
نور تیرا چاند بنکر مہ کامل میں ہے

دل کو دیکھے یا جگر کو اب میرا تیمار دار
جان اُس کی بھی عیادت سے بہت مشکل میں ہے

دیکھئے رخنہ کرے لیلےٰ کا یا پردہ رکھے
قیس کی وہ اک نگاہِ عشق جو محفل میں ہے

انکساری نے دیا کیا خوب اس کو یہ فروغ
ساری دنیا کا تماشا آنکھ کے اک تل میں ہے

کیا پڑھاتا ہے تو ناصح کیا سناتا ہے مجھے
میری الفت کا سبق تحریر میرے دل میں ہے

اک اُترنے کا ہے وقفہ سر زمینِ موت پر
کشتیٔ عمر رواں گہوارۂ منزل میں ہے

گردنیں عشاق کی کاٹی ہیں اُس نے اسقدر
دھار موٹی پڑ گئی اب خنجرِ قاتل میں ہے

پھر ملیں وہ یا نہیں موقع غنیمت ہے یہی
آج سب کہدے جو ائے قربان تیرے دل میں ہے

جس کو دیکھا ہم نے دنیا میں وہ تیرے غم میں ہے
تیرا چرچا چھپنے والے کس قدر عالم میں ہے

کہہ کے یہ لیلےٰ نے ہنگامے کو برہم کر دیا
کوئی کیا جانے میرا دیوانہ کس عالم میں ہے

آب الفت میں کریں اب غسل گلہائے چمن
اشکِ بلبل ہو گیا تحلیل سب شبنم میں ہے

اہل محشر جو تپش تھی داغِ دل کی ایک دن
وہ تمازت آج گویا نیر اعظم میں ہے

کوئی دیکھے میری چشم یاس کی گنجائشیں
نوح کا طوفان میرے دیدۂ پرنم میں ہے

آنکھ کی پتلی سمجھتا ہے وہ ظالم غیر کو
ہائے نامحرم بسا کیا دیدۂ محرم میں ہے

خشک بھی کرتا ہے زخموں کو ہرا کرنیکے بعد
یہ تماشا ہم نے دیکھا آپ کے مرہم میں ہے

قدرداں گل کا نہیں ملتا چمن میں کوئی آج
باغباں بھی تیرے بلبل آج تو ماتم میں ہے

آگئی غالب صداقت کھل گیا رازِ وفا
جو تھا غیروں میں کبھی وہ آج دیکھو ہم میں ہے

اس سے کیا حاصل تجھے قربان اتنا تو بتا
عمر تیری رائیگاں جو فکرِ بیش و کم میں ہے

نگہ کی تیغ سے بسمل تمام ہو جائے
تمہارا نام ہو اور اس کا کام ہو جائے

ابھی تو میکدہ میں اژدہام ہو جائے
ذرا سی دیر کو گر اذن عام ہو جائے

یقیں ہے ہم کو کہ وہ شوخ رام ہو جائے
کبھی جو اس سے سلام و پیام ہو جائے

کبھی جو دن کو ہی وہ خواب میں چلے آئیں
تو میرے روز مصیبت کی شام ہو جائے

کبھی تو دیکھ لیں ہم قتل عام کا منظر
کبھی تو تیغ نظر بے نیام ہو جائے

سرور غم کا نہ ہو جس شراب میں داخل
ہمارے واسطے وہ مئے حرام ہو جائے

اُس انجمن میں ہو کچھ اور یا نہ ہو یارب
قبول دوست ہمارا سلام ہو جائے

ہم اُس کو معجزہ سمجھیں کمال الفت کا
وہ بُت جو ہم سے اگر ہمکلام ہو جائے

عدو کا اور میرا کر دو فیصلہ آکر ؛ ؛ ؛
کسی طرح تو یہ جھگڑا تمام ہو جائے

شراب پی کے محبت کی ہم بھی بے خود ہوں
شروع جو بزم میں اب دورِ جام ہو جائے

لگے جو چوٹ ترے شعر تر کی اے قربان
قبول دہر میں تیرا کلام ہو جائے

سخت جانی سے کہیں تو بھی نہ قاتل اُلجھے
تیرے خنجر سے نہ میرا تنِ بسمل اُلجھے

صاف صحرا کو تو کر تارِ نظر سے ورنہ
ڈر ہے مجنوں نہ کہیں پردۂ محمل اُلجھے

اس سلا دنیا میں نہ ہوگا کوئی ناکام اُمید
جس کی گرداب میں کشتی سرِ ساحل اُلجھے

تجھ کو معلوم ہوں کچھ عشق و محبت کے مزے
تیرا دل بھی جو کہیں اے میرے قاتل اُلجھے

چارہ گر عشق کے ہیں دانوں بھی کو معلوم
تجھ سے سلجھے نہ کبھی جو میری مشکل اُلجھے

کیوں بُری آنکھوں سے دیکھا ہے عدو کو تو نے
اتنی سی بات پہ مجھ سے سرِ محفل اُلجھے

اُن کی زلفوں کی جو لیتا ہے بلائیں جا کر
تو نہ گیسو میں کہیں۔ اے دلِ بسمل اُلجھے

تم مذاق اپنی طبیعت کا بدل دو قربان
نہ ہو پھر جان کو اُلجھن نہ کہیں دل اُلجھے

جدا جدا ہے جہاں میں عادت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے
الگ الگ ہے بشر کی خصلت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

کسی میں شوخی تیرے لبوں کی کسی میں زردی ہے میرے غم کی
الگ الگ ہے گلوں کی رنگت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

کسی کو حاصل یہاں ہے دولت کسی کو حاصل ہے صرف ذلت
نہیں ہے یکساں جہاں کی قسمت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

ہوا ہے شیدا کوئی بتوں پر بنا ہے بندا کوئی خدا کا
ہے مختلف قسم کی عقیدت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

ہیں مشک آسا کسی کی زلفیں کسی کے عارض ہیں یوسفی سے
نئی نئی ہے گلوں کی نکہت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

کسی کی صورت ہے دل لبھاتی کسی کو صورت سے ہے تنفر
جدا جدا ہے ہر ایک صورت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

اگر ہے کوئی وفا کا پتلا تو کوئی یاں ہے جفا کا پیکر
نہ ایک سیرت نہ ایک خصلت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

کوئی ہے پڑھتا نماز پیہم ۔ کوئی ہے کرتا گناہ پیہم
ہے بزم کثرت یہاں طبیعت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

کوئی تو **قربان** غم ہے کھاتا ۔ کوئی ہے **قربان** عیش کرتا
طرح طرح کی یہاں ہے عادت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

جام ایک تو خوش گوار دیدے
اب ہے ساقی بہار دیدے

پھولوں کو شباب غنچے کو رنگ
دیدے دیدے بہار دیدے

اُن کو پروا نہیں کسی کی
جان اپنی کوئی ہزار دیدے

اُس کا یہ ہی فرضِ زندگی ہے
کیوں جان نہ جاں نثار دیدے

انصاف کا دن قریب تر ہے
خوب آج لحد فشار دیدے

ہم رند ہیں پی کے جائینگے آج
ساقی طعنہ ہزار دیدے

یارب مجھے داغ عشق دیکر
رنگینیٔ لالہ زار دیدے

کرتا ہے مطیع ایک ساحر
افسوں کوئی چشم یار دیدے

تربت کا میری پتہ جو چھو
میرا ۔ مشتِ غبار دیدے

قربان ۔ طلب سے فائدہ کیا
جو چاہے وہ کردگار دیدے

سر کو اب نذر وار کر دیجئے
جان اُن پر نثار کر دیجئے

میری تربت میں شافعِ محشر
دُور آکر فشار کر دیجئے

رشکِ خورشید غیرتِ ناہید
میرا مشتِ غبار کر دیجئے

پڑھ نہ لے کوئی نام قاتل کا
دُور لوحِ مزار کر دیجئے

وہ نہیں مانتے کبھی احساں
اُن پہ احساں ہزار کر دیجئے

عشق میں دے کے داغ کثرت سے
دل کو اک لالہ زار کر دیجئے

اپنے ابرو کے اک اشارے سے
میرا سینہ فگار کر دیجئے

اپنے دل میں مجھے جگہ دے کر
بے نیازِ مزار کر دیجئے

دل ہے گستاخ تو اجازت ہے
اسپہ ابرو کا وار کر دیجئے

صبح اچھی نہ رات اچھی ہے
ختمِ لیل و نہار کر دیجئے

اُن کی اُلفت کا ہے اگر دعوےٰ
جان قربان نثار کر دیجئے

سزائیں دیکے سو سو کرتے ہو تقصیر کے ٹکڑے
سمجھتے یہ نہیں ہوتے ہیں خود تعذیر کے ٹکڑے

سیہ باطن ہوا کرتے ہیں سب تنویر کے ٹکڑے
بظاہر گو حسیں کتنے ہی ہوں تنویر کے ٹکڑے

وہی ہوگا ازل سے جو لکھا ہے تیری قسمت میں
یہ کہہ کہہ کر کئے تقدیر نے تدبیر کے ٹکڑے

سوائے یادِ لیلیٰ کون آسکتا ہے صحرا میں
بہت محفوظ ہیں مجنوں تری جاگیر کے ٹکڑے

تمنا شوق و حسرت آرزو ارمان بن بن کر
لحد میں بکھرے پھرتے ہیں دلِ دلگیر کے ٹکڑے

ستارے جنکو سمجھے ہو۔ وہ آہوں کے شرارے ہیں
جلا کر کر دئے ہیں مینے چرخِ پیر کے ٹکڑے

کدھر جائیں۔ کدھر نکلیں ہے راہِ عشق پیچیدہ
سمجھ میں کچھ نہیں آتے ہیں یہ رہگیر کے ٹکڑے

نہ سمجھا خاک بھی انجام کیا ہوگا محبت کا
کئے مینے بہت ہر خواب کی تعبیر کے ٹکڑے

جدا کر کے لکھے ہیں تو نے دلکے حرف اے ظالم
کلیجے سے لگالوں آ۔ تری تحریر کے ٹکڑے

رُلاتے ہیں جلاتے ہیں ہنساتے ہیں جگاتے ہیں
غضب ہوتے ہیں میرے نالۂ شبگیر کے ٹکڑے

جگہ دی ہے کلیجے میں جگر میں دل میں پہلو میں
کئے ہیں مینے کتنے ایک تیرے تیر کے ٹکڑے

تمہارے تیر کے ٹکڑے ہر اک رگ میں ہیں پیوستہ
دکھاؤں کسطرح لیکن تمہیں دل چیر کے ٹکڑے

بیانِ عشق کی تشریح تم کیا خاک سمجھوگے
غلط معنی لگائے کر دئے تفسیر کے ٹکڑے

کلیجہ نے سُنائی داستاں دل سے الگ اُنکو
چلا فتراک میں لٹکا کے جب نخچیر کے ٹکڑے

ہماری سمعِ الفت بھی بہت ہی سخت جاں نکلی
کٹایا سر کو جب دو کر دئے گلگیر کے ٹکڑے

کسی کو سرد کرتے ہیں کسی کو یہ جلاتے ہیں
نرالے ہیں مری ہر آہ کی تاثیر کے ٹکڑے

تڑپ کر خاک پر گرتے ہیں آنسو یوں مرے پیہم
بکھر جاتے ہیں جیسے ٹوٹ کر زنجیر کے ٹکڑے

اُسی کا ہر طرف جلوہ نظر آیا جدھر دیکھا
حسیں ہوتے ہیں سب قربان یہ تنویر کے ٹکڑے

اگر پتھر بھی اسکے سامنے ہو وہ بھی پانی ہے
آہی کس غضب کی اُن کے خنجر میں روانی ہے

خوشی ایسی ہوئی ملنے کی اسکو تیرے اے ظالم
زلیخا کی طرح تازہ ملی دل کو جوانی ہے

اگر تربت مٹا دیگا تو پھر پنچائے گا ظالم
یہی اک مرغوائے کی فقط باقی نشانی ہے

کبھی صیاد کو بھی ابتو آجاتا ہے رحم اس پر
غنیمت آج کل مرغ چمن کی ناتوانی ہے

کسی دن بیٹھکر کرلیں نہ کیوں ہم فیصلہ اس کا
مجھے تم سے نہیں اہل وفا سے بدگمانی ہے

مرے پیچھے پڑی رہتی ہے زلفوں کیطرح ظالم
شب فرقت آہی کیا بلائے ناگہانی ہے

تو اپنے حسن سے پہلے مری آنکھوں کو خیرہ کر
تجھے منظور اگر ظالم ابھی چلمن گرانی ہے

نہ پوچھو میری حالت اب نہیں ہی اس سے کیا مطلب
میں زندہ ہوں غنیمت ہی تمہاری مہربانی ہے

تو اے قربان تصویر تصور کھینچ لیتا ہے
کہ تیرے سامنے اک نقش حیرت آج مانی ہے

یاد آگیا ہے ہم کو خدا کچھ نہ پوچھئے
کس طرح اُس نے کی ہے جفا کچھ نہ پوچھئے

سوزش تپش خلش ہے مرے دل میں مستقل
اس عشق نے جو حال کیا کچھ نہ پوچھئے

ہم نے تمام عمر گذاری ہے لوٹ کر
کیا درد نے دیا ہے مزا کچھ نہ پوچھئے

اک درد و رنج و غم ہے فقط حاصل حیات
جو عشق و عاشقی میں ملا کچھ نہ پوچھئے

ناکامی سے بھری ہے مری داستان دل
ہوتا ہے رنج بہر خدا کچھ نہ پوچھئے

کیوں زندگی کا لطف مٹا کیا بتاؤں میں
کیوں ہو گیا وہ مجھ سے خفا کچھ نہ پوچھئے

سینہ سے وہ نکل کے گیا ہے جگر کے پاس
پہونچا کدھر ہے تیر ادا کچھ نہ پوچھئے

شاید ہے اس نے خون عدو کا ملا لیا
پھینکا ہے کیوں یہ رنگ حنا کچھ نہ پوچھئے

اس کی دوا وہی ہے جو دیتا نہیں کوئی
بیمار غم کی اپنے دوا کچھ نہ پوچھئے

ٹوٹا شب فراق مرے دل پہ کوہ غم
آئی تھی سر پہ کیسی بلا کچھ نہ پوچھئے

قربان میکدہ میں وہ ساقی کا لطف خاص
اور پھر وہ میکشوں کی دعا کچھ نہ پوچھئے

وہ اپنی شرم کا آخر نباہ کرلیں گے
کہ محو دیکھ کے نیچی نگاہ کرلیں گے

رہیں جو تیری یہی بے نیازیاں ہم سے
تو ہم کسی سے کہیں رسم و راہ کرلیں گے

تمہارے چاہنے والے اسی میں ڈوبیں گے
تمہاری چاہ ذقن کو وہ چاہ کرلیں گے

خبر لو اپنے مریضوں کی جلد تم ورنہ
تمہارے عشق میں حالت تباہ کرلیں گے

جلا جو داغ جگر کا چراغ کی صورت
تو دور ظلمت بخت سیاہ کرلیں گے

تمہاری تیغ ادا کے شکار جو ہوں گے
وہ جلد طے غم الفت کی راہ کرلیں گے

ہمیشہ ہم ہی رہیں گے تمہاری محفل میں
یہ غیر تھوڑے دنوں کو نباہ کرلیں گے

نقاب کھولدی تو نے جو بام پر آکر
حجاب دیکھ کے یہ مہر و ماہ کرلیں گے

جو حال عشق کا منکر نکیر پوچھیں گے
تو اُن کو عشق کا قربان گواہ کرلیں گے

یہ کیا شے ہے ناصح تو کیا جانتا ہے
مرا دل ہی غم کا مزا جانتا ہے

جو دل کو ستانا روا جانتا ہے
ہر انداز کی وہ جفا جانتا ہے

یقیں تم کو آئے نہ آئے نہیں غم
محبت کو میری خدا جانتا ہے

اُسے کیا ہے مطلب جفا و ستم سے
کہ عاشق تو اپنی وفا جانتا ہے

ڈریگا قیامت سے کیا وہ۔ جو عاشق
قیامت کو اُن کی ادا جانتا ہے

نہ کھائی ہو جس نے کبھی چوٹ دل پر
مرے حال دل کو وہ کیا جانتا ہے

بچھاتا ہے وہ دام زلفوں کے کیا کیا
مرے دل کو مرغ ہوا جانتا ہے

اُٹھائی ہے تکلیف جو دل پر اس نے
ترے عشق کا مبتلا جانتا ہے

وہ کہتے ہیں آستا نہیں اور تجکو
فقط تو تو کرنا گلہ جانتا ہے

میرے دل میں الفت ہے کتنی تمہاری
خدا جانتا ہے خدا جانتا ہے

بتوں کی متنا ہے قربان لیکن
مرے دل کی حالت خدا جانتا ہے

لیکے ارمان اور حسرت بے خبر کے سامنے
ہم کو جانا ہے کسی بیداد گر کے سامنے

نام لیکر آپ کا بیمار غم اُف مرگیا
جان دیدی اُسنے اپنے چارہ گر کے سامنے

ڈر عدو کا اسقدر رہتا ہے مجکو رات بھر
خوابمیں بھی تمکو رکھتا ہوں نظر کے سامنے

آج اے تیر فغاں ٹکڑے اُڑادے چرخ کے
اک یہی دیوار حائل ہے اثر کے سامنے

لکھ لئے سب کلک قدرت نے بیاض صبح پر
جو بیاں ہم نے دئے شمع سحر کے سامنے

بڑھ نہیں سکتی کبھی خورشید محشر کی چمک
داغ دل کے سامنے داغ جگر کے سامنے

بڑھ گئے تیرے دُرِ دندان آخر بڑھ گئے
آج سبقت لیگئے لعل و گہر کے سامنے

مجھسے اے صیاد کیوں ہے ذکرِ مرغانِ چمن
قصۂ پرواز کیا بے بال و پر کے سامنے

یہ اگر چاہے تو کردے نوح کا طوفاں بپا
ہیچ ہے قربان دریا چشمِ تر کے سامنے

اب پسندیدہ ہے آزادی سے بربادی مجھے
کیوں ستائے جا رہا ہے رنجِ آزادی مجھے

دیکھکر گلشن کو آجاؤنگا پھر میں تیرے پاس
کر عطا صیاد فضلِ گل میں آزادی مجھے

حشر سے پہلے ہی اُسنے کاٹ لی میری زباں
یہ سمجھکر کر نہ دے بدنام فریادی مجھے

سر کٹا کر جان دے کر مل گئی مجکو بقا
نغمۂ غم بن گیا ہے نغمۂ شادی مجھے

کہہ رہی ہے فطرتِ صیاد باغِ دہر میں
بلبلو تم نے سکھائی خود ہی صیادی مجھے

مثلِ مجنوں کیوں نہ صحرائے محبت ہو مجھے
پھاڑ کھانے کیلئے دوڑے ہے آبادی مجھے

مینے دیکھی ہیں بہاریں کب یہ دیکھا جائیگا
کیوں دکھائے بختِ بد گلشن کی بربادی مجھے

روز یہ کہتا ہے اے قربان تیشہ مارلے
کیا کوئی سمجھا ہے ظالم تونے فرہادی مجھے

خون آنکھوں سے نکلتا ہے مری رس رس کے
دلمیں رہجاتے ہیں ارمان میرے پس پس کے

اتنی عشاق نے اُس در پہ جبہ سائی کی
خود جبیں سنگِ دریار بنا گھس گھس کے

ایک قطرہ نہ مرے جسم میں باقی چھوڑا
خونِ دل زخم سے میرے ہے بہا رس رس کے

سب کو دنیا میں طرفدار تمہارا پایا
لیگئے فریاد کیا پاس ہو نہیں جس جس کے

چارہ گر دل بھی ہے مجروح جگر بھی زخمی
زخم دیکھے گا بھلا یہ تو بتا کس کس کے

تو بھی ایدل یونہی اب اپنی بدل لے حالت
رنگ دیتی ہے حنا اُنکی نیا پس پس کے

تیری تحریر مقدر نہ مٹے گی قربان
صاف پیشانی بھی کردیگا اگر گھس گھس کے

ہم کو اُمید ہے پھر صبح وطن دیکھیں گے
بخت یاور ہے اگر سیرِ چمن دیکھیں گے

اسپہ مچلے ہیں کہ ہم زخمِ کہن دیکھیں گے
تن کے بیٹھے ہیں ترے دل کی لگن دیکھیں گے

آہ نباش ترا جسم و بدن دیکھیں گے
برہنہ کرکے تجھے دُزدِ کفن دیکھیں گے

ہاتھ سے ہاتھ ملا عشق کا دعویٰ ہے اگر
مجھسے کہتے ہیں ترا ہم یہ بچن دیکھیں گے

میرے لاشے کو ذرا آکے تو عبرت ڈھکیے
غیر ہنسی دینگے جو بیگور و کفن دیکھیں گے

دلمیں باقی نہ رہی تیرے تو گنجائش کچھ
داغ کہتے ہیں کہ ہم اور چمن دیکھیں گے

تیرے ملنے کی نہ امید کبھی جائے گی
حشر تک راہ تری عہد شکن دیکھیں گے

زلف بکھری ہے تو رہنے دے یونہی عارض پر
کس طرح چاند کو لگتا ہے گہن دیکھیں گے

روک کر لکھ تو اے قربان قلم کو اپنے
اس غزل کو تری سب اہل سخن دیکھیں گے

آنکھو نہیں سمندر مری بہتا تو نہیں ہے
پہلو میں آہی کوئی دریا تو نہیں ہے

پوچھے جو کوئی مجھسے مرے زخم کی حالت
دل رکھنے کو کہدوں مگر اچھا تو نہیں ہے

وہ طور پہ اب آکے کریں کیا یہ بتا دو
جلوے تو وہی ہیں کوئی موسیٰ تو نہیں ہے

مرنیکے لئے ہم جو ابھی سے ہوئے تیار
پیغام قضا نے کوئی بھیجا تو نہیں ہے

مسرور ہوئے جاتے ہو تم خون کو پی کے
دل ہے یہ مرا ساغر و مینا تو نہیں ہے

کیا خواب میں بھی قیس کے آتی نہیں لیلیٰ
ہے عالم رویا کوئی صحرا تو نہیں ہے

میخانے میں آتا ہے چلا چھوڑ کے کعبہ
اے شیخ تو کچھ راہ کو بھولا تو نہیں ہے

یاں پر نہ ملے تم تو قیامت میں ملو گے
مایوس ابھی یہ دل شیدا تو نہیں ہے

قربان کیا وصل کا وعدہ تو انہوں نے
پورا کبھی کردیں گے تقاضا تو نہیں ہے

کس پہ تو چھوڑ چلا ان کو گذرنے والے
تجکو روتے ہیں وفا پر تری مرنے والے

ہم کہاں دار فنا میں ہیں ٹھہرنے والے
سانس جو باقی ہیں وہ بھی ہیں گذرنے والے

روز آنیسے رہی کیا تری ہیبت قائم
تجھسے اب اے شب غم ہم نہیں ڈرنے والے

یہ تو رو کے سے رکیں گے نہ کبھی چارہ گرو
زخم دل ابھریں گے جتنے ہیں ابھرنے والے

ہم تو جب جانیں قیامت میں بھی تو جائے مکر
ہمسے او وصل کے وعدوں پہ مکرنے والے

عمر بھر مجھ کو قفس ہی میں نہیں رہنا ہے
یہ نہ سمجھا پر پرواز کترنے والے

دار فانی میں اب انے ہی کو ہے بانگ درا
چند دن اور ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے

وہ تری ترچھی نگاہیں وہ جگر دوز آنکھیں
وہ ترے تیر مرے دل میں اترنے والے

جادۂ ملک عدم عام ہے انسان کے لئے
سب ہیں اس ایک ہی رستے سے گذرنے والے

جو بگاڑے گئے قربانؔ ازل کے دن سے
وہ مقدر نہیں ہرگز بھی سنورنے والے

تمہیں کیا واسطہ آہ و فغاں سے
بلا سے جائے کوئی اپنی جاں سے
قفس میں جا کے بلبل ہاتھ دھوئے
چمن سے گل سے اپنے آشیاں سے
خزاں ہو یا بہار عادت ہے اس کو
چمن چھٹتا نہیں ہے باغباں سے
ضعیفی میں نہیں اٹھتا قدم بھی
رہا جاتا ہوں پیچھے کارواں سے
بنے ہیں گل چمن میں شوخ دیدہ
اڑا لائے ہیں یہ خوشبو کہاں سے
تحفظ راز الفت کا کروں گا
نہیں کرتا بیاں اپنی زباں سے
عدو سے کہتے ہیں اچھا ہے قصہ
مزہ آتا ہے میری داستاں سے
ترا ہو حسن دنیا میں نمایاں
اگر پردہ اٹھا دے درمیاں سے
گلا اس کا ہے جس کا ہے یہ ساتھی
نہیں شکوہ ہمیں کچھ آسماں سے

نہ پایا چین اک دم اس جہاں میں
خدا قربانؔ نکالے اس جہاں سے

جتنک اثر دوا میں نہ دے بے نیاز دے
کیا فائدہ دواتری اے چارہ ساز دے
عصیاں کے غم سے مجھ کو چھڑا کارساز دے
رحمت سے اپنی تو مجھے مولا نواز دے
بے کیف ہو کے ساری خدائی تباہ ہو
آواز سوز کی نہ اگر دل کا ساز دے
جلتا ہے یہ عشق میں یوم نشور تک
دلمیں الٰہی ایسا تو سوز و گداز دے
تدبیر دل کے درد کی اپنے کروں کوئی
گر چین مجھ کو شوخی شیوہ طراز دے
فطرت جو حسن کی نہو درد آشنائے عشق
محمود کے نہ دل کو تسلی ایاز دے
قد مونپہ اس کے شام و سحر ہوں جھکا ہوا
پھر کیوں نہ مجھ کو لطف پہ عجز و نیاز دے
مجھسے نہ ہو سکیں کی حقیقت پرستیاں
یارب تجھے سلیقۂ عشق مجاز دے

قربانؔ کس طرح مجھے صحت نصیب ہو
دل کی دوا ہی جب نہ مجھے چارہ ساز دے

میرا فانوس محبت اسکا پردہ پوش ہے
دل کے اندر جو تجلی کا تمہاری جوش ہے
تھے تو انسانے عدم کے یاد لیکن اب نہیں
آتے ہی دنیا میں رویا تھا بس اتنا ہوش ہے

دیکھتے ہیں ہر طرف کاندھا بدل لے کوئی اور
ان کو لاشہ دو قدم بھی میرا بارِ دوش ہے

چار جانب ہے اُداسی کسقدر چھائی ہوئی
فرطِ عبرت سے چراغِ قبر بھی خاموش ہے

یہ تو وہ کہتے نہیں ہوں حسن کا مخمور میں
صرف یہ کہتے ہیں لوگو سنتے کوئی بیہوش ہے

دست وحشت بڑھ رہے ہیں جیب و داماں کیطرف
میرے مولا عشق کا اب تو ہی پردہ پوش ہے

اب کچھ ایسا ہو کھلیں آنکھیں نہ صبح حشر تک
خواب کے اندر وہ ہمسے آج ہم آغوش ہے

حشر میں میری خطائیں کھل نہیں سکتی کبھی
میرا مولا جب گنہگار و نکا پردہ پوش ہے

آہ اے قربان یہ حالت زمانے کی ہے آج
دیکھکر جلتے ہیں سب کوئی اگر خوش پوش ہے

کہاں سے آتے ہیں فتنے وہ اب اُٹھائے ہوئے
کہ پیچھے پیچھے ہیں مُردے بہت جلائے ہوئے

عزیزو غسل نہ میت کو دو ہماری تم
کہ ہم تو آبِ ندامت سے ہیں نہائے ہوئے

ہمارے سینہ پہ ہے آج سانپ لوٹ رہا
عدو کو دیکھا ہے جب سے گلے لگائے ہوئے

ہمارے دفترِ عصیاں کو حشر میں دھویا
وہ کام آئے جو کچھ اشک تھے بہائے ہوئے

ہمارے خونِ جگر کا بھی اس میں حصہ ہے
وہ آج ہاتھ نہیں مہندی جو ہیں لگائے ہوئے

اب اپنی آنکھ نہ کھولیں گے صبح محشر تک
شبِ فراق میں اے غم ترے جگائے ہوئے

یقین کیسے میں کرلوں دغا نہیں کرتے
وہ لاکھوں بار کے میرے ہیں آزمائے ہوئے

وہاں جو دیکھا تھا اب یاد کچھ نہیں ہمدم
زمانہ ہو گیا ہم کو عدم سے آئے ہوئے

سفر طویل ہے قربان اور وقت ہے کم
بڑھے چلو یونہی اپنے قدم بڑھائے ہوئے

ہونے سے کوئی پائمال آج مزار رہ نجائے
کشتۂ راہِ عشق کی مشت غبار رہ نجائے

توڑ کے پھول پھول کو باغ سے پھینک اے خزاں
گوشۂ باغ میں کہیں نامِ بہار رہ نجائے

تیرِ مریضِ ناتواں بھرتا ہے آہ اس لئے
سوزِ تپِ فراق کا دل میں غبار رہ نجائے

داغِ دل و جگر سے میں لایا ہوں آج گوندھ کر
نذرِ حریمِ ناز سے یہ مرا ہار رہ نجائے

ایسا نہ ہو کہ تو کہے ہم نہ تجھے سنا سکے
کوئی ستم کوئی جفا شعبدہ کار رہ نجائے

عبرتِ روزگار کی بگڑی ہوئی ہے پھر ہوا
پھر کہیں ہو کے گل مری شمع مزار رہ نجائے

ایسا ہو کہ حشر کے روز بھی جھومتا اٹھوں
باقی شرابِ عشق کا مجھکو خمار رہ نجائے

آیئے جلد آیئے دل کی لگی بجھائیے
پھونکنے کو دل و جگر کوئی شرارہ بچائے

قرباں عدم میں اپنے ساتھ جائیں نہ کچھ کدورتیں
دل کہیں صاف کیجئے دل میں غبار رہ بچائے

کسی معشوق سے ہم بھی محبت کرکے دیکھیں گے
نمایاں عشق کی دل پر حقیقت کرکے دیکھیں گے

ہمیں بھی دیکھنا ہے وہ نظر کیوں کر نہیں آتا
خدا کو اب کے وا چشم بصیرت کرکے دیکھیں گے

جو کہتا ہوں قیامت میں کروں گا تیرے شکوے میں
تو کہتے ہیں کہ برپا ہم قیامت کرکے دیکھیں گے

مزہ جاتا رہیگا کیا خلش اندوزیٔ دل کا
سُنا ہے اب وہ درمانِ جراحت کرکے دیکھیں گے

انھیں ہوتی ہے ہم سے یا نہیں ہوتی محبت کچھ
رقیبوں کی سی ہم بھی اپنی صورت کرکے دیکھیں گے

عجب کیا ہے جو سنکر قصۂ غم رحم آجائے
بیاں سب آج اُنسے اپنی حالت کرکے دیکھیں گے

کوئی تدبیر شاید انبساطِ دل کی مل جائے
کسی کی ہم بیانِ رنج و فرقت کرکے دیکھیں گے

وہ مجکو دیکھ کر شاید ارادوں کو بدل ڈالیں
جو کہتے ہیں بتوں سے ہم بھی الفت کرکے دیکھیں گے

یہ آدابِ مروت کس سے اے قرباں ہوئے پورے
بہت کہتے چلے آئے مروت کرکے دیکھیں گے

اس رنج و غم کی میرے کوئی انتہا بھی ہے
دُنیا میں دردِ ہجر کی کوئی دوا بھی ہے

اب بھی نہ جو پئے وہ بڑا بدنصیب ہے
ساقی بھی ہے شراب بھی ہے دلربا بھی ہے

کیا کیا دئے خدا نے حسینو تمہیں کمال
سوختی بھی ہے حیا بھی ستم بھی جفا بھی ہے

قدرت نے اُن کو مجمعِ اوصاف کر دیا
انداز بھی ہے غمزہ بھی ناز و ادا بھی ہے

کبتک یونہی میں ایڑیاں رگڑوں گا چارہ گر
آخر مرے مرض کی جہاں میں دوا بھی ہے

یہ دیکھنا ہے کون ہو مقتل میں کامیاب
تیرا ادا بھی تاک میں ہے اور قضا بھی ہے

مطلق نہیں خیال دلِ عندلیب کا
اے پھول تجھ میں نام کو بوئے وفا بھی ہے

آئی ندا۔ اثر جو وفا کا طلب کیا
گل کوئی گل عشق میں اب تک کھلا بھی ہے

حیرت نے دیکھنے نہ دیا آپ کا جمال
سو بار گو گرا بھی ہے پردہ اُٹھا بھی ہے

پہونچا نہ ایک روز بھی دامانِ یار تک
تربت کا گو غبار اُٹھا اور اُڑا بھی ہے

قرباں تجھکو غم ہے کہ تیرا نہیں ہے وہ
یہ کوئی کہتا کسی کا وہ ظالم ہوا بھی ہے

اُنھیں ڈر ہے کہ چھُو جائے نہ اسکی خاک دامن سے
الگ بچکر نکلجاتے ہیں وہ عاشق کے مدفن سے

خزاں آتی ہے تو دیتی ہوئی آتی ہے یہ قدغن
میں آتی ہوں اُڑا دو بلبلو کو آج گلشن سے

ذرا یہ تو بتا دے میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے
بجھے اے برق کیوں آ کا دشمن ہے میرے خرمن سے

چمکتی ہے تو گلشن میں ہمیشہ اس پہ گرتی ہے
محبت ہوگئی ہے برق کو میرے نشیمن سے

شب وعدہ عدو کی رخنہ اندازی کا یہ ڈر ہے
اُچھل پڑتا ہوں جب موج ہوا آتی ہے روزن سے

جسے تو ڈھونڈتا ہے وہ تو زاہد پاس ہی تیرے
اُٹھا کر دیکھ لے پردہ ذرا تو اپنی گردن سے

چُنو تنکے نشیمن کے گلوں سے پھر ذرا کھیلو
مبارک بلبلو فصل خزاں جاتی ہے گلشن سے

نہ کیوں صیاد کے پھندے میں جا کر صید ہو تا میں
کہ رنگ دام تھا ملتا ہوا رنگ نشیمن سے

نہ وہ صحرا میں رہتا ہے نہ آبادی میں رہتا ہے
نہیں واقف ہوا عاشق کی تیری کوئی مسکن سے

وہی مذہب ہے اپنا جو ہی مذہب یار کا اپنے
تعلق کچھ نہیں قربانؔ ہیں شیخ و برہمن سے

بہت دشوار ہے دلسے خیالِ مہ جبیں نکلے
نکلجائے اگر تن سے مرے جانِ حزیں نکلے

الٰہی کس کی شامت آج آئی ہے کہ وہ گھر سے
بھویں تانے ہوئے نکلے چڑھائے آستیں نکلے

نریبِ دوستی میں جان لے لی اے معاذ اللہ
جنہیں ہم دوست سمجھے تھے وہ مارِ آستیں نکلے

ترا کوچہ ہے یا اک مرکزِ جور و جفا ظالم
کہ جب نکلے ترے کوچہ سے ہم اندوہگیں نکلے

گئے عصیاں کے دریا میں تو نکلے بحرِ رحمت میں
کہیں ڈوبے تھے ہم جا کر مگر جا کر کہیں نکلے

وہ نکلے ہیں عیادت کے لئے ہمراہ دشمن کے
دعائیں مانگتا ہوں دم مرا جلدی کہیں نکلے

اگر چلنے لگو تم میری آنکھوں کے اشاروں پر
تو میرا عشق بھی کم خرچ اور بالا نشیں نکلے

جنھیں ارمان و حسرت آرزو اور یاس کہتے ہیں
یہی دو چار وقتِ غم ہمارے ہم نشیں نکلے

بہت ممکن ہے حسرت غیر کی دنیا میں نکلی ہو
کبھی قربانؔ کے ارمان تو دل سے نہیں نکلے

ہم نشیں ہنسنا ہنسانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
رنج اور راحت اُٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

لیکے نکلے تو بہت ہیں یہ ہمیں معلوم ہے
لیکے حسرت دلمیں جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیفِ عشرت کا اٹھانا تو بہت آسان ہے
یارِ الفت کا اٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کس ادا سے کہتے ہیں ٹھوکر لگا کر قبر پر
ایسے مُردوں کا جلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جتنے تھے ارمان و حسرت سب دئے ہم نے نکال
دل کا سرمایہ لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

برق کی وہ دیکھکر بادل میں کہتے ہیں ہنسی
لب ہی لب میں مسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ڈال کر منہ پر وہ آنچل مجھسے کہتے ہیں ندیم
مہر تاباں کو چھپانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

توڑ کر اقرار وہ کہتے ہیں کس انداز سے
خون حسرت کا بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

غیر کو چھاتی لگا کر کہتے ہیں **قربان** وہ
اپنے روٹھوں کو منانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

نہیں پہلو میں جب سے مہ جبیں ہے
بہت بیتاب یہ قلب حزیں ہے

وہ صورت دیکھ کر کہتے ہیں میری
ہے اتنا یاد اسے دیکھا کہیں ہے

ہوا منقوش تیرا نام اس میں
تو میرے خاتم دل کا نگیں ہے

ضعیفی میں کمر خم ہوگئی ہے
کہاں اب اپنے قابو میں نہیں ہے

عجب ہے عالم ہستی کا عالم
جسے دیکھو وہ ہی اندوہ گیں ہے

کبھی عشرت کی صورت ہی نہ دیکھی
ہوا غم جب سے اپنا ہم نشیں ہے

زمیں پر آگئیں سب دیکھ واعظ
کہاں حوریں کہاں خلد بریں ہے

عدو کے واسطے سیکھا ہے اقرار
ہمارے واسطے ہر دم نہیں ہے

نہ کر **قربان** ختم فکر صنائع
زمیں بیکار ہے اچھی نہیں ہے

سمجھ کر کچھ چراغ گور بھی خاموش ہوتا ہے
لحد پر شب میں آیا جب وہ پردہ پوش ہوتا ہے

فرشتے گور میں کرتے ہیں کب پرسش گناہوں کی
کہ انساں پی کے جام موت جب بیہوش ہوتا ہے

بدلتے جاتے ہیں احباب اور اہل عزا کاندھے
جنازہ مرنیوالے کا دبال دوش ہوتا ہے

جو انساں فطرتاً لاتا ہے ذوق میکشی دل میں
وہ پیدا ہوتے ہی مجبور نادنوش ہوتا ہے

بلائے چارہ گر بالیں پہ کچھ روشن جمالوں کو
چراغ زیست اپنا دیکھ اب خاموش ہوتا ہے

ملاتے ہو جفا سے خاکمیں تم ہائے جس دل کو
وہی ہوتا ہے مجرم مستحق رحمت مولا

ہمارا غم اسی میں آکے پردہ پوش ہوتا ہے
جو امید کرم رکھتے ہوئے خاموش ہوتا ہے

فرشتو کیا لحد میں تم سے بوئے آہ نو دارد
کہ تم کو دیکھتے ہی دفعتاً گم ہوش ہوتا ہے

تموج بحر الفت کا لیا کرتا ہے موجیں سی
میرے آنکھوں سے بڑھکر میرے دل میں جوش ہوتا ہے

تجلی وُہ دکھائیں کسکو جب معلوم ہے اُن کو
جو انکو دیکھ لیتا ہے وہی بیہوش ہوتا ہے
مرے اعمال محشر میں ہوا خیر نہ جو کرتے ہیں
اگر مولا کا فوراً آکے پردہ پوش ہوتا ہے
بہت بہتر کریگا وہ نہ اب فریاد بھولے سے
تمہارے کہنے سے قربان اب خاموش ہوتا ہے

ساماں سکوں کا ہو دلِ مضطر کے سامنے
میں دیکھ لوں جو تم کو نگہ بھر کے سامنے
اپنی جفا و جور کا رکھنا ذرا حساب
جانا ہے تم کو داورِ محشر کے سامنے
کوچے میں اُن کے ہمنے بھی آسن جما دیا
دھونی رما کے بیٹھ گئے گھر کے سامنے
قاتل نے رحم ہائے نہ بسمل پہ کچھ کیا
دی اُسنے جان تیر کے خنجر کے سامنے
لو۔ آؤ۔ اپنی قوتِ بازو کو آزماؤ
گردن جھکائے بیٹھے ہیں خنجر کے سامنے
ساقی کوئی گواہ رہے میرے جذب کا
سجدے کرونگا شیشہ و ساغر کے سامنے
مرجائیگا کوئی نہیں آتا نہ تھا یقیں
ہم نے نہیں دکھا ہی دیا مر کے سامنے
سوزن کو دیکھتا ہے کبھی زخم کو کبھی
ارکھے ہیں دل کے چاک رفوگر کے سامنے
قربان ایسی باتوں سے اُن پر ہو کیا اثر
عرضِ وفا فضول ہے پتھر کے سامنے

صبر ہے بہتر صبر ہے بہتر غیر سے حالت کیا کہیئے
جو سنتا ہو سُنکے مصیبت اس سے مصیبت کیا کہیئے
یاد ہیں ہمکو سارے قصّے روزِ ازل کی دوستی مگر
آئے نہ سنکر جسکو یقیں کچھ ایسی حکایت کیا کہیئے
بات نرالی اُنکی ہمدم سب سے نرالا اُنکا اصول
انکی شکایت غور سے سنیئے اپنی شکایت کیا کہیئے
دم نہ پہونچے آہ نہ پہونچے نالہ نہ پہونچے ہائے ستم
ایسی جگہ پر آپنے کی ہے اپنی سکونت کیا کہیئے
جتنے گنہ دنیا میں کئے تھے سب وہ اُسپر روشن ہیں
بہر معافی پیش داور روزِ قیامت کیا کہیئے
لاکھوں عاشق تمنے دیکھے آئی نہ لیکن تم کو تمیز
تمکو محبت غیر و نسے ہے مجھسے ہی نفرت کیا کہیئے
آنکھ میں آنسو دل میں اُلجھن نیند نہیں آرام نہیں
کیسی بلا ہے کیسی ستم ہے یہ شبِ فرقت کیا کہیئے
وہ تو بھلے تھے کب وہ بُرے تھے انکی شکایت ٹھیک نہیں
مجکو خدا نے دی تھی ازل کی ایسی ہی قسمت کیا کہیئے
اب نہ بھروسہ اسکا ہیں کچھ اور نہ بھروسہ اسکا ہیں کچھ
انکی محبت کیا کہیئے اور اُنکی عداوت کیا کہیئے
پیرِ طریقت تیرے صدقے ہوش نہیں دُنیا کا ذرا بھی
کیسا پلایا تونے ہم کو ساغرِ وحدت کیا کہیئے
ہاتھوں میں مہندی تمنے لگائی خونِ عاشق سے ملا کر
کیسی شوخی کیسی بُو ہے کیسی ہے رنگت کیا کہیئے

غیر پہ تو الطاف ہیں تیرے مجھ پہ ذرا بھی لطف نہیں | تو نہ جھکی افسوس ذرا بھی چشمِ مروت کیا کہئے
پار لگایا عشق کا بیڑا۔ بار اٹھایا تو نے بڑا
آفریں ہے تجھ پر اے قرباں یہ تری ہمت کیا کہئے

(قطعات و رباعیات)

رُباعی

گویائی بھی دی فہم بھی ہم کو بخشا | مخلوق میں پھر سب سے بڑھایا رُتبا
جتنا بھی کروں شکر وہ ہے کم سے کم | صدقے تری قدرت کے میں جاؤں مولا

ایضاً

بخشش تری معلوم عنایت معلوم | رحمت تری معلوم رعایت معلوم
جو چاہے تو دم میں کرے قرباں تجھ پر | اقدرت تری معلوم حکومت معلوم

ایضاً

گلشن میں کوئی پھول جو کھل جاتا ہے | رنگین ترانے وہ ترے گاتا ہے
اسمیں بھی ہے جلوہ گر تری صناعی | قدرت سے تری رنگ و بو پاتا ہے

ایضاً

بیمار ہو تو اُس کو شفا دیتا ہے | غمگین ہو تو غم کی دوا دیتا ہے
یارب ترے الطاف ہیں کیسے کیسے | تو اپنی محبت کا پتا دیتا ہے

ایضاً

کی سینہ و دل کی نہ صفائی ہم نے | سب عمر گناہوں میں گنوائی ہم نے
اس پر بھی دیا تو نے ہمیں اے مولا | دیکھی یہ تری شانِ خدائی ہم نے

ایضاً

سنتا ہے خلیل کی بھی نمرود کی بھی | موسیٰ کی بھی فرعون سے ہمزد کی بھی
سب کا تو خدا ہے سب کا معبود | حاسد کی بھی سنتا ہے تو محسود کی بھی

ایضاً

قطرے کو اگر چاہے تو دریا کر دے | اور کوہ کو تو چاہے تو ذرہ کر دے

کیا کیا تری قدرت کا کوئی حال لکھے | تو کور کو دیکھ لے تو بینا کر دے

ایضاً

اللہ کی قدرت کی نمایش ہے جہاں | ہر چیز میں اک صنعت صانع ہے عیاں
دا چشم بصیرت کو کر دے قربانؔ | دیکھو اس ذات کو عیاں ہے کہ نہاں

ایضاً

ایمن میں گیا تو جلوہ سازی دیکھی | دیکھا ترا ناز بے نیازی دیکھی
پائے ترے پلتے ہیں ترے دشمن دوست | قربانؔ تری بندہ نوازی دیکھی

ایضاً

جب دل سے دوئی کو دور ہم کرتے ہیں | بتخانے میں بھی سیر حرم کرتے ہیں
آتا ہے نظر تیرا ہی نقشہ اس میں | جس وقت نظر سوئے صنم کرتے ہیں

دنیا

دنیا میں عجب آ کے تماشا دیکھا | یاں ہم نے کسی کو نہ کسی کا دیکھا
غیروں کی شکایت نہیں قربانؔ ہمیں | اپنوں کو بھی دیکھا تو نہ اپنا دیکھا

رباعیات مجاز

رو رو کے غم ہجر سنایا ان کو | رو یا میں بہت خوب رلایا ان کو
ہر چند کیا میں نے بہت کم ظاہر | جاگا میں کئی رات جگایا ان کو

ایضاً

جاگا ہوں شب ہجر میں تا وقت سحر | کی رات بسر تمام تارے گن کر
تم پوچھ لو دو مردم دیدہ ہیں گواہ | آنکھوں میں مرے نیند نہ آئی دم بھر

ایضاً

بھر بھر کے مجھے جام پلا دے ساقی | ہوں تشنہ بہت خوب چھکا دے ساقی
تو خوش رہے آباد رہے میخانہ | یہ دل بھی مرا دل سے دعا دے ساقی

ایضاً

ارباب سخن بزم سخن میں آئے | جس طرح بہار گل چمن میں آئے

اُٹھی ہر سمت مرحبا کی آواز | اللہ وہ لطفِ انجمن میں آئے

ایضاً

دل پر جو گذرتی ہے خبر کس کو ہے | معلوم مرا دردِ جگر کس کو ہے
کہدو اگر آنا ہے شبِ شب آئیں | اب مرتا ہوں امیدِ سحر کس کو ہے

ایضاً

سر پھوڑ کے اپنا آپ مرتے ہیں ہم | جانِ شیریں سے اب گذرتے ہیں ہم
ہیں عشق کے فن میں ہم بھی قربان اُستاد | فرہاد نے جو کیا وہ کرتے ہیں ہم

ایضاً

گھنگور گھٹا آئی ہے اُٹھکر ساقی | لا بادۂ گلرنگ کا ساغر ساقی
قربان کو کر مست پلا کر مئے ناب | قربان کرے وہ جان تجھ پر ساقی

ایضاً

ہم نے وہ لکھا ہے وصف تیرا قاتل | ہے رنگِ سخن میں خونِ دل کا شامل
جو دیکھتا ہے اسکو تڑپ جاتا ہے | آنکھوں میں ہوئے مردمِ دیدہ بسمل

ایضاً

اُلفت تری معلوم عداوت معلوم | صورت تری معلوم ہے سیرت معلوم
ساماں ہیں سب تباہیٔ عاشق کیلئے | شوخی تری معلوم شرارت معلوم

ایضاً

فرض اپنا ہر اہلِ دل ادا کرتا ہے | کون اُس پہ زمانے میں جفا کرتا ہے
جس میں نہ وفا ہو اُس کو ظالم کہئے | معشوق وہی ہے جو وفا کرتا ہے

علم

دولت ہی نہیں علم سے کوئی بڑھ کر | راحت ہی نہیں علم سے کوئی بڑھ کر
کرتا ہے گدا کو شاہ دم بھر میں یہی | عزت ہی نہیں علم سے کوئی بڑھ کر

ایضاً

دُنیا میں کوئی اپنی جو شہرت چاہے | سرمائے کی آرزو ہو دولت چاہے
تو چاہیئے تعلیم کو حاصل وہ کرے | دُنیا میں جو کوئی اپنی عزت چاہے

ادب

اس دہر میں کوئی جو ادب کرتا ہے | دامن گلِ امید سے وہ بھرتا ہے
ہوتا نہیں بے ادب سے مولا راضی | کرتا نہیں جو ادب وہ دُکھ بھرتا ہے

ایضاً

دُنیا میں اگر تم اپنی عزت چاہو | بدیوں سے نجات اور شہرت چاہو
سیکھو تہذیب اور ادب کے آداب | ہر دل میں جو تم اپنی محبت چاہو

ایضاً

آقا بننا جو چاہے کوئی خادم | سب سے پہلے ادب ہے اُسکو لازم
سر اہلِ ادب کا کب جُھکا کرتا ہے | ہوتا ہے جہانمیں بے ادب ہی نادم

حقیقت

نفس نے میرے کیا مجکو آہی مغلوب | میرے عصیاں نے کیا مجکو بہت کچھ محجوب
بخشدے رحم تو کر ورنہ ٹھکانا ہے کہاں | سر جھکائے ہے کھڑا سامنے تیرے معتوب

ایضاً

مہر اور قہر ہے یہ دوزخ و جنت کیا ہے | لوے آگے جو ترے بندہ کی قدرت کیا ہے
گو بشر اپنے کو سمجھے ہے بہت کچھ لیکن | قطرۂ آب ہے یہ اسکی حقیقت کیا ہے

ایضاً

کیڑا پتھر میں جو ہو اُس کو غذا دیتا ہے | اور اشجار کو تو نشو نما دیتا ہے
کوئی مایوس جو ہو زیست سے اپنی بیمار | تو اُسے اپنی عنایت سے شفا دیتا ہے

ایضاً

جھوٹ لکھتا ہے غلط کہتا ہے اور بکتا ہے | بھید کو تیرے کہاں کوئی بشر سمجھا ہے
باتیں قدرت کی تری راز ہیں اب تک سب پر | اپنے بھیدوں کو آہی تو ہی خود جانتا ہے

ایضاً

لاتحصےٰ ترے احسان ہیں ہم پر مولا | تیرے الطاف سے معمور ہے ذرہ ذرہ
تجکو تخصیص نہیں ہوتی ہے منظور کبھی | سامنے ایک ہیں تیرے یہ سب ادنیٰ اعلیٰ

تو جو کچھ چاہتا ہے میرے خدا ہوتا ہے
خشک ہو کوئی شجر وہ بھی ہرا ہوتا ہے
بے ترے حکم نہیں ہلتا ہے پتہ ہرگز
فہم سے بالا ترا کام سدا ہوتا ہے

ایضاً

تو نہ چاہے تو نہ ہرگز کوئی تدبیر بنے
دم میں بگڑی ہوئی تو چاہے تو تقدیر بنے
تو جس اکسیر کو چاہے ابھی مٹی کر دے
اور جس خاک کو چاہے ابھی اکسیر بنے

ایضاً

کشتی منجدھار میں پھنس جائے تو تو کھیتا ہے
ہو جو پتھر میں بھی کیڑا تو غذا دیتا ہے
آب رحمت سے تری پیاس بجھاتے ہیں سبھی
شرم تو اپنے گنہگاروں کی رکھ لیتا ہے

ایضاً

عظمت شاہ کو دم بھر میں مٹا دیتا ہے
ہو گدا کوئی تو سلطان بنا دیتا ہے
کوئی منکر ہوا۔ گر تیرا تو اسکو فوراً
اپنی قدرت کا تماشا تو دکھا دیتا ہے

ایضاً

راہ جو ٹھیک تھی وہ مجکو بتائی کس نے
کی زمانے میں مری راہ نمائی کس نے
تو نہ تھا گر مرے کاموں کا بنانے والا
میری بگڑی ہوئی تقدیر بنائی کس نے

ایضاً

نفس نے مجھ کو کیا میرے ہے مولا مجبور
اسکی طینت نے مجھے ہائے بنایا مقہور
ہاں مگر شانِ رحیمی سے تری ہے امید
کہ گنہگار کو تو چاہے تو کر دے مغفور

ایضاً

بطن ماہی سے تھا یونس کو نکالا کس نے
گھر میں فرعون کے موسیٰ کو تھا پالا کس نے
جاؤں قربان تری شان کے مولا ہر دم
جسم ایوبؑ سے تھا درد کو ٹالا کس نے

ایضاً

تب کے رنج و غم دہر الٰہی میں سہوں
اب میں کبتک یونہی حیران و پریشان رہوں
سُن لے مولا تو ہی معصوم کہانی میری
تو نہ گر بات سُنے میری تو میں کس سے کہوں

ایضاً

بیٹھے بیٹھے جو یہ اعمال ہیں لکھتے میرے
دوش پر کیوں یہ بٹھائے ہیں فرشتے میرے

میرے مولا تجھے منظور ہے پردہ پوشی | کام پھر آئیں گے کس کے یہ نوشتے میرے

ایضاً

فیض بندوں پہ ترا صبح و مسا ہوتا ہے | وہم بھی جسکا نہیں وہ بھی عطا ہوتا ہے
شکر کس کس کا کریں صد بھی ہو آخر کوئی | ہر گھڑی تیرا اک احسان نیا ہوتا ہے

ایضاً

آج بھی تو جسے چاہے اُسے موسیٰ کر دے | دیدۂ کور پہ ہو رحم تو بینا کر دے
سیکڑوں موسیٰ سُنیں طور ہوں لاکھوں موجود | تو جو دُنیا میں کبھی عزم تجلی کر دے

مجاز

اتنا اغماز نہ کر ہم کو تو اتنا نہ ستا | وصل کا کرلے تو اقرار نہ ہو یار خفا
حسن کی رہتی ہے دُنیا میں بہت تھوڑی بہار | اے دُعا دل کی اسے جتنا بھی ممکن ہو لٹا

ایضاً

سچ تو ہے غیر سے الفت نہیں ہرگز کرتا | کچھ بھی ہو مان لے اتنا مرا ظالم کہنا
حسن زوروں پہ ہوا وقت ہے نازک بیحد | مفت بدنام نہ ہو اپنی تو عزت کو بچا

ایضاً

رات آنکھوں میں کٹی ساری تھی تارے گن کر | نکلے سب سامنے اور سامنے ڈوبے اختر
جسکی خاطر ہوئی تکلیف ہیں ساری رات | وہ وفا یاختہ آیا تو مگر وقتِ سحر

ایضاً

کس طرح راز محبت کے جتائیں تم کو | دل پہ جو گذرے ہے کس طرح بتائیں تم کو
نہیں آتا ہمیں زنہار محبت کا یقیں | اپنا دل چیر کے کیا آج دکھائیں تم کو

ایضاً

ظلم کا کس نے سبق ایسا پڑھایا تم کو | دل کی بربادی کا سامان ستایا تم کو
کہیں ملجائے تو ہم پاؤں ہی پوجیں اُنکے | ناز و انداز و ستم جسنے سکھایا تم کو

ایضاً

مانتا ہوں کہ تری یار ہے صورت اچھی | کیا کروں پر کہ نہیں ہے تری عادت اچھی

قدر کیا اُس کی جو باہر سے ہو پاکیزہ ثمر | ہے حسیں وہ ہی عطا ہو جسے سیرت اچھی

ایضاً

غیر کے نامہ کا فوراً ہی دیا تم نے جواب | ظلم کیوں مجھ پہ کیا تو نے مگر مست شباب
خط مرا کر دیا واپس فقط اتنا کہہ کر | تیری تقدیر بری اور خطِ تقدیر خراب

ایضاً

یہ بتا دے تو ذرا آج مجھے مست شباب | روز کا مجھ پہ روا رکھا ہے کیوں تو نے عذاب
کیا خدا کا بھی نہیں خوف و خطر دلمیں ترے | ایکدن دینا پڑیگا تجھے محشر میں جواب

ایضاً

جان دینے کو ہے تیار تمہارا بسمل | مرنا ہوتا نہیں اس کیلئے کچھ بھی مشکل
قتل سے پہلے مگر فرض ہے تیرا اتنا | خواہش دل بھی ذرا پوچھ لے اس سے قاتل

ایضاً

روز کے روز مجھے آ کے تو ظالم نہ ستا | کیوں لیا تو نے مرا ایسا ہے ہر دم پیچھا
کبھی گھر غیر کے جا کر بھی ذرا پوچھ مزاج | میرے ہی گھر کا طواف اے شبِ فرقت یہ کیا

ایضاً

روز ہوتا ہے صبا تیرا اِدھر کو پھیرا | اُن کے کوچے کی ذرا کوئی خبر تو لانا
کیا وجہ ایسی ہوئی کیا کہیں ناراض ہوئے | ایک مدت سے نہیں کیوں مجھے بھیجا نامہ

ایضاً

ہوتا معلوم ہمیں عشق جو انجام ترا | لیتے ہرگز نہ کبھی بھول کے ہم نام ترا
یونہی بیکار گئی زندگی اُس کی یعنی | کام آیا نہ جہاں میں کہیں ناکام ترا

ایضاً

ایسے معشوق سے کرنی ہے محبت بیکار | جو سمجھتا ہو کہ عاشق سے ہے ملنا دشوار
ہے وہ معشوق جو بے باک بھی آزاد بھی ہو | نہ نگہباں کا خطر اور نہ خوفِ اغیار

ایضاً

باتیں کرتا ہے کرے جیسے ستمگر کوئی | ایسا دل سخت ہے جیسے کہ ہو پتھر کوئی
تجھ سے اُمید کسی کو نہیں دلجوئی کی | کس طرح اپنا بنائے تجھے دلبر کوئی

اس طرح بگڑے ہو جسطرح کہ بگڑے مقسوم
رائگاں عشق گیا۔ اور گئی محنت برباد
غیر سے عشق ہوا۔ قدر محبت معلوم
تم نے عاشق کو کیا اپنے نہایت مغموم

ایضاً

اس سے پہلے کہ مجھے آپ کوئی دیں تعذیر
عذرِ تقصیر کا مجھ کو بھی تو موقع ملجائے
دیکھ تو لیجئے ہے بھی کہ نہیں کچھ تقصیر
گو اثر کرتی نہیں آپ پہ میری تقریر

ایضاً

ان نبوں کی ہے بہت ہمنے عدالت دیکھی
غیر سے خوش یہ رہیں غیر کے بخشیں یہ قصور
دیکھا انصاف بھی اور شانِ مروت دیکھی
اپنے جو خاص ہیں اُن پر نہ عنایت دیکھی

ایضاً

تجھ پہ عاشق جو ہوئے دہر میں ناکام رہے
نہ تو راحت ہی ملی ان کو نہ عزت ہی ملی
اور دنیا میں نہ ہرگز وہ خوش انجام رہے
وہ کبھی خوش نہ رہے مفت میں بدنام رہے

علم

علم ہوتا نہ اگر کوئی نہ ہوتا دانا
علم ہوتا نہ اگر جہل نہ ہوتا معدوم
ورنہ حیوان بھی کھا لیتے ہیں یوں تو کھانا
علم ہی سے تو خدا کو بھی یہاں پہچانا

ایضاً

چاہتا ہے جو کوئی اُس کی ہو ہر جا تعظیم
تو بغیر اس کے کبھی کام نہیں چل سکتا
اور ہستی کو کرے اُس کی زمانہ تسلیم
چاہیئے پہلے کہ حاصل کرے انسان تعلیم

ایضاً

علم دُنیا میں اگر ہو نہ بشر کو حاصل
ہوش ہونے پہ بھی بیہوش اسے کہتے ہیں
اور دنیا میں رہے کوئی جو بن کر جاہل
یعنی ہستی سے بھی رہتا ہے وہ اپنی غافل

ایضاً

جو کہ دُنیا میں نہیں چاہتا اپنی تذلیل
یاد رکھے وہ اسے خوب یہ ہے گر اُس کا
اپنی اُمیدوں کی منظور ہے جو کو تکمیل
عزم و کوشش سے کرے علم کی پوری تحصیل

ایضاً

کر نہیں سکتا بشر کوئی سیاست بے علم
کون کر سکتا ہے دُنیا میں حکومت بے علم

علم وہ شے ہے کہ جو کام ہے دیتا ہر دم | پیدا ہوتی نہیں ہرگز بھی لیاقت بے علم

ایضاً

حق و ناحق کی بھی ہرگز اسے پہچان نہیں | علم جس کو نہیں اُس کی تو کوئی شان نہیں
اسکو حیوان کہیں ٹو ہے مناسب قرباں | ہو جو بے علم حقیقت میں وہ انسان نہیں

ایضاً

کوئی بھی کرتا نہیں اس کی جہاں میں تعظیم | اس کی ہستی کو نہیں کوئی بھی کرتا تسلیم
جو ہے جاہل وہ ہے خلعت بھی پہنکر عریاں | ہے شریفوں کے لئے معنوی زیور تعلیم

ایضاً

مال و زر پاس نہیں رہتا زمانے میں کبھی | ٹوٹا پڑ جاتا ہے شاہوں کے خزانے میں کبھی
علم سے کونسی دُنیا میں ہے دولت بڑھکر | کہ یہ آتا ہی نہیں مٹنے مٹانے میں کبھی

ایضاً

پیچھے پھرتی ہے سدا اُنکے جہانمیں دولت | ساتھ رہتی ہے سدا انکے جہانمیں عزت
جنکے سینہ ہیں بھرے علم و عمل کی ضو سے | انکو تکلیف کبھی دیتی نہیں ہے عسرت

ادب

فرض ماں باپ کا یہ بھی ہے کریں جتنا پیار | اتنے ہی بچوں کے سُتھرے رکھیں اطوار و شعار
اپنی اولاد کو دیں پہلے ادب کی تعلیم | تاکہ وہ بے ادبی کا نہ ہوں دُنیا میں شکار

ایضاً

چھوٹے کرتے ہیں بزرگونکا اگر اپنے ادب | اُن کو ملتا ہے زمانے میں سدا عیش و طرب
اُن کے چھوٹے بھی یونہی کرتے ہیں اُنکی تعظیم | اُن کا جاتا نہیں دُنیا سے کبھی حسب و نسب

ایضاً

چاہتا ہے جو کوئی سمجھیں اُسے سب مخدوم | چاہتا کرنا دلوں کو ہے جو کوئی محکوم
چاہئے اس کو کرے سب کا ادب اور لحاظ | دونوں باتیں ہیں یہ اسکے لئے لازم و ملزوم

ایضاً

وہی عاقل ہے ندے ہاتھ سے اپنے مقصود | کام ایسا کرے خوش جس سے ہوں ساجد مسجود
ہے ابھی سامنے انسان کے شیطاں کی مثال | ایک لمحہ میں ہوا جو کہ لعین و مردود

سارے کاموں سے کرے پہلے ادب کی تحصیل
اس کی دُنیا میں ضروری ہے نہایت تکمیل

بے ادب دیکھینگے جب تجکو تو سب کہدیں گے
حکم کی تو نے نہ کی کچھ بھی خدا کی تعمیل

ایضاً

بے ادب کی نہیں تقریر بھی اچھی ہُوتی
بے ادب کی نہیں تحریر بھی اچھی ہُوتی

باادب رہتا ہے دنیا میں ہمیشہ خوش وقت
بے ادب کی نہیں تقدیر بھی اچھی ہوتی

ایضاً

کونسی شے ہے جو خادم کو بنادے مخدوم
کونسی شے ہے جو کرتی ہے دلوں کو محکوم

مجھسے گر پوچھتے ہو صاف تو کہتا ہوں ادب
چھوڑ دیتا ہے اسے دیکھ کے ظالم مظلوم

سخاوت

کونسی شے ہے سوا ہوتی ہے جس سے توقیر
کونسی شے ہے بنا دیتی ہے بگڑی تقدیر

مجھسے پوچھو تو کہوں گا کہ سخاوت ہے وہ
کہ سخاوت سے ہوا کرتا ہے خوش ربِّ قدیر

ایضاً

بیج راحت کے لئے اپنے یہاں بُوتا ہے
مستحق بخشش غفار کا وہ ہوتا ہے

جو سخی ہوتا ہے کرتا ہے سخاوت ہر دم
اپنے عصیاں کے وہ دفتر کو یہیں دھوتا ہے

ایضاً

کوئی تکلیف جہاں میں نہیں آتی اُس کو
کوئی آفت نہیں ہرگز بھی ڈراتی اس کو

جو سخی ہوتا ہے شیوہ ہے سخاوت اُس کا
تنگدستی نہیں زنہار ستاتی اُس کو

ایضاً

تنگدستی کفِ افسوس سدا ملتی ہے
بخل والوں کی کہیں دال نہیں گلتی ہے

جو سخی ہوتا ہے رہتا ہے جہاں میں خرّم
آئی آفت بھی سخاوت سے سدا ٹلتی ہے

ایضاً

مال و زر سے نہیں دنیا میں کوئی ہوتا امیر
پاس دولت بھی جو اپنے کوئی رکھتا ہو کثیر

دل سخی جس کا ہے ہوتا ہے امیر ابنِ امیر
اس کی ہوتی ہے امیروں سے بھی بڑھکر توقیر

ایضاً

فیض ہوتا نہیں جس سے ہو وہ دولت بیکار
کام آئے نہ اگر تو ہے لیاقت بیکار
دیس کو نفع نہ ہو ایسی سیاحت بے سود
امن سوزی جو کرے ایسی سیاست بیکار

ایضاً

صاحبِ جود و سخا اسکو سمجھتے ہیں ذلیل
جسکو دولت دے خدا۔ اور وہ بنجائے بخیل
کوئی دُنیا میں جب اُس سے نہیں راضی ہوتا
کیوں نہ پھر اس سے ہو ناراض خداوندِ جلیل

ایضاً

برف کی طرح سدا۔ ان کو ہے گلتے دیکھا
ہاتھ رہ رہ کے انھیں ہم نے ہی ملتے دیکھا
شاد دیکھا نہ زمانے میں بخیلوں کو کبھی
اپنی ہی آگ میں ہر دم اُنھیں جلتے دیکھا

تہذیب

جو کہ تہذیب کو دُنیا میں بناتے ہیں شعار
وہ ندامت کا نہیں دیکھتے منہ پھر زنہار
جس جگہ جاؤ وہاں بیٹھو مہذب بن کر
ہر بشر کرنیکو عزت ہو تمہاری تیار

ایضاً

کونسی شے ہے جو نظروں سے گرا دیتی ہے
کونسی شے ہے جو مقبول بنا دیتی ہے
پوچھتا کوئی نہیں اُسکو جو ہو بد تہذیب
اور تہذیب سر آنکھوں پہ بٹھا دیتی ہے

حسد و رشک

ہم نے اُن کو ہے بہت غور سے دیکھا بھالا
بعدہٗ اُس کا نتیجہ یہ ہوا ہے پیدا
رشک والا نہیں کرتا ہے بُرائی ہرگز
اور حاسد نہیں ہوتا ہے جہاں میں اچھا

ایضاً

حملہ کرتا ہے زمانے میں کوئی تم پہ اگر
لڑنے کو رہتا ہے تم سے جو کوئی سینہ سپر
اتنا کافی ہے کہ رد حملہ کو کر دو اس کے
یہ مناسب نہیں سبقت کر دو تم بھی بڑھکر

ایضاً

خط جو لکھو تو کچھ ایسا کرو اُس میں تحریر
جس جگہ جاؤ کرو ایسی وہاں پر تقریر
کوئی انگلی نہ اٹھائے نہ کوئی رنج کرے
جسکو پڑھ سُنکے کریں غیر تمہاری توقیر

پوچھتا کوئی نہیں ذات ہے تیری کیسی
پوچھتے سب ہیں کہ اعمال ترے کیسے ہیں

یا بزرگوں نے ترے کی تھی بھلائی کوئی
تو ہے اچھا تو ہے اسلاف کی شہرت اچھی

ایضاً

بدسرشتوں کی نہیں ہوتی ہے عادت اچھی
اُنکے ملنے سے بگڑ جاتی ہے اچھی عادت

انکی الفت نہیں اچھی نہ محبت اچھی
ان سے ملنا ہے بُرا۔ اُنسے ہے نفرت اچھی

مذمّت جاہل

بیٹھو اُن لوگوں میں جنکی کہ ہو صحبت اچھی
خاک بھی ہونگے تو کر دیں گے وہ تجھ کو اکسیر

جن کی عادت ہو بھلی اور لیاقت اچھی
ز نگ کو رنگ بنا دیتی ہے خصلت اچھی

ایضاً

اسکی الفت سے اٹھاؤ گے سدا تم ذلّت
دوستی اچھی نہیں ہوتی ہے جاہل کی کبھی

اس سے بہتر ہے کہ دشمنی ہو تم سے نفرت
اس کی بندر کی طرح ہوتی ہے گویا طینت

ایضاً

علم والوں سے زمانے میں سدا ملتے رہو
دوستی کا نہیں ہوتا ہے بھروسہ اُس کی

ہو سکے تم سے تو تم اُس کا تتبع بھی کرو
بات اس سے نہ کرو تم جسے جاہل سمجھو

مذمّت شراب

بھول کر تم کبھی لینا نہ کہیں نام شراب
مال و زر۔ لٹتا ہے اور اس کے علاوہ کمبخت

پھونک ڈالے گی وگرنہ یہ تمہیں خانہ خراب
رفتہ رفتہ یہ جلا دیتی ہے دل مثلِ کباب

حقوق العباد

میں نہیں کرنے کا ہرگز بھی تمہاری تعریف
ہو سکے گر۔ تو کرو غیر کی تکلیف کو دُور

تم نہ صبتک کرو یہ پیدا صفت یہ توصیف
فرضِ انسانی ہے اوروں کی مٹانا تکلیف

متفرق

عجب بہار نمایش کی اب کے سال آئی
کہ اس کے دید کا ہر شخص ہے تمنائی

مشاعرہ بھی بڑی دھوم سے ہوا قرباںؔ | سخنوروں کو ملی داد نکتہ پیرائی

ایضاً

ایسا تھا فیضِ عام جناب غریبؒ کا | ہر لب پہ تھا کلام جناب غریبؒ کا
باقی اگر ہے ایک بھی میکش جہان میں | مٹنے نہ دے گا نام جناب غریبؒ کا

ایضاً

تشنہ ہوں میں کسی کے نہ مینا نہ جام کا | حاصل ہے مجھ کو لطف سرور دوام کا
ساقی تھا گو غریب پہ خست نہ اس میں تھی | میکش ہوں میں جناب امیر اسکلام کا

سہرے

خوب دولھا کے بندھا چاند سے سر پر سہرا | کیوں چمک کر نہ بنے ماہِ منور سہرا
کسلئے اس کی چمک باعث تسکین نہ ہو | بھیجا رضواں نے ہے خود تیرا بنا کر سہرا
تیرے مشتاق ہیں ہم نیچی نگاہوں والے | چہرہ ہم کو بھی دکھا اپنا اٹھا کر سہرا
جلد بیٹا ہو تیرے اسلئے مالن تیری | طشتِ امید میں لائی ہے سجا کر سہرا
تو پھلا پھولا رہے باغ جہاں میں ہر دم | دی دعا سب نے ترے دیکھ کے سر پر سہرا
تیرا اوج ترا چمکے زمانے میں مدام | عیش و عشرت کا بنے یہ ترے اختر سہرا
نظرِ بد سے بچے تو یہ ہے اس کا مطلب | رکھتا چہرے کو ہے جو تیرے چھپا کر سہرا
نخلِ امید رہے تیرا جہاں میں شاداب | اوج و اقبال کا ہر دم رہے سر پر سہرا
خاص رکھتی ہے تری ذات سے الفت مالن | اسنے گوندھا نہ کبھی اس سے تھا بڑھ کر سہرا
کہیں ہو جائے نہ بھولے سے کوئی گستاخی | کانپتا ہے ترے رخسار پہ تھر تھر سہرا
صدق و اخلاص کا اور ساتھ میں امیدوں کا | باندھ کے آیا ہے سر پر ترا شوہر سہرا
بدھی امید کی اور کنگنا خوشی کا ہے بنا | کامرانی کا بندھا ہے ترے سر پر سہرا
تیرے آئے نہ پسینہ کہیں رخساروں پر | تجھ کو دیتا ہے ہوا خود تیرا ہلکر سہرا
نیچی نظریں کئے محفل میں ہے بیٹھا نوشاہ | کیا دکھاتا ہے یہ پیارا ہمیں منظر سہرا

ذوقؔ و غالبؔ کی طرح تو نے پروئے مضموں
داد قرباںؔ ہے دیتا تجھے مل کر سہرا

رہیں عیش و مسرت سے مرے دولھا دلہن دونو
رہیں آپس میں الفت سے مرے دولھا دلہن دونو

بنا کے مشتری زہرہ یہاں سہرا یکو لائی ہیں
بہت اخلاص و الفت سے مرے دولھا دلہن دونو

شرافت اسکو کہتے ہیں بزرگو نسے سمجھتے ہیں
جھکے بیٹھے ہیں غیرت سے مرے دولھا دلہن دونو

بسانِ مہر اور خورشید۔ چرخِ عیش و عشرت پر
نظر آتے ہیں صورت سے مرے دولھا دلہن دونو

نگاہِ بد سے یہ محفوظ ہوں یارب زمانہ میں
رہیں دنیا میں راحت سے مرے دولھا دلہن دونو

ادب ملحوظ ہے ان کو حیا ملحوظ ہے ان کو
مزین ہیں لیاقت سے مرے دولھا دلہن دونو

کوئی خورشید کا قربان کوئی ہے چاند کا ٹکڑا
ملے کیسے ہیں قدرت سے مرے دولھا دلہن دونو

مرے دولھا ترے رخ پر ترا سہرا مبارک ہو
ترے ہاتھو میں بدھی اور یہ کنگنا مبارک ہو

خوشی سی باغِ عالم میں دلہن دولھا پھلے پھولیں
کہیں جلدی سے پھر آکر تمہیں بیٹا مبارک ہو

بہت مدت سے حسرت دیکھنے کی دلمیں رکھتے تھے
عزیزوں کو ترے یہ آج کا جلسہ مبارک ہو

نئی تیری امنگیں ہیں نئی دلہن بھی ہے تیری
تجھے سہرے کی دلہن اے مرے دولھا مبارک ہو

رہو اخلاص سے پیہم بڑھے الفت سدا ہر دم
تمہیں یہ ابتدائے عیش دنیا کا مبارک ہو

دلہن دولھا رہیں یہ تا ابد آباد۔ دنیا میں
اسے دلہن مبارک ہو اسے دولھا مبارک ہو

جہاں کی یہ خزاں ہرگز نہ دیکھی باغ میں اپنے
ترا قربان لکھنا انکو یہ سہرا مبارک ہو

ذرا سہرا۔ اٹھا تیرے سہرے کی خیر
ذرا چہرہ دکھا۔ ترے سہرے کی خیر

چنے پہلے تو گل۔ بھرے گشتی میں پھر
ہوئے نغمہ سرا۔ ترے سہرے کی خیر

ترے رخ پر سجا میرے دولھا بہت
لگا سب کو بھلا۔ ترے سہرے کی خیر

ترے سہرے کو دیکھ ترے کنگنے کو دیکھ
یہ کی سب نے دعا۔ ترے سہرے کی خیر

تری شادی ہوئی خوشی سب کو ہوئی
ہوا فضلِ خدا۔ ترے سہرے کی خیر

پیارے دولھا کی خیر پیاری دلہن کی خیر
کہے قربان ترا۔ ترے سہرے کی خیر

پیارا کیسا ترا مالن نے بنایا سہرا
چنکے گل ہائے سبک لائی ہے ہلکا سہرا

بد نظر سے تو بچے اس کو ہے منظور یہی
اس لئے چہرے کو تیرے ہے چھپاتا سہرا

ایک تو حسن خداداد ہے تیرا نوشاہ | اس پہ کرتا ہے دوبالا ترا کنگنا سہرا
دیکھنے والے یہ کہتے ہیں بہت دیکھے ہیں | ہم نے دُنیا میں نہیں دیکھا ہے ایسا سہرا
پیار آئے نہ ہمیں دیکھ کے سہرا کیوں کر | کہ دل آرا ہے بہت اور ہے پیارا سہرا
ہے دعا اسکے کھلیں پھول ہزاروں دم دم | دوستوں کی ترے دولھا ہے تمنا سہرا
ہو مبارک تجھے دولھا یہ مبارک ساعت | پیاری دلہن ہے تری اور ہے پیارا سہرا

کیوں نہ قربان بھلا چوم لوں میں ہاتھ اُسکے
جبکہ مالن نے محبت سے ہے گوندھا سہرا

رخصتی

بٹھا کے ڈولے میں مجھکو آبا۔ روانہ کردو روانہ کردو
سجا کے ڈولہ پہنا کے گہنا۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
مجھے کھلایا مجھے پلایا۔ مجھے ہے پالا اگرچہ تم نے
اُٹھا یہاں سے اب آب و دانہ۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
مجھے تم آبا پیار کرلو۔ لگا لو چھاتی سے مجھ کو آماں
دکھا دو مجھکو کہاں ہے بھیا۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
کبھی نہ میں نے تمہیں ستایا۔ ہمیشہ تابع رہی تمہاری
ہمیشہ مانا تمہارا کہنا۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
مجھے ہی جب تم نے دیدیا ہے تو اس سے بڑھکر نہیں ہے کچھ بھی
دیا جو تم کو تھا اور دینا۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
بنا کے دی ہے جو مجھکو باندی رہونگی باندی ہی اُن کی بنکر
تمہارا رکھوں گی بول اونچا۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
تمہاری بھیجی ہوں میں تو جاتی۔ کوئی جو بھیجے تو پھر میں آؤں
پرائے بس میں ہے آنا جانا۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
تمہاری گودوں میں تھی میں سوتی۔ مناتے تم تھے جو میں تھی روتی
یہاں سے ہوتی ہوں اب روانا۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو

نئے گھرانے میں اب ہوں جاتی جہاں کی دُنیا نہیں ہے دیکھی
نئی ہیں باتیں نیا زمانہ ۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
رکھے ہیں طاقوں میں سب کھلونے دئے تھے تم نے جو مجھ کو لاکر
نہیں ہے ان کا وہاں ٹھکانا ۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
مجھے جو اماں نے ہے سکھایا ۔ مجھے جو آپا نے ہے بتایا
کروں گی ساس اور خسر کا کہنا ۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
کروں گی شوہر کی میں غلامی رہونگی عزت کی اُس کی حامی
لگاؤں گی وضع میں نہ بٹا ۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
مری ہے عزت اسی میں آپا ۔ بٹھا کے ہاتھوں سے اپنے خود تم
ہنسی خوشی سے یہ میرا ڈولا ۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
دُعا یہ اماں ضرور دینا رہوں خوشی سے وہاں بھی جاکر
نہیں ہے دیکھا نیا ٹھکانا ۔ روانہ کردو۔ روانہ کردو
جسے بھی دیکھو وہی ہے نالاں بپا ہے گھر بھر میں شور قربان
ہے بام و در کا یہ ایک نغمہ روانہ کردو روانہ کردو

الوداع رمضان المبارک

الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع | الوداع اے شہرِ یزداں الوداع
الوداع اے شانِ قرآں الوداع | الوداع اے فترِ ایماں الوداع
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع

چشمِ گریاں چھوڑ کر جاتے ہو تم | سینہ بریاں چھوڑ کر جاتے ہو تم
نعمتیں ساری لئے جاتے ہو تم | ہو کے رخصت ہم سے کیا جاتے ہو تم
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع

کس ادا و آن سے آتے تھے تم | ساتھ لاکھوں رحمتیں لاتے تھے تم
محو کرنے کلفتیں آتے تھے تم | اور نوید عید بھی لاتے تھے تم
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع

ہم گنہگاروں کا دل ہے یوں فگار | یہ کہاں پھر رحمت پروردگار
پھر خوشی سے لائے تم کو کردگار | پھر وہی خوشیاں منائیں روزہ دار
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع

اے شہِ جود و سخا۔ نیکو شیم | اے مرے ابرِ عطا عالی ہمم
عرض قرباں ہے بہ آہِ چشمِ نم | مجھ سے عاصی پر بھی پھر کیجے کرم
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع

دے کے جاتے ہو جو تم فرقت کے داغ | ان سے سینہ ہو گیا میرا اُجاغ
اب تپِ غم سے ہو گا انفراغ | باغِ ہستی بن گیا گویا اراغ
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع

ان کی آمرزش ہو اے ماہِ صیام | قایم و صایم رہے ہوں جو مدام
جو کہ کرتے تھے عبادت صبح و شام | اُن پہ بھی رحمت ہو حق کی بالدوام
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع

دَرد سے اٹھتا نہیں میرا قلم | رو سیاہی سے ہے وہ رنج و الم
کرتا ہے قربان رُو رُو کر رقم | آپ کے جانے کا سب کو ہے الم
الوداع اے ماہِ رمضاں الوداع

ہولی

رُت بدلتے ہی بڑی دھوم سے آئی ہولی | رنگ بن بنکے پھر آفاق پہ چھائی ہولی
اب نہ سردی ہے نہ وہ کاوشِ فصلِ سرما | تو عجب ایک فضا ساتھ میں لائی ہولی
دیکھئے جس کو طرب ناک نظر آتا ہے | یہ تجلی، یہ تری رُوح کشائی ہولی
نوجوانوں کی گلستاں میں جو آئی ٹولی | کثرتِ کیف سے پھولی نہ سمائی ہولی
آج ہے زندگی نو سے ہر اک محفل گرم | تو نے کیسی یہ نئی آگ لگائی ہولی
ساری دُنیا نظر آتی ہے خوشی سے بدمست | بانسری خوب محبت کی بجائی ہولی

رنگ اُڑاتے ہی رہے اُنسے گلے مل مل کر
ہم نے قربان بصد شوق منائی ہولی

منقبت جناب علیؑ کرم اللہ وجہہ

علیؑ کی دل سے تو کر محبت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
ہو تجھ پہ فوراً خدا کی رحمت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علی علی کہہ
ہے ذکر سب سے یہ سن لے افضل یہی ہے پڑی یہی ہے زینہ
تو لینی چاہے اگر ولایت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
خدا ہو راضی۔ نبی ہو راضی۔ یہ نام ان کو ہے ایسا پیارا
ملیگی فوراً ہی تجھ کو جنت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
علی سے تیرا ملیگا مطلب۔ علی ہے اوّل۔ علی ہے آخر
بنائے شیوہ تو ان کی مدحت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
علیؑ خلیفہ علیؑ وصی ہے۔ علیؑ ولی ہے نہیں ہے کچھ شک
علی نبی کا ہے فخر امت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
کسی کو درجہ نہیں ملا یہ۔ کسی کا رتبہ نہیں ہوا یہ
نبی نے خود دی اُسے ولایت۔ علی علی کہہ علی علی کہہ
خلیفہ برحق۔ خلیفہ صادق۔ خدا بھی راضی۔ نبی بھی راضی
نبی نے اسکو ہے دی خلافت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
یہ نام ایسا ہے کر دے روشن۔ مٹا دے دل کی یہ سب کدورت
جو چاہے ہو دور تیری کلفت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
بھٹکتا پھر تو نہ ہر جگہ پر۔ یہ صاف رستہ ترے لئے ہے
تجھے سکھا دیں گے درس وحدت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
جو چاہے بجھ پر ہو راز افشا۔ جو چاہے باتیں کھلیں خدا کی
اسی میں مضمر ہے بس حقیقت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
نہیں ہے کہنا غلط ہمارا۔ ذرا تو دیکھ آزما کے اس کو
زباں کو آتی ہے کیسی لذت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
کھلیں گے اسرار علم و عرفاں۔ تمام کلفت مٹے گی دل کی

ہے سب سے بڑھکر یہ اک ریاضت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
زباں کا تیری ہو ورد اگر یہ۔ اگر یہی ہو ترا وظیفہ
تو تیرے دل کو ملیگی راحت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ
اسی سے جائیگا درد قربان علی کا کرلے تو بس وظیفہ
اسی سے تجکو ملے گی صحت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ

سلام

سلامی کربلا میں کس قدر ظلم و ستم ٹوٹا
کہ قلب فاطمہ پر شام والوں کا علم ٹوٹا
گلا شبیر کا کاٹا۔ نہ رُوکا دستِ قاتل کو
نہ کیوں دستہ ترا اے شمر کی تیغ دو دم ٹوٹا
حسین ابن علی کے سامنے مارے گئے اصغر
غضب ٹوٹا ستم ٹوٹا کہ ایسا ولولۂ غم ٹوٹا
جُدا۔ اُف کوفیوں نے کردیا شبیر کے سر کو
بیاضِ احمدِ مرسل کے لکھنے کا قلم ٹوٹا
شہادت جبکہ پائی تھی نواسہ نے محمد کے
ترا دُنیا نہ کیوں اس ظلم سے فوراً ہی دم ٹوٹا
تباشمر لعین شاہِ عرب کے قتل کرنے کو
بڑھایا جب قدم تو نے نہ کیوں تیرا قدم ٹوٹا
ہوئے عباس بے بازو گئے جب لینے کو پانی
تری امت کے ہاتھوں یا نبی تیرا علم ٹوٹا
جا بازار میں سکہ۔ محبت کا شہادت سے
کھرا وہ بھی رہا جو آلِ احمد کا دم ٹوٹا
ہنوز ناشامیوں نازاں ملینگے ظلم کے بدلے
تمہارے ہاتھ سے اسلام کا کیسا بھرم ٹوٹا
نہ اکبر ہے نہ اصغر ہے نہ ہے عباس سا بھائی
غضب ہے سامنے شبیر کے سب کا ہی دم ٹوٹا
حسن نے جان دیدی اک پیالہ زہر کا پی کر
یہ اس مظلوم کے دلپر فلک کیسا ستم ٹوٹا
گلے کٹتے تھے سب کے کربلا میں پھر بھی بڑھتے تھے
نہ جانے والوں کا یہ سلسلہ سوئے عدم ٹوٹا
تری اُمت نے دنیا کی طمع میں قتل کر ڈالا
ترے بعد اے نبی اولاد پر کیسا ستم ٹوٹا

چلا جائیگا جنت میں تو اے قربان بے کھٹکے
محبت میں جو اہلبیت کی تیرا بھی دم ٹوٹا

مدح حضرت غوث پاک

بہ بین حال پریشانی محی الدین جیلانی
کہ ہستم غرقِ حیرانی محی الدین جیلانی

تو ئی سرخیلِ سلطانی محی الدین جیلانی — تو ئی فخرِ سلیمانی محی الدین جیلانی
فروغِ ملتِ احمدؐ چراغِ راہِ نیک و بد — مطیعِ حکمِ ربانی محی الدین جیلانی
کفیلِ امتِ احمدؐ۔ وکیلِ روزِ جد و کد — تو حامیٔ مسلمانی محی الدین جیلانی
چگویم دردِ پنہانی۔ بیا تش ہست نادانی — تو حالم خوب میدانی محی الدین جیلانی
صدف سان تشنہ لب ہستم چکاں قطراتِ رحمت را — کہ ابرِ اشک منیانی محی الدین جیلانی
بیا ردخوابِ ماسرور۔ رہا کن از غموم و شر — عیاں کن روئے نورانی محی الدین جیلانی
غلامت عاشقِ احمدؐ۔ بخواہد روضہ را بیند — بکن امدادِ پنہانی محی الدین جیلانی
منم بیچارہ و مضطر۔ بشو آلایشِ جرمم — تو بحرِ عفو رحمانی محی الدین جیلانی
مسیحِ دردِ عصیانی۔ مریضم زخمِ پنہانی — مریضاں راتو درمانی۔ محی الدین جیلانی

نہ راغب سوئے غلمانم نہ محوِ حسنِ حورانم
منم قربانِ جیلانی محی الدین جیلانی

مدحتِ حضرتِ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

مجھ پر بھی کچھ دیا ہو۔ بندہ نواز خواجہ — تم فخرِ اولیا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
دستِ کرم تمہارا بھرتا ہے سب کے دامن — مجھ کو بھی کچھ عطا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
اس سے رسول ناخوش اس سے خدا ہو ناخوش — جس سے کہ تم خفا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
دم میں ہو پار بیڑا میرے غم و الم کا — تیری اگر رضا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
جتنے یہاں ولی ہیں تابع ہیں سب تمہارے — تم سب کے پیشوا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
تجھسے کہے جو کوئی حق سے اُسے دلادے — جس کا جو مدعا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
ظلمت کو بھی مٹایا اسلام بھی بڑھایا — بازوئے مصطفےٰ ہو۔ بندہ نواز خواجہ
کردے جو تو شفارش کیسی ہی پھر خطا ہو — راضی مرا خدا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
حق سے ہمیں دلادے کرکے ذرا سفارش — قسمت میں جو لکھا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
تیری دعا سے فوراً پاتا ہے مخلصی وہ — غم میں جو مبتلا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
تم مصدرِ کرم ہو۔ تم مصدرِ سخا ہو — تم منبعِ عطا ہو۔ بندہ نواز خواجہ
حق نے کلید دی ہے ہندوستاں کی تمکو — وہ کیوں نہ جو چاہو۔ بندہ نواز خواجہ

مٹی سے تیرے دَر کی پائے شفا وُہ فوراً
دُکھ میں جو مبتلا ہو۔ بندہ نواز خواجہ

ہو اس کے چارہ گر جو عاجز ہو زندگی سے
بیمار کی دوا ہو۔ بندہ نواز خواجہ

آئے سلام کو وہ ہے التجا یہ اسکی
قربان کو شفا ہو۔ بندہ نواز خواجہ

مدحت حضرت قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلوہ اپنا آج دکھا دو خواجہ قطب الدین ولی
پردہ اپنے رخ سے ہٹا دو خواجہ قطب الدین ولی

دلمیں لیکر اپنے مطلب در پہ تمہارے آ ہی پڑے
حق سے ہمکو آج ملا دو خواجہ قطب الدین ولی

تمکو ساقی حق نے بنایا دیر کا پھر اب کام ہے کیا
جام مئے وحدت کا پلا دو خواجہ قطب الدین ولی

در پہ کھڑی ہیں تیرے سوالی دامن خالی ہاتھ بھی خالی
فیض کو اپنے آج لٹا دو خواجہ قطب الدین ولی

دید و دید و جام وحدت ہاتھ میں لیکر شیشہ و ساغر
مست پلا کر ہم کو بنا دو خواجہ قطب الدین ولی

میری کشتی آکے پھنسی ہے بیچ میں اُف منجدھار کے اب
پار مرے بیڑے کو لگا دو خواجہ قطب الدین ولی

تم تو رستہ جانتے ہو لا کہو نکو تم نے پار کیا
راہ خدا کی ہم کو بتا دو خواجہ قطب الدین ولی

عشق خدا کی عشق نبی کی عشق کی اپنے اے خواجہ
دلمیں ہمارے شمع جلا دو خواجہ قطب الدین ولی

رنج و الم میں آج پھنسا ہوں کب سے غوطے کھاتا ہوں
درد کو دل کے میرے مٹا دو خواجہ قطب الدین ولی

اذن خدا نے تم کو دیا ہے خاص خدا کے بندہ ہو تم
جسکو خدا سے چاہے ملا دو خواجہ قطب الدین ولی

مٹکے پیاسے اپنے بھر لیں لوگ کھڑے ہیں آس لگائے
فیض کا دریا آج بہا دو خواجہ قطب الدین ولی

در پہ تمہارے آکر خواجہ خالی میں کیوں جاؤنگا
جیسا چاہو مجکو بنا دو خواجہ قطب الدین ولی

میرے گنہ کے ساتھ ہیں دفتر
آگ ذرا تم انمیں لگا دو خواجہ قطب الدین ولی

غوث قطب اقطاب کے قبضے میں حق نے ہر بات ہی دی
جیسا چاہو جس کو بنا دو خواجہ قطب الدین ولی

قربان امید میں کچھ دلمیں لیکر دھلی آیا ہے
بہر دعا تم ہاتھ اٹھا دو خواجہ قطب الدین ولی

مدحت حضرت بابا فرید الدین رح

ہوا ہوں جب سے متوالا فرید الدین بابا کا
مجھے کہتے ہیں سب شیدا فرید الدین بابا کا

معاصی جنکے افزوں ہوں نہالیں وہ یہاں آکر
ہے جاری فیض کا دریا فریدالدین بابا کا

فرشتے بھی یہاں آکر درود خاص پڑھتے ہیں
مجھے کہتے ہیں سب شیدا فریدالدین بابا کا

بھرو اے تشنہ کاموں اپنی اپنی تم صراحی کو
کہ موجوں پر ہے اب دریا فریدالدین بابا کا

تمنا ہے یہی دل کی یہی ارمان ہے دل کا
الٰہی دیکھ لیں جلوہ فریدالدین بابا کا

خدا اس کو ملے فوراً بنی اس کو ملے فوراً
بنے کوئی جو متوالا۔ فریدالدین بابا کا

فریب باغ عالم ہو گیا باطل نگاہوں میں
ہوا جب سے مجھے سودا۔ فریدالدین بابا کا

نہ رتبہ کیونکر اعلیٰ ہو۔ نہ درجہ کیونکر افضل ہو
ملا خواجہ سے ہے رشتہ فریدالدین بابا کا

یونہی صابر چلے جائیں نہ ہو دشوار یہ منزل
بتا دو ہم کو بھی رستہ فریدالدین بابا کا

کھلے عرفاں کا در دل پر ضیا آنکھوں میں بھر جائے
جو کوئی دیکھے روضہ فریدالدین بابا کا

نظام الدین دھلی میں تو کلیر میں علی احمد
جدھر دیکھو ادھر جلوہ فریدالدین بابا کا

اگر ہو خاک کی صورت تو وہ اکسیر ہو جائے
اشارہ ہو۔ اگر رونا۔ فریدالدین بابا کا

نہ ہوش آئے ازل تک بھی رہے مست حقیقت وہ
اگر پی لے کوئی پیالہ۔ فریدالدین بابا کا

فرشتے بھی یہ کہتے ہیں بڑا درجہ ملا اُن کو
فلک تک ہے سُنا چرچا۔ فریدالدین بابا کا

شفا قربان کو ہو گی مرض ہو جائیگا رخصت
دُعا کو ہاتھ اگر اُٹھا۔ فریدالدین بابا کا

مدحت حضرت صابر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

رخ سے پردہ اپنے اٹھا دے اے صابر کلیر والے
چہرہ مجھے تو اپنا دکھا دے اے صابر کلیر والے

سرِ خدا۔ اور سرِ نبی سب تجھ پہ عیاں ہیں اے خواجہ
راہ تو حق کی مجکو دکھا دے اے صابر کلیر والے

عیسیٰ کی اور تیری کرامت دونو یکساں دونو برابر
شان ہے ایسی مردہ جلا دے اے صابر کلیر والے

جھولی لیکر سائل آئے بھیک تو در سے اپنے دیدے
فیض تو اپنا آج دکھا دے اے صابر کلیر والے

بیتاب دل اور بے یار ہوں میں مغموم بھی ہوں نچار ہوں میں
دلکو ٹھکانے میرے لگا دے اے صابر کلیر والے

لال علی کا۔ پیارا بنی کا۔ ہم تو ارتبہ جانتے ہیں
رب سے چاہے جسکو ملا دے اے صابر کلیر والے

ڈھونڈ آئی ہیں ہم چار طرف ملتا ہی نہیں اب تیرا نشاں
اپنا پتہ تو ہم کو بتا دے اے صابر کلیر والے

عشق نے تیرے مجکو پھونکا صبح و مسا میں جلتا ہوں
دل کی میرے آگ بجھا دے اے صابر کلیر والے

بچ بہت ہیں صدمے بہت ہیں تیرا فقط اک آسرا ہے
دلکی کلفت میرے مٹا دے اے صابر کلیر والے

آکے پھنسی منجدھار میں کوئی بھی نہیں اسکا ملاح
پار مری کشتی کو لگا دے اے صابر کلیر والے

لوگ ہیں کہتے مجکو وحشی عشق نے تیرے مست کیا
میری بگڑی بات بنا دے اے صابر کلیر والے

جلتا رہونگی چاہ میں تیری جیسے جلے ہی پروانہ
عشق کی دلمیں آگ لگا دے اے صابر کلیر والے

پل میں قلندر پل میں ولی تو ایک نظر میں کرتا ہے
قرباں پر بھی رنگ چڑھا دے اے صابر کلیر والے

مدحت حضرت نظام الدین اولیاؒ

ہوا ہوں جب سے دیوانہ میں محبوب آلہی کا
بنا پھرتا ہوں دیوانہ میں محبوب آلہی کا

عطا کر دے صراحی سے جو اک چلو مئے وحدت
لگا لوں منہ سے پیمانہ میں محبوب آلہی کا

مجھے رضواں نہ جانے دیگا کیوں گلزار جنت میں
چلا ہوں لیکے پروانہ میں محبوب آلہی کا

پلا دے معرفت کے جام مجھ کو یا حقیقت کے
پھروں پھر بنکے مستانہ میں محبوب آلہی کا

پیا سوں اور ندیدوں کی طرح گر جاؤں میں فوراً
کھلا دیکھوں جو میخانہ میں محبوب آلہی کا

مجھے لوٹینگے اہل میکدہ جب عین مستی میں
یہ کہدونگا ہوں دیوانہ میں محبوب آلہی کا

نہ پاؤں فیض میں جبتک نہ جبتک ہو دعا پوری
نہ چھوڑونگا یہ کاشانہ میں محبوب آلہی کا

اٹھے گی لو مری تن سے اٹھونگا میں شہید دیں
جلوں گا ہو کے پروانہ میں محبوب آلہی کا

ہوئیں قرباں روشن مجھپہ سب باتیں حقیقت کی
بنا ہوں جب سے مستانہ میں محبوب آلہی کا

مدح حضرت شاہ بہلول صاحب رحمۃ اللہ علیہ

واجب التعظیم یہ دربار شہ بہلول ہے
واجب التکریم یہ سرکار شہ بہلول ہے

ذرہ ذرہ فیض سے خورشید ہے تابندہ ہے
ہر طرف چھایا ہوا انوار شہ بہلول ہے

فاتحہ خوانی کو آتے ہیں فرشتے اس جگہ
دیکھ لو کیسی بڑی سرکار شہ بہلول ہے

معرفت کے اور حقیقت کے کھلے ہیں گلستاں
واہ کیا پھولا پھلا گلزار شہ بہلول ہے

مل گیا اس کو علی۔ اس کو نبی اس کو خدا
جو جہاں میں واقف اسرار شہ بہلول ہے

اس کا دل روشن کرینگے آکے یہ اکدن ضرور
جو کہ دلسے طالب دیدار شہ بہلول ہے

کوئی مسلم ہو کہ ہندو یا کہ نصرانی کوئی
عام دنیا کے لئے دربار شہ بہلول ہے

حشر کے دن اس کے منہ سے آئیگی خوشبو ضرور
میکدہ میں جو کوئی میخوار شہ بہلول ہے

ہم تو در در کی نہ کھائینگے کبھی بھی ٹھوکریں
ہم کو تو کافی یہی سرکار شہ بہلول ہے

اپنے مرشد اُسکے دینے میں نہیں کرتے دریغ
طالبو ارزاں بہت بازار شہ بہلول ہے

ہم کو اب دوزخ میں گرنے کا نہیں باقی خطر
اب سہارے کیلئے دیوار شہ بہلول ہے

حشر تک آنکھیں رہینگی اُن کی بینا دیکھنا
ہوگیا جن کو کبھی دیدار شہ بہلول ہے

انکو کچھ تکلیف دے سکتے نہیں رنج و الم
جنکو ہمدم الفت سرشار شہ بہلول ہے

اس کو مستی میں بھی آتا ہے خدا ہر دم نظر
پی کے جو الفت کی مے سرشار شہ بہلول ہے

کیوں بھلے اہل محلہ سب نہ سمجھینگے عزیز
زیب سر قربان جب دستار شہ بہلول ہے

متفرقات نظمیں قصائد وغیرہ

شمع

شمع تجھ سے پوچھتا ہوں ایک بات
دیکھ کر حیراں ہوا ہوں جسکو رات

آیا پروانہ تجلی لینے گر
تونے کیوں اُس کو جلایا بیخطر

دل سے تیرے حسن کا دلدادہ تھا
عشق کا دم بھرنے کو آمادہ تھا

لائی تھی الفت کی گرمی تیرے پاس
کھوگئے تھے دیکھ کر ہوش و حواس

شوق تھا بے حد شہادت کا اُسے
پاس الفت چاہیے تھا کچھ تجھے

تجھ کو لازم تھا کہ کرتی احتیاط
کیا تھی تنہی جان کی آخر بساط

تجکو لازم اُس کی تھی دلداریاں
اُس کو تیرے غم نہیں تھی سرشاریاں

جان دے کر وہ تصدق ہوگیا
سایہ میں خاموش تیرے سو گیا

کیا تھا دل میں کچھ خبر اس کی نہیں
حسرتیں بھی ساتھ اُسکے جل گئیں

کیوں خیال اس کا نہ کچھ تو نے کیا
کون صدقے ہو کے تجھ پر مر گیا

جوابِ شمع

سچ ہے وہ عاشق بھی تھا صادق بھی تھا
مجھ پہ صدقے ہو کے جو جل بھن گیا

ہے مرا دل ایک قطرہ عشق کا
دل مرے پہلو میں ہے ٹھنڈا ہوا

وہ جو آیا پاس میرے ایک بار
سامنے اس کے ہوئی میں اشکبار

منہ سے غم میں میرے نکلا تھا دھواں
آنکھ سے بھی تھے مرے آنسو رواں

عشق میں وہ جل کے ٹھنڈا ہو گیا
میں تو اس کے غم میں جلتی ہوں سدا

آیا جب اس کی شہادت کا خیال
ہو گیا مجھ کو بھی سر اپنا وبال

کان میں گل گیر کے میں نے کہا
ہے اجازت سر کو میرے دے اڑا

زیست کا مجھ کو مزہ حاصل نہیں
جب مرا عاشق سرِ محفل نہیں

میرے پہلو میں وہ آ کر سو گیا
عمر بھر کو وہ مجھے پر کھو گیا

وہ ہوا آزاد غم سے واقعی
عمر بھر میں سوگ میں جلتی رہی

نتیجۂ غرور

سنتے ہیں مغرور تھا کوئی امیر
بخل میں رکھتا نہ تھا اپنا نظیر

ایک دن بیٹھا وہ کھانا کھانے جو
آ کے سائل نے کہا کچھ مجھ کو دو

سن کے یہ آواز سائل کی امیر
ہو گیا غصے اسے سمجھا حقیر

گالیاں دیں سینکڑوں مغرور نے
عیش کے دلدادہ و مخمور نے

مارنے اس کو لگا۔ اور یہ کہا
جان سے ماروں گا تجھ کو برملا

اس کی بیوی نے منع بے حد کیا
مانا ہرگز نہ مگر وہ بے حیا

اور کہا کھانے کا میرا وقت ہے
کس لئے آیا یہاں یہ مانگنے

یہ کہا بیوی نے کہ شوہر مرے
چاہیئے بندہ کو کہ ڈرتا رہے

ہو گیا ناراض وہ سنکر کلام
کچھ نہ سوچا آگا پیچھا بدلگام

اپنی بیوی کو دیا فوراً طلاق
کھینچا بے دردی سے ظالم نے بلاق

وہ بھلی مانس گئی گھر سے نکل
اور پڑھانے کا لگی کرنے شغل

کچھ دنوں کے بعد یہ ہم نے سُنا
عقد ثانی اُس نے اپنا کرلیا

اب کے جو شوہر ملا وہ نیک تھا
درد دُکھ غربا کا سُنتا تھا سدا

عید کا تھا روز کھانا کھانے کو
بیٹھا ہمراہ اپنی بیوی کے جو وُہ

آیا سائیل اور لگا دینے صدا
ہوں بہت بھوکا کرو کھانا عطا

سُن کے یہ آواز وہ مردِ شریف
بولا بیوی سے جو ہو کھانا لطیف

جا کے دو سائیل کو پیاری ایک دم
کھاتے ہی رہتے ہیں ہم تو بیش و کم

عید کے دن بھی ہے یہ بھوکا غریب
رنج ہوتا ہے کوئی ہے بدنصیب

کھانا جب سائیل کو وہ دینے لگی
کیا ہے قدرت کا تماشہ دیکھتی

جو کھڑا ہے مانگتا در پہ غریب
پہلا شوہر اُس کا ہے وہ بدنصیب

ہو گئی حیران اور واپس گئی
اپنے شوہر سے حقیقت سب کہی

بولا شوہر میری بیوی نیکذات
سُن لے مجھ سے راز کی تو اور بات

میں ہی ہوں جسکو کہ مارا اسنے تھا
پا رہا ہے آج وہ جس کی سزا

قطعہ بزبانِ دیہاتی

کیوں نہیں جاتا تے باپُو باڑی بونے کھیت نوں
کی کہوں بیٹی میں جاتا یوں نی اِبکے کھیت نوں

کانگرس والوں جگ میں یہ اُڑا دی بات ہے
جو کوئی بووے گا باڑی اِبکے اپنے کھیت نوں

دیگا حاکم اُس پہ تو اپنا بڑھا اِبکے لگان
یا اُجاڑے گا وہ آکر اپنے سارے کھیت نوں

کی۔ تے کہتا ہے اے باپُو یہ تو سارا جھوٹ ہے
جا مزے سے دیکھ اب تے۔ اپنے پیارے کھیت نوں

کانگرس والوں نے تو ایسا اُجاڑا ہے ہمیں

جیسے کہ پیدا ہوئی ہو کچھ نہ اپنے کھیت نوں
پانچ سیر کا بیج بویا۔ سولہ سر کا وُہ بکا
کیا کرے گا کوئی آگے بُو کے اپنے کھیت نوں
نہ بنی جب گڈڑی سُتھن۔ ہوگا پھر کیسے گجُر
جو نہ تے بُو دیگا باڑی اپکے اپنے کھیت نوں
اپکے پہلے دے تے۔ باکی۔ آئے جو حاکم یہاں
دی بھیل رب نے ہے اچھی اپکے اپنے کھیت نوں
اپکے منگلی کا ہے کرنا ہم کو چالا تو ضرور
لے کے تے لاٹھی وگودی۔ جاتے اپنے کھیت نوں
لے لیا گاڑھا تو ہم تے کانگرس کے لوگوں نے
اب بجز بڈ ڈالتے ہیں یہ تو اپنے کھیت نوں
کی مدت کی کانگرس والوں نے اپنی تے بتا
کھا گئیں تھیں آکے ٹڈیاں جبکہ سارے کھیت نوں
بات پٹواری کی سچی کہہ گیا ہے۔ آکے وُہ
چین سے جا کر کے بُو۔ تے اپنے سارے کھیت نوں
مت تے حاکم سے بگاڑے کہتا ہے کربان یہ
کھیت رکھے باڑ نوں۔ اور باڑ رکھے کھیت نوں

برسات

برسات کی رُت آئی | ہر سمت گھٹا چھائی
بلبل پھرے اترائی | اعشرت کی خبر لائی
مجمور مزہ پائیں
گلشن کی طرف جائیں

سبزہ ہے اُوگا ہر سُو | ہر چیز بنی دلجُو
قمری ہے کرے کُو کُو | پھولوں کو ملی خوشبو

ہے آج نیا جلسہ
جھولے ہیں پڑے ہر جا

فوارے تھے جو چلتے | گرمی کے سبب بیٹھے
پھر آج ہوئے چلتے | پھر آج لگے بہنے

شاداب ہر اک گل ہے
نایاب ہر اک گل ہے

تھی خشک زمیں ساری | اور گرمیوں کی ماری
پھر آئی نظر پیاری | ہر اس کی بھری کیاری

شاداب ہوئی اک دم
بھولے ہیں کساں سب غم

ہل چلنے لگے اُن کے | محنت وہ لگے کرنے
پودے بھی لگے اُگنے | مولا میں ترے صدقے

دم بھر میں مٹی کلفت
دی تو نے بدل رنگت

شاداب ہے ہر غنچہ | جاں دار ہے ہر پتہ
جس چیز کو بھی دیکھا | ممنونِ خدا پایا

اشجار کھڑے ایسے
نوخیز جواں جیسے

گلشن میں ذرا جا کے | برسات کے سن نغمے
کمسن ہیں وہاں گاتے | اڈالے ہیں کئی جھولے

جس طرح اڑیں پریاں
کرتے ہیں وہ رنگ رلیاں

تو بھی تو ذرا قربان | کر جمع ذرا اوساں
بیٹھا ہے بنا بے جاں | اعشرت کا ہے سب ساماں

اُٹھ کوک سنا اپنی

کہتی ہے تجھے قمری
برسات نہیں اب کے | پہلے تھی ہوئی جیسے
مہمان تھے وہ میرے | موجود تھے سب جلسے
جاتا تھا لپٹ تجھ سے
بجلی سے کوئی ڈر کے
ہاں کالی گھٹا چھائی | بلبل پھرے اترائی
کیا اس کی خبر لائی | جس کی مجھے یاد آئی
کھل جائے کلی پھر بھی
اے ابر میرے دل کی
پہلو میں مرے بٹھلا | پھر اس کو بلا کر لا
وہ یار میرا رعنا | چھپ کر ہے کہاں بیٹھا
ورنہ یہ سب ہی جلسے
ہیں رنج مجھے دیتے
اشکوں کی جھڑی میری | کیا تو نے نہیں دیکھی
رہتی ہے فسردہ سی | چھاتی کی میری کہتی
برباد کیے پودے
صدموں نے مرے دل کے
اشکوں کو کبھی پی لوں | سمجھوں میں لالہ گوں
پھر جس کی طرف دیکھوں | ہر شے میں اسے سمجھوں
برسات ہو یا سردی
بے اس کے ہے کلفت ہی
میرا تو لٹا گلشن | ہے چاک مرا دامن
اب کیا جو کھلے سوسن | اپنے تو جھڑے پھن
جھولوں میں کوئی جھولے
جب داغ مٹیں دل کے

برسات وہ ہی آئے | مولا تجھے دکھلائے
تسکین یہ دل پائے | سب رنج یہ مٹ جائے
سمجھوں میں تو پھر آئی
اور ساتھ خوشی لائی

کنڈی ڈیٹ اور ووٹر

پاس کنڈی ڈیٹ کے ووٹر گیا | وقت وہ گیارہ بجے تھا صبح کا
اس نے نوکر سے کہا کر تو خبر | ایک ووٹر ملنے کو آیا ہے گھر
بولا نوکر سوتے ہیں آقا مرے | جب وہ جاگیں آپ ملنے آیئے
بولا ووٹر وقت سونے کا نہیں | دن چڑھے تک کوئی بھی سوتا نہیں
اور سب مصروف کنڈی ڈیٹ ہیں | تیرے صاحب اٹھنے میں بھی لیٹ ہیں
ووٹ میں ان کو نہیں دینا کبھی | بات یہ مجھکو نہیں اچھی لگی
سن کے اندر بات یہ نوکر گیا | من وعن سب میم صاحب سے کہا
سن کے اس سے حال باہر آئیں وہ | اور ووٹر پر بہت جھنجلائیں وہ
اور فرمایا نہیں معلوم کیا | جو کہ سوتا ہے وہ شوہر ہے مرا
جاگتا شب کو ہے دن کو سوتا ہے | اعتراض اس پر تجھے کیوں ہوتا ہے
بولا ووٹر کیجئے مجھکو معاف | کھل گیا اب حال سارا صاف صاف
جس کی بیوی آپ جیسی ہو حسیں | اس کو ہرگز نیند آسکتی نہیں
میری بیوی آپ سی ہوتی اگر | سوتے سوتے میں تو کرتا دو پہر
آپ دل میں کچھ نہ اب گھبرایئے
ووٹ صاحب ہی کو دینگا جایئے

آقا اور ملازم

ایک آقا نے ملازم سے کہا | دیر کیوں آنے میں کی مجھکو بتا
بولا نوکر میرے آقا نامدار | کچھ خطا میری نہیں ہے زینہار

حکم پاکر جب گیا بازار میں
دب گیا جاتے ہی موٹر کار میں

ایک ٹکر جو لگی میں گر پڑا
پاؤں بھی میرے گئے تھے لڑکھڑا

دیر کا میری ہے مالک یہ سبب
مجھ پہ ٹوٹا آسمانی تھا غضب

بولا آقا اس قدر بک بک نہ کر
ورنہ توڑ دنگا ابھی پتھر سے سر

دیر کرنے میں لگی یہ کیا کہا
کام تھا یہ صرف اک سیکنڈ کا

منتقی خاوند

ایک عورت کا تھا شوہر منتقی
اور تھی عورت بھی اس کی جستجی

ایکدن شوہر نے اس سے یہ کہا
تو نے کیا رکھا مری خاطر پکا

بولی وہ میں نے پکائی خاک ہے
دیکھتی ہوں کیا تیرا ادراک ہے

بولا شوہر خاک کو الٹو۔ اگر
کاخ پیدا۔ اس سے ہوگا سر بسر

کاخ کے معنی ہیں ہوتے محل کے
لحم ہو گر محل کو الٹا کرے

لحم کے معنی ہیں ہوتے گوشت کے
گوشت یوں تو نے پکایا خاک سے

پس پکایا گوشت تو نے آج ہے
آج دسترخواں پہ میرا راج ہے

کثرت ازدواج

ایک عورت نے یہ حضرت سے کہا
مجھکو بتلا دو محمد مصطفےٰ

مرد کر سکتا ہے عورت چار تک
ایک پر عورت کرے کیوں اکتفا

عورتوں کو حکم ایسا دیجئے
چار تک شوہر انھیں بھی ہوں روا

سن کے حضرت نے دیا اسکو جواب
ہے مناسب تو علیؑ کے پاس جا

تجکو دیں گے اس کا وہ فوراً جواب
علم اپنا میں نے ان کو ہے دیا

وہ علیؑ کے پاس پہونچی بے قرار
اور مقصد اپنا کل ان سے کہا

یہ دیا سنکر علیؑ نے پھر جواب
اے زن بیوہ مجھے اتنا بتا

ہو کوئی جو عورتیں رکھتا ہو چار
پاس جن کے ایک شب میں ہو گیا
ایک شب میں رہ گئے سب کو حمل
تو مجھے اتنا بتا دے اب ذرا
کتنے بچے اس کے پھر پیدا ہوئے
پاس سب کے ایک ہی شب گو رہا
اس نے سن کر یہ دیا اس کو جواب
چار بچے ہوں گے ان کے برملا
پھر کہا حضرت علیؑ نے اے مجیب
اب ذرا آگے مجھے اتنا بتا
چار شوہر ایک عورت کے ہوں گر
پاس ان سب کے وہ سوئے بیسوا
ایک شب میں کس قدر نطفے رہے
فائدہ اس سے مرتب کیا ہوا
اس سے بھی کیا چار ہی بچے ہوئے
کام تنہا مرد نے جو کر کیا
سن کے وہ دل میں ہوئی اپنے خجل
اور ہو کے اوس نے شرمندہ کہا

تھا غلط یہ وہم میرا یا علیؑ
ہے وہ آمنا صدقنا جو کہا

قطعہ تاریخ بر بنائے مسجد موضع سونا جو کہ حاجی محمد اسحاق مرحوم سوداگر کے برادر زادگان نے بنوائی

تایا نے جو کہا تھا ان سے بوقت رحلت
ایوب اور عمر نے پوری وہ کی وصیت
یعنی بنائی مسجد سونے میں اس رقم سے
رکھی تھی جو کہ قرباں اسحاق نے امانت
دنیا میں جو دیا تھا عقبیٰ میں کام آیا
جنت میں گھر ملا ہے وہ اس کی دیکھو ہمت
ہجری و عیسوی میں تاریخ کہدے قرباں
حاجی فراخ ہمت ۔ تاجر فراخ ہمت

۱۳۴۸ھ — ۱۹۳۰ء

قطعہ تاریخ وفات منشی عبد الغفار صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر آگرہ

آج دنیا سے اٹھ گیا سردار
سوگ میں پڑ گیا ہے کل گھر بار
ہائے عبد الحی یہ کہتا ہے
لٹ گیا اپنا اک بھرا گلزار
کیا فالج نے ختم کام آخر
رنج دیتا رہا جو لیل و نہار

ان کی تاریخ مرگ ہے قرباں
حذف کن چہار از "ہوا الغفار"

۱۹۲۲ء

قطعہ تاریخ وفات خان بہادر شیخ سلطان احمد صاحب مرحوم رئیس و آنریری مجسٹریٹ پدر مصنف

آفت الٰہی کیسی آئی ہمارے سر پر
اندوہ سے پریشاں اپنا ہے آج گھر بھر

تھی روشنی یہ جس سے روشن تھا جس سے یہ گھر
وہ شمع بجھ گئی اب اندھیر ہے سراسر

دنیا یہ کہہ رہی ہے ہاتھوں کو اپنے مل کر
افسوس چل دیا ہے دنیا سے ایک خیر

بیوقت سر سے سایہ والد کا اٹھ گیا ہے
ٹوٹا ہے غم کا اپنے اک آسمان دل پر

ہم نے بہت ہی ڈھونڈا پایا نشاں نہ کوئی
ملتا نہیں پتہ کچھ بیٹھے کہاں ہو چھپ کر

تھی عمر ابھی نہ ایسی۔ یہ دن نہ تھے قضا کے
بیٹھے ابھی نہ تھے تم بیکسوں کے سر پر

عزت فقط تھی تم سے شہرت فقط تھی تم سے
دولت کیسا تھ ہی تھا اعزاز خان بہادر

جو تھے اقارب اپنے مغلوب تھے جو تم سے
وہ اب ستا رہے ہیں عقرب کا نیش بنکر

کیا حال ہے ہمارا جب سے ہو تم سدھارے
اکدن بھی حال پوچھا تم نے یہاں نہ آکر

گڑیاں بکھر گئیں ہیں شیرازۂ وطن کی
سب منتشر ہوئے ہیں کیا خویش کیا برادر

راحت کا اب ہماری ہے قحط اس جہاں میں
رو رو کے کٹ رہے ہیں گندے جو دن تھے ہنسکر

اب غمگسار کوئی اپنا نہیں رہا ہے
دست قضا نے چھینا افسوس اپنا یاور

اب کوئی مجھ کو اپنا پیارا نہیں ہے کہتا
مجھ کو نہیں بلاتا۔ یہ نام کوئی لے کر

معدوم کر دیا ہے مجھ کو جہاں میں تم نے
آرام تم نے پایا جنت میں خوب جاکر

جو تھے تمہارے دشمن وہ میرے مدعی ہیں
لیتے ہیں مجھ سے بدلے بنکر وہ سب ستمگر

کل تک تھے ہم سے ڈرتے لیکن گئے ہو جب سے
اب شیر ہو گئے ہیں جو تھے تمہارے نوکر

میری یہ آرزو ہے پاس اپنے ہی بلا لو
اپنے دل حزیں پر صدمے اٹھاؤں کیونکر

قربان کر نہ تو غم یہ موت کہہ رہی ہے
خلد بریں میں ایکدن ان سے ملیگا جاکر

آخر میں صاف کہدے تاریخ سال رحلت
جائیں جسے سمجھ سب جاہل ہوں یا سخنور

انیس سو تھے چوبیس جنت کو جب گئے وہ
اور پیر کا وہ دن تھا بائیس تھی دسمبر

قلب اجل سے میں نے تاریخ جب طلب کی
قربان "شیخ اعظم" تھا سال مرگ بہتر

۱۹۲۴ = ۳ + ۱۹۲۱ ء

فریادِ اسلام

اُٹھ مسلم خوابیدہ تو کیوں ہے پڑا سوتا | غفلت میں تو کیوں اپنے اس وقت کو ہے کھوتا
ڈر ہے کہ کہیں الدن دَر دَر نہ پھرے رُوتا | غفلت سے تری ناداں کچھ کام نہیں ہوتا
چھوڑا تھا جنہیں پیچھے جاتے ہیں چلے آگے
میدان وہی لیں گے جاتے ہیں جو اب بھاگے

مالک تھے کبھی تم تو تہذیب سیاست کے | مالک تھے کبھی تم تو دُنیا میں حکومت کے
مالک تھے کبھی تم تو۔ ایثار و حمیت کے | مالک تھے کبھی تم تو۔ گنجورِ محبت کے
افسوس رہی باقی تم میں نہ کوئی خوبی
آتی ہے نظر ہم کو ہر چیز میں مایوسی

اخوت کا سبق تم کو قرآں نے پڑھایا تھا | تاریک بھی روشن بھی ہر پہلو دکھایا تھا
اخلاص کا اک دریا سینہ میں بہایا تھا | جو رازِ حقیقت تھا وہ تم کو بتایا تھا
تعلیم کو تم اس کی کیوں دل سے بھلا بیٹھے
اسلام کو کھوتے ہی عظمت بھی گنوا بیٹھے

پہونچائی حکومت نے ہر طرح کی آسانی | اس کی بھی مگر تم نے کچھ قدر نہیں جانی
کیوں کام کرو ایسے جن سے ہو پشیمانی | محکوموں کی ڈھونڈو نہ بیکار نگہبانی
افسوس کہ تم اپنی تنظیم نہیں کرتے
اور۔ رائے حکومت کی تکلیم نہیں کرتے

خاموش رہو بیٹھے اب وقت نہیں ایسا | وہ کام کرو تم بھی دُنیا میں جو ہو اچھا
تم سے جو گئے آگے تم اُن کا کرو پیچھا | وہ دن نہ خدا لائے دیکھو جو کہیں نیچا
ہے باعثِ صد غیرت غیروں سے رہو پیچھے
ہے بات تو جب پہونچو منزل پہ کہیں پہلے

سورا ج سے پہلے ہی دیکھے ہیں بہت جلوے | تہواروں پہ اپنے تو ہوتے ہیں سدا حملے
قربانی پہ باجے پر پیپل پہ ہوئے جھگڑے | اُٹھتے ہیں غرض ہر سو ہر روز نئے فتنے
اُمید نہیں ہم کو الفت وہ کریں ہم سے

جو ہم سے یہاں پہلے سمجھوتہ نہیں کرتے

حاصل ہے یہ ہی اپنا تنظیم کرو اپنی | بہتر ہے یہی بابا تنظیم کرو اپنی
ہے کام یہی اچھا تنظیم کرو اپنی | کچھ دیکھو رُخ دنیا تنظیم کرو اپنی
دیکھو گے ستم ورنہ سوراج ہے کیا کرتا
ناسور ہو جب پیدا۔ پھر زخم نہیں بھرتا

غیروں کے کبھی ہرگز کہنے پہ نہ تم جانا | پہلے کی طرح اب کے غلطی نہ کوئی کھانا
آزادی کے چکمے میں ہرگز نہ کبھی آنا | دیتا ہے تمہیں دھوکا اک دشمن فرزانا
جو اسکی حقیقت تھی قربان اُسے سمجھا دی
جو اسکی سیاست تھی قربان اُسے سمجھا دی

فریاد اسکول

پوچھ بتاؤ تو سہی آج یہ حالت کیوں ہے | دل کے آئینہ میں بے وجہ کدورت کیوں ہے
مہر و الفت کی جگہ آج یہ نفرت کیوں ہے | اپنے ہمدرد سے یہ قطع محبت کیوں ہے
تم وفادار ہو کیوں عہد وفا توڑتے ہو
میں ہوں اسکول تمہارا مجھے کیوں چھوڑتے ہو

لو سناتا ہوں یہ قربان کا پیغام تمہیں | علم کی سخت مہم دینی ہے انجام تمہیں
پیس ڈالے نہ کہیں گردش ایام تمہیں | شورش اہل جہالت سے ابھی کیا کام تمہیں
طالب علم ہو تم۔ علم تو حاصل کر لو
اپنی ہستی کو بنا کر۔ کسی قابل کر لو

نونہالان وطن قوم کی امید ہو تم | اک نئے دور خوش آثار کی تمہید ہو تم
جس پہ اٹھتی ہیں نگاہیں وہ مہ عید ہو تم | صبح فردا کے چمکتے ہوئے خورشید ہو تم
علم کے نور کا ہر سمت اُجالا کر دو
ظلمت جہل کی دنیا تہ و بالا کر دو

ہم نے مانا کہ ہوا ملک میں کچھ اور ہے آج | رنگ بدلا ہے زمانے کا عجب طور ہے آج

یعنی ہر سمت تغیر کا نیا دور ہے آج | اپنے انجام پہ سب کی نظر غور ہے آج
دیکھنا یہ ہے کہ اب فرض تمہارا کیا ہے
کل تمہیں اپنے پنپنے کا سہارا کیا ہے

آج طوفانِ حوادث جو یہاں برپا ہے | دیکھتے جاؤ کہ تم نے ابھی کیا دیکھا ہے
سر پہ سایہ ہے بزرگوں کا تمہیں غم کیا ہے | اپنی کشتی کو سنبھالیں گے یہ کام انکا ہے
جوش میں آکے نہ تم بعد کو پچتاؤ کہیں
دولتِ علم سے محروم نہ رہجاؤ کہیں

پہلے اسباب ترقی کے مہیا تو کر لو | فرضِ منصب جو تمہارا ہے وہ پورا تو کرو
ذہن کو اپنے رسا عقل کو پختہ تو کرو | قوتِ فکر و تدبر ابھی پیدا تو کرو
رہ کے بے علم بتاؤ تو کہاں جاؤ گے
قوم کے سامنے کس منہ سے بھلا آؤ گے

اپنی تعلیم نہ چھوڑو کہ سیاست ہے یہی | نصرتِ ملک یہی قوم کی خدمت ہے یہی
علم کا زور ہے تم میں تو حکومت ہے یہی | وجہِ عظمت ہے یہی باعثِ عزت ہے یہی
دیکھنا فرق نہ اس بات میں آنے پائے
ہاتھ سے منزلِ مقصود نہ جانے پائے

زنانہ پکٹنگ

گھر سے باہر کبھی بے پردہ نہ آنا بہنو | منہ کھلے تم سرِ بازار نہ جانا بہنو
جوشِ ایثار پسندیدہ ہے مانا بہنو | اپنی عزت ہے مگر فرض بچانا بہنو
راہ پرخار ہے دامن سے خبردار رہو
فتنۂ اہلِ جہاں سے ذرا ہشیار رہو

ہوش میں آؤ ذرا کھول کے آنکھیں دیکھو | تم کو زیبا نہیں ہرگز یہ پکٹنگ سنلو
خانہ داری کو تو اپنی نہ فراموش کرو | کام مردوں کے ہیں جو کچھ وہ انھیں پر چھوڑو
تم یہ بتلاؤ کہ جب گھر ہی بگڑ جائیں گے

مرد کس طرح سے میدان میں پھر آئیں گے

شرم آتی ہے ہمیں دیکھ کے تم کو باہر | مضحکہ دیکھو اڑاتے ہیں عدو ہنس ہنس کر
ڈال لو رُخ پہ ذرا عقل کی اپنے چادر | اک مناسب ہے کہ غیروں کی پڑے تم پہ نظر

مختلف قومیں ہیں یاں بدھی خوش اطوار بھی ہیں
نیک بندے بھی خدا کے ہیں ہوس کار بھی ہیں

گھر سے باہر تمہیں کیا کام ذرا غور کرو | ہے کہیں صبح کہیں شام ذرا غور کرو
تم ہو اور۔ رہ گذرِ عام ذرا غور کرو | مفت کیوں ہوتی ہو بدنام ذرا غور کرو

اپنے گھر میں ہے تمہاری تو سیاست محدود
بال بچوں ہی میں بہتر ہے محبت محدود

بعض کے قلب ہیں تاریک جہالت سے ابھی | بعض واقف نہیں ماں بہنوں کی عزت سے ابھی
بعض مجبور ہیں بگڑی ہوئی عادت سے ابھی | بعض محروم ہیں اخلاق کی دولت سے ابھی

ایسی حالت میں کہو فرض تمہارا کیا ہے
شمع کو پردہ فانوس ہی کچھ زیبا ہے

قید خانوں میں مناسب نہیں تم کو جانا | چھوڑ کر ننھے سے بچوں کو سزائیں پانا
جھڑکیاں مفت میں اغیار کی ہر دم کھانا | کیا یہ دانائی ہے تم جیل میں پہنچو دانا

اور کیا چاہئے ہو تخت بھی ہے تاج بھی ہے
تم ہو اور گھر کی حکومت ہے تو سوراج بھی ہے

گھر کی اصلاح کا ہے کام تمہارے ذمے | خوش رہیں مرد رہیں چین سے سارے بچے
خوش سلیقہ تو وہ ہے گھر کو جو دیکھے بھالے | کام بیشتر عمل ہی سے ہیں ہوتے اچھے

یہی حالت ہے تو گھر دیکھنا تاراج ہے پھر
گھر ہے تاراج تو کس کام کا سوراج ہے پھر

ماں کی خصلت کا بہت ہوتا ہے بچوں پہ اثر | ماں کی ہر بات جگہ کرتی ہے دل کے اندر
ماں کا ہر فعل ہے بچوں کو سدا۔ پیش نظر | ماں دکھائے تو سہی آپ نمونہ بن کر

ماں اگر گھر کے فرائض نہ بجا لائے گی
کیونکر اولاد۔ گرہستی کا سبق پائیگی

گھر میں تم بیٹھی ہوئی گھر ہی کا نقشہ دیکھو
جو بُری راہ ہو تم اس سے بہر حال بچو
کام دنیا کے جو ہیں اُن کو خدا پر چھوڑو
بات باریک میں کہتا ہوں اِسے تم سمجھو

تم کو زیبا نہیں جلسوں میں کرو جو تقریر
تم کو زیبا نہیں پبلک کو دیکھاؤ تحریر

امن کی قدر بد امنی میں سوا ہوتی ہے
جب کہ ہر وقت قیامت سی بپا ہوتی ہے
دست قدرت کی طرف سے یہ سزا ہوتی ہے
کہیں نالے تو کہیں آہ و بکا ہوتی ہے

انقلاب — اس مصیبت کی تو قربان تمنا نہ کرو
ریوولیوشن ہے بُری شے اسے زندہ نہ کرو

رقعہ شادی رشید احمد سپرجاجی حبیب احمد

دیکھی مدت کے بعد ایسی بہار
شکر حق کا کریں نہ کیوں ہر بار
چار جانب کھلا ہے لالہ زار
باغ امید بن گیا گلزار
بلبلوں کی ہے یوں نوا سنجی
جیسے کوئی ہو بزم موسیقار
خود اُچھلتے ہیں آج فوارے
منہ سے اُگلے ہیں وہ دُرِ شہوار
نہریں جاری ہیں عیش و راحت کی
ناچتے ہیں طیور خوش منقار
کیا سبب ہے جو ایسے ساماں ہیں
کیوں سجایا ہے دہر نے بازار
چودہ ۱۴ ذالحجہ کی رات کو بارات
میرا جائیگا لے کے برخوردار
اس کی رخصت ہے پندرہ ذالحجہ کو
پیر کا دن وہ ہوگا بے تکرار
تین اور چار ہوں گی تاریخیں
اور مہینہ مئی کا اے غمخوار
وقت بارات نو بجے ہوگا
اگلے دن صبح کھانا ہے تیار
ہے یہ شادی رشید احمد کی
جو کہ بیٹا ہے میرا خوش اطوار
لائے تشریف دیں مجھے عزت
ورنہ شکوؤں کی ہوگی پھر بھرمار
زعم اس کو ہے کچھ محبت کا
ہے امیروں سے ملنتجی نادار

ہوگا ممنون یہ حبیب احمد
لیں گے حصہ خوشی میں گر غمخوار

اچھے دولھا بھائی

ایک جنٹلمین رستہ میں ملا — شکل و صورت سے جو لگتا تھا بھلا
ہاتھ میں اپنے لئے تھا اک چھڑی — تھی کلائی پر سجی دستی گھڑی
کالی مخمل کی تھی اچکن زیب تن — جو دکھاتی تھی نئی اپنی پھبن
بے کمانی کی تھی عینک ناک پر — اور ٹرکش کیپ بھی تھی زیب سر
پہنے جوتہ وارنش کا پیر میں — پاؤں اٹھے تا نہ اس کا دیر میں
عقربی مونچھیں بنائے چہرہ پر — جائے جن کو دیکھ کر قیصر بھی ڈر
اور سگرٹ منہ میں سیزر کی لگی — جاتی آنکھیں تھیں ذہویں سی گوچی
جی میں آیا اس سے باتیں میں کروں — اور پھر الفت کا اسکی دم بھروں
پوچھا میں نے ہے تمہارا نام کیا — اور تم کرتے ہو صاحب کام کیا
منہ بنا کر یہ دیا مجھ کو جواب — نام بتلانے سے آتا ہے حجاب
باپ تھے اک اعلیٰ عہدہ پر مرے — جنکی عزت دنیا والے کرتے تھے
مونچھ کو پہلے مروڑا۔ پھر کہا — گو زیادہ میں نہیں لکھا پڑھا
کام کرنیکی مجھے حاجت نہیں — سہنے کی تکلیف کچھ عادت نہیں
گو کہا تھا مجھ کو ابا جان نے — نوکری اچھی سی کوئی ڈھونڈلے
نوکری میرے لئے تیار تھی — نوکری سے مجکو لیکن عار تھی
میں نے یہ سمجھا کہ زندہ باپ ہے — ایسی حالت میں غلامی پاپ ہے
بعد میں ان کا جو ہے اندوختہ — ساتھ دیگا مدتوں تک وہ مرا
خرچ میرا۔ ایسا کچھ لمبا نہیں — اور زیادہ ساتھ میں کنبہ نہیں
خرچ میں کرتا نہیں ہرگز فضول — ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اصول
ایک میں ہوں ایک بیوی ہے مری — جو ہے دیوی صبر کی اور شکر کی
چار سیزر کے مکس پیتا ہوں روز — ایک ڈبیہ چائے کی لاتا ہوں روز
بعد مرنے کے پدر کے یہ ہوا — سیر چشمی سے لٹا اندوختہ
اب بھی ہمکو کچھ نہیں تکلیف ہے — دولھا بھائی لائق تعریف ہے

دُولھا بھائی سب اُٹھاتے ناز ہیں
مجکو سب معلوم اُن کے راز ہیں

بولنے سے میرے وہ بھی ڈرتے ہیں
میری ہمشیرہ کا کہنا کرتے ہیں

شان میں دیتا نہیں ہوں ہاتھ سے
دولھا بھائی چاہے جو احساں کرے

صاف کہدیتا ہوں کیا بیٹا ہو نہیں
فی الحقیقت شیر کا بیٹا ہوں میں

دُولھا بھائی چونکہ عزت والے ہیں
ہم بھی اُنکے ساتھ عزت والے ہیں

دُولھا بھائی سے نہیں گھبراتا ہوں
کھاتا ہوں اور اُسپہ میں غراتا ہوں

دُولھا بھائی کے خوشی ہو کوئی گر
بیٹھ جاتا ہوں سدا میں رُوٹھ کر

اس لیئے دینا نہ مجکو کچھ پڑے
اور دُنیا مجھ پہ لعنت نہ کرے

جب خوشی کا وقت جاتا ہے گذر
ان کے گھر آتا ہوں فوراً بے خطر

عیش تو جب ہو گی حاصل واقعی
دُولھا بھائی جب مرینگے اے اخی

رات دن ان کی پھروں گا کار پر
بہن کو لے آؤنگا میں اپنے گھر

دُولھا بھائی کے ہیں وارث جسقدر
میرے لکچر سے وہ سب جائیں گے ڈر

مال وافر ہے ملیگا مجھ کو سب
خواب یہ سچا کرے جلدی سے رب

بہن کی پھر کھاؤنگا میں ہڈیاں
میں نہ سمجھوں گا ہی کیا سُود و زیاں

بیچ ڈالوں گا اثاثہ اُن کا کل
بہن کی آنکھوں میں دیکر ایک جُل

تنگدستی پھر ستائے گی اگر
زہر کھالوں گا میں چشمہ بیچ کر

بیوی کا ترکہ

بعد مدت ایک صاحب سے ملا
دیکھ کر حیرت میں جن کو پڑ گیا

تنگدستی تھی ملا جب پہلے تھا
اور برعکس اب کے دیکھا ماجرا

کپڑے بھی اچھے تھے اور حالت بھی خوب
دیکھ کے جسکو گیا حیرت میں ڈوب

میں یہ بولا یار یہ مجکو بتا
میں سماں کیا دیکھتا ہوں یہ نیا

آپ کی حالت یہ بدلی کس طرح
مٹ گئی نکبت وہ ساری کسطرح

ہو کے خوش مجکو دیا اُس نے جواب
تم سے کہنے میں نہیں آتا حجاب

تھے خسر میرے نہایت مالدار
سلطنت انگریزی میں تھے عہدیدار

صدقے جاؤں اپنے میں ماں باپ کے | شادی میری اس جگہ کی بھانپ کے
مر گئے میرے خسر ہیں پچھلے سال | ہاتھ کافی آ گیا ہے اُن کا مال
پہونچا ترکہ جو مری بیوی کو تھا | اس کا جلوہ ہے جو ہے تو دیکھتا
میری بیوی ہے نہایت ہی شریف | دُور کر دی میری سب جہالت کثیف
بیچ ڈالا اُس نے ترکہ ایک دم | جیسے عصیاں کر دے مولا کل عدم

گرچہ سالے نے بہت تکرار کی
پر نہ سالے کی کوئی پیری چلی

کھلاڑی لڑکا

ایک دن اسکول کی جانب گیا | مجھ کو شاید کچھ ضروری کام تھا
ایک لڑکے سے کیا میں نے کلام | کھیل میں جو ہمہ تن مصروف تھا
پوچھا میں نے مجھ کو بتلا دیجئے | دن ہے اچھا کونسا اسکول کا
بے تامل یہ دیا مجھ کو جواب | بند ہو جس روز صاحب مدرسہ

میں اور شہنشاہ اکبر

میں سکندرہ میں جو اک دن تھا گیا | دیکھنے کا جس کے پہلا وقت تھا
اُس کی بابت تھا بہت میں نے سُنا | شاہ اکبر کا وہاں ہے مقبرہ

واں نظر اونچی عمارت اک پڑی
گورِ اکبر پر جو تھی رُوتی کھڑی

صدر دروازے میں جب داخل ہوا | تو نظر آیا عجب اک ماجرا
خادمِ روضہ نے مجھ سے یوں کہا | تھی مُطلا اور منقش یہ بنا

انقلابِ دہر نے یوں کی جفا
کہ پلستر تک بھی اُس کا مٹ گیا

جب میں اندر صحن کے داخل ہوا | آ کے میرے دل میں غم شامل ہوا
چشمہ اُس کا خشک تھا کامل ہوا | باعثِ وجہ ملالِ دل ہوا

جس جگہ چلتے کبھی فوارے تھے
ضبطِ گریہ کے سبب چپ سارے تھے

تھے نشاں واں باغ کے کچھ کچھ مٹے | جو زبانِ حال سے یہ کہتے تھے
جس جگہ تھے بلبلوں کے گھونسلے | آ کے واں زاغ و زغن ہیں بس گئے

جن کو الفت تھی وہ مالی اٹھ گئے
لٹ گئے سامان والی اٹھ گئے

مقبرہ کے جب کہ اندر میں گیا | جسم پر لرزہ مرے بے حد چڑھا
جز خموشی کے وہاں کچھ بھی نہ تھا | ایک تھا تعویذ پتھر کا رکھا

تھا وہاں مصروفِ راحت کون آہ
بادشاہِ ہند۔ اکبر بادشاہ

روتے روتے ایک دم میں سو گیا | بند آنکھ ہوتے ہی کیا ہوں دیکھتا
ایک ہے دربارِ شاہانہ سجا | تختِ شاہی ہے وہاں رکھا ہوا

اس پہ بوڑھا ایک بیٹھا آدمی
شکل سے لگتا تھا دانا آدمی

چار جانب اس کے درباری کھڑے | آسماں پر جس طرح تارے جڑے
ڈیرے خاموشی کے تھے ہر سو پڑے | ادب سے تھے جاہ و عظمت کے پڑے

رعب سے بوڑھا یہ بولا بیربل
کون آیا غیر اس جا بے محل

اس کو کے آ ایک دم میرے حضور | تا نکالوں اس کے میں دل کا فتور
شرم کا ہے اس کی آنکھوں میں وفور | کر کے آیا ہے کسی کا کیسا قصور

بیربل آیا۔ جب ہی لینے مجھے
شاہ کا پیغام یہ دینے مجھے

اکبرِ اعظم بلاتے ہیں تجھے | گفتگو کرنا ہیں تجھ سے چاہتے
کیا تجھے ملتا ہے یاں لیٹے ہوئے | چل کے شاہی دبدبہ بھی دیکھ لے

لیکے ہمراہ وہ گیا اکبر کے پاس

دیکھ کر بولا مجھے وہ حق شناس

کون ہے تو اور یہاں آیا ہے کیوں | اشک یوں آنکھوں میں بھر لایا ہے کیوں
خود کو میرے پاس پہونچایا ہے کیوں | اس قدر تو دل میں گھبرایا ہے کیوں

عرض کی میں نے کہ اے میرے حضور
منظر عبرت سے ہے غم کا وفور

ہنس دیا بوڑھا لگا کہنے مجھے | جائے عبرت ہے یہ تو خود دیکھ لے
پر نہ تھے جس جا پرندے مارتے | ہیں وہاں زاغ و زغن کے گھونسلے

میں نے پوچھا مجھ کو بتلائیں جناب
کیوں ہے قدرت نے کیا یہ انقلاب

بادشاہ کہنے لگے سن اے اخی | مصلحت تھی کچھ خدا کی ایسی ہی
بھائیوں نے بھائیوں کے راج کی | فتح کر کے باگ میرے ہاتھ دی

جانشینوں نے نہ رکھی میری بات
میں نے سمجھا دن وہ سمجھے اسکو رات

خانہ جنگی کرنے آپس میں لگے | باپ بیٹے تھے پیاسے خون کے
بھائیوں میں سیکڑوں جھگڑے ہوئے | سب خزائن سلطنت کے لٹ گئے

میں وبائے جتنے بیٹھا فتنے تھا
ہو گیا اُن کو اُٹھنیں کا سامنا

میرے پوتے نے بنایا تاج تھا | جس کے باعث لال قلعہ تھا سجا
تختِ طاؤسی جہاں پر تھا رکھا | سامنے دُنیا کے سب جلسہ لٹا

جو بلوں سے کچھ نکلتے تھے چوہے
لوٹنے کو تخت کے وہ شیر تھے

ہم نے تو ایسے دکھائے تھے ہنر | دیکھ کر حیران ہو جن کو بشر
بیٹھتے ہیں لوگ ٹکریں مار کر | راز یہ کھلتا نہیں ہے عقل پر

جب نہ تھا آلہ نہ تھا جرِ ثقیل
کس طرح اٹھتے تھے پتھر مثلِ فیل

وُہ دلوں میں جن کے کینے تھے بھرے | زندگی میں جو کہ ہم سے ڈرتے تھے
دیکھ کر کمزور۔ وہ فوراً اُٹھے | یادگاروں تک سے بھی بدلے لئے
لے گئے جتنے جواہر تھے جڑے
بعض نے گھوڑے کئے انہیں کھڑے

جو ہُوا۔ اچھا ہوا۔ بہتر ہوا | حال اور دل کا بھی ہے عبرت فزا
زار۔ بھی سُنتے ہیں دُنیا سے مِٹا | ہند کو حیرت سے تھا جو دیکھتا
جو کیا۔ وہ حاشینوں نے کیا
اُن کی خانہ جنگیوں کی ہے سزا

سلطنت برطانیہ کی آگئی | داد میری روح قرباں پاگئی
جس کی ہیبت چار جانب چھا گئی | سرکشوں کا سب تکبر ڈھا گئی
اُس نے بھیجا لارڈ کرزن کو یہاں
کر لئے محفوظ اُس نے سب نشاں

ورنہ کیا اُن کا نشاں ملتا کوئی | حال بد ان کا بھی ہو جاتا یہی
لوگ دنیا کے اُڑاتے پھر ہنسی | اور ہوتی قوم کی بے عزتی
اے جواں جا۔ تو بھی اپنا کام کر
رُوح کو اپنی نہ بے آرام کر

بیوہ کی فریاد

ایک بیوہ مجھ سے اک دن تھی ملی | درد اپنا اس طرح کہنے لگی
میں تھی صورت کی نہایت ہی بھلی | شوق سے خاوند نے بھی شادی کی
ہر طرح کے ناز سہتا تھا مرے
راتدن کہنے میں رہتا تھا مرے

میں تھی اُس کی وہ مری آنکھوں کا نور | میں تھی اس کے وہ مرے دل کا سرور
وہ سمجھتا تھا مجھے دُنیا کی حور | عیب کو میرے سمجھتا تھا شعور

تھا وہ مخلص اور تابعدار تھا
میرا کہنا کرنے کو تیار تھا

عیش میں رکھی نہ میرے کچھ کمی | مرنے والے نے سدا راحت ہی دی
باندی بن کر گھر میں۔ میں رہتی خوشی | جانتی بھی تو نہ تھی۔ کیا ہے غمی
میوہ وہ ہر ہر طرح کے لاتا تھا
پہلے میں کھالوں تو پیچھے کھاتا تھا

جس طرح چاہے کروں ٹوکے نہ وہ | جو جسے چاہے میں دوں روکے نہ وہ
لاکے دولت دے۔ مگر پوچھے نہ وہ | خرچ جو چاہے کروں بولے نہ وہ
زیور اور کپڑے وہ لاتا تھا نئے
جاوبیجا میرے سب غمزے سہے

عمر کا بائیسواں آیا جو سال | کر گیا اُف دفعتاً وہ انتقال
دے گیا مجھکو ہمیشہ کا ملال | آ گیا بے وقت کا مجھ پر وبال
کیا خبر مجھ کو رنڈاپا کیا ہے چیز
میں سمجھتی تھی خوشی کو اک کنیز

باغ عشرت ہائے اپنا لٹ گیا | دامن مفلس بہاری چھٹ گیا
میرا تنہائی سے ہے دم گھٹ گیا | ساز و ساماں عیش کا سب اُٹھ گیا
جاکے جب بستر پہ تنہا سوتی ہوں
سیج خالی دیکھکر میں روتی ہوں

خواب میں بھی وہ مرے آتے نہیں | مجھکو صورت اپنی دکھلاتے نہیں
چاہنے والے کو تڑپاتے نہیں | روٹھ کر اُن کی طرح جاتے نہیں
مرنے والے بے خبر عورت کی اب
خاک اُڑتی ہے تری عزت کی اب

وہ سمجھتے تھے جنہیں اپنا رفیق | جن کو کہتے تھے ہمیشہ وہ شفیق
وہ سمجھتے تھے جنہیں بے حد حلیق | کھودتے ہیں وہ ہی اب غار عمیق
لوٹ کر وہ کل اثاثہ لے گئے

رانڈ کے دل پر وہ صدمے دیگئے

کھاتے تھے آکر جو میرے گھر فقیر | وہ سمجھتے ہیں مجھے بیحد حقیر
مال سے تیرے ہے دشمن امیر | کون ہو۔ اب آکے میرا دستگیر
دیکھ کر صورت کو اور دولت کو لوگ
لوٹنے کو پھرتے ہیں عزت کو لوگ

بیٹھتی ہوں جس جگہ میں جائے آہ | فہر کی کرتے ہیں مجھ پر سب نگاہ
ہو عزیزوں میں کبھی اپنے بیاہ | وہ سمجھتے ہیں مجھے مار سیاہ
بدشگونی میرا جانا ہے وہاں
رانڈ دکھیا کا ہے کون اب قدرداں

ساس تک کہتی ہے مجکو بے حیا | کھا گئی میرے پسر کو یہ بلا
جانے والا تجھ کو لے جلدی بُلا | تجھ سے چھوٹے بھی کہیں پنپا مرا
میرا رکھنا اس کو اب دشوار ہے
مرنے والے تیری عزت عار ہے

دُنیا والے جان کر بیوہ مجھے | کیسا کیسا کرتے ہیں رُسوا مجھے
کر دیا دشوار ہے رہنا مجھے | ہو گیا مشکل ہے اب جینا مجھے
تاک میں عصمت کی ہے کوئی کھڑا
کوئی پھرتا ہے مجھے بیسوا

رفتہ رفتہ جو اثاثہ تھا مرا | وارثوں کے ہاتھ تلے پڑ گیا
ہے مجھے دشوار اب جینا ہوا | کھانے پینے کا نہیں ہے آسرا
کیسے اب عزت رکھوں قائم تری
دیکھ لے آکر ذرا حالت مری

نفس ظالم بھی ستاتا ہے مجھے | راہ پہ اُلٹی بتاتا ہے مجھے
بن ترے گھر کھائے جاتا ہے مجھے | اور شیطاں آزماتا ہے مجھے
گھر میں بھنگی بھی کبھی جو آتا ہے
جا لپٹ جا نفس یہ بہکاتا ہے

جاؤں میں ماں باپ کے گھر اپنے گر | بھاگتے ہیں دُور دُکھیا جان کر
میری صورت سے اُنھیں لگتا ہے ڈر | پھاڑتے ہیں کہہ کے وہ میرا جگر
لے کے تو مطلب یہاں آئی ہے کیا
دیں دوبارہ ہم کہیں تجکو بٹھا

دُور ہو ہم کو نہ یہہ صورت دکھا | کب بزرگوں سے ہے یہ اپنے ہُوا
دن ہیں ایسا نہ دکھلائے خدا | خاندان کی اپنے دیں عزت مٹا
عقدِ بیوہ خاندان میں عار ہے
کام یہہ ہوتا نہیں دشوار ہے

روتے روتے ایک دن میں سُو گئی | کیا تماشہ آنکھ سے ہوں دیکھتی
باغ ہے اس میں عمارت ہے بڑی | اور ساماں واں کے ہیں سب جنتی
حُور اور غلماں کھڑے دروازے پر
جیسے چوکیدار کچھ ہوں پہرے پر

لی اجازت میں نے اندر جانے کی | اور عمارت چاہی میں نے دیکھنی
بعد منت یہ اجازت مجکو دی | شرط یہ تھی جلد ہو گی واپسی
جسم خاکی کو نہیں جرأت یہاں
رُوح کرتی ہے فقط سیر جناں

قصر کے اندر جو میں داخل ہوئی | اک نئی دُنیا نظر آنے لگی
پھولوں کی خوشبو ہوا میں تھی بسی | کل عمارت تھی قرینہ سے سجی
نہر بھی جاری مصفا آب کی
جو نہ دیکھی اور کانوں سے سُنی

ایسے ایسے پھول تھے ہر سُو کھلے | نام بھی جن کے نہیں ہم جانتے
عنبر و نغمے بھی کانوں سے سُنے | تھے پرندے تک وہاں کے بولتے
جس ثمر کو تھی طبیعت چاہتی
گود میں لا کر صبا تھی ڈالتی

کیا سناؤں میں جو کچھ دیکھا وہاں | نام ہی تھا اُس کا گلزارِ جناں

مجھ کو فوراً دھیان آیا ناگہاں | ڈھونڈلے پیارے کا اپنی بھی مکاں
ایک دروازے پہ فوراً میں رُکی
نام کے شوہر کی تھی تختی لگی

بیڈھڑک اندر گئی پرواہ نہ کی | جاتی تھی غم سے مری چھاتی پھٹی
جس قدر بھی ہو سکی عجلت ہی کی | سنگِ مرمر کی عمارت میں گئی
اک زمرد کا بچھا دیکھا پلنگ
پھول کچھ چاروں طرف تھے شوخ رنگ

میرا شوہر اُس کے اُوپر لیٹا تھا | چار جانب حوروں کا یہ جلسہ تھا
شوق سے گانا۔ وہ اِن کا سنتا تھا | داد عربی لہجے میں کچھ دیتا تھا
دیکھ کر دل پر ہوا میرے یہ غم
یہ اُٹھائے عیش میں جھیلوں الم

بے تحاشا پاس میں اُس کے چلی | تھی لپٹ جانا میں اُس سے چاہتی
دیکھ کر میں اُس سے یوں گویا ہوئی | اور میں نے گفتگو اُس سے یہ کی
کیا یہی شرطِ وفا ہے واہ واہ
آپ عشرت میں رہیں۔ اور ہم تباہ

میں ترے غم میں ہوئی ہوں پائمال | روتے روتے ہو گیا ہے جی نڈھال
جب سے کہ تو نے کیا ہے انتقال | ہو گئی ہے زیست بھی مجھکو وبال
جا کے میری کچھ خبر تو نے نہ لی
اور حوروں سے ہے کر لی دل لگی

وہ ذرا۔ اپنی سُبکی سے اٹھا | اور پھر گھبرا کے یوں کہنے لگا
کون ہے تو یہ مجھے جلدی بتا | یاد پڑتا ہے کہیں دیکھا تو تھا
دُور۔ رہ لیکن کہ بُو آتی ہے اب
ایسی بدبُو کب مجھے بھاتی ہے اب

پیارے شوہر بھول کیا مجھکو گئے | تھے تمہیں تو ایک دن شوہر مرے
ناز میرے تم اٹھاتے رہتے تھے | تم تھے حوروں سے زیادہ چاہتے

آج بدبو مجھ میں بتلاتے ہو تم
کس لئے کرتے ہو میرے ہوش گم
میری خاطر روز گجرے لاتے تھے | بن مرے کھانا نہ ہرگز کھاتے تھے
تم بلا پوچھے نہ باہر جاتے تھے | لے کے میوہ ساتھ عمدہ آتے تھے
آج تم پیارے گئے ہو مجھ کو بھول
دوستی ہم نے بھی کی تم سے فضول
وہ لگے کہنے کہ کل قصہ سنا | تا کہ سمجھوں تھا کہیں تجھ سے ملا
میں نے سب اول سے آخر تھا کہا | اور رنڈاپے کا سنایا ماجرا
ایک غلماں کو بلایا بے گماں
اور کہا۔لا۔ ڈائری میری یہاں
وہ گیا۔ اور ڈائری لایا جب ہی | ورق الٹے میرے شوہر نے سب ہی
اور بولا مجھ سے وہ فوراً جب ہی | واسطہ تجھ سے پڑا تو تھا کبھی
سیر جب کی تھی سرائے دہر کی
واں ہوئی تھی مجھ سے تیری دوستی
یہ بتا مجھکو ذرا اے بادلی | میں تھا دنیا میں بلا ان اجنبی
تو نے اتنی کیوں بڑھائی دوستی | در بدر پھرتی ہے مجھ کو ڈھونڈتی
دوسرے شوہر سے گھر آباد کر
مجھ کو راضی اور خدا کو شاد کر
میں نے اس سے یہ کہا پیارے نہیں | تیری عزت میں نہ کھوؤں گی کہیں
تجھ سا نظروں میں نہیں کوئی حسیں | میرے دل کا ہے تو ہی ماہ مبیں
میں نہ ہرگز اب یہاں سے جاؤنگی
تیرے پہلو میں ہی راحت پاؤنگی
سن کے وہ بولا۔ کہ اب اچھا تو جا | جلد تم کو ہم یہاں لیں گے بلا
پاک تو نے اپنی عصمت کو رکھا | پاک بازی کا تجھے دوں گا صلہ
جسم سے تیرے جو بدبو آتی ہے

غیر حالت میری ہوتی جاتی ہے

ایک دم پھر آنکھ میری کھل گئی | اور کلفت ساری دل کی دھل گئی
جسکے غم میں۔ میں یہاں تھی گھل گئی | خاک میں جس کے لئے تھی رل گئی
کرلیا وعدہ اسی نے خواب میں
جان آئی۔ ماہی بے آب میں

جلد وہ مجھ کو بلالیں گے وہاں | جس کو دنیا والے کہتے ہیں جہاں
پاس میں اُن کے رہوں گی شادماں | ہو لو دُنیا والو مجھ سے بدگماں
اشتیاق موت ہے اب ہر گھڑی
زندگی کی گنتی ہو گھڑیاں پڑی

جُگنو

ننھے بچے نے پکڑلی ننھی جاں | رکھ کے ٹوپی میں ہوا وہ شادماں
اُس پہ ہیرے کا ہوا۔ اسکو گماں | اور سمجھا اُس کو مالِ بیکراں
بولا جگنو کیوں مجھے پکڑا تا
کس لئے ہے اس طرح جکڑا تا

روشنی ہے جو کہ میری دیکھتا | راز اس کا صبح ہوتے جب کھلا
ہے یقیں دل میں بہت پچھتا ئیگا | ہوگا جب بچے مرا۔ اندھا دیا
پیارے بچے چھوڑ دے اب تو نہ کر
ننھے ہاتھوں سے ستم اس جان پر

بولا بچہ میں نہ چھوڑوں گا کبھی | روشنی مجھکو لگی تیری بھلی
لے کے گھر جاؤنگا میں تجھ کو ابھی | دیکھکر گھر والے خوش ہونگے سب ہی
میں نے محنت سے تجھے پکڑا بہت
میں نے محنت سے تجھے جکڑا بہت

بولا جگنو میرے بچے بات سُن | اپنے مستقبل کا پہلے تانا۔ بُن
سیکھ لے دنیا میں اچھے جو ہوں گُن | علم کی صبح و مسا رکھ دل میں دھن

تجھ میں میری سی ضیا آجائے گی
روشنی تجھ سے بھی دُنیا پائے گی

شمع میری تو فقط ہے عارضی | صبح ہوتے ہی یہ گُل ہو جائے گی
شمع لیکن علم کی ہے کب بجھی | تُند جھونکوں سے بھی لو بڑھتی رہی

آ گیا بچے کو جب اسکا یقیں
چھوڑ جُگنو کو دیا۔ اس نے وہیں

نبیؐ اور علیؑ

ایک دن بیٹھے علیؑ حضرت کے گھر | کر رہے کچھ ذکر تھے باہم دگر
بس گیا دل میں علیؑ کے یہ خیال | مجھ سا دُنیا میں نہیں ہے زور ور
ساتھ میں آیا تصور اسکا بھی | علم بھی مجھ سا نہیں رکھتا بشر
چونکہ حضرت پر تھا ظاہر دل کا حال | وہ سمجھ پائیں گئے پھر سر بسر
بولے حضرت اے علیؑ جنگل کو جا | اور تھوڑی دیر واں پھر سیر کر
چل دیئے سُن کر علی حکمِ حضور | دل کے اندر اپنے فوراً سوچ کر
راز مخفی ہے کوئی اس بات میں | بھیجتے ہیں مجھکو جو خیر البشر
جا کے جنگل میں عجب دیکھی یہ بات | جا رہا گھوڑے پہ ہے کوئی بشر
راستہ میں تنگ پُلیا آگئی | وہ گیا گھوڑے سے فوراً ہی اُتر
دیکھ کر حیراں ہوئے حضرت علیؑ | اس بشر کی قوت اور اس زور پر
آگے اس سے پھر گئے حضرت علیؑ | دیکھے کچھ بیٹھے وہاں پر جانور
ہیں بنے لعل و جواہر کے تمام | اور ہیں یاقوت کے سب اُنکے پر
اور پروں پر اُن کے ہے قرآں لکھا | پھر دوبارہ جو پڑی اُن پر نظر
دیکھتے کیا ہیں کہ کھاتے کوہیں سب | بولے اِن باتوں کو اپنے دیکھ گھر
پاس حضرت کے گئے خاموش بیٹھ | دیکھ کر بولے اُنھیں خیر البشر
آج کیوں خاموش ہو بھائی علیؑ | کچھ تم آزردہ مجھے آئے نظر
تب علیؑ بولے کہ حضرت کیا کہوں | آپ نے مجھ سے کہا تھا سیر کر

۴ اور پر ہاتھوں پر گھوڑے کر اٹھا تے تھے کہ پیاسے کی فوراً اُتر

حکم پاکر میں گیا جنگل میں جب | اک عجب منظر پڑا مجھکو نظر
سب بتایا جو وہاں دیکھا غرض | تھا علی نے من و عن اور سر بسر
بولے حضرت کیوں تمہیں حیرت ہوئی | وہیان آیا تمکو اپنے زور پر
تم کو قدرت نے دکھایا اک سوار | پار۔ پُلیا کے گیا۔ جو کہ اُتر
وہ پرندے تم نے جو دیکھے علیؑ | جو پڑے تھے گوہ تمہیں کھاتے نظر
چودھویں صدی میں اُمت میں مری | بعض عالم ہوں گے ایسے خوش سیر
علم تو ہوگا مگر اعمال بد
وہ کریں گے اس طرح اپنی بسر

اسیر بلبل

ایک کی صیاد نے بلبل اسیر | باغ میں سمجھا جسے وہ بے نظیر
چل دیا گھر کو وہ اپنے مثل تیر | اتا نہ ڈالے رخنہ یہ کچھ چرخ پیر
کر دیا پھر اس کو محبوس قفس
اس میں وہ اپنے گذارے کچھ نفس

گو کیا صیاد نے تھا اس کو قید | یہ سمجھ کر اس کو کہ ہے ایک صید
دیکھنے آتے تھے جس کو بکر و زید | وہ چھپاتا راز تھا با مکر و کید
کس جگہ سے اس کو لایا ہے یہاں
غم سے جس کے کھل رہا ہے باغباں

رکھتا بلبل کو ہمیشہ پیار سے | لاکے دیتا پھول پھل بازار سے
کہدیا تھا اس نے کل گھر بار سے | چھیڑ کچھ کرنا نہ تم اس زار سے
مجھ کو الفت ہے بہت بلبل کیساتھ
میرے آئی ہے بڑی مشکل سے ہاتھ

پھول لاتا۔ توڑ کر اچھے مدام | اور قفس پہ لاکے رکھتا تھا تمام
میٹھے میٹھے اس سے کرتا تھا کلام | تاکہ وہ آرام سے ہو جائے رام

اس پہ بھی بلبل مگر خاموش تھی
گم کئے اپنے قرار و ہوش تھی

دانا پانی وہ نہ تھی کھاتی کبھی | اس کے جھانسوں میں نہ آتی تھی کبھی
چونچ سے تھی کوٹتی چھاتی کبھی | آہ و نالہ کر کے رہ جاتی کبھی
دیکھ کر صیاد کو ہوتا الم
سوچتا تھا کونسا ہے اس کو غم

ایک دن دل میں بسا اسکے یہ دھیان | یاد کرتی ہو یہ شاید گلستاں
نے کے پھر پنجرہ چلا اس کا دہاں | جس جگہ اس کا کبھی تھا آشیاں
پنجرہ رکھا بیچ میں گلزار کے
تن میں تا دم آئے دل افگار کے

باغ کی کل بلبلیں آئیں وہاں | اور شبنم سے کئے آنسو رواں
دیکھ کر اس کو ہوئیں وہ نیم جاں | پھر بسا پا کے اپنا آشیاں
لوٹ کر صیاد آیا اپنے گھر
دیکھا پھر بلبل کو اس نے نوحہ گر

بولا یہ صیاد بتلا عندلیب | تیری حالت دیکھتا ہوں میں عجیب
کیا ہے تو ناساز کہہ تو اے غریب | تا تری خاطر کوئی لاؤں طبیب
پھول و پھل تیرے لئے لاتا ہوں میں
اس پہ بھی خاموش ہی پاتا ہوں میں

اب قفس ہی گھر ہے میری بات سن | کام آئیگا نہ تیرا کوئی گن
چاہے کتنا بھی تو سر کو اپنے دھن | اب قفس میں رہکے ہی بس دانا چن
میں سدا خوش تجھ کو رکھوں گا یہاں
گہ بہ گہ لے کر چلوں گا گلستاں

بولی بلبل تو بہت نادان ہے | اپنے پھٹنے کا بہت سامان ہے
راز سے میرے ابھی انجان ہے | کوئی دم کی تن میں باقی جان ہے
جاؤں گی تیرے قفس کو چھوڑ کر

تتلیاں زندانِ غم کی توڑ کر

میوہ دیتا ہے مجھے تو لا کے جو | مہربانی ہے بہت یہ مجھ پہ گو
پھول بھی لاتا ہے تو دلجوئی کو | پر شگفتہ کس طرح سے دل یہ ہو

آنکھ جب کھولی تو میں آزاد تھی
قید کی خود ہی رکھی بنیاد تھی

ایسے میووں میں کہاں لذت بتا | ہاتھ سے جو غیر دے اپنے سدا
گل بھلا تبلا ہیں وہ بھائے کیا | توڑ کر کے جو کہ ہو۔ لایا ہوا

میوہ وہ ہے خود جو کھائیں توڑ کر
گل ہے وہ جائے نہ گلشن چھوڑ کر

کہتے کہتے آنکھ اس نے بند کی | اور وہ صیاد سمجھا مر گئی
پنجرے سے باہر وہ بلبل پھینکدی | اُڑ گئی گلشن کو وہ ہنستی ہوئی

اڑتے اڑتے کہہ گئی اک بات سُن
کام آتا ہے سدا۔ دُنیا میں گُن

گل چیں

ٹھہر گل چیں پہلے میری بات سُن | کیا لگائی تو نے ہے ناحق کی دُھن
عیب کو بھی ہے سمجھتا اپنے گُن | بعد میں چاہے تو جتنے پھول چُن

کیوں یہ تیرے ہاتھ چلتے ہیں یہاں
کیوں کیا بلبل کو تو نے بدگماں

تو اگر بلبل کو رُوتا دیکھ لے | پھر تو سفاکی کا پیشہ چھوڑ دے
بند آنا تو یہاں اپنا کرے | پھول لگتے شاخ پر ہیں کچھ بھلے

پھول بھی وہ توڑتا ہے بے خطر
جو نظر آتا ہے تنہا شاخ پر

بولا گل چیں سچ ہے اے عالی گہر | کیا کروں مجبور دل سے ہوں مگر

ہے مرا معشوق جو اک سیمبر | پھولوں سے اُلفت ہے رکھتا خاصکر
توڑ کر میں پھول دیتا ہوں اسے
تاکہ خوشبو اس کی وہ لیتا رہے

چونکہ دنیا میں ہے وہ بھی ایک ہی | رشکِ گل ہے اُسکا حسنِ ظاہری
حور۔ کہیئے اس کو غلماں یا پری | میں نے یہ تعریف ناقص اُسکی کی
توڑتا ہوں اس کی خاطر پھول میں
تاکہ نظروں میں رہوں مقبول میں

توڑنے سے میرے ہرگز غم نہ کر | میں نہ توڑوں خود گریگا ٹوٹ کر
ہوتی ہے عزت اُسی کی اے پسر | چھوڑ دیتا ہے کوئی جو اپنا گھر
میرا گل رو جبکہ سینہ پر رکھے
کتنی پھر اس پھول کی عزت بڑھے

گر یقیں تجکو نہ آئے دیکھ لے | سیکڑوں ہیں پھول مرجھائے ہوئے
اُن کی جانب تک نہیں ہیں دیکھتے | خاک ہو جاتے ہیں آخر سوکھ کے
دوسرے ہے ایک اسمیں خاص بات
وہ بھی سُن لے مجھسے تو اے نیک ذات

بلبلوں کا خون یہ کرتے ہیں جو | بھیجا مجھ کو اس کا بدلہ لینے کو
جو تعمق کی نظر اُس پر کرو | بات پھر معلوم ساری تم کو ہو
میرا مولا ہے بڑا ہی بے نیاز
توڑتا ہے میرے ہاتھوں اُنکا ناز

انقلاب

اک جگہ دو دوست تھے بیٹھے ہوئے | اس طرح تھے گفتگو وہ کر رہے
کیا ہے شے دنیا کے اندر انقلاب | ایک نے فوراً دیا سُن کر جواب
تخت کے لٹنے کو کہتے ہیں سدا | سلطنت چھٹنے کو کہتے ہیں سدا
دوسرا بولا نہیں یہ لغو ہے | انقلاب اس کے سوا ہے ایک شے

جو بدل دے اپنی صورت کو کوئی
جو بدل دے اپنی سیرت کو کوئی

اس سے بڑھکر بس نہیں ہے انقلاب
کالی جو ڈاڑھی کرے مل کر خضاب

سُن رہا تھا میں یہ سب چپکا کھڑا
کہدیا جو دل میں آیا۔ برملا

ہے بڑوں کا سایہ اُٹھنا انقلاب
بعد میں پڑتے ہیں سر پر سو عذاب

جنیدؒ اور شوقِ شہادت

کہتے ہیں حضرت جنیدؒ باہنر
ایک دن لڑتے تھے حق کے نام پر

دل کے اندر تھا بسا شوقِ جہاد
ساتھ میں تھے آپ کے گیارہ بشر

جب کیا آغاز حضرت نے جہاد
پڑ گئی گیارہ محافوں پر نظر

دیکھا پکڑے ہیں فرشتے اونٹوں کو
ساتھ میں حوریں بھی آتی ہیں نظر

سوچنے دل میں لگے اپنے جنید
دیں گے حق کی راہ میں گیارہ ہی سر

ایک ساتھی ہو گیا اُن کا شہید
ایک محافہ بھی نہ آیا پھر نظر

ہو چکے اس طرح جبکہ دس شہید
اونٹ بھی غائب ہوئے دس سر بسر

اتنے میں آیا یہودی اک وہاں
بولا اُن سے اے جنیدؒ باہنر

کیا فقیروں کو لڑائی سے ہے کام
کس لئے لڑنے کو آئے ادھر

دس محافے لے کے ساتھی چل دیئے
بولے حضرت اس کی کیا تجکو خبر

اب مرے جانے کی باری آئی ہے
باقی میرا ہے محافہ اونٹ پر

جاؤنگا میں ہو کے جنت میں شہید
مر گیا میں بھی جو حق کے نام پر

یہ لگا کہنے یہودی اُن سے پھر
مجھ کو بھی ایمان اب تلقین کر

وہ مسلماں ہو گیا اور مر گیا
مل گئی اسکو شہادت دیکے سر

وہ یہودی چل دیا سوئے جناں
اس محافے میں خوشی سے بیٹھ کر

آئی اک آواز فوراً اے جنیدؒ
جاؤ بس اب تم یہاں سے اپنے گھر

اپنی کھُرپا۔ اور جالی لو سنبھال
گھر ہی میں تسبیح پھیرو بیٹھکر

موسیٰ اور جالینوس

پیٹ میں تھا درد موسیٰ کے بہت
ہو گئی مشکل تھی جس سے عافیت

جا کے فوراً طور پر یہ عرض کی
دے مجھے یارب دوا اس درد کی

حکم یہ رب نے دیا موسیٰ تو جا
اور تھوڑی سونف فوراً آج کھا

سونف جب موسیٰ نے کھائی تھوڑی سی
ہو گئی اُس درد میں فوراً کمی

ایک دن ہونے لگا پھر اُن کے درد
نبض بھی پڑنے لگی حضرت کی سرد

پھر گئے اور رب سے یہ بولے کلیم
درد سے میری ہوئی حالت سقیم

حکم موسیٰ کو ملا اے خوش سیر
جا کے جالینوس کے ہو اب کے سر

پاس جالینوس کے فوراً گئے
اور دوا اپنی لگے وہ مانگنے

بولا جالینوس اے حق کے نبی
سونف کچی پھانک لو فوراً ابھی

اس عمل سے درد پھر جاتا رہا
اک تعجب سا یہ موسیٰ کو ہوا

جا کے مولا سے یہ کی موسیٰ نے بات
پاک ہے تو اور تیری پاک ذات

تو نے کیوں یہ گر نہ بتلایا مجھے
پاس جالینوس کے بھیجا مجھے

بولے حکمت کا ہے وہ موسیٰ رسول
بات کا ہوتا ہمیشہ ہے اصول

کام جس کے ہاتھ میں جو دے دیا
کام اُسی سے ہم وہ لیتے ہیں سدا

رنڈی اور رابعہ بصری

رابعہ بصری وہ نخر روزگار
پڑ گئیں رنڈی کے ہاتھوں ایکبار

چونکہ حضرت تھی نہایت ہی حسیں
ثانی اُن کا دوسرا تھا ہی نہیں

چاہا رنڈی نے کمائی میں کروں
حسن سے کچھ فائدہ اُنکے میں لوں

لا بٹھایا اس کو آخر بام پر
دیکھ کر مرنے لگے اُن کو بشر

پاس جو جاتا کوئی اُن کے کبھی
اس طرح سے بات ہے میں نے سنی

وہ دوگانہ پہلے پڑھوائیں سدا
فیض دے کر صبح کو کرتیں جدا

ایک مدت تک رہا یہ ماجرا
ایک دفعہ جو پاس اُن کے آگیا

پھر نہ دوبارہ کبھی دیکھا اسے
لوگ آتے اور جاتے ہی رہے

دیکھا چھپ کر ایکدن رنڈی نے حال
پانوں پر پھر گر پڑی وہ پیر زال

یہ لگی پھر کہنے وہ اے رابعہ
حال تھا مجھکو نہ معلوم آپ کا

آج میں کرتی تمہیں آزاد ہوں
جاؤ تم آزاد میں دل شاد ہوں

رابعہ بصری نے فوراً یہ کہا
سُن لے رنڈی بات تو میری ذرا

کیا کیا تو نے مجھے ۔ آزاد آج
فیض کو بھی کر دیا ۔ برباد آج

پیپل اور متقی

ایک تھا دُنیا کے اندر متقی
رکھتا پیپل سے نہایت دُشمنی

لے کلہاڑی ہاتھ میں اکدن چلا
جس جگہ پیپل کہ تھا لہرا رہا

چاہتا تھا اک کلہاڑی مار کر
کاٹ ڈالے اُس کے ٹہنے بیخطر

ایک دم پیپل سے عورت بنگئی
ہاتھ اپنے باندھ کر یہ عرض کی

اک اشرفی روز لے جایا کرو
کاٹنے پیپل نہ تم ۔ آیا کرو

پھنس گیا لالچ میں زر کو دیکھکر
چل دیا وہ متقی فوراً ہی گھر

آیا لینے اشرفی روز دویم
بن گیا پیپل وہ عورت ایکدم

اور کہا اب کے اگر آیا یہاں
کردونگی تن سے الگ میں تیری جاں

خالصاً للہ تھا ۔ آیا یہاں
پھنس گیا دُنیا میں اب تو بے گماں

سید اور مہاراجہ بھرت پور

ایک سید تھے بھرت پور میں مقیم
شاد تھا جن سے بہت ربِ کریم

کرلی ذبح گائے بھتی بقرعید کو
تاکہ قربانی کا فرض انجام ہو

جب ہوا معلوم یہ مہاراجہ کو
یہ کہا کہ توپ دم اس کو کرو

دیکھا دیواں حافظِ شیراز کا
ایک مصرع اس کا سید نے پڑھا

صاف نکلی اس کی خاطر فال تھی
جو کہ ظاہر کرتی سچا حال تھی

اس میں تھا لکھا کرے کوئی مدد
جس سے ہو جائے یہ تیرا دُور رد

جبکہ سید کو پکڑ کر لے چلے
اور نیچے محل کے ہو کر گئے

ہو گیا رانی کے پیدا اک پسر
ہو گیا آباد جس سے اس کا گھر

سُن لی رانی نے بھی آخر یہ خبر
توپ دم جاتا ہے ہونے کو بشر

بولی رانی بات سچی ہے یہ واہیات
ہوں خوشی کے وقت ایسے حادثات

پاس مہاراجہ کے بھیجا آدمی
اور کہا کہ آج ہے سب کو خوشی

چھوڑ دو سید کو بھی تم ایک دم
عفو کر دو سب خطائیں یک قلم

راجہ نے جب بات رانی کی سُنی
بعد فہمایش کے دی بس مخلصی

پھر دوبارہ عید آئی اگلے سال
پھر کیا سید نے گائے کو حلال

پھر دیا مہاراج نے یہ ہی حکم
جا کے سید کو کرو تم توپ دم

اب کے بھی گذرا وہی کل ماجرا
رانی کے لڑکا ہوا۔ اک دوسرا

فال بھی دیوانِ حافظ سے جو۔ لی
پھر وہی نکلی جو پہلے تھی کھلی

پھر دیا مہاراج نے سید کو چھوڑ
ہتکڑی اور بیڑیاں دی اسکی توڑ

تیسرا۔ پھر عید کا آیا جو سال
گائے پھر سید نے کر ڈالی حلال

پھر دیا مہاراج نے حکمِ ستم
کر دو۔ اب کے اس بشر کو توپ دم

لیکن اب کے واقعہ ایسا ہوا
تھا کوئی نواب واں ٹھہرا ہوا

یہ کہا مہاراج سے نواب نے
جانِ انساں لے نہ حیواں کے لئے

بات یہ دُنیا کرے گی کب پسند
مضحکہ تیرا کریں گے ہوشمند

یہ بہادر شخص ہے تو قدر کر
کام آئے گا ترے اسکا ہنر

حکم پھر مہاراج نے اس کو دیا
جبکہ موقعہ ہو تمہاری عید کا

ایک قربانی کا تجکو اذن ہے
لیکن اپنے گھر میں چھپکر جو کرے

پھر جو آیا عید کا دن اگلے سال
گائے سید نے نہ کی اب کے حلال

بولا یہ مہاراج سید کو بُلا
کیوں نہ اب کے گائے کی مردِ خدا

بُولا جب انسانیت تم سے ہوئی
ہم نے بھی نفسانیت کو چھوڑ دی

بات یہ راجہ کو جو اچھی لگی
اعلیٰ درجہ کی اُسے دی نوکری

جبکہ نرغے میں بھرت پور آگیا
چار جانب دشمنوں سے تھا گھرا

ایک لشکر کا تھا سید بھی امیر
خوش ہو۔ اسکی رُوح سے رب قدیر

اُس نے ایسے ہاتھ واں دکھلائے تھے
داد۔ دینے کو فرشتے آئے تھے

وہ رہا پایندہ جبتک اُس جگہ
مل سکا قبضہ نہ تب تک اُس جگہ

جب ہوا۔ سید وہ بیچارہ شہید
قلعہ کی دشمن کے ہاتھ آئی کلید

مہاراجہ رنجیت سنگھ اور پنچائی

ایک مسلماں تھا کوئی لاہور میں
جو کہ تھا رنجیت سنگھ کے دور میں

گیارہویں ہر سال کرتا تھا غریب
تاکہ خوش مولا کا ہو اُس سے حبیب

آگیا غربت میں آخر ایک سال
کچھ نہ تھا تو گائے ہی کر لی حلال

ہڈیاں اُس کی اٹھائیں چیل نے
گھر برہمن کے گرائیں چیل نے

گھر برہمن کا وہاں گو پاس تھا
فکر تھی کوئی نہ کچھ وسواس تھا

پھر برہمن کو جو غصہ آگیا
اس نے آکر یہ مسلماں سے کہا

پاس مہاراجہ کے لے جاؤں تجھے
اور سزائیں خوب دلواؤں تجھے

اس برہمن کی خوشامد اس نے کی
بات پر اُس نے نہ اس کی کچھ سُنی

آگیا آخر مسلماں کو بھی جوش
اور غصہ نے کئے گم اُس کے ہوش

لایا وہ تلوار اپنے گھر سے جا
سر برہمن کا کیا۔ تن سے جُدا

فکر لاحق پھر اُسے فوراً ہوا
خون کا کیونکر چھپے گا واقعہ

باندھ کر گٹھڑی میں اُسکی شب کو لاش
گاڑنے کی جا لگا۔ کرنے تلاش

راستہ میں اک سپاہی مل گیا
دیکھ کر گٹھڑی اُسے شک سا ہوا

بُولا گٹھری میں تری کیا ہے بتا
اس مسلماں نے یہ سُن کر یوں کہا

کپڑے دینے جاتا ہوں دھوبی کے گھر
دل میں اپنے اور تو کچھ شک نہ کر

جھوٹ سمجھا اس کا کہنا پہرے دار
اور گھڑی سر سے لی اس کے اُتار

کھول کر دیکھا تو اس میں لاش تھی
اور گھڑی میں تھی وہ لپٹی ہوئی

اس مسلماں کو لیا۔ فوراً پکڑ
اور ہاتھوں کو دیا اُس کے جکڑ

پاس مہاراجہ کے اُس کو لے گیا
حال جو کچھ کہ تھا دیکھا۔ سب کہا

بولا مہاراجہ بتا دے صاف صاف
حال مجھ پر کر تو اپنا انکشاف

سُن کے مجرم نے کہا۔ کل اپنا حال
گائے تک کا بھی۔ جو۔ کی اُسنے حلال

بُولا مہاراجہ اسے اب چھوڑ دو
بیڑیاں پیروں کی اس کے توڑ دو

سچ کہا اس نے ہمیں آیا۔ یقیں
بات پوشیدہ کوئی رکھی نہیں

ٹھیک تھا کرنا برہمن کو حلال
اس کو ہمسایہ کا کرنا تھا خیال

بیدار نگری

سُنتے ہیں دُنیا میں کوئی تھا دیار
اور ظالم تھا وہاں کا شہریار

چیلہ پہونچا واں گرُو کی ساتھ میں
اُس کی چیلے کو پسند آئی بہار

خوردنی اشیاء کا بھاؤ ایک تھا
تھا اشرفی اور ٹکے کا اک شمار

بُولا چیلے سے گرُو جلدی چلو
ٹھیک یاں رہنا نہیں ہے زینہار

کچھ تحفظ یاں مراتب کا نہیں
ایک ہی ہے یاں سدا ئیل وہنار

بولا چیلا یہ گرُو کی بات سُن
بعد مدت کے ملا۔ ایسا دیار

خیر تیری مرضی چیلے سے کہا
ہے گرُو کا کام کر دے ہوشیار

حلوا پوری کھا کے چیلا صبح و شام
بھول کر اک دم ہوا مثل حمار

اتفاقاً ایک مجرم کو وہاں
حکم تھا شہ کا چڑھا دو سبکو دار

بُولا راجہ سے مگر اُسکا وزیر
یہ تو مجرم ہے بہت با حالِ زار

کوئی موٹا آدمی ہو دستیاب
زیب دیگا اُس کو ہونا زیبِ دار

دیکھ کر دُبلا دیا اُس کو تو چھوڑ
اور وہاں پکڑے گئے موٹے دو چار

سب سے موٹا ان میں چیلا خوب تھا
بولا شہ ہوگا یہی اب زیبِ دار

گو دُہائی راجہ کی چیلے نے دی
اور کہا میں تو نہیں تقصیر وار

شاہ بولا تو تو موٹا خوب ہے
کیا ہے تھوڑا یہ گنہ اے تیرہ کار

آ گئے واں پر گرو بھی دیکھتے
بولے بیٹا خوب کھا۔ حلوا اچار

ہم نہ کہتے تھے اسی خاطر تجھے
ٹھیک یاں رہنا نہیں ہے زینہار

دوسرے چیلے سے اپنے یہ کہا
شاہ سے کہنا تجھے دے پہلے دار

کچھ اگر بولے تو کہنا شاہ سے
آج کے دن ہو گا جو کہ زیبِ دار

سیدھا جنت کو چلا جائے گا وہ
یاں رہے گا وہ نہ ہرگز زینہار

کر دکھایا چیلے نے جیسا کہا
سُن کے جس کو خوش ہوا وہ شہریار

اور لگا کہنے وہ اپنے لوگوں سے
مجھ کو کر دو آج فوراً زیبِ دار

بچ گیا چیلا گرو کی بات سے
چڑھ گیا پھانسی پہ فوراً شہریار

جو گرو تم سے کہے وہ ہی کرو
اور کچھ مطلب نہیں ہے زینہار

اس کہانی سے ہے مطلب میرا یہ
اپنے کو سمجھو نہ ہرگز ہوشیار

نوحؑ اور شیطان

نوحؑ سے ابلیس رستے میں ملا
اور یہ مردود نے اُن سے کہا

خوب ہی تم نے کیا حق کے رسُول
کر دیا دُنیا میں اک طوفاں بپا

میرے سر کا آج ہلکا بار ہے
کام اچھا کر گئی ہے بد دُعا

قوم کو سمجھا کے تم تھے تھک گئے
میں بھی بہکانے سے اُن کو تھک گیا

چین سے سوئینگے اب ہم اور آپ
کام اب باقی نہیں کچھ بھی رہا

ہے نہ اب گمراہی کا کچھ بھی سوال
اور نہ باقی ہے ہدایت کا مزا

نوحؑ یہ شیطان کا سُن کے کلام
عمر بھر روتے رہے اپنی تمام

معاویہ اور ابلیس

لکھتا ہے یہ مولوئ معنوی
تم نے دیکھی ہو جو اُن کی مثنوی

معاویہ جو دیر تک سوتے رہے
صبح کو آیا یہ شیطاں دیکھ کے

اور سوتے سے دیا اُن کو اُٹھا
دیکھ کر حیراں ہوئے یہ ماجرا

بولے اے شیطاں ذرا مجکو بتا
کام تو نے یہ کیا کیسا نیا

معاویہ سے یہ کہا شیطان نے
ہوتا دوگانہ قضا اس خواب سے

میں نے ہے تم کو دیا فوراً اُٹھا
کام یہ میں نے کیا ہے کیا بُرا

معاویہ بولے نہ اُٹھوں گا کبھی
راز سے جب تک نہو گی آگہی

بولا شیطاں ایکدن اے معاویہ
ہو گیا دوگانہ یوں ہی تھا قضا

آپ نے دریا بہائے اشک کے
اور پھر مغموم سے بیٹھے رہے

دیکھکر مولا نے اے میرے جناب
ایک کے بدلے دئے ستر ثواب

دیکھ کر مجھ کو یہ حکم بے نیاز
یاد پھر آیا وہ ہی وقتِ نماز

تم کو میں نے یوں دیا فوراً اُٹھا
تا نہ پاؤ تم ثواب اس سے سوا

معاویہ یہ دل سے پھر کہنے لگے
آنکھوں میں آنسو کو اپنے روک کے

حال سب معلوم ہو مردود ہو
وائے گر نیکوں کو آگاہی نہ ہو

فرعون اور غلام

ہو گئی فرعون کی گم ایک چیز
جس کو رکھتا تھا نہایت وہ عزیز

سب غلاموں کو بلایا اور کہا
ڈھونڈ کر جو چیز میری لائیگا

مستحق ہو گا بہت انعام کا
اور غلامی سے بھی وہ ہو گا رہا

سُن کے یہ کرنے لگے سب جستجو
ایک کی بر آئی آخر آرزو

جا کے دی اس نے وہیں فرعون کو
اور کہا پورا وہ اب وعدہ کرو

اور جتنے اُسکے تھے باقی غلام
تھے بہت مغموم دل میں وہ تمام

یہ کہا فرعون نے ہامان سے
کیوں نظر آتے ہیں یہ حیران سے

بولا یہ فرعون سے اس کا وزیر
اس لئے یہ ہو گئے غم میں اسیر

تھے برابر جستجو میں سب غلام
پائی شے جس نے ہوا ہے اُسکا نام

یہ دیا فرعون نے اس کو جواب
پہلے دو انعام ان کو بے حساب

ساتھ میں آزاد بھی کر دو انھیں
تاکہ یہ سب لوگ مجھ سے خوش رہیں

پھر وہ بولا چیز تھی جسکو ملی
خوب ہی انصاف کی یہ بات کی

مجھ میں ان میں فرق کیا باقی رہا
کیا یہی انصاف ہے تیرا شہا

یہ دیا فرعون نے سن کر جواب
کس لئے تو کھا رہا ہے پیچ و تاب

تھے برابر سب طلب میں یہ تری
ایک ہی شے تھی جو میری گم ہوئی

فرق یہ بھی ہم مٹائے دیتے ہیں
ہم تکبر تیرا ڈھائے دیتے ہیں

مار دی نے کر زمیں پر وہ ہی چیز
تھا سمجھتا جسکو وہ پہلے عزیز

تھی نہ ایسی اس کے پانے کی خوشی
اور نہ ہے کچھ ٹوٹ جانے سے غمی

موسیٰ اور خدا کا دوست

حق تعالیٰ سے یہ موسیٰ نے کہا
جو کہ تیرا دوست ہے مجکو بتا

حق تعالیٰ نے دیا سن کر جواب
دوست تو ہے کچھ نہیں تجھ سے حجاب

پھر یہ موسیٰ نے کہا بتلا مجھے
کون خالص تیرا مولا دوست ہے

جب لگے اصرار ہی کرنے کلیم
یوں ہوا گویا خداوند کریم

سامنے جو ہے نظر آتا پہاڑ
کچھ اُگے اُسپر نظر آتے ہیں جھاڑ

اس جگہ اک میرا مخلص دوست ہے
کھو دیا الفت میں جسنے پوست ہے

موسیٰ فوراً دیکھنے اسکو گئے
جا کے واں ہیں کیا تماشہ دیکھتے

ایک جذامی شخص بیٹھا ہے وہاں
کچھ نظر آتا نہیں جز استخواں

سخت بدبو آ رہی ہے جسم سے
دیکھ کر واپس اُسے ہونے لگے

بولا وہ مردِ خدا سن ایک بات
کیوں لگی تجھ کو بری ہے میری ذات

ملنے آیا مجھ سے اور جاتا ہے تو
دیکھ کر نفرت مجھے کھاتا ہے تو

بولے موسیٰ مجھکو اتنا تو بتا
دوست ہے تیرا خدا۔ مردِ خدا

پھر بھی میرا حال ایسا ہوگیا
ایسی تکلیفوں میں تو ہے مبتلا

بولا عاشق کا یہی ہوتا ہے حال
خوش وہ ہوتا ہے بڑھے جتنا وبال

پوچھا موسیٰ نے بتا اپنی طلب
تا کروں میں عرض جا کر پیشِ رب

بولا حسرت ایک پوری ہوگئی
آپ کی صورت جو میں نے دیکھ لی

ایک حسرت میری اب باقی رہی
آرزو ہے مجھکو آبِ سرد کی

چلدیئے لینے کو موسیٰ سرد آب
آئے پانی لے کے وہ ٹھنڈا شتاب

دیکھتے کیا ہیں وہاں پر ماجرا
شیر اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر گیا

دفن کر کے آئے موسیٰ طور پر
پھر خدا سے یوں کہا اے دادگر

بھید اس کا تو مجھے بھی دے بتا
کیوں ہوا تو دوست سے اپنے خفا

حکم آیا۔ دو خطائیں اس نے کیں
جس کو میں برداشت کر سکتا نہیں

میرا عاشق ہو۔ تری خواہش کرے
اور ٹھنڈے پانی کو تجھ سے کہے

وہ اگر پانی مجھ ہی سے مانگتا
سوکھے دریا کو بھی میں دیتا بہا

جنید اور شرابی

ایک دن نزدِ جنیدؒ باصفا
آدمی ایک آکے یوں کہنے لگا

بیٹھ کر مسجد میں کرتے وعظ ہو
ہم تو جب جانیں تمہیں مردِ خدا

شہر سے باہر شرابی چند ہیں
اُن کو بھی بھلاؤ جا کے راستا

سُن کے یہ پہونچے وہاں فوراً جنیدؒ
تھے شرابی جس جگہ جلوہ نما

رات دن تھا شغل اُنکا راگ و رنگ
کرتے بدعت ہی وہ رہتے تھے سدا

وہ شرابی دیکھ کر ڈرنے لگے
تم نہ گھبراؤ یہ حضرت نے کہا

پینے آیا ہوں یہاں میں بھی شراب
میں بھی لیتا ہوں بہت اس کا مزا

پھر شرابی سُن کے یہ کہنے لگے
کیا خبر تھی ہم کو اے کانِ حیا

ہم شرابیں گھر پہ پہونچاتے حضور
آپ فرمائیں اگر ہم سے حضور
بولے رندوں سے مگر حضرت جنیدؒ
بولے ہم میں تو کرامت یہ نہیں
سُن کے یہ کہنے لگے اُن سے جنیدؒ
سُن کے یہ مشتاق فوراً ہو گئے
دیر کیا ہے مہرباں جلدی کرو
سب نہاؤ بدلو کپڑے ایک دم
سب ہوئے تیار وہ اُس کام کو
جب لگے وہ رند سب پڑھنے نماز
رہنمائی اُن کی اب آگے تو کر
میرے مولا آگے تیرا کام ہے

مے سے خالی اب تو مشکا ہو گیا
شہر سے فوراً ابھی ہم دیں منگا
مجھکو تو فوراً ہی اب دو تم پلا
بیٹھے بیٹھے دیں یہیں تمکو پلا
دوں نہیں سب لوا بھی ایسا بنا
سب نے مل کر ایک دم اُن سے کہا
اور کر دو ہمکو کرامت یہ عطا
پڑھ لو دو رکعت بھی حضرت نے کہا
جو ابھی حضرت نے اُن سے تھا کہا
عرض کی حق سے کہ اے ربُّ العلا
میں نے تیرے پاس تک پہونچا دیا
استقامت جو کرے اُن کو عطا

سب بنے کامل وہ جتنے رند تھے
ہو گئی مقبول حضرت کی دعا

مہاراج کبیر اور بقال

گھر تھے بیٹھے ایکدن اپنے کبیر
کچھ نہ ساماں پاس مہمانی کا تھا
پاس بیوی کے گئے فوراً کبیر
اُن کے کھانے کا تو کچھ سامان کر
بولی بیوی گھر کے اندر کچھ نہیں
میری صورت کا بہت دلدادہ ہے
تم کہو تو جا کے سودا لاؤں میں
بولے سُن کر اپنی بیوی سے کبیر
جا کے اس کے پاس سے سودا تو لا

چند سادھو آئے جو تھے راہگیر
فقر و فاقہ سے تھا اُن کو سامنا
بولے آئے ہیں یہاں کچھ راہگیر
تاکہ جائیں وہ یہاں سے پیٹ بھر
پاس اک بقال رہتا ہے یہیں
میرا کہنا کرنے کو آمادہ ہے
کچھ ہنر اپنا اُسے دکھلاؤں میں
جا یہاں سے جلد تو اب مثلِ تیر
سادھوؤں کو جلد پھر کھانا کھلا

پاس وہ فوراً گئی بقال کے
اور کہا اتنا مجھے سودا۔ تو دے

ہو کے خوش بقال نے فوراً کہا
مال آگے ہے ترے سارا پڑا

چاہے جتنا لے مجھے کیا عذر ہے
شرط یہ ہے میرا تو کہنا کرے

رات کو آنا تجھے ہوگا ضرور
تا ہو حاصل وصل سے تیرے سرور

لے کے سامان کرکے وعدہ آگئی
بات سب خاوند سے آکر کہی

رات جب بھیگی تو یوں بولے کبیر
ہاں پہن کپڑے تو بن جا مثل ہیر

اپنے کندھے پر لیا اس کو چڑھا
اور گئے بقال جس جا رہتا تھا

دیکھ کر بقال بے حد خوش ہوا
اور پھر دریافت عورت سے کیا

آج بارش ہے بہت ہی زور کی
جوتیاں تیری ہیں کیوں سوکھی ہوئی

کیا سبب اس کا ہے دے مجکو بتا
بولی شوہر لایا ہے کاندھے چڑھا

سن کے یہ بقال حیراں ہوگیا
دل نے چٹکی لی پریشاں ہوگیا

پاؤں میں آکر گرا مہاراج کے
اور کہا مجھ کو بھی کچھ تعلیم دے

ہوگئے خوش اس سے پھر فوراً کبیر
بن گئے فوراً ہی اس کے دستگیر

آئینہ دل اسکا فوراً کر دیا
نور سے سینہ بھی اس کا بھر دیا

علیؑ اور عربی

ایک عربی نے علیؑ سے یہ کہا
کیا سبب ہے اسکا اے شیر خدا

کیوں خلافت میں پڑی ہے گڑبڑی
عہد میں پہلے نہ تھا ایسا ہوا

بولے اس سے علیؑ حیراں نہ ہو
میں سبب اس کا بتاؤں سن ذرا

پہلے خلفاء کے تو ہم سے تھے شیر
وقت میں میرے مجھے تجھ سا ملا

سلیمانؑ اور شیطان لعین

ایک دن حضرت سلیمانؑ نے کہا
کر دعا مقبول یہ رب العلا

کردے تابع میرے شیطاں کو ضرور — جب کئے تابع مرے وحش و طیور
یہ ملا اس کا سلیمانؑ کو جواب — ٹھیک کب رہتا ہے اسکا ہمرکاب
مُلک میں تیرے وُہ ڈالے گا فتور — اس سے رہنا چاہیئے بس دُور دُور
تھا سلیمانؑ نے کیا اسرار جب — ہوگیا تھا ہر ہاں پھر اُس پہ رب
حکم یہ فوراً ملا شیطان کو — تم سلیمانؑ کے یہاں جایا کرو
سُن کے شیطاں آگیا دربار میں — اور لگا رہنے اُسی سرکار میں
لیکن اس دربار میں روتا رہا — اور غم میں جان و دل کھوتا رہا
ایک دن بولے سلیمانؑ اے لعیں — دیکھتا ہوں میں تجھے اندوہ گیں
بولا یہ شیطان اے حق کے نبی — میں نہیں تابع ہوا۔ ہرگز کبھی
میں بُرا تھا۔ یا بھلا۔ جیسا بھی تھا — یا۔ رہا ہو کر میں مردودِ خدا
پر میں عاشق تھا اُسی کا بندہ تھا — اور بندوں سے نہیں تھا واسطہ
فی الحقیقت طوقِ لعنت اب پڑا — دوسروں کا جو مجھے تابع کیا
دی تسلّی اور سلیمانؑ نے کہا — لے گئے جنت ساتھ تجھ کو جاؤنگا
ایسے لالچ کو تھا کب وہ مانتا — یوں سلیمانؑ سے وہ پھر گویا ہوا
اے سلیمانؑ ایسی جنت کیا کریں — جو کہ ہو بالواسطہ حاصل نہیں
اس سے بہتر ہے وہ دوزخ واقعی — آپ مولا نے جو خوش ہو کر ہو دی
تین دن شیطاں جب روتا رہا — ہوش اپنے اس جگہ کھوتا رہا
آگئی مولا کی رحمت جوش پر — بے قراری کر گئی اُس کی اثر
حکم تھا رب کا سلیمانؑ کو مُدام — سی کے تو زنبیل کر حاصل طعام
وہ سدا زنبیل بافی کرتے تھے — پیٹ اس سے ہی وہ اپنا بھرتے تھے
جب سے شیطاں کی ہوئی واں حاضری — کوئی بھی زنبیل بک سکتی نہ تھی
بھوک نے بیتاب اُن کو کر دیا — سلطنت سے تینے کا یارا نہ تھا
کی سلیمانؑ نے یہ مولا سے دُعا — میں مرا جاتا ہوں بھوکا اے خدا
غیب سے پھر آئی اُن کو یہ ندا — اے سلیمانؑ کیا نہ تھا ہم نے کہا
قید جب دلال ہو اے متقی — پھر خریدے کون زنبیل آپ کی

پھر سلیماںؑ نے خدا سے یوں کہا | دُور کر مجھ سے تو یہ اپنی بلا
پائی شیطاں نے رہائی لا کلام
پھر وہی اُس نے مچائی دھوم دھام

فرعونؔ اور شیطانؔ

جب کہا فرعون نے میں ہوں خدا | سامنے شیطان بھی حاضر ہوا
اور کہا کرے مجھے اپنا رسُولؔ | ہے خدائی کے لئے یہ ہی اصول
کر دیا فرعون نے اُسکا کہا | پاس اُس کے وُہ لگا رہنے سدا
اتفاقاً خشک سالی ہو گئی | ناج کی کل منڈی خالی ہو گئی
ساری دُنیا ہو گئی فاقوں سے تنگ | اک نئی ہونے لگی عالم میں جنگ
سب نے یہ فرعون سے فوراً کہا | کر دے بارش آج دُنیا میں ذرا
تو یہ کیسا بن کے بیٹھا ہے خدا | مُتی جاتی ہے خدائی برملا
یہ کہا ابلیس سے فرعون نے | دے بتا ترکیب بارش کی مجھے
منحرف ہو گی وگرنا۔ ساری قوم | خوار ہو گی سب یہ میری پیاری قوم
بولا یہ شیطان کر دل میں نہ فکر | اور اس کا کر کسی سے تو نہ ذکر
دے دلاسا قوم کو تو لا کلام | میں ابھی کرتا ہوں جا کر انتظام
قوم سے فرعون نے اپنی کہا | جاؤ کی مقبول ہم نے التجا
چیلوں کو شیطان نے تاکید کی | تم کرو پیشاب دُنیا میں ابھی
جتنے تھے شیطاں کے چیلے ایکدم | سب لگے پیشاب کرنے بیش و کم
لوگ سمجھے ہو رہی ہے بارش اب | جائیگی سب خشک سالی اس سے اب
پھر نتیجہ کیا ہوا۔ اسکا اجی | کھیتی جو باقی تھی وہ بھی جل گئی
پھر کہا فرعون نے یہ دیکھکر | اب بتا میرے رسُولِ نامور
کر دیا تو نے تو اُلٹا یہ حساب | قوم کو کیا دوں بتا اسکا جواب
بولا یہ شیطان اس سے برملا | مجھ سا پیغمبر ہو۔ اور تجھ سا خدا
اس جگہ۔ ہو گا یہی آخر ظہور | رحمتِ خالق رہے گی دُور دُور

تو کہے دُنیا سے ہوں سب کا خدا
اور پیغمبر سے چاہئے مشورہ
پاس تھا فرعون کے رکھا انار
تحفتاً لایا تھا اُس کا کوئی یار
چار قاشیں کر دی شیطاں نے اخی
اور کہا تو جوڑ دے اسکو ابھی
بولا یہ فرعون اُس سے نا مور
جانتا میں تو نہیں ایسا ہُنر
لے کے وہ ابلیس نے فوراً تمام
دیدیں پھر ترتیب فوراً لا کلام
اور پھر بولا کہ اے فرعون سُن
جانتا ہوں گو میں صدہا ایسے گُن

آج تک تو نے نہیں ہوگا سُنا
میں نے دعویٰ ہو خدائی کا کیا

سُکھدیو جی اور راجہ جینک

ایک دن سکھدیو جی نے جا کے پاس
یہ کہا بتلا پتہ بید ابیاس
کس طرح سے گیان ہو حاصل مجھے
اور جیون مکٹ کا درجہ ملے
باپ نے یہ سُن کے اُس سے یوں کہا
راجہ جینک کے یہاں فوراً تو جا
سُن کے ان کی بات وہ گیانی چلا
جا کے دروازے پہ راجہ کے کہا
جاؤ لوگو ایک دم راجہ کے پاس
ہے کھڑا فرزند ست بید ابیاس
جا کے دی لوگوں نے راجہ کو خبر
بولا راجہ رہنے دو دروازے پر
سات دن تک وہ رہا اُس جا کھڑا
جس جگہ راجہ نے اُس کو تھا کہا
پھر دوبارہ دی یہ لوگوں نے خبر
وہ نہیں جاتا وہاں سے لوٹ کر
تو دیا یہ حکم راجہ نے اُسے
ہو کھڑا دالان دروازے پر وُہ دوسرے
سات دن تک وہ رہا اس جا کھڑا
جس جگہ راجہ نے اُس کو تھا کہا
تیسری بار اُس نے پھر کی التجا
میرا راجہ سے کہو سب ماجرا
اب کے راجہ نے اجازت اُسکو دی
دل کی حاصل ہو گئی اُس کی خوشی
پھر وہاں وہ دیکھتا جا کر ہے کیا
ٹھاٹھ دُنیا کا لگا ہے جا بجا
اُس کے دل میں فکر یہ پیدا ہوئی
خود بخود جگت بیوپاری ہے یہ آدمی
گیان کیا دیگا مجھے راجہ بھلا
وہ تو خود محتاج ہے اسباب کا

منکشف سب حال جینک کو ہُوا
وسوسہ جو دل کے اندر تھا بھرا

حکم راجہ نے دیا پھر جشن کا
اور کہا دو شہر کو فوراً سجا

ایک پیالہ دُودھ سے لبریز تھا
ہاتھ میں سُکھدیو جی کے وہ دیا

اور کہا لوگوں سے تم لے جاؤ اب
شہر کو اچھی طرح دکھلاؤ اب

کہدیا راجہ نے یہ بھی ساتھ میں
گر پیالہ اس کے چھلکے ہاتھ میں

گردن اس کی تو اُڑا دینا وہیں
ماننا کہنا یہ میرا بالیقیں

شہر سے جب گھوم کر واپس وہ آئے
پاس راجہ کے گئے فوراً بلائے

بولا راجہ خوب کر لی تم نے سیر
کیوں ہوئی اتنی تمہیں آنے میں دیر

بولے یہ سکھدیو جی راجہ بھلا
سیر کرتا کس طرح پابند تھا

اس کٹورے کا تو تھا دھڑکا لگا
یہ اگر چھلکا تو میں مارا گیا

سُن کے اس کی بات جینک ہنس پڑے
اس طرح وہ اس سے پھر کہنے لگے

تو ہمارے دیکھ کرشا ہانہ کام
اپنے دل میں وہم لایا خستہ کام

بات سُن سُکھدیو میری غور سے
کہہ نہیں سکتا کسی میں اور سے

ہے سپاہی تو قضا اے خوش ضمیر
تن کٹورہ اور اُس میں رُوح شیر

رہتا ہے کھٹکا نہیں ہر دم لگا
گر نہ جائے یہ کٹورا دُودھ کا

اس لئے بھاتی نہیں دُنیا کبھی
کب ہے دیکھا غور سے جلسہ کبھی

سُن کے یہ سکھدیو چُپکا ہو گیا
راجہ نے یوں گیان سے دل بھر دیا

مُوسیٰؑ اور سچّی دُعا

ایک مُوسیٰؑ کا تھا سچا اُمتی
دست بستہ عرض اک دن اُس نے کی

زندگی کتنی ہے باقی پوچھ دے
طور پر جا کر ذرا اللہ سے

جا کے موسیٰؑ نے خدا سے یوں کہا
زندگی کتنی ہے اُس کی دے بتا

یہ کہا رب نے کہ اے میرے کلیم
اس سے کہدے جا کے کہتا ہے علیم

ایک ہفتہ زندگی باقی رہی
واپس آئے حضرتِ موسیٰ نبی

اُس نے قصّہ کہہ دیا آکر تمام
سُن کے اپنے گھر گیا حق کا کلام

اور کہا بچوں سے اپنے ماجرا
ساتھ میں پھر اُن سے یہ بھی کہدیا

پیٹ بھر کر آج تک کھایا نہیں
موت کا مجھ کو ہوا ہے اب یقیں

خوب کھانا تم پکاؤ اس گھڑی
آگئی ہے سر پہ ساعت موت کی

کر دیا بیٹوں نے اس کے انتظام
لاکے رکھے جا بجا خوانِ طعام

کھانے بیٹھا جبکہ وہ مردِ خدا
ایک سوالی بھی وہاں پر آگیا

اور کہا بھوکا ہوں ہفتہ بھر سے میں
مانگنے آیا نکل کر گھر سے میں

سُن کے یہ اُس نے دیا کھانا اُٹھا
اور سائل کے حوالے کر دیا

اُس کے دل میں یہ ہوا پیدا خیال
کس طرح اس کا کروں میں ردسوال

روز میں تو بیش و کم کھاتا رہا
ہفتہ بھر سے ہے یہ بھوکا بے نوا

کھاکے سائل نے دُعا اُسکو یہ دی
تجھ کو حاصل ہو درازی عُمر کی

اور سیدھا گھر کو سائل چل دیا
پیٹ کھا کر خوب تھا اُس کا بھرا

اس نے اک چادر جو اُلٹی بر ملا
سانپ اک چادر میں تھا لپٹا ہوا

مار ڈالا اُس سے لاٹھی سے اُسے
موت کی تھی یہ گھڑی اُس کے لئے

ہوگئی جس وقت پوری وہ گھڑی
بات یہ موسیٰؑ سے اس نے پھر کہی

میں تو اے موسیٰؑ ہوں زندہ اب بتا
کیوں نہیں وقت مقرر پر مرا

حیرت آئی سُن کے موسیٰ کو شتاب
اور کہا کل میں تجھے دونگا جواب

حضرتِ موسیٰؑ گئے جب طور پر
عرض کی خالق سے اے ربُ البشر

اُمتی سے میں تو جھوٹا پڑ گیا
زندہ ہے ہرگز نہیں ابتک مرا

یہ دیا خالق نے موسیٰؑ کو جواب
جاکے اس بندے سے یہ کہدو شتاب

بھیجا ہم نے موت کا سامان تھا
سانپ اُس کی لینے آیا جان تھا

دی دُعا سائل نے سچے دل سے تھی
اُس نے مانگی تھی درازی عمر کی

مجھ کو وہ منظور ہی کرنی پڑی
سچے دل سے چونکہ تھی نکلی ہوئی

حال پھر موسیٰؑ نے اُس سے سب کہا
کس طرح سر سے ٹلی اُس کے بلا

لطیفِ نماز اور دسترخوان

بُوہریرہ صاحب صدق وصفا
جب لڑیں تھے معاویہ۔ شیرِ خدا

بیٹھ جاتے تھے وہ ٹیلے پر سدا
دیکھتے جاتے تھے میدانِ دغا

ساتھ میں پھر یہ بھی کہتے جاتے تھے
دونوں حق پر آج ہیں یہ لڑ رہے

وقت کھانے کا جب آتا مومنو
معاویہ کے پاس جاتے کھانے کو

وقت پر ہوتا تھا جب جوشِ نیاز
تو علی کے پیچھے پڑھتے تھے نماز

ایک دن آخر کسی نے یہ کہا
بوہریرہ تو نہیں اتنا بتا

ایک جا کھانا ہے اور اک جا نماز
کیا سبب ہے اسکا اے بندہ نواز

بوہریرہ بولے سُن اے خوش کلام
لگتا اچھا معاویہ کا ہے طعام

پھر نمازوں کا مزہ آئے جبھی
جب امامت خود ہی فرمادیں علیؑ

لاحول اور شیطان

جا رہا تھا اونٹنی پر ایک سوار
ایک جگہ ایسی ہوا۔ اس کا گذار

جس جگہ چشمہ رواں وہ دیکھ کر
بولا جائیں گے ٹھہر کر۔ دوپہر

اونٹنی سے وہ اُتر فوراً گیا
کیونکہ منزل کا تھکا درماندہ تھا

جھاڑیوں کے پاس وہ جا کر پڑا
اس جگہ سایہ بہت ہی خوب تھا

دیکھ کر تنہائی میں آیا خیال
اونٹنی کا وہ کرے حاصل وصال

مدتیں گذری ہیں گھر چھوڑے ہوئے
اور لذتِ وصل کی چکھے ہوئے

کر دیا مغلوب شہوت نے اُسے
باز آیا منہ نہ بے کا لا کئے

ہو گیا آخر کو وہ اس پر سوار
پھر یہ سوچا کس طرح لوں اسکا پیار

گردنِ معشوق بھی لمبی بڑی
ٹہنی اک جھاڑی کی اس نے توڑ لی

موڑی گردن اونٹنی نے کھانے کو
اس کی گردن میں پڑا خم دوستو

پیار فوراً اس نے اس کا لے لیا
کارِ شیطانی سے فارغ ہو گیا

بعد ازاں لاحول جب اُسنے پڑھی
اور یہ شیطاں کو اک گالی ہوئی

ایک دم شیطان واں حاضر ہوا
یوں مخاطب ہو کے پھر اُس نے کہا

یہ نرالا کام تو۔ تو نے کیا
مجھ پہ ہے لاحول پڑھنا بے حیا

تو نے تو ظالم ہے ایسی بات کی
باپ تک کو بھی نہ میرے سوجھتی

اللہ کا گھر

عرش پہ تھا خواب میں پہونچا خیال
واں فرشتوں سے کیا میں نے سوال

ساکنانِ چرخ دو مجھکو بتا
کس جگہ رہتا ہے رب ذوالجلال

سُن کے میری بات حیران ہو گئے
اور فرشتوں کو ہوئی حیرت کمال

بولے وہ ہم نے سُنا تھا اے بشر
ہے بشر کے دل میں ربِ ذوالجلال

ملکی ترانہ

دُنیا میں سب سے اعلیٰ ہندوستاں ہمارا
عالم میں سب سے اچھا ہندوستاں ہمارا

فضلِ خدا ہے اُن پر رہتے ہیں جو یہاں پر
رکھتا ہے سب پہ سایہ ہندوستاں ہمارا

ہندو ہو یا مسلماں۔ یا پارسی۔ یہودی
گویا وطن ہے سب کا ہندوستاں ہمارا

تہذیب میں ہے یورپ کہتے یہ ہمکو دعوی
دیکھے کبھی نہ نیچا ہندوستاں ہمارا

اسمیں ہے ایسی خوبی ملتی نہیں کہیں بھی
دیکھے ہے آکے دُنیا ہندوستاں ہمارا

حکمت کا ہے خزانہ الفت کا ہے یہ مصدر
علم و ہنر کا دریا ہندوستاں ہمارا

اخلاص کا ہے منبع تہذیب کا ہے مخزن
ہندوستاں ہمارا ہندوستاں ہمارا

آئے جو کوئی مہماں باہر سے اس کو اکثر
کرتا ہے تاج سر کا ہندوستاں ہمارا

ہمنے ہی خوب دیکھا غیروں کے واسطے بھی
اپنا ہے خوں بہاتا ہندوستاں ہمارا

اوروں سے ہے یہ بہتر اوروں سے ہے یہ اچھا
بولا وہ جس نے دیکھا ہندوستاں ہمارا

ہندو ہوں یا کہ مسلم دونوں ضیا ہیں پاتے
آنکھوں کا ہے یہ تارا ہندوستاں ہمارا

سر پر ہمالیہ کے اُسکے ہیں بیل بوٹے | باندھے ہوئے ہے سہرا ہندوستاں ہمارا
نقشہ میں بھی نمایاں نظر دہنیں بھی درخشاں | اک آئینہ ہے گویا ہندوستاں ہمارا
آتا ہے یاد بیحد ہوتے ہیں ہم جو باہر
قربان یہ ہے پیارا ہندوستاں ہمارا

مہاراج نانک

محمد اُس سے خوش ہر دم صداقت کا وہ بھرتا ہے | وہ خود کسریٰ و حاتم تک کی بھی تعریف کرتا ہے
تعصب کی نہیں تعلیم وہ دیتا کوئی ہم کو | بُرائی کرنیکو کہتا نہیں ہرگز کبھی ہم کو
تو پھر میں کیوں نہ نانک کی کروں تعریف بے کھٹکے | نہ کیوں مہاراج نانک کی کروں تصنیف بے کھٹکے
عقیدہ ان کا جیسا ہو۔ طریقہ ان کا جیسا ہو | ہمیں اس سے نہیں مطلب کہ سلک چاہے جیسا ہو
عبادت میں رہا مصروف وہ ذرات اے ہمدم | ہمیں اچھی ہوئی معلوم انکی ذات اے ہمدم
بتوں کا وہ نہیں قایل وہ ہے توحید کا قایل
کیا پنجاب میں وحدت کی جانب خلق کو مایل

بیوی

بیوی ہے اگر اچھی تو جنت ہے ترا گھر | بیوی ہے اگر کھوٹی تو کلفت ہے ترا گھر
بیوی ہے اگر راضی تو راحت ہے ترا گھر | بیوی ہے تیرے پاس حکومت ہے ترا گھر
راحت نہیں دنیا میں کوئی بیوی سے بڑھکر
کلفت نہیں دنیا میں کوئی بیوی سے بڑھکر
گر چین نہیں گھر میں تو دوزخ سے سوا ہے | بیوی جو ملے اچھی تو مولا کی عطا ہے
بیوی جو ہو ناراض تو ہم نے یہ سُنا ہے | دُنیا ہی میں اس کے لئے دوزخ کا مزا ہے
بیوی ہی اگر چاہے تو عزت کو بڑھا دے
بیوی ہی اگر چاہے تو۔ توقیر گھٹا دے
باہر سے تھکا ماندہ جو آئے کوئی گھر پر | بستر پہ گرے صورت تصویر وہ تھک کر
آغوش میں بیوی ہو تو کیوں دل ہو مکدر | دُنیا میں نہیں اس سے کوئی اور ہے بہتر

اس سے ہی تو خوش ہوتا سدا قلب حزیں ہے
دولت ہے بڑی پاس اگر بیوی حسیں ہے

تنظیم کرے گھر کی اور اولاد کو پالے
دے جھاڑو کرے گھر سے جدا روزیہ جالے
بچے ترے پیدا ہوں اگر شکل میں کالے
وہ شوق سے تارا۔ انھیں آنکھوں کا بنالے

بیوی ہے اگر پاس تو راجہ ہے تو گھر کا
اک جان پہ ہر روز حکومت ہے تو کرتا

اسکو تری خدمت کے سوا کچھ نہیں معلوم
مالک ہے ترے گھر کی مگر ساتھ ہی محکوم
فریاد نہیں کرتی کسی سے تری مظلوم
قسمت کا سمجھتی ہے وہ اپنی بجے مقسوم

بیوی کی حکومت بھی ہے محدود بجھی تک
بیوی کی سیاست بھی ہے محدود بجھی تک

دنیا میں اگر چین سے رہنا کوئی چاہے
آرام سے دو روٹیاں گھر بیٹھ کے کھائے
تکلیف کے اندر بھی جو راحت کوئی پائے
اقربان یہ ہی گر وہ نقط کام میں لائے

بیوی سے بگاڑے نہ کبھی اپنے جہاں میں
دنیا میں رہے ایسے کہ گویا ہے جناں میں

رُوداد الست

لو سناتا ہوں تمہیں اپنی میں رُوداد الست
کس طرح میرے رہا پاؤں کے اندر چکر
روح کیسے ہے بنی اور رہے کیسے آئی
روشنی جس سے ہوئی جسم کے اندر باہر
ذات واحد تھی فقط جب ہوا۔ آدم کا ظہور
کچھ نظر آتا نہ تھا جاتی تھی جس سمت نظر
کہنے والے نے کہا کن تو ہوئے سب پیدا
آب اور خاک ہو۔ وہ نار ہو۔ یا نور و شجر
حکم مولا سے بنا ایک تھا بے جان جسد
آب ہے خاک سے اور نار ہوا سے ملکر
مجتمع کر کے عناصر کا بنایا پتلا
روح پھونکی گئی پھر جسم کے فوراً اندر
پھر فرشتوں سے کہا اس کی کرو تم تعظیم
گو بشر ہے یہ مگر درجہ ہے تم سے بڑھکر
جز عزازیل نہ انکار کسی نے بھی کیا
سب ملایک نے کیا سجدہ زمیں پر جھک کر
گلشن خلد میں پھر بھیجدیا آدم کو
کچھ دنوں تک یہ رہا عیش سے اُسکے اندر

وہ عزازیل کیا سجدے سے تھا جس نے گریز
آکے جنت میں کیا اُس نے نیا پیدا شر

جسکے باعث ہوا جنت سے خروج آدم
آئے دُنیا کی طرف خلد سے ہو کر باہر

بائیں پسلی سے ہوا مادرِ حوّا کا ظہور
تاکہ آدم کا نہ گھبرائے یہاں جی رہ کر

نفسِ آدم نے جہاں میں یہ دکھایا جلوہ
بطنِ حوّا میں بنا قطرہ بسانِ گوہر

منتقل ہو گیا انساں شکمِ مادر میں
پیٹ میں دیکھا نیا اس نے تماشا رہکر

لوتھڑا خون کا اک پہلے بنا پیٹ میں پھر
اسمیں پیدا ہوئی یہ دست یہ پا قلب و جگر

اور اعضا کی بھی پھر پیٹ میں پائی تشکیل
جن سے معلوم ہوئی صورتِ تخلیقِ بشر

ماں کے اس خون سے کہتا ہے جسے حیض جہاں
پیٹ بھرتا تھا سدا پیٹ کی اندر رہ کر

ایک جھلی تھی جو تھی چار طرف اُسکے چڑھی
جیسے عریاں کوئی لے اوڑھ مصفا چادر

امر ربی جو کہیں اُسکو تو بالکل ہے بجا
روح جو پھونکی گئی جسمِ بشر کے اندر

شکمِ مادر میں تھیں کیا وسعتیں اپنی خاطر
گویا موجود یہ دُنیا تھی اُسی کے اندر

گدّ گدّی تکیے تھے گویا کہ طحال اور جگر
پیٹ میں خوب بچھایا تھا ملائم بستر

ماں کے نتھنوں سے تھا ہر وقت تنفس جاری
وہ بخارات غلیظہ کو تھا کرتا باہر

قلبِ مادر مجھے پنکھا سا جھلا کرتا تھا
تاکہ گرمی سے نہ رہجاؤں میں مرکر اندر

خون ملتا تھا مجھے عیش سے پینے کیلئے
نلکیوں سے جو رگوں کی مجھے ملتا چھن کر

میری شامت سے ہوئے جبکہ وہاں پر نو ماہ
دردِ زہ نے کیا فی الفور شکم سے باہر

راستہ اتنا مطول وہ نظر آیا مجھے
طے کرے جیسے کوئی منزلیں دو سو ستر

آکے دنیا میں ہوا مجھ کو بہت ہی افسوس
سیکڑوں آفتیں نازل ہوئیں میرے سر پر

کل عزیزوں کو ہوئی میرے تولد سے خوشی
پیار آیا نے کیا گود میں مجھکو لیکر

یاد مجھکو نہ رہا بھول گیا میں افسوس
کیوں میں آیا تھا یہاں کرکے طویل اتنا سفر

نہ عبادت ہی ہوئی اور نہ ریاضت ہی ہوئی
اور عصیاں کے مرتب ہوئے لاکھوں دفتر

ایک دن زیست میں آیا تھا مرے ایسا بھی
ہو گئی روح میرے جسم سے فوراً باہر

یہ خبر مجھکو نہیں ہو گئی رخصت وہ کدھر
چھوڑ کر بے حس و حرکت مرا خاکی پیکر

پھر ہوا۔ ایسا تھا مجبور کہ توبہ توبہ
کوئی قدرت نہ رہی میرے بدن کے اندر

تھے جو احباب عزیز اور اقارب میرے
گھر کو سر پر وہ اٹھائے رہے سب رو رو کر

غسل کے بعد وہ سب کاندھوں پہ رکھکر مجکو
دفن کرنے کو چلے کنج لحد کے اندر

اُن عزیزوں نے محبت تھی جنہیں مجھ سے بہت
دفن پھر مجھ کو کیا قبر میں نوراً جا کر

یاد آیا مجھے فوراً شکم مادر پھر
واں بھی تاریکی میں رہتے تھے یونہی ہم اکثر

واں تھے جھیلی میں یہاں رہتے تھے گفن میں لپٹے
ہمتو سمجھے تھے جگہ ہوگی یہ اس سے بڑھ کر

قبر میں خاک کا اک ہم کو بچھونا تھا ملا
زیر سر چبھتے تھی ہر وقت ہزاروں کنکر

گور کہتی تھی مجھے دیکھے بہت سخت نشار
مارتا چلتا تھا تو مجھ پہ کسی دن ٹھوکر

یہ نہ سمجھا ہے بنا خاک ہی سے جسم ترا
ایکدن خاک تو ہو جائیگا مجھسے مل کر

ہڈیاں پسلیاں سب چور ہوی جاتی تھیں
پیستی تھی مجھے جسوقت زمیں مل ملکر

طرفہ تر یہ ہے کہ نکیرین بھی دو آ کر وہاں
دیکھ کر شکل ہوا جن کی بہت خوف و خطر

مجھسے کرنے لگے وہ سیکڑوں پیچیدہ سوال
یہ نہ سمجھے ابھی لیٹا ہوں یہاں میں تھک کر

دیکھے تکلیف تکلف سے کہا پھر مجھ سے
حشر تک اب یہیں تنہا تو پڑا سویا کر

تیرے اعمال وہاں پیش کئے جائینگے
ساتھ عصیاں کا بہت لیکے تو آیا دفتر

میں پڑا روتا ہوں اعمال مرے سب ہیں خراب
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مآل محشر

اور کچھ یاد نہیں میری کہانی ہے یہ ہی
تکملہ اس کا مگر ہوگا بروز محشر

قصیدہ رخصتی جناب معلی القاب ایل ایم اسٹنب صاحب بہادر کلکٹر سہارنپور

گلستاں میں اب لو ور باد خزاں ہے
وہ گہ فصل بہاری کہاں ہے کہاں ہے

نہ چشمے رواں ہیں نہ طاؤس رقصاں
نہ وہ دل کشاں رونق بوستاں ہے

ہوئی سبز پتوں کی اب زرد رنگت
گل و لالہ میں بھی وہ سرخی کہاں ہے

ہے اظہر من الشمس باعث خزاں کا
چمن میں غم رخصت باغباں ہے

تھا سیراب یہ باغ جس کی بدولت
وہ اب دوسری سمت چشمہ رواں ہے

یہاں جو کلکٹر تھے اسٹنب بہادر
سواری بریلی کو ان کی رواں ہے

عجب نیک صورت عجب نیک سیرت
خصائل میں مقبول پیر و جواں ہے

سخاوت میں حاتم شجاعت میں رستم
عدالت میں مانند نوشیرواں ہے
وہ طرزِ حکومت ہر اک جس سے راضی
وہ طرزِ سیاست ثنا خواں جہاں ہے
ہے دل میں محبت نگہ میں مروّت
وہ ہے صاف باطن وہ خوش رو جواں ہے
نہیں علم و فن میں کوئی اس کا ثانی
ہنر کا ہنرمند کا قدر داں ہے
مددگار نیکوں کا۔ دشمن بدوں کا
نہیں اس صفت کا کوئی حکمراں ہے
ہے افسوس جانے کا اُن کے نہایت
جدائی کا صدمہ دلوں پر گراں ہے
کروں وصف کیا اُنکی بیگم کا قرباںؔ
وہ شیریں سخن ہے وہ شیریں زباں ہے
وہ عصمت کی عفت کی تصویرِ زیبا
نگاہوں میں اس کی حیا بے گماں ہے
اُٹھاتا ہوں اب ہاتھ دونوں دُعا کو
کہ توصیف میں ان کی قاصر زباں ہے
جہاں میں رہیں دونوں دل شاد و خرّم
یہ جب تک وجودِ زمیں و زماں ہے
ترقی ہو اقبال و جاہ و حشم کی
یہ ہر وقت ہر لحظہ وردِ زباں ہے

خدا کے لئے بھول جانا نہ مجکو
مرے دل کا جو حال ہے وہ عیاں ہے

قصیدہ در مدح اعلیحضرت نظام خلد اللہ ملکہٗ

قصیدہ

اُٹھاتا ہوں قلم تجکو مگر اک شرط ہے تجھ سے
کریگا تو ادب کیساتھ طے رستے قصیدے کے
عجب کیا ہے منقش صفحۂ قرطاس ہو جائے
تو گلہائے فصاحت سے چمن تخییل کے بھرے
مرے دلمیں یہ آیا ہے کروں تعریف میں اُسکی
زمانہ جسکا واصف ہے کروں توصیف میں اسکی
تجھے لکھنا پڑیگا۔ آج دورِ حالِ عثمانی
کروں تعریف میں اسکی ہر دلمیں میں نے یہ ٹھانی
ہمارے کی خدا نے دی ہے دنیا میں نگہبانی
میسّر ہے دلِ مخلوق پر بھی جسکو سلطانی
وہ سلطانِ دکن وہ میر عثمانِ علیخاں ہیں
رئیسِ علم و فن وہ میر عثمانِ علیخاں ہیں
بنا گلزار کی صورت ہے جس سے صحنِ گلشن کا
کھلے علم و ہنر کے پھول جس میں جا بجا صدہا

بہا ہے رحمتِ حق کا جہاں پر آج اک دریا
نہیں پیاسا کسی فردِ بشر کو جس نے ہے رکھا

سُنا کرتے تھے قصّہ نہیں کہ ہُن دکن میں لُٹتا ہے
مگر اس دور میں دُنیا نے خود آنکھوں سے دیکھا ہے

شہر یارِ دکن نے جب نوازا۔ اس ریاست کو
ہوا منظور مولا کو دکھانا اپنی قدرت کو

مٹایا روم سے جب آلِ عثماں کی حکومت کو
تو مقسومِ دکن پھر کر دیا اس شان و شوکت کو

شہِ عثماں علیخاں نام رکھ کر۔ کر دیا سلطاں
مسلمانوں کی تاریخ دیدگی کا دُور ہو ساماں

زمانے والو تمنے بات یہ اب تک نہیں سمجھی
نہیں ہے بات خالی مصلحت سے کوئی مولا کی

کمی جسمیں جو باقی تھی تو وہ اسطرح کی پوری
خلیفہ نے دُرِ شہوار عقدِ شاہ پور میں دی

کہ تا نسلِ نظام الملک سے ایک ایسا سُلطاں ہو
جو ماں اور باپ کی رُو سے امینِ خونِ عثماں ہو

زمیں وُہ جو شکاروں کیلئے پہلے مقرر تھی
وہی پہلے حکومت بھی جسے بیکار رکھتی سمجھی

ہُوا۔ اس دور میں ایسا وہاں ہوتی ہے اب کھیتی
ہزاروں آدمی جس سے دکن میں کھاتے ہیں رُوٹی

نہیں ہے آجتک ایسا زمانہ میں ہوا پیدا
کہ اک نیچر زمیں سے جس نے کر دی ہو غذا پیدا

نہیں کچھ فیضِ دکن تک رہا محدود ہے اسکا
ہے بہتا فیض کا ہندوستا میں اسکے اک دریا

کھلا ہندوستاں میں مدرسہ کوئی نیا جس جا
اُسے مرہون سلطانِ دکن کا ہمنے ہے پایا

علی گڈھ میں جہاں جاؤ اِدھر دیکھو اُدھر دیکھو
زمانہ نے کہا ویسے ہے سلطان العلوم انکو

بچایا اس نے اُردو کو وگرنہ مٹ چکی ہی تھی
کوئی دم کی تھی مہماں نبض اسکی شہ نے جب دیکھی

بہت کچھ خرچ کر کے ایک یونیورسٹی کھولی
ہے اب طب اللساں شاہ جہانکی روح والا بھی

معاون علم کا ایسا نہیں سُلطاں ہوا کوئی
محافظ علم کا ایسا نہیں انساں ہوا کوئی

بنایا ایسا دروازہ ہے اس نے دیکھ لو جاکر
کیا احسان یہ اجمیر کے مشہور روضہ پر

ہوا۔ اجمیر کا جس سے بہت ہی جب نفر منظر
جسے آتی ہے گویا دیکھنے کو آج دُنیا بھر

اشاروں سے کیا پورا نگاہوں سے ہوا پورا
کیا وہ کام جو اب تک نہ شاہوں سے ہوا پورا

سخاوت تیری ایسی ہے بہایا فیض کا دریا
بڑھایا ربط کر کے عقد اپنے شاہزادوں کا

خلیفہ پیٹ در سے پالتا ہے اب ترے شاہا
در شہوار۔ نیلوفر کا آیا ہند میں ڈولہ

تمنا ہے یہ حاتم کی سوالی تیرے در کا ہو
دعا یہ ہے کہ رتبہ اور عالی تیرے در کا ہو

شجاعت تیری ایسی ہے کہ لرزے روح رستم کی
نہیں ہے تاب اور طاقت کسی میں ہم نے یہ دیکھی

نگہ بگڑی اگر تیری بنی دشمن کو وہ بجلی
اٹھائی ہو کسی مظلوم پر ظالم نے انگلی بھی

یہاں سب شیر بکری پی رہے اک گھاٹ پانی ہیں
کبھی تھے دشمن جانی۔ مگر اب دوست جانی ہیں

سیاست تیری ایسی ہے گلیڈ اسٹون حیراں ہے
پڑے مشکل کوئی بھی مرحلہ تجکو وہ آساں ہے

پرنس بسمارک بھی آگے ترے طفل دبستاں ہے
کہاں اب کوئی دور حاضرہ میں ایسا انساں ہے

سیاست دان یورپ سیکھ لیں آکر سبق تجھ سے
مسائل اہل یوناں پوچھ لیں آکر ادق تجھ سے

عدالت تیری ایسی ہے تو وہ انصاف کرتا ہے
کوئی جھوٹا جو ہوتا ہے تو وہ خفت اٹھاتا ہے

زمانے بھر میں تیرے عدل کا مقبول سکہ ہے
جو سچا کوئی ہوتا ہے تو ہنستا گھر کو جاتا ہے

سنا کرتے تھے قصوں میں کبھی ہم نام کسریٰ کا
مگر انصاف آنکھوں سے ترا ہم نے یہاں دیکھا

سخاوت اور شجاعت کیوں نہ ممدوح کی ایسی
لیاقت اور حکومت کیوں نہ ممدوح کی ایسی

سیاست اور حکومت کیوں نہ ممدوح کی ایسی
مروت اور عنایت کیوں نہ ممدوح کی ایسی

ہے وہ فرزند اکبر میر محبوب علی خاں کا
نظام الملک آصف جاہ سچا جانشیں بیٹا

تو وہ ہے کہ شہنشاہی بھی خادم تیری بنجائے
تو وہ ہے اہل دولت کو سخاوت اپنی دکھلائے

تو وہ ہے وقت مشکل کام ہر سلطان کے آئے
تو وہ ہے جو شہنشاہوں کا ایلچی بھی کہلائے

غدر اور جنگ یورپ میں ہوا یہ آشکارا ہے

شہنشاہی کو تیرے خاندان کا اک سہارا ہے

سُنا ہے اک جہاں پر بادشاہی تھی سلیمان کی
حکومت انکی جن و انس و حیواں اور ہوا پر تھی
سلیماں کو نہیں بات تھی حق نے مگر بخشی
ہمارے اعلیٰ حضرت کی حکومت ہے دلوں پر بھی
سلیماں تو تخیل اک مور کے بھی ہو گئے آگے
مگر دیکھا ہے اسکے گھر شہنشاہوں کو بھی کھاتے

مسلماں ہی نہیں سکھ اور ہندو بھی ہیں خوش اس سے
نہ کیوں ہوں شاد جب دونوں کو اک ہی آنکھ سے دیکھے
اگر لندن کی مسجد کیلئے اُسنے دئے چندے
کیا ہندو کو خوش گئو ہتیا کا التوا کر کے
اُداسی مت کیا تابع کیا ہے نام وہ پیدا
زمانہ میں نہیں ایسی صفت کا بادشا دیکھا

قصیدہ ختم کر اور یہ دُعا کر دے اے قرباں
رہے ممدوح دُنیا میں ہمیشہ شاد اور فرحاں
بڑھے اقبال روز و شب ہوں دشمن دیکھکر حیراں
رکھے سایہ ہمیشہ سر پہ اُسکے ایزد سبحاں
دعا یہ کیوں نہو منظور وا باب اجابت ہے
نظام الملک پر اللہ کی خود ہی عنایت ہے

یہ اعظم یہ معظم اور جتنے اور بیٹے ہوں
دعا یہ ہے مرے دلکی وہ سارے تیرے جیسے ہوں
الٰہی جانشین ممدوح کے صادق ہوں سچے ہوں
کہے دُنیا کہ اچھے کے نہ بیٹے کیونکر اچھے ہوں
جو تو اب اعلیٰ حضرت ہے تو کل کو ہز مجسٹی ہو
سمندر میں تری چلتی ہوئی مضبوط نیوی ہو

رہے تو رہتی دنیا تک اٹھائے لطف تو آقا
رہے چلتا ہمیشہ یوں ہی دُنیا میں ترا سکہ
کھرا سکہ رہے تیرا نہ کھائے وہ کبھی بٹا
اگر کھوٹا درم بھی ہو تو سمجھیں سب اُسے سچا
یہ تیری عمر اور اقبال دولت روز افزوں ہوں
رہیں خوش دوست سب تیرے ترے دشمن بھی محزوں ہوں

دُعا کر ختم اور قرباں وہ ارمان ظاہر کر
لئے پھرتا ہے مدت سے جو اپنے دل کے اندر
شہِ عثماں علیخاں مالکِ دیہیم اور افسر
نہ حاجت نوکری کی ہے نہ ہی پروائے مال و زر
تمنا ہے مگر اکدن زیارت میں کروں تیری
بُلا کر پاس اپنے پوری کر دے آرزو میری

در مدح مسٹر سی ڈبلو گرانٹ صاحب بہادر آئی سی ایس کلکٹر سہارنپور

بموقعہ نمائش

خدا کا شکر نمائش میں آئی ہے وہ بہار
بنی تمام زمیں جس سے تختۂ گلزار

یہ کہہ رہے ہیں نمائش کے دیکھنے والے
عجب طرح کی ہے اس قطعۂ زمیں پہ بہار

ہر ایک شے میں نمائش کے ہے وہ دلچسپی
بھرے نہ دیکھنے سے دل جو دیکھئے سو بار

ہر ایک سمت ہے اس میں بہشت کی رونق
خزاں کا ہو نہیں سکتا ہے اس چمن میں گذار

نشاط و عیش سے معمور ہے سہارنپور
خوشی سے رقص میں درات ہیں در و دیوار

مجسٹریٹ جو اس سرزمیں کا حاکم ہے
اُسی سے شہر و نمائش بنے ہیں لالہ زار

وہ عین عدل ہیں مسٹر گرانٹ اہل کرم
دعائیں کرتے ہیں جس کے لئے صغار و کبار

کرم کے سامنے اُس کی درم کی قدر نہیں
اگر ہو سائلِ قطرہ وہ دے دُرِ شہوار

برنگِ ابر گہر بار کی زر افشانی
تمام شہر میں کوئی نہیں رہا نادار

تہ فلک درِ دولت کو اسکی کوٹھی کے
امید گاہ سمجھتے ہیں بیکس و بے یار

دلوں کو اہل ستم کے ہلا دیا اُس نے
کسی پہ ظلم کرے کس طرح کوئی جبار

لگائے ہاتھ گلوں کو اگر گلستاں میں
گلا خزاں کا اُڑا دے بہار کی تلوار

نگاہِ قہر سے دیکھے اگر وہ اُن کی طرف
جلا دے خرمنِ اعدا کو صاعقہ کردار

نگاہِ مہر کرے ذرے ذرے کو خورشید
اگر ہو قطرہ وہ بن جائے قلزمِ زخار

فدا ہے جاں تہور کی اسکی جرأت پر
دلاوری کا قوی دل بہادری پہ نثار

اگر میں جرأت و ہمت کی کچھ لکھوں تعریف
قلم کے نیزے سے پیدا ہوں زوردار اشعار

یہ رعب ہے کہ گلستانیں جب وہ آتا ہے
سر نیاز جھکاتے ہیں دور سے اشجار

جو اس کی خاک قدم کو بنائے سرمۂ چشم
ہو تندرست گلستاں میں نرگسِ بیمار

نگاہِ مہر سے دنیا کو کر دیا روشن
کہ ذرہ ذرہ زمیں کا ہے مطلع الانوار

جفا و جور و ستم کو مٹا دیا اُس نے
شعاعِ مہر سے مٹتی ہے جس طرح شب تار

کئے ہی جائیں جو سیرت کی اسکی ہم تعریف
تو چار روز میں دفتر ہوں سیکڑوں تیار

دعا کو ہاتھ اُٹھا اپنے ابتلے قرباں
دمِ سحر ہے اجابت کے ہیں عیاں آثار

تمام سال کٹیں اُس کے دشمنوں کے سر | ہلال عید بنے اُن کے واسطے تلوار

ہمیشہ بڑھتا رہے جاہ و ماہ کی صورت
ہمیشہ کرسیٔ اقبال پر رہیں ۔ سرکار

قصیدہ مسٹر ایل ایم اسٹب صاحب بہادر آئی سی ایس کلکٹر سہارنپور

بہارِ بے خزاں آئی گلستاں رشکِ جنت ہے | چمن میں ہر طرف پھیلی ہوئی پھولوں کی نکہت ہے
بچھا ہے فرشِ سبزے کا ادھر دیکھو ادھر دیکھو | ہری گلبن کی شاخیں ہیں گلوں کی سرخ رنگت ہے
لگیں کلیاں چٹکنے باغ میں کھلنے لگے غنچے | رواں ہر سو نسیمِ جانفزا عیش و عشرت ہے
کہیں بلبل چہکتے ہیں کہیں طاؤس ہیں رقصاں | ترانہ سنج طوطی ہے عجب گلشن کی حالت ہے
کہیں ہے رقص کی محفل کہیں رقاص ہیں ناقل | کہیں چلتا ہے جام مے کہیں گانے کی صحبت ہے
جہانیں چار سو یہ دھوم شادی کی نہ کیونکر ہو | بڑا دن ہے خوشی کا روز ہے یوم مسرت ہے
چلو قربان مبارک باد دو صاحب کلکٹر کو | قصیدہ مختصر پڑھ دو کہ وقتِ عرض و مدحت ہے
پڑھو اب مطلع موزوں صفت میں اُن کی برجستہ | تقاضائے ارادت ہے تقاضائے طبیعت ہے
ہتھن تجھسے لرزاں ہے کچھ ایسی تیری ہیبت ہے | کہ ترساں روح رستم کی غضب کی شان و شوکت ہے
ہر ایک فردِ بشر تیری صفت کے راگ گاتا ہے | تو ایسا پاک سیرت ہے تو ایسا پاک طینت ہے
تو خود خوش ہے رعایا سے ۔ رعایا تجھسے خوش خرم | ترا تم تیرے دلمیں ہے نگاہوں میں مسرت ہے
رعایت مجرموں کی تو نہیں کرتا نہیں کرتا | تری نوشیرواں سی بھی کہیں بڑھکر عدالت ہے
کوئی اب نام کو بھی نام حاتم کا نہیں لیتا | کہ مشہورِ زمانہ آجکل تیری سخاوت ہے
وہ ہے دستِ کرم تیرا کہ بھر دے دامنِ ساحل | اگر جا کر کہے کوئی بھی صاحب یہ حاجت ہے
کہاں تک یوں کروگے مدحت و توصیف اے قرباں | دعا اب دل سے مانگو تم کہ ہنگامِ اجابت ہے
پھلے پھولیں ہمیشہ مسٹر اسٹب باغِ عالم میں | طفیلِ حضرتِ عیسیٰ کہ روحِ دین و ملت ہے

مسز اسٹب بھی یارب باغِ عالم میں رہیں شاداں
کہ مشہورِ زمانہ اُن کی ماؤسٹی و عصمت ہے

قطعہ تاریخ از مصنف برائے نعتیہ دیوان منشی نیاز احمد صاحب

اقبال سہارنپوری یادگار حضرت داغ مرحوم

آفریں اقبال تجھ کو آفریں — واقعی دیوان ترا بے عیب ہے
ذات پر تیری ہمیں ہے فخر و ناز — تو نبی کا شیفتہ لاریب ہے
ہے ترا پایا بڑا بعد غریب — اور تیری شاعری بے عیب ہے
شستہ و پاکیزہ ہے تیرا خیال — فکر تیری دور رس لاریب ہے
ہے ترا دیوان کان معرفت — شاعروں کی آج خالی جیب ہے
زلف اور چوٹی کی اُلجھن ہی نہیں — کیونکہ تو اس کو سمجھتا عیب ہے
اجر مستحسن ترے اشعار کا — تیری خاطر خلد میں لاریب ہے
لکھ دیا دیوان ایسا بے دریغ — اس میں کچھ تائید لطف غیب ہے

حال ترتیب اس کا اے قربان زار
ارمغانے بے بدل۔ لاریب ہے

۱۳۵۰ھ

قطعۂ تاریخ از قلم گوہر رقم علامہ جلیل مانک پوری

استاد نظام فخر ہندوستان

قربان اس سخن کے اس شاعری کے صدقے
جاں بخش جس کو مثل آب حیات پایا
تاریخ طبع دیواں تم بھی جلیل لکھ دو
جو شعر ہم نے دیکھا قند و نبات پایا

۱۳۵۱ھ

قطعۂ تاریخ از قلم گوہر رقم برادر معظم مولوی ایوب احمد صاحب قادری

ایڈوکیٹ بی اے ایل ایل بی وکیل سہارنپور

آتا نہیں ہے تیری صنعت کا کوئی نظر
تو نے کلام کے وہ دکھائے ہیں کل ہنر

ہر شعر تیرا۔ قرباں بہار مدام ہے
دیوان تیرا خوف خزاں سے ہے بیخطر

تاریخ تو بھی لکھ کے بتا دے جہان کو
کیسے ہوا ہے نخل سخن اسکا بارور

آہم غریب نے اسے اکسیر کر دیا
اُستاد کی تھی کہدے۔ نظر کیمیا اثر

۱۹۳۲ء

از نتیجۂ فکر جناب منشی شیخ نیاز احمد صاحب اقبال سہارنپوری

تلمیذ جناب داغ مرحوم

فصیح البیاں شیخ قرباں احمد
ترے سر پہ تاج کمال سخن ہے

سخنور سخن گو سخن رس سخندان
شب و روز محو خیال سخن ہے

ہے دیواں ترا چشمۂ آب حیواں
روان جس سے آب زلال سخن ہے

معانی سے پُر ہے ہر اک شعر اسکا
عیاں جس سے رعب جلال سخن ہے

ہوئے جا گزیں سب مضامین دل میں
یہی فی الحقیقت مآل سخن ہے

ہیں اہل سخن فیضیاب آج اس سے
مزور ترا نونہال سخن ہے

ہو شاخ نبات حسن میں کیوں نہ یکتا
کہ قرباں اس پر جمال سخن ہے

جب اقبال نے ترا۔ دیوان دیکھا
کہا ختم تجھ پر کمال سخن ہے

ندا۔ اختتام اشاعت پہ آئی
کہ تاریخ اس کی خیال سخن ہے

۱۳۵۱ھ

قطعۂ تاریخ جناب حضرت منشی نور محمد صاحب نور فخر سہارنپور

ش ۳۰۰	شاعر خوش نصیب ہیں قرباں	یادگار غریب ہیں قرباں	ی ۱۰

ش ۳۰۰	شعر گوئی ہے آپ کا حصہ	شاعروں کے ادیب ہیں قرباں	ش ۳۰۰
ق ۱۰۰	قابل و لایق و شریف و امیر	رہبر و ہم لبیب ہیں قرباں	ر ۲۰۰
م ۴۰	منصفی و مجسٹریٹی میں	نام آور عجیب ہیں قرباں	ن ۵۰
ا ۱	آنکھ سے ہیں مری اگرچہ دور	نور دل کے قریب ہیں قرباں	ن ۹۰
۷۴۱			۶۱۰

۷۴۱ + ۶۱۰ = ۱۳۵۱ھ

قطعہ تاریخ جناب حکیم خورشید حسن صاحب خورشید سابق ایڈیٹر الخلیل

ملک سخن میں دھوم ترے دم قدم سے ہو
طبل دوات اور قلم کے علم سے ہو
خورشید کی دعا ہے کہ جام سخن ترا
ہنگام بزم فکر سوا جام جم سے ہو
چوکھٹ پہ تیری ناصیہ سا ہو دبیر چرخ
شہرت کلام کی یہ زبان قلم سے ہو

از نتیجۂ فکر مولوی حافظ قاری مناظر حکیم محمد یاسین صاحب

ہلالی الجم وغیرہ وغیرہ

کیجئے شکر حضرت قرباں
شادماں ہو گئے مراد ملی
یعنی نایاب چھپ گیا دیواں
جس کی اوروں کو بھی تمنا تھی

ملہم غیب نے کہا الجم
ہر غزل بے مثال ہے اس کی

۱۹۳۱ء

قطعہ تاریخ نتیجۂ فکر منشی انوار احمد صاحب قیصر تلمیذ جناب عطار سہانپوری

چمن میں جب پئے گلگشت وہ رشک چمن نکلا
تو غنچے بول اٹھے منہ سے اب غنچہ دہن نکلا
مبارکباد کا نغمہ سنانے عندلیب آئے
کہا ہر ایک گل نے ہنسکے وہ غنچہ دہن نکلا
جو پوچھا میں نے کس کا ذکر ہے یہ شور کیسا ہے
تو یاروں نے کہا اک تحفۂ یاد وطن نکلا
سنا ہے چھپ گیا ہے حضرت قربان کا دیواں
کہ تیرہ سو اکاون جسکا ہجری سال و سن نکلا
ہوی تاریخ کی جب فکر القیصر صدا آئی
وہ خورشید سخن نکلا ۔ وہ خورشید سخن نکلا

۱۳۵۱ھ ۱۳۵۱ھ

قطعۂ تاریخ از منشی فتح محمد خالص صاحب اُنس پیشکار بنچ مجسٹریان سہارنپور

شیخ قربان کا چھپا دیواں | اس کی تاریخ بر ملا لکھدو
اس کا ہر ہر ہے شعر معنی خیز | اس کو جام جہاں نما لکھدو
اس کے مضمون دیکھ کر اک دم | اُنس نسخۂ شاعری چھپا لکھدو
اُنس تاریخ کی ہے فکر اگر
بوستان سخن کھلا۔ لکھدو

قطعۂ تاریخ از قلم منشی محمد الیاس صاحب اختر تلمیذ جناب بے تاب

جہاں وہ جلوہ گر ہوتے ہیں صدر انجمن ہو کر | چمک جاتی ہے بزم مشعرہ رشک چمن ہو کر
جزاک اللہ کیا دیوان ہے قربان احمد کا | رہیگی دلمیں اُس کی یاد بھی یادِ وطن ہو کر
ہوئی تاریخ کی جب فکر اے اختر صدا آئی
رہیگا خلق میں مشہور۔ یہ شمع سخن ہو کر

قطعۂ از قلم منشی محمد شریف صاحب پیشکار بنچ آنریری منصفان سہارنپور

پڑھا میں نے دیوان قربان کا جب | ہوا دور سب میرے دل سے ملال
کہا مجھ سے ہاتف نے یوں سال طبع | ہے معنی شناسان نازک خیال

قطعۂ تاریخ از قلم شیخ نوشیروان احمد صاحب نوشہ برادر خورد مصنف رئیس سہارنپور

اپنے بھائی کے ہم نے دیواں کو | عیب کی جب نگاہ سے دیکھا
ہم نے پائی نہ اس میں کوئی کمی | صاف عیبوں سے اور مبرا تھا
اس کی تاریخ نوشہ ہاتف نے | روشنی چشم باغ زیبا کہا

قطعۂ تاریخ از قلم برادر عزیز شیخ ذیشان احمد صاحب ذیشان رئیس سہارنپور

مبرا سخن عیب سے بے گماں ہے | تو فخر شہر ہے تو فخر جہاں ہے

مزہ اس سے پاتے ہیں دونوں برابر
یہ دیوان مقبول پیر و جواں ہے
مٹے گا نہ ہرگز ترا نام قرباں
جہانِ سخن میں یہ زندہ نشاں ہے

عبث فکرِ تاریخ تجکو ہے ذیشاں
کہ تاریخ خود ارمغانِ جہاں ہے

از نتیجۂ فکر جناب منشی ثنا احمد صاحب صبر سہارنپوری

چھپا ہے یہ اے صبر دیوان ایسا
فصاحت بلاغت ہے سب اس پہ قرباں
جو ہے لفظ اس کا سو وہ گل فشاں ہے
جو ہے بیت اس کی سو وہ شاخِ مرجاں
ہر اک اس کی جدول ہے گیسوئے معشوق
ہر اک مصرع ہے مصرعِ قدِ خوباں
ضیا کی یہ حالت کہ خورشید شرمندہ
صفا کا یہ عالم کہ آئینہ حیراں
ہیں زیر و زبر جزم و تشدید ایسے
کہ محفل میں ہوں جیسے شمعیں فروزاں
ہر اک حرف اس رو میں ہے موجزن کیا
کہ چلتی ہے کشتی طبع رواں یاں
ردیف و قوافی کی بوچھار ہے یہ
کہ ساون میں جس طرح ہو ابرِ باراں
مجلّی مطلّا۔ رخ و پشت دونوں
جو یہ ماہِ تاباں وہ مہرِ درخشاں
دمِ فکرِ تاریخ ہاتف یہ بولا
کہو ہے یہ رشکِ بہارِ گلستاں

از نتیجۂ فکر جناب منشی صفت احمد صاحب صفت سہارنپوری

قطعہ

حضرتِ قرباں کا دیواں ہے عجیب
ہر جوان و پیر کو مرغوب ہے
اس کی یہ تاریخ تم کہہ دو صفت
خوب ہے۔ کیا خوب ہے۔ کیا خوب ہے

از قلم جناب خان صاحب شیخ مولوی فضل الرحمن صاحب ایم اے و آنریری مجسٹریٹ

درجہ اول و میونسپل کمشنر سہارنپور

برادر عزیز۔ شیخ قربان احمد صاحب کا دیوان میں نے پڑھا۔ کلام کی بلندی اور دیوان کی ضخامت کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ عزیز موصوف کی ہستی سہارنپور

کے لئے قابلِ فخر ہے۔ عزیز موصوف نے اپنے کو جناب غریبؔ کا سچا شاگرد ثابت کیا۔ اور اوّل کے روشن نام کو قائم رکھا ہے۔ بہت سی غزلیات ایسی سنگلاخ زمین میں لکھی گئی ہیں جو معمولی قابلیت کے لئے ممکن نہیں۔ ہر زمین میں خوبی کے ساتھ اشعار لکھے گئے ہیں جو قابلِ رشک و قابلِ داد ہیں۔ زیادہ قابلِ تحسین یہ امر ہے۔ کہ باایں سن و سال اور باوجود مستقل علالت کلام ہر رنگ میں موجود ہے۔ شیخ قربان احمد صاحب شاعر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے ناظم بھی ہیں۔ اگر داغؔ یا امیرؔ مرحوم اس زمانے میں زندہ ہوتے۔ تو یقیناً وہ اس کلام کو دیکھکر بہت خوش ہوتے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ خداوند عالم اس دیوان کو مقبول کرے۔ اور عزیز کے طبع میں اور زیادہ روانی و آمد عطا کرکے ان کو عرصۂ دراز تک قایم و سلامت رکھے آمین دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

راقم
محمد فضل الرحمٰن عفی عنہٗ ۱۴ اپریل ۱۹۳۲ء

از قلم جناب شیخ مہربان احمد صاحب مہربانؔ برادر مصنف رئیس سہارنپور

مہربان احمد تو ایسے | میں اب داغؔ کہوں یا کہوں امیرؔ
ترے دم سے ہے کہنے تاریخ یہ | وجود تسلم شاعرِ بے نظیر

۱۹۳۲

قطعۂ تاریخ از قلم برادر مکرم شیخ نثار احمد صاحب نثارؔ آنریری مجسٹریٹ رئیس سہارنپور

قربان نہیں جس کا جواب آج میسّر | دنیائے سخن میں وہ کھلایا ہے گلستاں
دی حق نے خداداد لیاقت کیسی | اس عمر میں تو وقت کا اپنے ہوا سحباں
ہر شعر ترا پاک ہے عیبوں سے بری ہے | میں لطف نیا پاتا ہوں پڑھکر اسے ہر آں
مقبول ہو دنیا میں ملے داد جہاں سے | حق سے ہے دعا دیکھکے قربان ترا دیواں

تاریخ کا مصرعہ تو نثار آج یہ کہدے
پھولوں سے بدل جائیں کہو خارِ مغیلاں

۱۹۳۲

قطعۂ تاریخ از قلم بابو طفیل احمد صاحب طفیلؔ مورٹمیکنک

تلمیذ جناب اسد

کون سہانپور میں تھا اہلِ سخن کا بعد غریبؔ
آج ہوا ہے برسوں میں تیرا نظارہ شمع سخن
تاریخ اس کی اشاعت کی۔ لکھدو۔ یوں فی الفور طفیلؔ
بزم طرب میں روشن ہے۔ آج دوبارہ شمع سخن

قطعہ تاریخ از قلم حاجی حبیب احمد صاحب حاجی مختار عام مصنف

قرباںؔ تونے اس میں موتی پرو دیے ہیں | ہوتی ہے خوش طبیعت دیوان تیرا پڑھ کر
تاریخ اس کی کہدو۔ کہتا ہے دل جو حاجی | صد آفریں سخنور۔ صد آفریں سخنور

۱۳۵۱ھ ۱۳۵۱ھ

قطعہ از قلم گوہر رقم جناب مولوی خلیقؔ احمد صاحب صدیقی

"تاریخ الہام"

دیوان بے بہائے ادیب کامل والاجاہ جناب شیخ قربانؔ احمد صاحب مصنف

۱۳۵۱ھ

سمبت ۱۹۸۹ بکرمی

شیخ قربانم کہ بستم بانشش شوم | چوں مرتب کردہ۔ دیوان حسن
بے تکلف گفتم۔ از روئے جبیں | سال تدوینش "چراغ انجمن"

۱۳۴۸ + ۳ = ۱۳۵۱ھ

از۔ احقر زمن خلیق کان اللہ

۱۹۳۲ء

قطعہ تاریخ از قلم منشی رشید احمد صاحب۔ تلمیذ جناب اقبالؔ

داد دیوان حضرت قرباں | داد دیتا ہے پڑھ کے ہر انساں
کہدو تاریخ یہ رشید احمد | چمن بے نظیر ہے دیواں

۱۳۵۱ھ

قطعہ از قلم گوہر رقم جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب حنیف میونسپل کمشنر سہارنپور

فکر تاریخ کی ہوئی تقریباں | دیکھا دیواں حنیف نے جو کل
بولا فوراً یہ دل کہ کم کر دو | تین شاخ نبات سے تم پہل

۱۳۵۴ - ۳ = ۱۳۵۱ھ

قطعہ از قلم گوہر رقم جناب پنڈت موتی لال صاحب بہار گو المتخلص بہ موتی

رئیس و آنریری مجسٹریٹ ایم ایل سی سہارنپور

دیواں کو دیکھتے ہیں قربان جبکہ تیرے | لذت بہت ہے آتی راحت ہے دل کو موتی
تاریخ اسکی یہ ہے گلشن میں کہہ رہی ہے | اسلم کلام موتی۔ شیریں زبان طوطی

قطعات تاریخ طبع دیوان از قلم گوہر رقم علامہ میر سید حبیب احمد صاحب افق

(کاظمی امروہی)

مژدہ باد اے ساکنان قصر اردو مژدہ باد | طبع شد دیوان قربان پسندیدہ صفات
من نمی گویم بجز ایں وصف از اوصاف او | اوست یک شاگرد مولانا غریب نیکذات
گر سہارنپور دارد نرم و شیریں نیشکر | شعر قرباں بس لطیف است و بہ از قند و نبات
ذات او ممتاز در اہل سہارنپور ہست | گرچہ سوئے شہرت شعری ندارد التفات

بیوہ
شیرۂ تاریخ ہجری چوں ہمی خواہی افق
پس بقدر سہ الف کم قطعہ از شاخ نبات

۱۳۵۴ - ۳ = ۱۳۵۱ھ

دیگر

حضرت قرباں چہ دیوانے مرتب ساختہ | شاد شد جانِ حزیں چوشنید م سالِ طبع
خواست چوں تاریخ او از من افق بکلم نوشت | شکر ایزد طبع شد دیوان قرباں سالِ طبع

۱۳۵۱ھ

دیگر

حضرتِ شیخ نثر بان احمد
بشنو بہ از افق سالِ طبعش

کرد تصنیف دیواں چہ زیبا
گلشن شعر نثر باں چہ زیبا

۱۳۵۱ھ

وَلَہٗ در سن مسیحی

(۴)

چو در قالب طبع آمد افق
ندا۔ داد ہاتف کہ تاریخ اُو

غزلہائے قربان والاصفات
بگو۔ شکر آمیز شاخ نبات

۱۹۳۲ء

(۵)

چو باغ پختۂ اشعار حضرت نثر باں
بخواستند چو سالِ طبعش از افق

بدید شد ز مسرت نہال شاخ نبات
چہ خوش بگفت تمام و کمال شاخ نبات

۱۹۳۲ء

(۶)

اردو

بلیغ و مسلسل ہیں بیان حضرتِ قربان
فصیح و دلکش و شیریں زبان حضرتِ قرباں

جو دیکھا جوہر تیغ زبان حضرتِ قربان
کٹے رشک و حسد سے دشمنانِ حضرتِ قرباں

نمایاں ہو گئی اچھی طرح تصنیف دیواں سے
جہانِ شاعری میں عزو شانِ حضرتِ قرباں

سہانپور کے لوکاٹ لیچی انار گنے سے
لطیف و نرم و شیریں ہے زبانِ حضرتِ قرباں

غریب نامور کے آپ اک شاگرد نامی ہیں
بھلا کیونکر نہ ہو نادر بیانِ حضرتِ قرباں

کمالِ شاعری میں آپ کے جسکو تامل ہو
وہ آئے اور کرلے امتحانِ حضرتِ قرباں

سُنا ہے جب سے مژدہ طبعِ دیوانِ گرامی کا
بہت خوش ہو رہے ہیں دوستانِ حضرتِ قرباں

نہایت اہتمام و شوق سے کیونکر نہ چھپواتے
نہیں دیواں یہ ہے آرام جانِ حضرتِ قرباں

ہزاروں بار ہو آراستہ حسنِ طباعت سے
پھلا پھولا رہے یہ گلستانِ حضرتِ قرباں

مثالِ شمع اربابِ ادب کی بزم میں روشن
قیامت تک رہے نام و نشانِ حضرتِ قرباں

نہ وہ اس نظم کو اب طول دو رے اے افق لکھدو
سنینِ طبع۔ میزانِ بیانِ حضرتِ قرباں

۱۹۳۲ عیسوی

آپکا محب سید حبیب احمد افق کاظمی امروہوی
۱۳۵۱

قطعۂ تاریخ از قلم گوہر رقم نواب محمد عادل خانصاحب عادل آزیری مصنف رئیس سہارنپور

ہم نے دیکھا خوب ہی عادل اسے | سارا دیواں لائق تعریف ہے
اس کی ہے تاریخ قرباں آج تو | گل نگار گلشن تصنیف ہے

قطعات تاریخ عطیہ جناب مولوی سید ظہیر حسین صاحب ظہیر

ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل سہارنپور

قطعہ

کردستر باں جمع دیوانے عجیب | کس ندیدہ مثل آں بے ریب و شک
سال طبعش گفت برجستہ۔ ظہیر | یکہزار و سہ صد و پنجاہ و یک

۱۳۵۱ھ

دیگر

بدیں اہتمامے۔ بدیں آب و تابے | شدہ آخرش جمع دیوان قرباں
چو در پیچ و تابے حریفان بدگو | چہ خنداں چہ شاداں محبان قرباں
بہ بینید در پردہ ایں کتابے | عیاں است جذبات پنہان قرباں
چہ رنگ کلام و چہ طرز بیانش | بہ پرسید از قدردانان قرباں
چو از ہاتف غیب تاریخ طبعش | بجستم بہ تعجیل فرمان قرباں
کشیدہ سر انتظار و بگفتا | نکو گشتہ مطبوع دیوان قرباں

سر انتظار یعنی الف ۱۳۵۲-۱ = ۱۳۵۱ھ

قطعۂ تاریخ از قلم گوہر رقم جناب حکیم غلام مصطفےٰ صاحب حکیم سہارنپوری

قطعہ

حضرت قرباں کے صدقے جائیے | کس فصاحت سے ہے گفتار بلیغ
فکر کیا تاریخ لکھدو اے حکیم | نظم کر ڈالے ہیں افکار بلیغ

۱۳۵۱ھ

قطعات از قلم گوہر رقم جناب حکیم قمیش احمد صاحب کیف قدوسی ریئس گنگوہ

سند یافتہ طبیہ کالج دہلی دہرہ دون

قطعہ

جذاہیں حضرت قرباں سخنور کامیاب — ہر غزل ہر شعر ہے آئینہ دار شاعری
گلستانِ شاعری پھر کیوں ہو شاخ نبات — ہر غزل سے ہے عیاں جوشِ بہارِ شاعری
فکر تھی تاریخ کی کیف حزیں دل نے مرے
کہدیا حسن مقال اور لالہ زارِ شاعری

۱۳۵۱ھ

دیگر

کیا ضیائے کلام قرباں ہے — خوب روشن کیا چراغ سخن
جملہ جملہ ہے مخزنِ معنی — خوب پایا ہے یہ سراغ سخن
ہر غزل میں سرور دستی ہے — کہیئے دیوان کو ایاغ سخن
ہے بہاروں پہ گلشنِ معنی — عرش پر کیوں نہ ہو دماغ سخن
کہدو تاریخ عیسوی اے کیف
اللہ اللہ نہالِ باغ سخن

از نتیجہ فکر جناب منشی رام کشور صاحب رضا نامی تلمیذ جناب غریب رح

شیخ قرباں ہیں شاعر کامل — کہیئے دیواں کو اُن کے دُرِ عدن
شاعری میں کمال رکھتے ہیں — کیوں نہ پھر کہیئے اُن کو فخرِ وطن
وہ لطافت ہے شعر گوئی میں — گاتا ہے غزلیں اُن کی مرغِ چمن
فکرِ تاریخ تھی مجھے نامی — بولا ہاتف ریاض باغِ سخن

نتیجہ فکر برادرم منشی محمد احمد صاحب احمد سہانپوری یادگار غریب رح

کلام دل آرا چو مطبوع گشتہ — جہاں شد نثار کمالات قرباں
پریشاں مشو بہر تاریخ احمد — بگو شمع محفل حیات قرباں

۱۹۳۲ء

دیگر

کلام اُستاد بھائی کا چھپا کیا
اُتر آیا زمیں پر باغِ رضواں

یہ کہہ دو مصرعۂ تاریخ احمد
عدیمُ المثل ہے گلزارِ قربان

نتیجہ فکر برادر مکرم منشی میر نصرت علی صاحب ناصر انجینیر پٹیل ۳ رل سہارنپور

سنہ ۱۹۸۹ بکری استعارہ ۷۳۴ خدا داد ۶۱۴ سنہ ۱۳۵۱ھ سنہ ۱۹۳۳ء

مرغوب ۱۲+۴۸ = ۷۴۱ خلائق ہے مرے بھائی کا دیواں
ہر شعر ہے جس کا پئے تکمیل ۵۱۰ + بلاغت ۱۴۳۳
ناصر نے جو کی فکر تو نکلا سنِ ہجری
عین ۱۷۰ دل ۳۴ زباں ۳۰۵ ہے یہ ۱۵ دریائے ۲۳۰ فصاحت ۵۷۹

۱۳۵۱ھ

دیگر

کیوں ہو عالم محوِ نظارہ
اک دلربا ہے دیوانِ قربان

ناصر خوش گو سالِ اشاعت
کہہ خوش ادا ہے دیوانِ قربان

۱۳۵۱ھ

دعا

خدا مشکل مری آسان کر دے
مری راحت کا کچھ سامان کر دے

جسے چاہے تو دم میں دے گدائی
جسے چاہے ابھی سلطان کر دے

بڑی ہے نزع کی تکلیف مولا
یہ مشکل میری تو آسان کر دے

تری رحمت میں وسعت ہے بہت کچھ
مری بخشش کا بھی سامان کر دے

بچانا نزع میں شیطاں سے یارب
نہ وہ ضائع مرا ایمان کر دے

مصفا دل کو اور سینہ کو میرے
الٰہی یہ ترا قرآن کر دے

محبت میں تری زندہ وہی ہے
جو اپنی جان کو قربان کر دے

نہیں میرا وسیلہ اور کوئی
کرم مجھ پر تو اے رحمان کر دے

الٰہی فرض حج میرا ادا ہو
مرا پورا تو یہ ارمان کر دے

نہوں محتاج دنیا میں کسی کا
مری سب مشکلیں آسان کر دے

دعا قربان کی یارب یہ ہی ہے
مرا مقبول تو دیوان کر دے

گذارش

کوئی صاحب اس دیوان کے چھاپنے کی کوشش نہ کریں ورنہ قانونی گرفت میں آجاوینگے۔ اور نقصان اُٹھائیں گے جس قدر کاپیاں درکار ہوں مجھ سے یا مصنف صاحب سے طلب فرماویں۔

(الف) کی ردیف منشی غلام مصطفےٰ صاحب کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔ جنہوں نے کامل چار ماہ میں ایک ردیف کو ختم کیا۔ اور طرح طرح کی پریشان کن باتیں کیں۔ جس کی وجہ سے دیوان کی اشاعت میں بہت تاخیر ہوئی۔

شیخ صاحب کی علالت کی وجہ سے میں دیوان کو ایسی ترتیب نہ دے سکا جیسا کہ میں چاہتا تھا۔ بلکہ میں نے مجبوراً تمام کلام کو اکھٹا کر کے تقطیع وار شایع کرا دیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ شیخ صاحب کا کلام اس طرح سے شایع ہو۔ کہ جس سے پڑھنے والا یہ اندازہ لگا سکے کہ کونسا کلام کس عمر کا ہے۔ کتنے عرصے میں کتنی ترقی کی۔ یا خیالات میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔

دوسرے میں یہ چاہتا تھا۔ کہ کلام کا انتخاب شایع ہو لیکن شیخ صاحب کو اس کے خلاف پایا۔ اُن کا خیال ہے کہ شاعر کا ہر رطب و یابس پبلک کے سامنے پیش ہونا چاہیئے اشعار کا انتخاب خود پبلک اپنے مذاق کے موافق کر سکتی ہے۔ بعض اوقات پھیکے اشعار بھی جائز مواقعہ پر اگر استعمال کئے جاویں تو لطف پیدا کر دیتے ہیں۔

پبلک عمر خیام کی رباعیات کا جن کا ترجمہ شیخ صاحب نے اردو رباعیات میں کیا ہے انتظار کرے۔ جس میں شیخ صاحب نے انتہائی کمالات دکھلائے ہیں شیخ صاحب کا نعتیہ دیوان بھی تیار ہے۔

اگر پبلک نے شاخ نبات کی کچھ حوصلہ افزائی کی۔ تو بہت جلد ہر دو شایع کرا دیئے جائینگے بعض صاحبان کا خیال ہے۔ کہ شاخ نبات میں چکنا کاغذ کیوں نہیں لگایا۔ اس کے لئے اتنا کہدینا کافی ہے۔ کہ شیخ صاحب تو اس کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔ میرے اصرار پر بہ مشکل تمام کلام کی اشاعت کی اجازت دی۔

خادم

(حاجی) حبیب احمد مختار عام

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱۰۶	۳۱	۱۵	فرشتہ	فرشتے
۱۰۷	۳۲	۹	نعم	منعم
۱۰۸	۳۸	۳	کیوں رسوا	کیا رسوا
۱۰۹	۴۲	۱۵	جلا جانا	رولا جانا
۱۱۰	۵۵	۸	در ہستی	دار ہستی
۱۱۱	۵۷	۱۶	چمکتا	چہکتا
۱۱۲	۵۹	۲	نہ ہونگا	نہ ہوگا
۱۱۳	۷۹	۲۳	بتکدہ لئے	بتکدہ کے لئے
۱۱۴	۹۰	۷	یہ	پہ
۱۱۵	۹۱	۴	پر	پھر
۱۱۶	۹۲	۱۹	ہو گئے وہ	ہو گئے ہوں
۱۱۷	۱۰۲	۳	نقش با	نقش پا
۱۱۸	۱۰۴	۸	شیشہ	تیشہ
۱۱۹	۱۰۹	۱۵	لقاہت	نقاہت
۱۲۰	۱۱۰	۳	عجب	عجب
۱۲۱	۱۱۱	۲۵	ہیں	کس
۱۲۲	〃	〃	اخلاں	اخلاص
۱۲۳	۱۱۵	۵	بلاے	بلا سے
۱۲۴	۱۱۸	۱۰	بیداد ہیں	بیداد میں

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱۲۵	۱۲۶	۱۷	ایا تھے	آیا تھا
۱۲۶	۱۳۸	۲۱	زاز	زار
۱۲۷	۱۳۹	۲۲	پال	بال
۱۲۸	۱۴۵	۸	رنج	نج
۱۲۹	۱۵۰	۶	میں بیزار	سے بیزار
۱۳۰	۱۶۲	۲۲	لے گیا	میں لے گیا
۱۳۱	۱۶۴	۵	جو	وہ
۱۳۲	۱۷۲	۱۶	تسیم	تقسیم
۱۳۳	۱۷۳	۱۸	بہتا	بہاتا
۱۳۴	۱۸۶	۱۶	حسن کے	مصر کے
۱۳۵	۱۹۰	۲۰	یکتا	بکتا
۱۳۶	۲۰۱	۵	تجھے	مجھے
۱۳۷	۲۰۴	۱	دیتا	لیتا
۱۳۸	〃	〃	رستے ہیں	رستے میں
۱۳۹	〃	۲۱	شاید کہ شاید	شاید کہ شاق
۱۴۰	۲۱۲	۲۴	عذاب	شراب
۱۴۱	۲۱۴	۳	پہ	تہ
۱۴۲	۲۲۴	۲۴	ھک	ہک
۱۴۳	۲۲۷	۱۳	محب	مجبور

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱۴۴	۲۲۷	۱۵	سی	جیسی
۱۴۵	۲۳۵	۲۲	کل /	گل
۱۴۶	۲۵۴	۱۵	اعجاز سے	اعجاز کی
۱۴۷	۲۵۵	۲۱	قلب ہے	قلب سے
۱۴۸	۲۶۴	۲۲	مقتل ہے	مقتل ہیں
۱۴۹	״	״	کہتے ہیں	کہتے ہے
۱۵۰	۲۷۰	۲۲	سیں	نہیں
۱۵۱	۲۷۴	۹	تلون کو ہے ہم	تلوں کو ہم
۱۵۲	۲۹۳	۹	شیخ پر	سیخ پر
۱۵۳	۳۰۷	۱	چیزیں	خبریں
۱۵۴	۳۲۸	۱۷	خار پہ	خار بہ
۱۵۵	۳۴۰	۱۸	دل چو	دل چور
۱۵۶	۳۴۸	۳	در	دربدر
۱۵۷	״	۴	قبہ	قبر
۱۵۸	۳۵۸	۱	جہاڑ	بہاڑ
۱۵۹	۳۶۴	...	کسی کی	کسی کی کچھ
۱۶۰	۳۷۱	۲۳	ثنا	ستا
۱۶۱	۳۷۳	۱۶	زحمت	رحمت
۱۶۲	۳۷۶	۱۴	نمرود	مردود

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱۶۳	۳۸۱	۵	نُنیں	بیں
۱۶۴	۳۸۳	۴	مُذاب	عذاب
۱۶۵	۳۹۸	۷	دیوانہ	مستانہ
۱۶۶	۴۰۱	۴	جو وہ	وہ جو
۱۶۷	۴۰۸	۱۰	کڑیاں	لڑیاں
۱۶۸	۴۱۱	۸	کرلو	کرو
۱۶۹	〃	۲۰	ہرگز ہے یہ	ہرگز ہے
۱۷۰	۴۱۹	۱۶	اپنی	میری
۱۷۱	۴۴۰	۲۳	پھر	پر
۱۷۲	۴۴۸	۹	پھر	پر
۱۷۳	۴۵۱	۲۲	جدہ	سجدہ
۱۷۴	۶۰	۰	اُستاد نظام	نواب فصاحب جنگ
۱۷۵	۲۷	۱۹	صدقے	صدقہ
۱۷۶	۱۶	۱۲	زخم کا	زخم دل کا
۱۷۷	۲۳۰	۰	شیخ پر	سیخ پر
۱۷۸	۱۰۸	۰	جان جب تک	جان میں جب تک
۱۷۹	۳۳۰ ۲۶۶	۱۰	تاریخ الہام	تاریخ الہام بیان
۱۸۰	۴۶۶ ۲۳۰	۱۸	شیخ پر	سیخ پر
۱۸۱	۴۵۷	۳	سیلماں کو ہی	سیلمان کو یہ ہیں

نوٹ:- شیخ صاحب علالت کی وجہ سے کاپیاں نہ دیکھ سکے اس وجہ سے متعدد غلطیاں کتابت

قطعہ

وفات باغ بانو سلمہا دختر مصنف

باغ بانو نہ دیکھی تو نے بہار
داغ پر داغ میں دیکھے تو نے
ضبط گریہ کو میں تو کر لوں گا
غم کے اشکوں کو آپ پی کر
حکم مولا پہ میں تو راضی ہوں
سب بھگت لوں گا جو پڑی سر پر
کب تھی امید تیرے ہونے کی
تیرے مایوس تھے پدر مادر
کیا تماشا دکھا دیا تو نے
چند دن کو جہان میں آ کر
کہوں کیونکر میں تیری مادر سے
دل پہ رکھ لے وہ صبر کا پتھر
بعد شادی کے ایک مدت میں
جس نے دیکھی تھی ایک ہی دختر
گود خالی تو کر گئی اس کی
سونی وادا کے قرب میں جا کر
کونسی شاخ ہے ہمیں بتلا
اڑ کے چڑیا تو بیٹھی ہے جس پر
ہاتھ پھیلا کے گود میں آ جا
تیرے مادر پدر ہیں سب مضطر
اپنے ہاتھوں کو پیار کرنے والے
پھر اسی طرح ہاتھ پھیلا کر
سونے والی ذرا بتا تو ہمیں
کب اٹھے گی تو خواب سے سر
بنا ساماں ہماری بخشش کا
باغ بانو ہو جب بپا محشر
جو کھلونے کہ تیرے رکھے ہیں
بن کے چبھتے ہیں دل میں وہ نشتر
نو مہینے کی عمر کل پائی
داغ غم کا تو دی گئی دل پر
اف کمینوں کے وہ لگے جھٹکے
تو نے آخر کو جان دی تھک کر
لے گئیں تجھ کو گود میں حوریں
چھین کر ہم سے اے پری پیکر
کاٹا رو دال ایک ظالم نے
جو پڑا رہتا تھا تیرے رخ پر
کب کو وارث تو کر گئی اس کا
نہ پسر ہے نہ باپ کے دختر
باغ بانو نے باغ کی اس کے
ختم کر دی بہار ہے مضمر

باغ بانو کی مرگ کی تاریخ
مکھڑے پر قربان عزیز دل دختر
۱۳۵۲

قومی میوزیم

۸۹۱۵۴۳۲۶

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔



